صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث میں مناسبت کا بیش بہا مجموعہ (مع ضروری فوائد و نکات)

عون الباری

فی مناسبات

تراجم البخاری

www.KitaboSunnat.com

تالیف

محمد حسین میمن حفظہ اللہ

خادم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نظر ثانی

شیخ الحدیث مولانا مقصود احمد سلفی حفظہ اللہ

تقدیم

محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث میں مناسبت کا بیش بہا مجموعہ
مع ضروری فوائد و نکات

عون الباری
فی مناسبات
تراجم البخاری

تالیف
محمد حسین میمن حفظہ اللہ
خادم حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نظرِ ثانی
شیخ الحدیث مولانا مقصود احمد سلفی حفظہ اللہ

تقدیم
محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر
ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

©

ناشر ---------- ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن
0321-2844727

اشاعت ---------- 2014ء

Visit Us On:
Www.islamicmsg.org

On Facebook:
Islamicmessageorganization

مطبع
مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری

(مع ضروری فوائد و نکات)

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	تقریظ (شیخ الحدیث مولانا مقصود احمد سلفی حفظہ اللہ)	۳۷
۲	تقریظ (محقق العصر شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ)	۳۸
۳	مقدمہ (شیخ محمد حسین میمن حفظہ اللہ ''خادم حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'')	۴۵
۴	تراجم ابواب کے متعلق مستقل تصانیف	۴۶
۵	مقاصد تراجم تفصیل	۵۰
۶	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک ترجمۃ الباب کی اقسام	۵۰
۷	شیخ الحدیث عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کے نزدیک ترجمۃ الباب کی اقسام	۵۲
۸	مؤلف (محمد حسین میمن حفظہ اللہ) کے نزدیک تراجم کی (۹۵) پچیانوے اقسام	۵۶
1	کسی خاص باب کی طرف اشارہ کرنا	۵۶
2	باب بلا ترجمہ برائے اختلاف طرق۔۔۔۔	۵۷
3	قوی حدیث کو ترجمۃ الباب میں پیش کرنا	۵۷
4	ایسا باب قائم کرنا جس کا تعلق کتاب کے ساتھ نہ ہو	۵۷
5	ترجمۃ الباب حدیث کے خلاف	۵۷
6	ترجمۃ الباب کے جزء سے موافقت ہونا	۵۸
7	ترجمۃ الباب کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کرنا	۵۸
8	ایک حدیث سے دوسرے صحابی کی حدیث کی طرف اشارہ کرنا	۵۸
9	عمومیت سے استدلال	۵۹
10	حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ	۵۹
11	طالب علم کے لیے مشق	۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

12	مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کا رد	۵۹
13	تعدد طرق	٦٠
14	خاص ترجمۃ الباب کے ذریعے کسی عام چیز کا ارادہ کرنا	٦٠
15	باب بلا ترجمہ فصل کے لیے	٦٠
16	الفاظ کا تکرار	٦٠
17	ترجمہ کو تعدد فوائد کی وجہ سے حذف کرنا	٦١
18	مختلف فوائد کے لیے تراجم کا تکرار پیش کرنا	٦١
19	ترجمۃ الباب مطلق اور حدیث مقید	٦١
20	ترجمۃ الباب کی ابتداء "ھل" سے کرتے ہیں	٦١
21	ترجمۃ الباب میں کسی ایک جزء کے ذکر نہ کرنا	٦٢
22	ترجمۃ الباب میں کسی ایک جزء کا ذکر نہ کرنا جو کہ اشارہ ہے۔۔۔	٦٢
23	کسی مخصوص واقعے کی طرف اشارہ کرنا	٦٢
24	ترجمہ حدیث کے ساتھ ذکر کرنا جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کی طرف۔۔۔	٦٣
25	مطلق احادیث کو مقید کرنا	٦٣
26	قرآن مجید کی آیت کی تفسیر کے متعلق حدیث کی طرف اشارہ کرنا	٦٣
27	ترجمۃ الباب کی مناسبت کے لیے اجنبی باب کا ذکر کرنا	٦٤
28	باب بغیر ترجمہ تاکہ اصل کی طرف رجوع کیا جائے	٦٤
29	ایک حدیث پر مختلف ابواب کا ثابت کرنا	٦٤
30	علماء کے اختلاف کے سبب ترجمۃ الباب کو عدم جزم پر قائم کرنا	٦٥
31	اختلاف کے باوجود کسی حکم پر ٹھہرے رہنا	٦٥
32	ترجمۃ الباب کو ثابت کرنا نظیر اور قیاس کے ذریعے	٦٥
33	ذکر الاضداد	٦٦
34	ترجمۃ الباب کی ابتداء "کیف کان" سے	٦٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

35	قرآن مجید کی آیت کا ذکر کرنا	٦٦
36	ترجمۃ الباب میں کسی خفی چیز کی طرف اشارہ کرنا	٦٦
37	''أو غیرھا'' کے الفاظ۔۔۔۔	٦٧
38	عدم جزم اختیار کرنا توسیع کے لیے۔۔۔۔	٦٧
39	آثار کا ذکر کرنا۔۔۔۔	٦٧
40	نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک سے کسی چیز کا اثبات کرنا	٦٨
41	ترجمۃ الباب ایسی حدیث سے قائم کرنا جو مرفوع ہو مگر آپ کی شرط کے مطابق نہ ہو	٦٨
42	ترجمۃ الباب کی ایسی انواع جو مختلف دلالات پر مبنی ہوں	٦٨
43	تاریخی احوال سے استنباط	٦٩
44	ترجمۃ الباب کے ذریعے آداب اور اسلوب کا ذکر کرنا۔۔۔۔	٦٩
45	ایسی حدیث پیش کرنا جس کی موافقت ترجمۃ الباب سے نہ ہو	٦٩
46	ترجمۃ الباب کو حذف کرنا	٦٩
47	مجموع کا مجموع کے ذریعے استدلال	٧٠
48	حدیث پر ترجمۃ الباب میں تبدیلی لانا	٧٠
49	ترتیب وجودی میں تبدیلی لانا	٧٠
50	ترجمۃ الباب میں لفظ حدیث کو تبدیل کرنا۔۔۔۔	٧١
51	ترجمۃ الباب قائم کرنا اس کے محل سے ہٹ کر	٧١
52	امام بخاری رحمہ اللہ کا اختیار کو اخذ کرنا آثار کے ذریعے	٧١
53	مدلولہ التزامی کا ثابت کرنا	٧٢
54	ایسی حدیث جو ترجمۃ الباب کے خلاف ہو	٧٢
55	تطبیق	٧٢
56	ترجمۃ الباب کے بجائے یا اس کی جگہ ''ح'' ۔۔۔۔	٧٢
57	مشق	٧٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

58	ترجمۃ الباب سے کم فائدہ	۷۳
59	پہلے درجے کا اثبات	۷۳
60	ترجمۃ الباب فیہ عن فلان۔۔۔۔	۷۳
61	باب اور ترجمۃ کا اکٹھا ذکر کرنا	۷۳
62	کسی حکم کے ابتداء کی طرف اشارہ	۷۴
63	ترجمۃ الباب کو مثبت قائم کرنا۔۔۔	۷۴
64	ترجمۃ الباب ایسا جو حدیث کی شرح ہو	۷۴
65	ترجمۃ الباب سے کم فائدہ اٹھانا	۷۵
66	ترجمۃ الباب ایک جزء کا عدم ذکر کرنا۔۔۔	۷۵
67	ترجمۃ الباب ہر ایک محتمل کے لیے	۷۵
68	بہت خفی معنی کو اخذ کرنا	۷۵
69	ترجمۃ الباب کا بعد والی حدیث سے موافقت	۷۶
70	باب میں 'باب' قائم کرنا	۷۶
71	حدیث سے چھپی ہوئی چیز کا حاصل کرنا	۷۶
72	کسی خیر کی چیز کی طرف اشارہ	۷۷
73	ترجمۃ الباب کے ذریعے تحقیق کی نشاندہی	۷۷
74	دور کی علت کی وجہ سے قریب کی علت کو چھوڑنا	۷۸
75	ترجمۃ الباب کے ذریعے زندگی اور انسانی ترقی کی طرف اشارہ	۷۸
76	تفصیل طلب تراجم کا اجمالاً ذکر	۷۸
77	حدیث کے بعد اجزاء پر ترجمۃ الباب قائم نہ کرنا	۷۹
78	باب کے ساتھ صرف ترجمہ ذکر کرنا اور حدیث کی سند چھوڑ دینا	۷۹
79	ترجمۃ الباب کا حکم مذکورہ نہ ہونا	۷۹
80	ترجمۃ الباب کے ذریعے سابقہ مذاہب کا رد	۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

81	باطل فرقوں کا رد	۸۰
82	ہر فن کو اس فن کے امام سے نقل کرنا	۸۱
83	الفاظ کی عمومیت سے استدلال	۸۱
84	تعارض احادیث کے لیے مختلف ابواب	۸۱
85	صرف ایک حدیث کا ذکر کرنا	۸۱
86	ترجمۃ الباب آیت کے ذریعے قائم کرنا	۸۱
87	مرفوع حدیث یا اثر پیش کرنا	۸۲
88	اصح الاسانید کا ذکر کرنا	۸۲
89	ترجمۃ الباب کے ذریعے ارکان اسلام	۸۲
90	احادیث کو ٹکڑوں میں بیان کرنا	۸۳
91	معلقات کو بطور استشہاد پیش کرنا	۸۳
92	ترجمۃ الباب میں منشاء کو ترک کرنا	۸۳
93	ہر باب کے ساتھ مختلف سند پیش کرنا	۸۳
94	ایک حدیث کو ایک سند سے پیش نہ کرنا سوائے نادر جگہوں کے	۸۴
95	اصولی اصطلاحات سے مسائل کے حل	۸۵

کتاب الوحی

۹	وحی کی ابتداء	۸۸
۱۰	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۸۸
۱۱	صحیح بخاری کے دفاع پر مستقل کتب کی فہرست	۹۰
۱۲	انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)	۹۰
۱۳	'انما الاعمال بالنیات' کے باب اور حدیث میں مناسبت	۹۰
۱۴	فائدہ	۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الایمان

۱۵	باب الدین یسر (دین آسان ہے)	۹۴
۱۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۹۴
۱۷	باب احب الدین الی اللہ أدومہ (اللہ کے نزدیک محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے)	۹۵
۱۸	باب الزکاۃ من الاسلام (زکاۃ اسلام میں ہے)	۹۶
۱۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۹۷
۲۰	باب قول النبی ﷺ 'الدین النصیحۃ' (دین خیر خواہی کا نام ہے)	۹۷
۲۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۹۸
۲۲	فائدہ (اہل کتاب کا بہتر فرقوں میں بٹنا)	۹۸
۲۳	غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۹۹

کتاب العلم

۲۴	باب الاعتباط فی العلم والحکمۃ (علم اور دانائی کی باتوں پر رشک کرنا)	۱۰۲
۲۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۰۲
۲۶	باب: متی یصح سماع الصغیر (کس عمر کا لڑکا حدیث سن سکتا ہے)	۱۰۳
۲۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۰۳
۲۸	فائدہ (سماع الصغیر پر محدثین کے اقوال)	۱۰۴
۲۹	باب رفع العلم وظہور الدجال (علم اٹھ جانا اور جہالت پھیلنے کا بیان)	۱۰۶
۳۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۰۶
۳۱	فائدہ (نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی)	۱۰۷
۳۲	موجودہ دور میں عورتوں کی تعداد	۱۰۸
۳۳	علم کے اٹھنے کی صورت صحیحین اور دیگر کتب احادیث کی روشنی میں	۱۰۸
۳۴	باب فضل العلم (علم کی فضیلت)	۱۰۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۰۹
۳۶	باب: السمر فی العلم (رات کو علم کی باتیں کرنا)	۱۱۱
۳۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۱۲
۳۸	ایک اعتراض اور اس کا جواب	
۳۹	باب: ما یستحب للعالم اذا سئل أی الناس اعلم فیکل العلم الی اللہ عزوجل (جب عالم سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے)	۱۱۳
۴۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۱۳
۴۱	فائدہ (فتوے کے آداب پر لکھی گئیں کتب)	۱۱۴
۴۲	فائدہ نمبر ۲ (حیات خضر علیہ السلام کے دلائل کا جائزہ)	۱۱۴
۴۳	خضر علیہ السلام کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور اس روایت کی تحقیق	۱۱۵
۴۴	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر خضر علیہ السلام کی تعزیت اور اس روایت کی تحقیق	۱۱۵
۴۵	فائدہ نمبر ۳ (طلب علم کے لیے سفر کرنا)	۱۱۶

کتاب الوضوء

۴۶	باب: لا تقبل صلاۃ بغیر طهور (بغیر وضوء کے نماز قبول نہیں ہوتی)	۱۱۸
۴۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۱۸
۴۸	باب: التسمیہ علی کل حال وعند الوقوع (ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کہنا اور صحبت کے وقت بھی)	۱۱۹
۴۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۲۰
۵۰	باب: التماس الوضوء اذا حانت الصلاۃ (جب نماز کا وقت آجائے تو پانی تلاش کرنا)	۱۲۱
۵۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۲۱
۵۲	فائدہ (انبیاء علیہم السلام کے معجزات)	۱۲۲
۵۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات	۱۲۳
۵۴	باب: استعمال فضل وضوء الناس (لوگوں کے وضوء سے جو پانی بچ رہا ہو اس کو کام میں لانا)	۱۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۲۴
۵۶	باب: الوضوء من النوم من لم یر من النعسة (نیند سے وضو کرنے کا بیان اور ایک دو بار اونگھنے سے یا ایک آدھ جھونکا لینے سے وضوء لازم نہیں سمجھا اس کی دلیل)	۱۲۵
۵۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۲۶
۵۸	باب: الوضوء من غیر حدث (وضوء پر وضوء کرنا بغیر حدث کے)	۱۲۶
۵۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۲۷
۶۰	باب: الکبائر ان لا یستتر من بوله (پیشاب سے احتیاط نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے)	۱۲۸
۶۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۲۸
۶۲	فائدہ (عذاب قبر اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے)	۱۳۱
۶۳	امام بخاری رحمہ اللہ نے عذاب قبر پر کئی ابواب قائم فرمائے	۱۳۱
۶۴	پیشاب کے چھینٹوں سے نا بچنے والے کو عذابِ قبر میں کیوں ملوث کیا جائے گا؟ ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۳۴
۶۵	باب: اذا شرب الکلب فی الاناء (جب کتا برتن میں پی لے تو کیا کرنا چاہیے؟)	۱۳۵
۶۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۳۵
۶۷	فائدہ (مذکورہ حدیث کا تعلق Zoology کے ساتھ ہے)	۱۳۶
۶۸	فائدہ نمبر ۲ (کتے کے جھوٹے برتن کے دھونے والی روایات میں اختلاف اور ان میں تطبیق	۱۳۷

کتاب الغسل

۶۹	باب: هل یدخل الجنب یده۔۔۔ (اگر جس کو نہانے کی حاجت ہو وہ اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے اور اس پر سوائے جنابت کے اور کوئی نجاست نہ ہو تو کیا حکم ہے؟)	۱۴۰
۷۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۴۰
۷۱	باب: من توضأ فی الجنابة۔۔۔ (جنابت میں وضو کر لینے کے بعد باقی جسم دھونا اور وضو کے اعضا دوبارہ نہ دھونا)	۱۴۱
۷۲	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب الحيض

۷۳	باب: من سمى النفاس حيضاً (نفاس کو حیض کہنا)	۱۴۴
۷۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۴۴
۷۵	باب: تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف۔۔ (حیض والی عورت حج کے تمام کام کرتی رہے صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے)	۱۴۵
۷۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۴۶
۷۷	باب: الصلاة على النفساء وسنتها (نفاس والی عورت پر جنازے کی نماز پڑھنا اور اس کا طریقہ	۱۴۸
۷۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۴۸
۷۹	باب: مخلقة وغيره مخلقة (کامل الخلقت اور ناقص الخلقت کے بیان میں)	۱۴۹
۸۰	فائدہ (تقدیر پر ایمان لانا اور دو متعارض احادیث میں تطبیق)	۱۵۰
۸۱	فائدہ نمبر ۲ (مسائل جنین (Embroyology))	۱۵۱
۸۲	سیدنا حذیفہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی احادیث میں اختلاف اور اس کا حل	۱۵۱
۸۳	ڈاکٹر کیتھ مور کا تبصرہ مذکورہ احادیث پر	۱۵۴
۸۴	فائدہ نمبر ۳: (قرآن مجید نے انسانی پیدائش کے بارہ اطوار ذکر کیے ہیں)	۱۵۴

كتاب الصلاة

۸۵	باب: الصلاة على الحصير (بوریے پر نماز پڑھنا)	۱۵۸
۸۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۵۸
۸۷	باب: كراهية الصلاة المقابر (مقبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے)	۱۵۹
۸۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۵۹
۸۹	قبروں پر سجدہ کرنا چاروں ائمہ کے نزدیک حرام ہے	۱۶۰
۹۰	باب: الشعر فی المسجد (مسجد میں شعر پڑھنا)	۱۶۱
۹۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۲	ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۶۳
۹۳	باب: الصلاۃ فی مسجد السوق (بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا بیان)	۱۶۳
۹۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۶۴
۹۵	تنبیہ	۱۶۴
۹۶	فائدہ	۱۶۴
۹۷	باب: تشبیك الاصابع فی المسجد وغیرہ (مسجد وغیرہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کرنا)	۱۶۵
۹۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۶۵
۹۹	فائدہ: تشبیک کی ممانعت والی حدیث بھی موجود ہے	۱۶۶
۱۰۰	باب: استقبال الرجل صاحبه وهو يصلی (ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرا اس کی طرف منہ کر کے بیٹھے تو کیا ہے؟	۱۶۷
۱۰۱	باب اور حدیث میں مناسبت	۱۶۸
۱۰۲	فائدہ: عورت، کتاب اور گدھے کی وجہ سے نماز کا ٹوٹنا اور احادیث کا مطلب اہل علم کی نگاہ میں	۱۶۹
	کتاب مواقیت الصلاۃ	
۱۰۳	باب: من ادرك ركعة من العصر قبل الغروب (جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے قبل پائے تو اس کی نماز جائز ہوگی)	۱۷۲
۱۰۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۷۲
۱۰۵	فائدہ: یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں کے لیے مثال	۱۷۴
۱۰۶	ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۷۴
	کتاب الاذان	
۱۰۸	باب: من قال لیوذن فی السفر مؤذن واحد (جو یہ کہے کہ سفر میں ایک ہی شخص اذان ہے)	۱۷۸
۱۰۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۷۸
۱۱۰	فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کئی مؤذن رکھنے جائز ہیں	۱۷۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۱	فائدہ نمبر ۲: عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا مسئلہ	۱۷۹
۱۱۲	ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس کی تحقیق	
۱۱۳	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث اور اس کی تحقیق	
۱۱۴	جامع المسانید محمود الخوارزمی کی روایت کی تحقیق	
۱۱۵	باب: هل يتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا؟ وهل يلتفت في الاذان؟ (کیا مؤذن نماز میں اپنا منہ ادھر ادھر پھرائے؟)	۱۸۱
۱۱۶	باب اور حدیث میں مناسبت	۱۸۲
۱۱۷	باب: فضل الفجر في جماعة (جماعت نماز فجر کی فضیلت کا بیان)	۱۸۳
۱۱۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۸۴
۱۱۹	باب: المراة وحدها تكون صفاً (تنہا عورت اکیلی صف کا حکم رکھتی ہے)	۱۸۵
۱۲۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۸۵
۱۲۱	فائدہ: کیا اکیلے آدمی کی نماز صف کے پیچھے جائز ہے؟ فضیلۃ الشیخ غازی عزیر حفظہ اللہ کی رائے	۱۸۶
۱۲۲	باب: تخفيف الامام في القيام۔۔۔ (امام کو چاہیے کہ قیام ہلکا کرے)	۱۸۸
۱۲۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۸۸
۱۲۴	ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۸۹
۱۲۵	فائدہ: نماز میں تخفیف کے متعلق ایک مسند ابی یعلی کی حدیث	۱۸۹
۱۲۶	باب: وجوب القراءة للامام والمأموم۔۔۔ (قرآن پڑھنا سب پر واجب ہے امام ہو یا مقتدی۔۔۔)	۱۹۰
۱۲۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۹۱
۱۲۸	مندرجہ بالا حدیث سے کئی فوائد	۱۹۲
۱۲۹	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت	۱۹۲
۱۳۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۹۳
۱۳۱	فائدہ: تعدیل ارکان کا ہونا انتہائی ضروری ہے	۱۹۳
۱۳۲	فائدہ نمبر ۲: سورۃ فاتحہ ہر نماز میں فرض ہے	۱۹۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۳	سورۃ فاتحہ پر لکھی گئیں کتب	۱۹۵
۱۳۴	باب: استواء الظهر في الركوع (رکوع میں پیٹھ برابر کرنا)	۱۹۶
۱۳۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۹۶
۱۳۶	فائدہ	۱۹۷
۱۳۷	باب: القراءة في الركوع والسجود۔۔۔ (رکوع اور سجود میں قراءت کرنا۔۔۔)	۱۹۷
۱۳۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۱۹۷
۱۳۹	فائدہ: مقتدیوں کا امام کے پیچھے 'سمع الله لمن حمده' مکمل پڑھنا	۱۹۸
۱۴۰	باب: من لم يرد السلام على الإمام۔۔۔ (مقتدی امام کو سلام کا جواب علیحدہ نہ دے اور صرف نماز کے سلام پر کفایت کرے)	۱۹۹
۱۴۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۰۰
۱۴۲	مذکورہ حدیث سے نکلنے والے انیس مسائل کے حل	۲۰۱

کتاب الجمعہ

۱۴۳	باب: السواك يوم الجمعة (جمعہ کے دن مسواک کرنا)	۲۰۴
۱۴۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۰۴
۱۴۵	تنبیہ	۲۰۵
۱۴۶	فائدہ: ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا قول	۲۰۵
۱۴۷	فائدہ نمبر ۲: مسواک کے فوائد	۲۰۵
۱۴۸	مسواک کے مختلف نام	۲۰۶
۱۴۹	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول	۲۰۶
۱۵۰	باب: هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم (کیا اس شخص پر جو نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو تو اس پر غسل ہے؟)	۲۰۶
۱۵۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۰۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۲	فائدہ: عورتوں کا دن کی نمازوں میں مسجد میں جانا	۲۰۸
۱۵۳	نبی کریم ﷺ کے دور میں صحابیات رضی اللہ عنہن کا مساجدوں میں نماز ادا کرنا	۲۰۹
۱۵۴	فائدہ نمبر ۲: خواتین کا مسجد میں جانا درست ہے مگر چند شرائط کے ساتھ	۲۱۰

کتاب صلاۃ الخوف

۱۵۵	باب: صلاۃ الطالب والمطلوب۔۔۔ (جو دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو)	۲۱۲
۱۵۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۱۲
۱۵۷	فائدہ: نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا تھا یا ظہر کا؟	۲۱۳
۱۵۸	ظہر کی نماز بنو قریظہ میں	۲۱۴
۱۵۹	عصر کی نماز کا حکم بنو قریظہ میں	۲۱۵
۱۶۰	ظہر یا عصر کی نماز بیان کرنے میں کسی راوی سے بھول تو واقع نہیں ہوئی؟	۲۱۶
۱۶۱	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہ تھے؟ کہ ایک کو ظہر اور دوسرے کو عصر کا حکم دیا گیا تھا؟	۲۱۶
۱۶۲	فائدہ نمبر ۲: 'المجتہد قد یخطئ ویصیب'	۲۱۸
۱۶۳	چاروں ائمہ سے تقلید کی ممانعت کی دلیل	۲۱۸

کتاب العیدین

۱۶۴	باب: خروج الصبیان الی المصلی (بچوں کا عید گاہ جانا)	۲۲۰
۱۶۵	باب اور حدیث میں مناسبت	۲۲۰
۱۶۶	باب: اذا فاتہ العید یصلی رکعتین (جب کوئی آدمی عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پائے تو وہ دو رکعت پڑھ لے)	۲۲۱
۱۶۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۲۱
۱۶۸	فائدہ: صحیح بخاری کی حدیث پر موسیقی کے جواز پر غلط استدلال، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۲۳
۱۶۹	علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۲۴
۱۷۰	امام بغوی رحمہ اللہ نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی	۲۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الاستسقاء

۱۷۱	باب: سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا (قحط کے وقت لوگ امام سے پانی کی دعا کرنے۔۔۔)	۲۲۶
۱۷۲	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۲۶
۱۷۳	فائدہ: انبیاء علیہم السلام اور فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ اخذ کرنا	۲۲۸
۱۷۴	امام عبداللہ سالم البصری رحمہ اللہ کا قول	۲۲۸
۱۷۵	مالک الدار کی روایت	۲۲۸
۱۷۶	مذکورہ روایت کی علت	۲۲۸
۱۷۷	وسیلہ کے جواز پر چند روایات کا تحقیقی جائزہ	۲۲۹
۱۷۸	سنن الدارمی کے محقق السید ابو عاصم نبیل کا مالک دار کی روایت میں تساھل اختیار کرنا اور اس کا جائزہ	۲۲۹
۱۷۹	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان کردہ اصول	۲۲۹
۱۸۰	شیخ مقبل بن حادی الوادعی رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۲۹
۱۸۱	امام بخاری رحمہ اللہ کا تاریخ کبیر میں سکوت اختیار کرنا	۲۳۰
۱۸۲	مالک دار کی روایت پر مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۳۰
۱۸۳	دوسری روایت وسیلہ کے جواز پر اور اس کی تحقیق	۲۳۱
۱۸۴	وسیلہ کے جواز پر تیسری روایت اور اس کی تحقیق	۲۳۱
۱۸۵	وسیلہ کے جواز پر چوتھی روایت کی تحقیق	۲۳۱

کتاب سجود القرآن

۱۸۶	باب سجود المسلمین مع المشرکین۔۔۔ (مسلمانوں کا سجدہ کرنا مشرکین کے ساتھ اور مشرک نجس ہوتا ہے)	۲۳۴
۱۸۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۳۴
۱۸۸	فائدہ: بعض زندیق کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام	۲۳۶
۱۸۹	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۰	امام شوکانی رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۳۶
۱۹۱	محدثین کی مذکورہ روایت پر تضعیف کا حکم	۲۳۷
	کتاب تقصیر الصلاۃ	
۱۹۲	باب: اذا صلی قاعدا أتم صح۔۔۔ (جب کوئی شخص عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔۔۔)	۲۴۰
۱۹۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۴۰
	کتاب التہجد	
۱۹۴	باب: ترک القیام المریض (مریض بیماری میں نماز تہجد ترک کر سکتا ہے)	۲۴۴
۱۹۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۴۴
۱۹۶	فائدہ: جس خاتون نے یہ کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑ دیا کیا وہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں؟ اس روایت کی وضاحت	۲۴۶
۱۹۷	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول	۲۴۶
۱۹۸	باب: طول القیام فی صلاۃ اللیل (رات کی نماز کے قیام کا لمبا ہونا)	۲۴۶
۱۹۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۴۷
۲۰۱	لمبے قیام، رکوع اور سجود کی فضیلت	۲۴۸
۲۰۲	باب: صلاۃ الضحیٰ فی السفر (سفر میں چاشت کی نماز پڑھنے کا بیان)	۲۴۹
۲۰۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۴۹
۲۰۴	فائدہ: ہر حدیث ہر صحابی یا محدث تک نہیں پہنچی	۲۵۱
۲۰۵	دلیل نمبر ۱	۲۵۲
۲۰۶	دلیل نمبر ۲	۲۵۲
۲۰۷	دلیل نمبر ۳	۲۵۲
۲۰۸	دلیل نمبر ۴	۲۵۳
۲۰۹	دلیل نمبر ۵	۲۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۱۰	دلیل نمبر ۶	۲۵۳
۲۱۱	دلیل نمبر ۷	۲۵۳
۲۱۲	دلیل نمبر ۸	۲۵۳
۲۱۳	دلیل نمبر ۹	۲۵۳
۲۱۴	دلیل نمبر ۱۰	۲۵۳
۲۱۵	دلیل نمبر ۱۱	۲۵۴
۲۱۶	دلیل نمبر ۱۲	۲۵۴
۲۱۷	دلیل نمبر ۱۳	۲۵۴
۲۱۸	دلیل نمبر ۱۴	۲۵۴
۲۱۹	دلیل نمبر ۱۵	۲۵۴
۲۲۰	دلیل نمبر ۱۶	۲۵۴
۲۲۱	دلیل نمبر ۱۷	۲۵۵
۲۲۲	دلیل نمبر ۱۸	۲۵۵
۲۲۳	دلیل نمبر ۱۹	۲۵۵
۲۲۴	دلیل نمبر ۲۰	۲۵۵
۲۲۵	دلیل نمبر ۲۱	۲۵۵
۲۲۶	دلیل نمبر ۲۲	۲۵۶
۲۲۷	دلیل نمبر ۲۳	۲۵۶
۲۲۸	دلیل نمبر ۲۴	۲۵۶
۲۲۹	دلیل نمبر ۲۵	۲۵۶
۲۳۰	دلیل نمبر ۲۶	۲۵۶
۲۳۱	دلیل نمبر ۲۷	۲۵۶
۲۳۲	دلیل نمبر ۲۸	۲۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۳۳	دلیل نمبر ۲۹	۲۵۷
۲۳۴	دلیل نمبر ۳۰	۲۵۷
۲۳۵	دلیل نمبر ۳۱	۲۵۷
۲۳۶	دلیل نمبر ۳۲	۲۵۷
۲۳۷	دلیل نمبر ۳۳	۲۵۷
۲۳۸	دلیل نمبر ۳۴	۲۵۷
۲۳۹	دلیل نمبر ۳۵	۲۵۷
۲۴۰	دلیل نمبر ۳۶	۲۵۸
۲۴۱	دلیل نمبر ۳۷	۲۵۸
۲۴۲	دلیل نمبر ۳۸	۲۵۸
۲۴۳	دلیل نمبر ۳۹	۲۵۸
۲۴۴	باب: اذا قیل للمصلی، تقدم۔۔۔ (اگر نمازی سے کوئی کہے کہ آگے بڑھ جا، ٹھہر جا، اور وہ آگے بڑھ جائے۔۔۔)	۲۵۸
۲۴۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۵۸
۲۴۶	ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۶۰
	کتاب الجنائز	
۲۴۷	باب: غسل المیت۔۔۔ (میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا اور وضو کرانا)	۲۶۲
۲۴۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۶۲
۲۴۹	فائدہ: مردے کو جو غسل دے اس کے غسل کرنے کا حکم منسوخ ہے	۲۶۳
۲۵۰	باب: الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد (نماز جنازہ عید گاہ میں اور مسجد میں (ہر دو جگہ جائز ہے)	۲۶۴
۲۵۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۶۴
۲۵۲	فائدہ: نماز جنازہ بلا کراہیت مسجد میں ادا کرنا جائز ہے	۲۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۵۳	امام شوکانی رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۶۶
۲۵۴	صاحب مرعاۃ مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۶۶
۲۵۵	ابن الملقن رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۶۶
۲۵۶	ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۶۶
۲۵۷	باب: ذکر شرار الموتی (برے مردوں کی برائی کرنا درست ہے)	۲۶۷
۲۵۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۶۷
۲۵۹	ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۶۹
۲۶۰	فائدہ: سورۃ لہب کے نزول سے حدیث کے حجیت ہونے کا ثبوت	۲۶۹
۲۶۱	فائدہ نمبر ۲: قرآن مجید کا (Falsification test) کے ذریعے امتحان جس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے	۲۷۰
۲۶۲	باب: ما جاء فی قاتل النفس (جو شخص خودکشی کرے اس کی سزا کا بیان)	۲۷۱
۲۶۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۷۱
۲۶۴	ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۷۳

کتاب الزکاۃ

۲۶۵	باب: لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول (اللہ تعالیٰ چوری کے مال سے خیرات نہیں قبول کرتا)	۲۷۶
۲۶۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۷۶
۲۶۷	باب: الریاء فی الصدقۃ (خیرات میں دکھلاوا کرنا)	۲۷۷
۲۶۸	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۷۷
۲۶۹	باب: أخذ الصدقۃ من الأغنیاء۔۔۔ (مالداروں سے زکوۃ وصول کی جائے اور فقراء پر خرچ کر دی جائے)	۲۷۸
۲۷۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۷۹
۲۷۱	باب: ما یستخرج من البحر (جو مال سمندر سے نکالا جائے اس کا حکم؟)	۲۸۰
۲۷۲	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۷۳	فائدہ: خوابوں سے شرعی احکامات ثابت نہیں ہوا کرتے،	۲۸۲
۲۷۴	بے بنیاد کتب پڑھنے کے بارے میں جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۸۲
۲۷۵	'الطیوریات' کے محقق کا قول	۲۸۲

کتاب العمرۃ

۲۷۶	باب: یطرق أھلہ اذا بلغ المدینۃ (آدمی جب (سفر سے) اپنے شہر پہنچے تو گھر رات میں نہ جائے)	۲۸۴
۲۷۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۸۴

کتاب فضائل المدینۃ

۲۷۸	باب: من رغب عن المدینۃ (جو شخص مدینے سے نفرت کرے)	۲۸۸
۲۷۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۸۸
۲۸۰	فائدہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تصحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی	۲۸۹
۲۸۱	روایت بالمعنی کی شرائط	۲۹۰
۲۸۲	امام سخاوی رحمہ اللہ کا قول	۲۹۰
۲۸۳	علوم الحدیث کی کتب میں روایت بالمعنی کی چند شرائط	۲۹۰

کتاب الصوم

۲۸۴	باب: اغتسال الصائم (روزہ دار کا غسل کرنا)	۲۹۲
۲۸۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۹۲
۲۸۶	باب: صیام البیض۔۔۔ (ایام بیض کے روزے)	۲۹۳
۲۸۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۹۴

کتاب البیوع

۲۸۸	باب: الشراء والبیع مع النساء (عورتوں سے خرید و فروخت کرنا)	۲۹۸
۲۸۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۲۹۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۹۰	فائدہ نمبرا: امام شوکانی رحمہ اللہ کی وضاحت	۲۹۹
۲۹۱	فائدہ نمبر ۲: کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟	۲۹۹
۲۹۲	امام طحاوی رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۰۰
۲۹۳	محمد بن ابو بکر الرازی رحمہ اللہ کا قول	۳۰۱
۲۹۴	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے استاذ ابن الملقن رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۰۱
۲۹۵	شیخ الحدیث محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۰۱
۲۹۶	کتاب سے مراد قوانین کے ہیں	۳۰۲
۲۹۷	ابن منظور رحمہ اللہ کا قول	۳۰۳
۲۹۸	ابن اثیر رحمہ اللہ کا قول	۳۰۳
۲۹۹	شہاب الدین ابو عمر کا قول	۳۰۳
۳۰۰	صاحب مصباح اللغات کا قول	۳۰۴
۳۰۱	صاحب المنجد کی تصریح	۳۰۴
۳۰۲	مسند احمد کی حدیث	۳۰۴
۳۰۳	حدیث نمبر ۲	۳۰۴
۳۰۴	حدیث نمبر ۳	۳۰۵
۳۰۵	فائدہ نمبر ۳: امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ 'حسان بن حسان' کے نام کی وضاحت	۳۰۵
۳۰۶	علامہ مغلطائی رحمہ اللہ کا قول	۳۰۵
۳۰۷	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول محل نظر ہے	۳۰۵
۳۰۸	باب: النھی للبائع ان لا یحفل۔۔۔ (اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر کے رکھنا۔۔۔)	۳۰۶
۳۰۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۰۶
۳۱۰	فائدہ: احناف کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنا اور اس کا علمی رد	۳۰۷
۳۱۱	اصول شاشی کا من گھڑت اور بناوٹی اصول	۳۰۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۱۲	علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث جو واضح قیاس کے خلاف ہے	۳۰۸
۳۱۳	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا احناف کا رد کرنا	۳۰۸
۳۱۴	حدیث مصراۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے	۳۰۹
۳۱۵	امام ترمذی رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۰۹
۳۱۶	محدث عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۰۹
۳۱۷	امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول احناف کے اصول کے خلاف	۳۱۰
۳۱۸	علامہ جمال الدین قاسمی کا حدیث مصراۃ پر دفاع	۳۱۰
۳۱۹	امام ابن قیم رحمہ اللہ کا حدیث مصراۃ پر دفاع	۳۱۰
۳۲۰	ان دلیلوں کے جوابات	۳۱۱
۳۲۱	پہلی دلیل	۳۱۱
۳۲۲	دوسری دلیل	۳۱۲
۳۲۳	تیسری دلیل	۳۱۲
۳۲۴	ان دلائل کے جوابات	۳۱۳
۳۲۵	محقق عبدالقادر حبیب اللہ السندی کی وضاحت	۳۱۳
۳۲۶	امام ابن شیبہ رحمہ اللہ کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ۱۲۴ مسائل سے اختلاف جو واضح حدیث کے خلاف ہیں	۳۱۴
۳۲۷	قاضی خان کی فقاہت	۳۱۴
۳۲۸	عیسیٰ بن ابان، قاضی بشر بن ولید، بشر مریسی کی حیثیت علماء کی نگاہ میں	۳۱۵
۳۲۹	ایک عبرتناک واقعہ	۳۱۶
۳۳۰	صاحب دراسات اللبیب کی وضاحت	۳۱۶
۳۳۱	دودھ اور کھجور کے فوائد جدید تحقیقات کی روشنی میں	۳۱۷
۳۳۲	دودھ کے چھ فوائد	۳۱۷
۳۳۳	کھجور کے فوائد	۳۱۸
۳۳۴	۱۰۰ گرام کھجور میں پائے جانے والے غذائی اجزاء	۳۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب المناسک

۳۳۵	باب: قول اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۃ مائدہ میں)	۳۲۲
۳۳۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۲۲
۳۳۷	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۲۴
۳۳۸	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۲۴
۳۳۹	(قلت) قرآن مجید کی آیت عام حکم پر دال ہے	۳۲۵
۳۴۰	باب: کسوۃ الکعبۃ (کعبہ پر غلاف چڑھانا)	۳۲۵
۳۴۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۲۶
۳۴۲	فائدہ: بیت اللہ پر غلاف چڑھانے کا رواج قدیم ہے	۳۲۷
۳۴۳	باب: الخطبۃ ایام منی (منی کے دنوں میں خطبہ سنانا)	۳۲۹
۳۴۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۲۹

کتاب فی الاجارۃ

۳۴۵	باب: استیجار الرجل الصالح (کسی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا)	۳۳۲
۳۴۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۳۲
۳۴۷	ضروری وضاحت	۳۳۳
۳۴۸	باب: من استأجر اجیرا فبین له الأجل ولم یبین له العمل (ایک شخص کو ایک میعاد کے لیے نوکر رکھ لینا	۳۳۴
۳۴۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۳۴

کتاب الوکالۃ

۳۵۰	باب: اذا باع الوکیل شیئاً فاسداً فبیعه مردود (اگر وکیل کوئی ایسی چیز بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع واپس کی جائے گی)	۳۳۶
۳۵۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۳۶
۳۵۲	فائدہ: مصنف (محمد حسین میمن) کا عین الربا کی حدیث پر مباحثہ جس کا ذکر امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح میں فرمایا ہے	۳۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۵۳	معترض کا اعتراض	۳۳۸
۳۵۴	صحیح مسلم میں بظاہر دو متعارض احادیث میں تطبیق	۳۳۹
۳۵۵	اگر سرسری قرآن کا بھی مطالعہ کیا جائے تو وہاں بھی اعتراضات کے انبار لگ جائیں گے	۳۴۰
۳۵۶	سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنے موقف سے رجوع کرنا	۳۴۴
۳۵۷	امام حاکم رحمہ اللہ کی حدیث میں اضافہ	۳۴۵
۳۵۸	امام حازمی رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت	۳۴۵
۳۵۹	امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے زیاد رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا	۳۴۵
۳۶۰	امام نووی رحمہ اللہ کا قول	۳۴۶
۳۶۱	چیلنج: تمام معترضین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو حدیث ثابت کر دیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صرف رائے تھی اور حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے پیش فرمائی تھی۔	۳۴۸
۳۶۲	امام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ کا قول	۳۵۵
۳۶۳	ایک لطیفہ	۳۵۶

کتاب المساقاۃ

۳۶۴	باب: فی الشرب (کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا)	۳۶۲
۳۶۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۶۲
۳۶۶	علامہ عینی کا حدیث پر اشکال	۳۶۳
۳۶۷	امام عبداللہ بن سالم کا جواب	۳۶۳
۳۶۸	فائدہ: داہنے ہاتھ والے صحابی کون تھے؟	۳۶۴
۳۶۹	حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۶۴
۳۷۰	ابن بطال رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۶۴
۳۷۱	ابن الملقن رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۶۴
۳۷۲	علامہ ابن التین رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۶۴
۳۷۳	علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۷۴	امام نووی رحمہ اللہ کا قول	۳۶۴
۳۷۵	بائیں جانب جو شیوخ تھے وہ کون تھے؟	۳۶۴
۳۷۶	امام نووی رحمہ اللہ کی صراحت	۳۶۵
۳۷۷	ابن الملقن رحمہ اللہ کا قول	۳۶۵
۳۷۸	عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ کا قول	۳۶۵
۳۷۹	علامہ عینی رحمہ اللہ کا تعقب	۳۶۵
۳۸۰	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ عینی رحمہ اللہ کا رد فرمایا	۳۶۵
۳۸۱	باب: فضل سقی الماء (پانی پلانے کے ثواب کا بیان)	۳۶۵
۳۸۲	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۶۶
۳۸۳	فائدہ: جس عورت نے بلی کو باندھ رکھا وہ کافرہ تھی یا مسلمہ؟	۳۶۶
۳۸۴	ابو عیسیٰ ذکریا الانصاری رحمہ اللہ کا قول	۳۶۶
۳۸۵	مسند بزار اور البعث والنشور کی واضح حدیث	۳۶۷
۳۸۶	تنبیہ: خشاش الارض کا غلط ترجمہ کیا صاحب تفہیم البخاری نے	۳۶۷
۳۸۷	علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی صراحت	۳۶۷
۳۸۸	مجمع البحار کی صراحت	۳۶۷

کتاب فی الخصومات

۳۸۹	باب: یذکر فی الاشخاص والخصومة ۔۔۔ (قرضدار کو پکڑ کر لے جانا اور مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہونے کا بیان)	۳۷۰
۳۹۰	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۷۰
۳۹۱	فائدہ: سبعۃ احرف یعنی قرآن مجید کا سات حروف میں نازل ہونا	۳۷۱
۳۹۲	صحیح ابن حبان کی ایک حدیث	۳۷۱
۳۹۳	علامہ عینی رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۹۴	سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث	۳۷۲
۳۹۵	امام جزری رحمہ اللہ کا قول	۳۷۲
۳۹۶	پہلی صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتب سبعہ احرف پر	۳۷۲
۳۹۷	دوسری صدی ہجری	
۳۹۸	تیسری صدی ہجری	۳۷۳
۳۹۹	چوتھی صدی ہجری	۳۷۳
۴۰۰	پانچویں صدی ہجری	۳۷۳
۴۰۱	چھٹی صدی ہجری	۳۷۴
۴۰۲	ساتویں صدی ہجری	۳۷۴
۴۰۳	آٹھویں صدی ہجری	۳۷۴
۴۰۴	نویں صدی ہجری	۳۷۵
۴۰۵	دسویں صدی ہجری	۳۷۵
۴۰۶	گیارہویں صدی ہجری	۳۷۵
۴۰۷	بارہویں صدی ہجری	۳۷۶
۴۰۸	تیرہویں صدی ہجری	۳۷۶
۴۰۹	چودہویں صدی ہجری	۳۷۶

کتاب الشھادات

۴۱۱	باب: شھادة المختبی (جو اپنے تئیں چھپا کر گواہ بنا ہو اس کی گواہی درست ہے)	۳۷۸
۴۱۲	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۷۸
۴۱۳	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۷۹

کتاب الجزیۃ والموادعۃ

۴۱۴	الموادعة والمصالحة مع المشرکین بالمال وغیرہ واثم لم یف بالعھد (مشرکوں سے مال وغیرہ پر	۳۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	صلح کرنا، لڑائی چھوڑ دینا اور جو کوئی عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ۔۔۔	
۴۱۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۸۳
	كتاب الجهاد	
۴۱۶	باب: الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء (جہاد اور شہادت کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا)	۳۸۶
۴۱۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۸۷
۴۱۸	فائدہ: ام حرام رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟	۳۸۸
۴۱۹	یحییٰ بن ابراہیم رحمہ اللہ کا قول	۳۸۹
۴۲۰	ابن وہب رحمہ اللہ کا قول	۳۸۹
۴۲۱	امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی وضاحت	۳۸۹
۴۲۲	یحییٰ بن ابراہیم بن مزین رحمہ اللہ کا قول	۳۸۹
۴۲۳	ابن التین رحمہ اللہ کی صراحت	۳۸۹
۴۲۴	ابن الملقن رحمہ اللہ کا قول	۳۸۹
۴۲۵	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول	۳۹۰
۴۲۶	ابن العربی رحمہ اللہ کا قول	۳۹۱
۴۲۷	قاضی ابو بکر ابن العربی کا دوسرا قول	۳۹۱
۴۲۸	فائدہ نمبر ۲: احادیث میں مختلف طرق سے تعارض اور ان میں تطبیق	۳۹۲
۴۲۹	علامہ ابن التین رحمہ اللہ کی تطبیق	۳۹۲
۴۳۰	قاضی عیاض رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ کی تطبیق	۳۹۲
۴۳۱	امام ذہبی رحمہ اللہ کی تطبیق	۳۹۲
۴۳۲	باب: عمل صالح قبل القتال (جنگ سے پہلے نیک عمل کرنا)	۳۹۳
۴۳۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۹۳
۴۳۴	فائدہ نمبر ۱: امام بخاری رحمہ اللہ نے متابعات اور شواہدات کے لیے صحیح بخاری میں سینکڑوں کتب کے	۳۹۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	حوالے دیے	
۴۳۵	فائدہ نمبر ۲: آیت مبارکہ 'لما تقولون مالا تفعلون' کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟	۳۹۸
۴۳۶	باب: من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ (جس کے قدم اللہ کے رستے میں غبار آلود ہوں اس کا ثواب)	۳۹۸
۴۳۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۳۹۹
۴۳۸	باب: الجنۃ تحت بارقۃ السیوف (جنت کا تلواروں کی چمک کے نیچے ہونا)	۳۹۹
۴۳۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۰۰
۴۴۰	باب: الشہادۃ سبع سوی القتل (اللہ کی راہ میں مارے جانے کے علاوہ شہادت کی اور بھی سات اقسام ہیں)	۴۰۰
۴۴۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۰۱
۴۴۲	فائدہ: قتال فی سبیل اللہ کے علاوہ شہادت کی کئی اقسام	۴۰۲
۴۴۳	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک شہادت کی اقسام	۴۰۲
۴۴۴	امام الزرقانی رحمہ اللہ کے نزدیک	۴۰۲
۴۴۵	علامہ عینی رحمہ اللہ کے نزدیک	۴۰۲
۴۴۶	علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک	۴۰۲
۴۴۷	محمد زکریا کاندھلوی صاحب کے نزدیک	۴۰۲
۴۴۸	شہداء سوی القتل کی اجمالاً فہرست	۴۰۲
۴۴۹	امام نووی رحمہ اللہ کا مفید قول	۴۰۳
۴۵۰	شہید فی الدنیا والآخرۃ سے کون مراد ہیں؟	۴۰۴
۴۵۱	شہید فی الدنیا سے کون مراد ہیں؟	۴۰۴
۴۵۲	شہید فی الآخرہ سے کون مراد ہیں؟	۴۰۴
۴۵۳	باب: الجہاد ماض البر والفاجر (مسلمانوں کا امیر عادل ہو یا فاجر اس کی قیادت میں ہمیشہ جہاد ہوتا رہے گا)	۴۰۴
۴۵۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۰۴
۴۵۵	باب: اضمار الخیل للسبق (گھوڑ دوڑ کے لیے گھوڑوں کو تیار کرنا)	۴۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۵۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۰۶
۴۵۷	فائدہ: اخمار کے معنی اور مطلب	۴۰۶
۴۵۸	باب: غزو النساء وقتالهن مع الرجال (عورتوں کا جنگ کرنا اور مردوں کے ساتھ لڑائی میں شرکت کرنا)	۴۰۶
۴۵۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۰۷
۴۶۰	ایک اشکال اور اس کا جواب (امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پنڈلیوں کی طرف انس رضی اللہ عنہ کی نگاہ کا پڑنا)	۴۰۹
۴۶۱	جواب	۴۰۹
۴۶۲	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت	۴۰۹
۴۶۳	امام نووی رحمہ اللہ کی وضاحت	۴۱۰
۴۶۴	امام خطابی رحمہ اللہ کا قول	۴۱۰
۴۶۵	ابویحییٰ ذکریا الشافعی رحمہ اللہ کا قول	۴۱۰
۴۶۶	باب: من طلب الولد للجهاد (جو جہاد کرنے کے لیے اللہ سے اولاد مانگے اس کی فضیلت)	۴۱۰
۴۶۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۱۱
۴۶۸	فائدہ: مذکورہ بالا حدیث پر غلام برق جیلانی اور مولانا مودودی رحمہ اللہ کا اعتراض	۴۱۱
۴۶۹	غلام برق جیلانی کا اعتراض	۴۱۱
۴۷۰	مولانا مودودی کا اعتراض	۴۱۱
۴۷۱	اعتراض نمبر ۱ اور اس کا جواب	۴۱۲
۴۷۲	دوسرا جواب	۴۱۲
۴۷۳	سلیمان علیہ السلام کی ازواج کے تعیین کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی گزارشات	۴۱۲
۴۷۴	امام نووی رحمہ اللہ کا قول	۴۱۳
۴۷۵	محقق العصر محمد علی الاتیوبی حفظہ اللہ کا قول	۴۱۳
۴۷۶	دوسرا اعتراض	۴۱۳
۴۷۷	تیسرا اعتراض اور اس کا جواب	۴۱۴
۴۷۸	علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کا تبصرہ	۴۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۷۹	امام سخاوی رحمہ اللہ کا قول	۴۱۴
۴۸۰	نبی کریم ﷺ کو چالیس جنتی آدمیوں کی طاقت عطا کی گئی تھی	۴۱۵
۴۸۱	باب: هل يرشد المسلم اهل الكتاب او يعلمهم الكتاب (کیا مسلمان اہل کتاب کو دین کی بات بتائے یا ان کو قرآن سکھائے)	۴۱۵
۴۸۲	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۱۵
۴۸۳	فائدہ نمبر ۱: کافر جس کو قرآن کی تعلیم دینے کا حکم ہے	۴۱۶
۴۸۴	امام مالک رحمہ اللہ کا رجحان	۴۱۶
۴۸۵	احناف کے دلائل	۴۱۷
۴۸۶	احناف کی دلیل حدیث سے	۴۱۷
۴۸۷	امام شافعی رحمہ اللہ کا رجحان	۴۱۷
۴۸۸	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا رجحان	۴۱۷
۴۸۹	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان	۴۱۷
۴۹۰	فائدہ نمبر ۲: نبی کریم ﷺ ان پڑھ تھے، آپ علیہ السلام کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا	۴۱۸
۴۹۱	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول	۴۱۸
۴۹۲	باب: الخروج آخر الشهر (مہینے کے آخری ایام میں سفر کرنا)	۴۱۸
۴۹۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۱۹
۴۹۴	ایک اشکال اور اس کا جواب	۴۲۰
۴۹۵	باب: يقاتل من وراء الامام ويتقى به (امام کے ساتھ ہو کر لڑنا اس کے زیر سایہ اپنا بچاؤ کرنا)	۴۲۱
۴۹۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۲۱
۴۹۷	فائدہ: امیر اور حاکم وقت کی اتباع گناہوں کے کاموں میں نہیں ہے	۴۲۲
۴۹۸	سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح حکم	۴۲۲
۴۹۹	ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ کا قول	۴۲۳
۵۰۰	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول	۴۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۰۱	قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول	۴۲۳
۵۰۲	دو نصیحت آموز واقعات	۴۲۴
۵۰۳	دوسرا واقعہ	۴۲۴
۵۰۴	باب: کراھیۃ السفر بالمصاحف۔۔۔(مصحف یعنی لکھا ہوا قرآن مجید کو لے کر دشمن کے ملک میں جانا منع ہے)	۴۲۵
۵۰۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۲۵
۵۰۶	باب: السیر وحدہ (اکیلے سفر کرنا)	۴۲۶
۵۰۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۲۶
۵۰۸	فائدہ: رات کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت میں حکمت	۴۲۷
۵۰۹	علامہ مہلب رحمہ اللہ کا قول	۴۲۷
۵۱۰	باب: لا یعذب بعذاب اللہ (اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ دینا)	۴۲۷
۵۱۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۲۸
۵۱۲	اشکال نمبر ۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگ میں جلوانے کا حکم دیا، بعد میں آپ نے منع کر دیا۔۔۔	۴۲۸
۵۱۳	اشکال نمبر ۲: حدیث میں لفظ ہے 'فلانا وفلانا' اس میں دو آدمیوں کے قتل کا حکم جبکہ ابوداؤد میں صرف آدمی کے قتل کا حکم ہے	۴۲۸
۵۱۴	اشکال نمبر ۳: کیا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آگ میں جلوادیا تھا؟	۴۲۸
۵۱۵	پہلے اشکال کا جواب	۴۲۹
۵۱۶	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہادات کی فہرست	۴۲۹
۵۱۷	دنیاوی معاملات میں	۴۲۹
۵۱۸	لڑائی کے معاملات میں	۴۳۰
۵۱۹	فیصلوں میں	۴۳۰
۵۲۰	عبادات میں	۴۳۰
۵۲۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہادات	۴۳۰

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۵۲۲	ابن سبکی کی وضاحت	۴۳۰
۵۲۳	علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کا قول	۴۳۱
۵۲۴	المسودۃ کی عبارت	۴۳۱
۵۲۵	امام الماوردی رحمہ اللہ کا قول	۴۳۱
۵۲۶	دوسرے اشکال کا جواب 'فلانا و فلانا' سے کون مراد ہے؟	۴۳۲
۵۲۷	تیسرے اشکال کا جواب، کیا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آگ میں جلوا دیا؟	۴۳۲
۵۲۸	اسماعیل رحمہ اللہ کی روایت	۴۳۳
۵۲۹	مصنف ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے الفاظ	۴۳۳
۵۳۰	باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم نصرت بالرعب مسیرۃ شهر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ایک ماہ کی مسافت سے اللہ نے میرا رعب (کافروں پر) ڈال کر میری مدد فرمائی)	۴۳۴
۵۳۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۳۴
۵۳۲	فائدہ: شام اور حجاز کے درمیان مسافت (نقشہ)	۴۳۶
۵۳۳	باب: اذا اسلم قدمی فی دار الحرب۔۔۔ (اگر کچھ لوگ دار الحرب میں مقیم ہوں اسلام لے آئیں۔۔)	۴۳۷
۵۳۴	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۳۸
۵۳۵	باب: من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ	۴۴۰
۵۳۶	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۴۰
۵۳۷	فائدہ: بعض روایات جن میں فارسی اور عجمی زبانوں کے بولنے کی ممانعت وارد ہے وہ بے بنیاد روایات ہیں	۴۴۳
۵۳۸	کلام اهل النار بالفارسیۃ۔۔۔	۴۴۳
۵۳۹	من تکلم بالفارسیۃ ذارت فی خبثہ۔۔۔	۴۴۳
۵۴۰	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت	۴۴۳
۵۴۱	امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اور دارقطنی رحمہ اللہ کا قول	۴۴۳
۵۴۲	امام حاکم کی مستدرک کی روایت	۴۴۴
۵۴۳	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت فتح الباری میں	۴۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۴۴	فائدہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں میں ہادی بھیجے	۴۴۵
۵۴۵	اللہ تعالیٰ کا تصور ہندو دھرم میں	۴۴۵
۵۴۶	عیسائیت میں اللہ تعالیٰ کا تصور	۴۴۵
۵۴۷	سکھ ازم میں اللہ تعالیٰ کا تصور	۴۴۶
۵۴۸	باب: مایکرہ من ذبح الابل والغنم فی المغانم (مال غنیمت کے اونٹ، بکروں کو تقسیم سے قبل ذبح کرنا مکروہ ہے)	۴۴۶
۵۴۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۴۷

کتاب فرض الخمس

۵۵۰	باب: نفقۃ نساء النبی ﷺ بعد وفاتہ (نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقے کا بیان)	۴۵۰
۵۵۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۵۰
۵۵۲	باب: ماجاء فی بیوت ازواج النبی ﷺ (نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے گھروں کا بیان۔۔۔)	۴۵۱
۵۵۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۵۲
۵۵۴	فائدہ: نبی کریم ﷺ کا امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کی طرف اشارہ کرنا اور فرمانا یہاں فتنہ کی جگہ ہے۔ اس حدیث کا معنی و مفہوم	۴۵۴
۵۵۵	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول	۴۵۵
۵۵۶	علامہ عینی رحمہ اللہ کی وضاحت	۴۵۵
۵۵۷	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت	۴۵۵
۵۵۸	فتنوں کا سرچشمہ عراق کی سرزمین ہے	۴۵۵
۵۵۹	تنبیہ: نجد سے مراد کونسی زمین ہے؟	۴۵۶
۵۶۰	باب: ماذکر من درع النبی ﷺ۔۔۔ (نبی کریم ﷺ کی زرہ، عصا، تلوار، پیالہ اور انگھوٹھی کا بیان	۴۵۷
۵۶۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۵۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۶۲	باب: من قاتل للمغنم هل ینقص من اجرہ (اگر کوئی غنیمت حاصل کرنے کے لیے لڑے۔۔۔ تو کیا اس کا ثواب کم ہو جائے گا؟	۴۵۹
۵۶۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۶۰
۵۶۴	باب: ما یصیب من الطعام۔۔۔ (اگر کھانے والی اشیائیں کافروں کی زمین میں ہاتھ آجائیں)	۴۶۲
۵۶۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۶۲
۵۶۶	فائدہ: تقریری حدیث کیا ہے اصطلاحاً؟	۴۶۳
۵۶۷	امام ابن حزم رحمۃ اللہ کا قول	۴۶۳
۵۶۸	ملا احمد جیون کی صراحت	۴۶۳
۵۶۹	امام صالح بن طاہر الجزائری کا قول	۴۶۳
۵۷۰	حجاج الخطیب کا قول	۴۶۴
۵۷۱	علامہ جرجانی رحمۃ اللہ کا قول	۴۶۴

کتاب الجزیۃ

۵۷۲	باب: اذا وادع الامام ملك القریۃ۔۔۔ (اگر بستی کے حاکم سے صلح ہو جائے تو بستی والوں سے بھی صلح سمجھی جائے گی)	۴۶۶
۵۷۳	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۶۶
۵۷۴	باب: طرح جیف المشرکین فی البئر ولا یؤخذ لھم ثمن (مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھکوا دینا۔۔)	۴۶۷
۵۷۵	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۶۸
۵۷۶	باب: اثم الغادر للبر والفاجر (دغابازی کرنے والے کا گناہ۔۔۔)	۴۶۹
۵۷۷	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۶۹
۵۷۸	فائدہ: حدیث 'لا ھجرۃ ولکن جھاد ونیۃ' سے بعض منکرین حدیث کا غلط استدلال اور اس کا جواب	۴۷۰
۵۷۹	امام الطحاوی رحمۃ اللہ کا قول	۴۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب بدء الخلق

۵۸۰	باب: ماجاء فی سبع أرضین (سات زمینوں کا بیان)	۴۷۴
۵۸۱	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۷۴
۵۸۲	امام الطبرانی کی کتاب الدعا اور معجم الکبیر سے ایک حدیث جس میں زمینوں کا تعیین موجود ہے	۴۷۵
۵۸۳	فائدہ نمبر ۲: جدید سائنس کا دائرہ محدود ہے وحی کے مقابلے میں	۴۷۵
۵۸۴	علامہ طنطاوی اور علامہ بغدادی کی رائے	۴۷۶
۵۸۵	علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی رائے	۴۷۶
۵۸۶	ماہر احمد صوفی صاحب کی رائے	۴۷۷
۵۸۷	خلاصہ بحث	۴۷۷
۵۸۸	باب: خیر مال المسلم غنم۔۔۔ (مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں ہیں۔۔۔)	۴۷۸
۵۸۹	ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت	۴۷۸
۵۹۰	فائدہ: شریعت کے احکامات کو مادی عینک سے نہیں دیکھنا چاہیے	۴۷۹
۵۹۱	صاحب 'مشکلات الاحادیث النبویۃ' عبداللہ بن علی النجدی القصیمی کا قول	۴۸۰
۵۹۲	چیونٹیوں کی قسم جسے (Basiceros) کہا جاتا ہے	۴۸۰
۵۹۳	مولانا حکیم محمد عبداللہ کا ایک عجیب واقعہ	۴۸۱
۵۹۴	ہارون یحییٰ کی وضاحت	۴۸۱
۵۹۵	حیرت انگیز کابلی مکھی	۴۸۴
۵۹۶	ابن الملقن کی وضاحت	۴۸۴
۵۹۷	حوالا جات	۴۸۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد حسین میمن صاحب حفظہ اللہ ایک منجھے ہوئے لکھاری، معروف مبلغ، مشہور محقق اور عظیم اسکالار ہیں۔ آں محدود کے قلم سے کئی ایک کتب منصۂ شہود پر آ کر دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

زیر نظر کتاب آں موصوف کا ایک علمی، تحقیقی اور فقہی شہکار ہے جو کہ صحیح البخاری کے تراجم ابواب اور احادیث کی مطابقت و مناسبت سے متعلقہ موضوع پر ایک شاندار اور محققانہ اضافہ ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے صحیح البخاری میں قائم کردہ ابواب اور ان کے تحت پیش کردہ احادیث کی باہمی مطابقت بذات خود ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ائمہ محدثین رحمہم اللہ اور شارحین صحیح البخاری نے اس موضوع کی طرف خصوصی ترجمہ اور قلم تحقیق مبذول فرمائی ہے۔ حتی کہ بعض قدیم اور جدید محققین نے مستقل اس موضوع پر تصنیفات و تالیفات ترتیب دی ہیں۔ اس حوالے سے بالخصوص ہمارے شیخ و استاد حضرت العلام حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ نور پوری کی وہ تقریر جو انہوں نے صحیح البخاری کی تدریس کا آغاز کرتے ہوئے طلبہ بخاری کو زبانی املا کروائی اور آج وہ تحریری شکل میں مرأۃ البخاری کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے اور اس موضوع پر انتہائی معلومات اور فہم بخاری کے لیے کمال مدد و معاون ہے۔

حضرت میمن صاحب نے بھی اس سلسلہ الذھب میں ایک اور کڑی کا اضافہ فرمایا ہے بعنوان ''عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری'' اس موضوع سے متعلقہ اس سے قبل تصنیف شدہ مختلف کتب کی یہ کتاب بہترین جامع ہے اور اس قابل ہے کہ ہر صاحب علم بالخصوص طلبہ بخاری کلاس اور اساتذہ بخاری کلاس اور صاحب ذوق و تحقیق کی لائبیری کی زینت یہ ''عون'' تو اس کے لیے معین ہوگی۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ''فقہ البخاری فی تراجم ابوابہ'' کہ حضرت امام بخاری کی فقاہت ان کے تراجم ابواب میں نمایہ ہے۔

یقیناً یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس قول کو تفصیلاً سمجھنے کے لیے مختلف شروحات کا مطالعہ کیا جائے۔ الحمد للہ محمد حسین میمن (خادم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے، جو انہوں نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف سے نوازے اور امت کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

انا احقر من العباد

شیخ الحدیث حضرت مولانا مقصود احمد سلفی حفظہ اللہ

جامع اسلامیہ گجرانوالہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین أما بعد!

اسلام کی پوری تاریخ میں کسی مصنف کی تالیف کو اتنی عزت و قبولیت اور شہرت و دوام حاصل نہیں ہوئی جتنی امام المحدثین امیر امراء المؤمنین فی الحدیث ، سید الفقہاء والاتقیاء، الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری کی کتاب ''الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وأیامہ'' کے حصے میں آئی ہے، اور ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کا عظیم الشان اعزاز حاصل ہے۔

یہ اسلام کا ایسا انسائیکلوپیڈیا ہے جو شیخ محمد فواد عبدالباقی کی ترقیم و تحقیق کے مطابق ستاوے کتب پر مشتمل ہے اور ہر کتاب میں ذیلی متعدد ابواب ہیں۔ اور ان کی کل تعداد تین ہزار آٹھ سو ستانوے ہے۔ اس شماریات میں کتاب التفسیر شامل نہیں، کیونکہ امام بخاری سورت کے عنوان کے تحت تفسیری روایات شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان آیات کی تفسیری روایات کو علیحدہ عنوان دیا جائے تو یہ تعداد ۳۸۹۷ سے بہت بڑھ جائے گی۔

صحیح بخاری میں جن جن کتب کے ۹۷ عناوین ہیں ان سے ''الجامع'' کی گئی عمومی تعریف پر نظر ثانی کی ضرورت ہے جس میں کہا گیا ہے ''الجامع'' اس مجموعہ احادیث کو کہتے ہیں جس میں آٹھ عناوین پر بحث ہو اور وہ ہیں عقائد، احکام، سیر، آداب، تفسیر، مغازی، فتن اور مناقب۔ جبکہ جامع سفیان بن سعید ثوری، جامع معمر بن راشد، جامع سفیان بن عیینہ وغیرہ کتبِ جوامع پر یہ تعریف صادق ہی نہیں آتی۔

قرآن مجید فرقان حمید کے بعد صحیح بخاری ہی وہ کتاب ہے جو تمام فرق اسلامیہ فقہیہ کے مدارس و مکاتب میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے بلکہ علوم اسلامیہ کے کسی طالب علم کو اس وقت تک سند فضیلت سے نہیں نوازا جاتا جب تک وہ کسی شیخ الحدیث سے صحیح بخاری کا درس مکمل نہ کر لے۔ امام بخاری سے براہ راست ان کے نوے ہزار تلامذہ نے صحیح بخاری کا سماع کیا اور یہ سلسلہ بدستور قرناً بعد قرن جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، ان شاء اللہ۔ بلکہ اگر کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ قرآن مجید کے بعد جس قدر اس عظیم الشان کتاب کو پڑھا پڑھایا گیا کسی اور کتاب کو نہیں پڑھا گیا۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام غالب بن عبدالرحمن بن غالب ابن عطیہ اندلسی المتوفی ۵۱۸ھ نے صحیح بخاری کو سات سو مرتبہ پڑھا۔ (التذکرہ، ج۴، ص۱۲۶۹) حتی کہ ابوالحسن علی بن ایوب بن منصور المتوفی ۴۸۷ھ نے کہا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"انه حدث بصحیح البخاری عن مؤلفه وذکرہ أنه لقیه فی الجنة وأنه أجازله روایته عنه"

(لسان المیزان، ج۴، ص۲۰۷)

میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح بخاری کا سماع کیا، جنت میں میری ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔ یہی وہ عالی مرتبت کتاب ہے جس کے بارے میں امام ابوزید مروزی کو خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو زید تو کب تک شافعی کی کتاب پڑھتا رہے گا۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتا؟ ابوزید مروزی عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: محمد بن اسماعیل کی جامع میری کتاب ہے۔

(مقدمہ فتح الباری، ص۴۸۹ وغیرہ)

اس نوعیت کے رؤیائے صادقہ کا دائرہ وسیع ہے جو بجائے خود ایک مقالے کا متقاضی ہے۔ یہی وہ جلیل القدر کتاب ہے جس کے بارے میں امام فضل بن اسماعیل جرجانی نے فرمایا:

صحیح البخاری لو انصفوہ — لما خُطّ إلا بماء الذهب
أسانید مثل نجوم السماء — امام متون کمثل الشهب

لوگ اگر صحیح بخاری بخاری سے انصاف کریں تو اسے صرف سونے کے پانی سے تحریر کریں۔ اس کی اسانید آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ احادیث کے متون شہابوں کی مانند ہیں۔ صحیح بخاری کی تعریف و توصیف میں ان کا یہ طویل قصیدہ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۴۷۱ اور البدایة والنهایة، ج ۳، ص ۲۹ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پھر یہ تو امام جرجانی رحمہ اللہ کی تمنا و آرزو تھی مگر لوگوں نے دیکھا کہ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی۔ چنانچہ شیخ ابو محمد مزنی نے حکم دیا کہ قرآن مجید اور صحیح بخاری کو آب زر سے لکھا جائے تو دونوں کو بتمام و کمال آب زر سے لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ (مفتاح السعادہ: ج۲، ص۱۱۸)

صحیح بخاری صرف صحیح احادیث پر مشتمل نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ جنہیں سید الفقهاء افقه خلق الله، فقیه هذه الامة امام الدنیا فی الفقه کے القاب سے نوازا گیا ہے کہ فقہ کی شہکار ہے اور علماء کا یہ جملہ زبان زد عام ہے "فقه البخاری فی تراجمه" کہ امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم ابواب سے عیاں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ امام بخاری کے حاسدین کو جس طرح ان کی جلالت قدر سے انکار ہے اسی طرح ان کی فقہ و اجتہاد سے بھی ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اس حوالے سے کچھ کہا گیا اس کی صرف بحرف داستان ہمیں یاد ہے:

ہمیں یاد ہے سب ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مگر اس کی تفصیل یہاں تطویل کا باعث بنے گی۔ امام صاحب کی فقہ و بصیرت کا تو اعتراف ان کے اساتذہ کو بھی تھا۔ ان کے معروف و مشہور استاد امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ سے سائل نے طلاق سکران کے بارے میں سوال کیا تو حسن اتفاق سے اسی اثنا میں امام بخاری رحمہ اللہ وہاں ان کے ہاں پہنچ گئے۔ امام قتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ اور علی بن مدینی رحمہم اللہ ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے تمہارے مسئلہ کے حل کے لیے انہیں بھیجا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۲)

غور فرمایا آپ نے کہ امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ جو نامور محدث اور فقیہ اور صاحب مذھب ہیں اور امام علی بن المدینی جو علل الحدیث کے امام ہیں، گویا کہا جا رہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ امام احمد، امام اسحاق اور امام علی بن مدینی ہیں اور ان تینوں کے علم کے وارث اور امین ہیں۔ یہ امر واقع ہے کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کیونکہ خود امام اسحاق بن راھویہ کا کہنا ہے:

"لو كان فی زمن الحسن بن ابی الحسن البصری لاحتاج الیه لمعرفته بالحدیث والفقه"

(مقدمه فتح الباری. ص۴۸۳)

"اگر محمد بن اسماعیل بخاری، امام حسن بصری کے دور میں ہوتے تو حسن بصری رحمہ اللہ بھی امام بخاری کی حدیث اور فقہ میں معرفت کی بنا پر ان کے محتاج ہوتے"۔

امام ابو مصعب احمد بن ابی بکر الزھری المتوفی ۲۴۲ھ جو اہل مدینہ کے فقیہ اور قاضی تھے۔ امام مالک کے تلمیذ رشید اور مؤطا کے راوی تھے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد تھے وہ فرماتے تھے محمد بن اسماعیل ہمارے نزدیک امام احمد سے بھی زیادہ فقیہ اور حدیث میں ان سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا: جناب! آپ نے حد سے تجاوز کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کو بڑھا دیا۔ تو امام ابو مصعب نے کیا جواب دیا! فرمایا:

"لو أدركت مالكا ونظرت إلى وجهه ووجه محمد بن اسماعيل لقلت كلاهما واحد فی الحديث والفقه"

(مقدمه الفتح. ص۴۸۳)

"اگر تو امام مالک رحمہ اللہ کو پاتا اور ان کے چہرے اور امام بخاری کے چہرے کو دیکھتا تو، تو کہتا یہ دونوں حدیث اور فقہ میں ایک ہی مرتبہ پر فائز ہیں"۔

سنن دارمی کے عظیم مصنف، جلیل القدر محدث امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، جو امام بخاری کے معاصر ہیں فرماتے ہیں:

"قد رأيت العلماء بالحرمين والحجاز والشام والعراق فما رأيت فيهم أجمع من محمد بن اسماعيل وهو أعلمنا وأفقهنا" (مقدمة الفتح)

میں نے حرمین شریفین، سرزمین حجاز، شام اور عراق کے علماء کو دیکھا ہے مگر محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ جیسا جامع (العلوم) کسی کو نہیں پایا، وہ ہم میں سے سب سے زیادہ عالم اور فقیہ ہیں"۔

یہی امام دارمی مزید فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑے دانا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو احکام فرمائے یا جن سے منع کیا ان کو امام بخاری رحمہ اللہ نے خوب سمجھا ہے۔ جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کی آنکھیں ان کے کان ان کا دل قرآن میں منہمک ہو جاتا وہ اس کے کلمات پر غور و فکر کرتے، اس کے حلال و حرام کو پہچانتے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ایضاً)

یہ اور اسی نوعیت کے دیگر بہت سے ان کے شیوخ اور معاصرین کے اقوال اور متاخرین کے تاثرات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جن سے امام کی فقہ واجتہاد اور استخراج مسائل میں بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مجتہد تھے بلکہ مولانا محمد ذکریا مرحوم نے شیخ ابراہیم بن عبداللطیف سندھی کی کتاب "سحق الأغبیاء من الطاعنین فی کمل الأولیاء والعلماء" کے حوالے سے لکھا ہے:

"قال سلیمان بن ابراهیم العلوم: البخاری امام مجتهد برأسه كأبي حنيفة والشافعي والمالك واحمد"

(مقدمہ اللامع الدراری، ج۱، ص۶۸)

"سلیمان بن ابراہیم العلوم نے فرمایا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ امام، مجتہد مستقل ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، مالک رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ ہیں"۔

اسی حقیقت کا اظہار علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے کیا ہے:

"وأعلم أن البخاری مجتهد لا ریب فیه، وأما اشتهر أنه شافعی، فلموا فقه إياه في المسائل المشهورة، وإلا فموافقته لإمام الأعظم ليس أقل لما وافق الشافعي" (مقدمہ فیض الباری، ص۵۷)

"خوب جان لو کہ امام بخاری رحمہ اللہ بلاریب مجتہد ہیں اور ان کا شافعی ہونا مشہور ہے۔ تو اس کا سبب مسائل مشہورہ میں ان کی امام شافعی رحمہ اللہ سے موافقت ہے، ورنہ ان کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے موافقت امام شافعی رحمہ اللہ کی موافقت سے کم نہیں"۔

علامہ کشمیری نے یہ کہہ کر وزن برابر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ جن اصولوں کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کو طبقات شافعیہ اور حنابلہ میں شمار کیا ہے آخر انہی اصولوں کے تحت انہیں طبقات حنفیہ میں جگہ کیوں نہیں ملی؟ بالخصوص کئی مسائل میں انہوں نے امام اعظم کی موافقت بھی کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مسائل مشہورہ ہی میں نہیں خبر آحاد کے اصولی مسئلہ میں بھی مخالفت کی ہے اور کتاب الحیل میں جو اشارے کیے ہیں ان سے کون واقف نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے مؤقف اور مذہب کی خود وضاحت فرما دی ہے، فرماتے ہیں:

"لا أعلم شيئا يحتاج إليه إلا وهو في الكتاب والسنة"

"انسان جس چیز کا محتاج ہے اس کا جواب کتاب وسنت میں موجود ہے"۔

ان کے تلمیذ محمد بن ابو حاتم الوراق رحمہ اللہ نے کہا: کیا تمام مسائل کی کتاب وسنت سے معرفت ممکن ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (السیر، ج۱۲، ص۴۱۲ وغیرہ)

اس سے ان کے مذہب کو سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ بہر آئینہ کتاب وسنت کو کافی وشافی سمجھتے تھے اور تمام مسائل کا حل انہی میں منحصر جانتے تھے۔ کسی کی فقہ کی پیروی کا ان کے ہاں کوئی تصور نہ تھا۔ ان کے اسی جملہ سے ان کے اجتہاد وتفقہ کا اندازہ کیا جا سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ المدونہ، المھذب، ہدایہ اور عالمگیری میں جسے ساری شریعت نظر آتی ہو وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس جملے کی گیرائی و گہرائی کو کیا سمجھے گا۔

ان کے اسی اسلوب فکر کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے امت کے سامنے صحیح احادیث پر مشتمل "الجامع المسند الصحیح" کے نام سے صحیح احادیث کا مجموعہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ ابواب کے تحت ان سے استنباط و استخراجِ مسائل کا سلیقہ بھی دیا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لیس مقصود البخاری الأقتصار علی الأحادیث فقط بل مراده الإستنباط عنا والاستدلال"

(مقدمہ فتح الباری. ص۸)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود صرف احادیث نہیں ہیں بلکہ ان کی مراد ان سے استنباط اور استدلال بھی ہے۔ اسی طرح شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا:

"وهذا الكتاب وإن كان أصل موضوعه إيراد الأحاديث الصحيحة فإن اكثر العلماء فهموا من ايراده أقوال الصحابة والتابعين وفقهاء الامصار إن مقصوده ان يكون كتابه جامعاً للرواية والدراية" (فتح الباری. ج۲، ص۳٦٦)

اس کتاب کا اصل موضوع اگرچہ صحیح احادیث ذکر کرنا ہے تاہم اکثر علماء نے اس میں اقوال صحابہ و تابعین اور فقہائے امصار کے اقوال آنے سے سمجھا ہے کہ امام صاحب کا مقصود یہ ہے کہ ان کی کتاب روایت و درایت کی جامع ہو، گویا یہ کتاب صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ فقہ الحدیث کا بھی نادر مجموعہ ہے جو ستانوے کتابوں اور ان کے تحت تین ہزار آٹھ سو ستاون ابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ قسطلانی نے بھی فرمایا ہے:

"ان کتاب البخاری الجامع الی من صحیح الحدیث وفقهه بما لم یسبق الیه" (ارشاد الساری. ج۱. ص۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب الجامع صحیح احادیث اور فقہ حدیث پر ایک غیر مسبوق کتاب ہے۔ علامہ قسطلانی ہی فرماتے ہیں تراجم ابواب کو جس ژرف نگاہی سے انہوں نے مرتب کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے:

"تراجم قائم کرنے میں امام بخاری غایات پر پہنچے ہیں گوئے سبقت لیے ہوئے ہیں۔ عقلاء ان تراجم پر حیرت زدہ ہیں"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی حوالہ سے فرمایا ہے:

"لم نجد عن احد ممن عرف حال البخاری وسعة علمه وجودة تصرفه حکی أنه كان يقلد في التراجم ولو كان كذالك لم يكن له مزية على غيره، وقد توارد النقل عن كثير من الأئمة أنه من جملة ما امتازبه كتاب البخاری دقة نظره في تصرفه في تراجم ابوابه" (فتح الباری. ج۱، ص۱۳۸، تحت رقم: ٦۲)

"جو حضرات امام بخاری رحمہ اللہ کے حال، ان کی وسعت علم، جودت تصرف سے واقف ہیں ان میں سے ہم نے کسی کو نہیں پایا کہ اس نے کہا ہو کہ امام بخاری تراجم ابواب میں تقلید کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسروں پر انہیں کوئی امتیاز نہ ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت سے ائمہ کرام سے متواتر منقول ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کے امتیاز میں یہ ہے کہ انہوں نے تراجم قائم کرنے میں بڑی باریک بینی کا مظاہرہ کیا ہے"۔

علامہ کشمیری تراجم بخاری کی ندرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے کسی مصنف نے اس قسم کے تراجم قائم نہیں کیے اور نہ ہی ان کے بعد اس قسم کے تراجم ابواب وجود میں آئے ہیں۔ گویا امام بخاری رحمہ اللہ اس دروازے کو کھولنے والے اور خود ہی اس دروازے کو بند کردینے والے تھے۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

"ان المصنف رحمہ اللہ سباق غایات وصاحب آیات فی وضع التراجم لم یسبق بہ احد من المتقدمین لم یستطع أن یحاکیہ احد من المتاخرین فکان ھو الفاتح لذالک الباب وصار ھو الخاتم" (مقدمہ فیض الباری. ص۴۰)

صحیح بخاری کے ابواب کی وقعت واہمیت اور ان میں وارد شدہ احادیث کی ابواب سے عجیب وغریب موافقت ومناسبت کو آسان پیرائے میں بیان کرنے پر اہل علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں حسب ذیل کتاب مشہور ہیں:

❶ علامہ ناصر الدین احمد بن المنیر المتوفی ۶۸۳ کی "المتواری علی تراجم البخاری"

❷ علامہ محمد بن منصور المغربی کی "حل اغراض البخاری المبھمۃ فی الجمع بین الحدیث والترجمۃ"

❸ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر بن محمد بن رُشید فہری کی "ترجمان التراجم"

❹ علامہ زین الدین علی بن المنیر نے بھی جو علامہ ناصر الدین ابن المنیر کے بھائی ہیں، اسی موضوع پر کتاب لکھی جس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ فتح الباری میں کیا ہے۔

❺ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی "شرح تراجم ابواب صحیح البخاری" بھی معروف ہے۔

❻ امام ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن ابراہیم بن جماعہ کی "مناسبات تراجم البخاری لأحادیث الابواب" - یہ دراصل کتاب المتواری کا اختصار ہے۔

❼ علامہ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الدمامینی کی "تعلیق المصابیح علی ابواب الجامع الصحیح" جس کا ذکر سراج الھند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بستان المحدثین میں کیا ہے۔

❽ امام ابو حفص عمر بن رسلان کنانی کی "مناسبات تراجم ابواب البخاری"۔

❾ مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی "الابواب والتراجم" اس موضوع پر اکثر وبیشتر معروف ہیں۔

❿ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی کی "حل مشکلات البخاری" جو ایک حنفی عالم مولوی عمر کریم کے ابواب صحیح بخاری پر اعتراضات کا جواب ہے۔ 'حل مشکلات البخاری' اور اسی موضوع کی دیگر تصانیف "دفاع صحیح بخاری" کے نام سے ہمارے فاضل دوست مولانا حافظ شاہد محمود حفظہ اللہ فاضل مدینہ یونیورسٹی کی تعلیقات سے مزین ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

زیر نظر کتاب **"عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری"** بھی اسی سلسلے کی ایک کامیاب کوشش ہے جس کے مرتب فضیلۃ الشیخ محمد حسین میمن حفظہ اللہ ہیں۔ ان کا اصل موضوع اور تخصص تو تقابل ادیان ہے اور اس موضوع پر وہ ماشاءاللہ ڈاکٹر محمد ذاکر نائیک زید مجدہ کی مانند بے تھکان گفتگو کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فرق اسلامیہ پر بھی ان کی گہری نظر ہے اور اسی مناسبت سے حدیث پاک بھی ان کا خاص موضوع ہے۔ صحیح بخاری میں واردشدہ احادیث اس کتاب میں کی ابواب سے مناسبت میں ائمہ کرام کی تصانیف سے استفادہ کے علاوہ اس کتاب میں ان کے مطالعے کی جھلک بھی صاف صاف دکھائی دیتی ہے۔ جس کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ انہوں نے مقاصد تراجم کی ۱۹۵ انواع واقسام کا تعارف کرایا ہے، جو ان کے وسعت مطالعہ کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالی ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور حدیث پاک کے خدمت گزاروں میں ان کا نام لکھ دے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ارشاد الحق اثری

ا ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَونُ البَارِی فِی مُنَاسِبَاتِ تَرَاجِمِ البُخَارِی

ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضللہ فلا ھادی لہ، اما بعد:

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام آپ کا زہد، تقویٰ، ورع اور احادیث سے لگاؤ اور اس جاری علم کے سمندر اور ان تمام فنون کا حصول امام بخاری رحمہ اللہ کا کسی اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ آپ کی فقاہت اور آپ کی دانائی صحیح بخاری کے مطالعہ کے بعد ہی آشکارا ہوتی ہے اسی لیے قرآن مجید کے بعد اگر کسی کتاب کو فوقیت امت نے دی ہے تو وہ بلاشبہ صحیح بخاری ہی ہے۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

فمافی ھذہ الکتب خیر وافضل من کتاب محمد بن اسمعیل البخاری رحمہ اللہ [1]

یعنی احادیث کی کتب میں صحیح بخاری سے زیادہ کوئی عمدہ کتاب نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح بخاری جس کو "اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ" کا خطاب دیا گیا ہے۔ یقیناً اگر عناد اور تعصب سے بالاتر ایمان کے جذبے اور حب رسول ﷺ سے سرشار ہو کر اسکا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح براھین اور اسناد کا ٹکسالی ہونا واضح اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صحیح بخاری شریف کی احادیث جو اصول میں بیان ہوئی ہیں وہ مکمل طور پر صحیح ہیں اور امت کی تمام روحانی وجسمانی بیماریوں کا علاج بھی ان احادیث میں موجود ہے۔

اگر امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد عالیہ کی طرف بصیرت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی تالیف کے وقت دو باتوں کو مد نظر رکھا، اول ان احادیث صحیحہ کا انتخاب کیا جن کی صحت پر امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے یا وہ محدثین جو امام بخاری رحمہ اللہ کے وقت موجود تھے ان کا ان احادیث پر اتفاق ہونا قرار پایا۔ ابتداء میں اہل حدیث نے علم حدیث کے چار فنون پر کام کئے اور انہیں مدون کیا۔ سنت کے فن پر امام مالک رحمہ اللہ کی "موطا" اور امام سفیان رحمہ اللہ کی جامع، فن تفسیر میں ابن جریج رحمہ اللہ اور فن سیر میں محمد بن اسحاق اور فن زھد اور رقاق میں ابن مبارک رحمہ اللہ نے کام کیا اور انہیں کتابی شکل میں مدون کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے ان چاروں فنون کو اپنی ایک ہی کتاب میں سمو دیا۔ یہی وجہ ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کا جو نام دیا وہ اپنے مقام اور مطالب کو واضح کرتا ہے۔

"الجامع الصحیح (المسند) من احادیث رسول اللہ و سننہ و ایامہ وصفاتہ" رکھا [2]

---

[1] اطراف الغرائب والافراد للمقدسی ۱/۴۰

[2] دیکھئے مقدمہ فتح الباری لابن حجر ص ۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً: صحیح بخاری کی تالیف کے وقت طریقہ کو بروئے کار لایا گیا جس کے ذریعے فقہ اور استخراج مسائل و نکات دقیقہ، حکمیہ کا واضح کرنا آسان ہو۔

مسائل کے استخراج کا عمدہ اور علم سے گہرے تعلق کو ثابت کرنے کے لیے جو انداز اپنایا وہ قابل تحسین ہے۔ ضمناً آیت کی تفسیر حدیث سے یا حدیث کی تفسیر آیت سے بھی ہو جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلال کا طریقہ بہت زیادہ حکمیہ نکات پر مبنی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اکثر نادان لوگ اپنے زعم سے بڑی نادانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ابواب اور مناسبات حدیث سے ناواقفی کی وجہ سے آپ کی فقاہت اور دانائی پر طعن کرتے نظر آتے ہیں۔ جو کہ لاعلمی اور قلت علم و بصیرت کا منہ بولتا واضح ثبوت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے تراجم میں بڑے بڑے مسائل اور اعلی سے اعلی مقاصد طے کئے اور اپنی فقاہت کے جوہر سے اہل علم کو مستفید کیا۔ کہیں تو وہ نہایت دقیق فقہی نکات کو واضح کرتے ہیں اور کسی جگہ ایسی محدثانہ گفتگو سے حدیث کی علت غامضہ سے پردے اٹھاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ لہذا صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی شان میں فقہاء اور محدثین کا مشہور مقولہ ہے کہ ''فقه البخاری فی تراجم ابوابه'' ضرب المثل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری کے تراجم ابواب کے لیے کئی علما نے کتابیں لکھیں ہیں تاکہ تراجم کے مقاصد کو حل کیا جائے۔

تراجم ابواب کے متعلق مستقل تصنیفات:

❶ علامہ ناصر الدین احمد بن المنیر خطیب السکندریہ (ت ۶۸۳ ھ) نے تراجم ابواب پر ایک مبسوط کتاب مستقل لکھی ہے جس کا نام "المتواری علی تراجم البخاری" رکھا ہے۔ (دیکھئے ارشاد الساری ۱/ ۴۳ کشف الظنون ۱/ ۵۴۷)

❷ علامہ محمد بن منصور (ابن الحمامة) المغربی السجلماسی نے بھی ایک مستقل تصنیف لکھی جس کا نام رکھا ہے۔ "فك اغراض البخاری المبهمة فی الجمع بین الحدیث و الترجمة. (دیکھئے "مقدمة الفتح. کشف الظنون ۱/ ۵۵۱)

❸ علامہ عبداللہ بن رشید السبتی متوفی ۷۲۱ ھ نے ایک ضخیم کتاب ترتیب دی ہے جس کا نام "ترجمان التراجم" ہے[1]۔

(دیکھئے مقدمة الفتح ص ۱۴)

❹ علامہ زین الدین علی بن المنیر متوفی ۶۹۵ ھ نے بھی ایک مستقل تصنیف تراجم پر لکھا ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے هدی الساری میں فرمایا ہے۔ (مقدمة الفتح ص ۱۴)

❺ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے بھی ایک رسالہ ترتیب دیا ہے "شرح تراجم ابواب صحیح البخاری" کے نام سے۔

(دیکھئے ابجد العلوم للقنوجی ۲/ ۷۲۱)

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی ہے تو انتہائی مفید ہوتی یہ نامکمل ہونے کے باوجود بھی کثیر الفوائد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❻ امام عبداللہ بن سالم البصری (المتوفی ۱۱۳۴ھ) نے بھی ابواب بخاری پر جو کام کیا ہے وہ اٹھارہ جلدوں پر کتاب منظر عام پر آ چکی ہے جو اپنی نوعیت کی ایک بہترین اور ضخیم علمی کار کردگی ہے۔ (مگر یہ کتاب مکمل صحیح بخاری کے ابواب پر نہیں ہے "کتاب الرھن" تک موجود ہے)۔

❼ محمد زکریا بن یحییٰ کاندھلوی (المتوفی ۱۴۰۶) نے بھی ابواب بخاری پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ بنام "ابواب والتراجم لصحیح البخاری"۔

ان مستقل کتب کے علاوہ صحیح بخاری کی شروحات میں تراجم ابواب پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے خصوصاً حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری سر فہرست ہے۔

❽ اس فن پر ایک مختصر رسالہ اردو میں علامہ محمود حسن دیوبندی نے بھی رقم فرمایا ہے، جو کہ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اور آخری چار صفحات عربی میں ہیں۔

❾ علامہ بدرالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ نے "المتواری" پر اضافہ لکھا ہے، بنام "مناسبات علی تراجم البخاری" کے نام سے۔

❿ فضیلۃ الشیخ عبدالحق الھاشمی رحمہ اللہ نے بھی اس فن پر بہترین کتاب تحریر فرمائی ہے۔ "لب اللباب فی تراجم والابواب" جو کہ پانچ جلدوں پر منظر عام پر آچکی ہے۔

⓫ شیخ الحدیث مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمہ اللہ نے بھی مختلف جگہوں پر باب اور حدیث میں مناسبت کے پہلو کو اجاگر فرمایا ہے، دیکھیے تفصیل کے لیے "دفاع بخاری"۔

⓬ شیخ الحدیث عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے بھی اس فن پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے جو کہ "مرآۃ البخاری" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

ان کے علاوہ ہر شارح نے اپنی وسعت علم کی بناء پر علمی جوہر کو پیش کیا اور مختلف طور سے تطبیق کے فن کو اجاگر کیا اور اپنی علم و فہم کا تموج دکھلایا۔

صحیح بخاری کی شروحات کے لیے مندرجہ ذیل کتب معروف ہیں۔

❶ فتح الباری لابن حجر المتوفی (۸۵۲ھ)

❷ شرح ابن بطال الامام ابوالحسن ابن بطال المتوفی (۴۴۴ یا ۴۴۹ھ)

❸ الاجوبۃ علی المسائل المستغربۃ من البخاری، ابن عبدالبر المالکی (المتوفی ۴۶۳ھ)

❹ شرح السراج للعلامۃ ابوالزناد (المتوفی ۴۲۲ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5. شرح صحیح البخاری، ابوالقاسم احمد بن محمد بن عمر بن وردا لتمیمی (المتوفی ۵۴۰ھ)
6. شرح ابن التین، الامام عبدالواحد بن التین (المتوفی ۶۱۱ھ)
7. شرح ابن المنیر، الامام ناصر الدین الاسکندرانی (المتوفی ۶۹۵ھ)
8. مختصر شرح مغلطائی، جلال الدین رسول ابن احمد استبانی (المتوفی ۷۹۳ھ)
9. الکواکب الدراری، للامام الکرمانی (المتوفی ۷۸۶ھ)
10. شواھد التوضیح، احمد بن الملقن الشافعی (المتوفی ۸۰۴ھ)
11. غایة التوضیح للجامع للصحیح، العلامۃ عثمان بن ابراھیم الصدیقی الحنفی (المتوفی ۱۰۰۸ھ)
12. الکواکب الساری، علی بن حسین بن عروۃ الموصلی الحنبلی (المتوفی ۸۳۷ھ)
13. عمدۃ القاری، العلامۃ العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ)
14. ھدایۃ الباری، شیخ الاسلام زکریا الانصاری تلمیذ الحافظ ابن حجر العسقلانی (المتوفی ۹۲۶ھ)
15. الکوثر الجاری علی ریاض البخاری، احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی (المتوفی ۸۹۳ھ)
16. شرح صحیح البخاری الامام زین الدین العینی الحنفی (المتوفی ۸۹۳ھ)
17. فیض الباری، العلامۃ عبدالاول الجونفوری (المتوفی ۹۶۸ھ)
18. ارشاد الساری، شھاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المصری (المتوفی ۹۲۳ھ)
19. النور الساری، العلامۃ شیخ حسن العدوی المالکی (المتوفی ۱۳۰۳ھ)
20. عون الباری لحل ادلۃ البخاری، نواب صدیق حسن خان بھوپالوی (المتوفی ۱۳۰۷ھ)

ابن خلدون اپنے مقدمہ میں صحیح بخاری کے تراجم پر کچھ اسطرح گفتگو کرتے ہیں۔

”فأما صحیح البخاری، وھو أعلاھا رتبة، فاستصعب الناس شرحه واستغلقوا منحاہُ، أجل مایحتاج إلیه من معرفة الطرق المتعددۃ، ورجالھا من اھل الحجاز و الشام والعراق ومعرفة احوالھم، واختلاف الناس فیھم، ولذلك یحتاج إلی إمعان النظر فی التفقه فی تراجمه لأنه یترجم الترجمة ویورد فیھا الحدیث بسند أو طریق، ثم یترجم أخری ویورد فیھا ذالك الحدیث بعینه لما تضمنه من المعنی الذی ترجم به الباب، وکذالك فی ترجمة إلی ان تکرر الحدیث فی أبواب کثیرۃ بحسب معانیھا واختلافھا، ومن شرحه ولم یستوف ھذا فیه، فلم یوف حق الشرح کابن بطال وابن المھلب وابن التین ونحوھم ولقد سمعت کثیرا من شیوخنا رحمھم اللہ یقولون، شرح کتاب البخاری دین علی الامة یعنون أن أحداً من علماء الأمة لم یوف مایجب له من الشرح بھذا الاعتبار“ (مقدمة ابن خلدون ص ۴۸۱)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب سے بلند پایہ ہے اس لیے اہل علم اسکی شرح کو سخت مشکل کام خیال کرتے ہیں اور اس کے مقاصد تک پہنچنے کے لیے چند باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

❶ ایک ہی حدیث کے اسانید متعددہ سے آگاہ ہونا۔

❷ اسانید کے رجال کا علم ہونا اس طرح کہ کون ان میں شامی، کون حجازی، کون عراقی ہے۔

❸ ان کے حالات سے آگاہ ہونے کے علاوہ یہ جاننا کہ لوگ ان میں کیا اختلاف رکھتے ہیں اور امام صاحب نے کیا فیصلہ کیا اس وجہ سے تراجم ابواب کے سمجھنے میں بڑی دقیق نگاہ اور دقت نظر کی ضرورت پڑتی ہے۔ امام بخاری ایک ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں ایک سند سے حدیث لاتے ہیں پھر دوسرا ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں وہی حدیث دوسری سند سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے ترجمۃ الباب کی بھی دلیل ہے۔ اسی طرح متعدد تراجم ابواب میں بوجہ کثرت معانی واختلاف سند حدیث مکرر ہو جاتی ہے۔

ابن خلدون کی اس وضاحت سے مسئلہ واضح ہوا کہ صحیح بخاری اور اسکے مقاصد عالیہ کو سمجھنا عام انسان کی عقل سے بعید ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اہم فنون پر نگاہ مع بصیرت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استنباط کا طریقہ نہایت دقیق ہے اور اُسے سمجھنے کے لیے بھاری مقدار میں بصیرت اور عقل کا کھلار کھنا ضروری ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے اجتہاد کا یہ کمال ہے کہ جونسا باب منعقد کر کے اسکے ذیل میں کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں اس میں صرف ایک امر سے مطابقت ہوتی ہے نہ کہ پوری حدیث میں اور نہ ہی اسکے پورے مضامین سے۔ بسا اوقات کم فہم کی وجہ سے حدیث اور باب میں مخالفت دکھلائی دیتی ہے مگر جب دقیق اصولوں کی نگاہ سے اسے دیکھا جائے تو تطبیق کی کئی صورتیں نظر آتی ہیں لہذا مطابقت کی دو قسمیں ہیں۔

❶ لفظی مطابقت

❷ معنوی مطابقت

تشریعی، مطابقت لفظی:

مطابقت لفظی یہ ہے کہ جو الفاظ و مضمون حدیث میں ہوں وہی باب میں ہوں، ایسا ہی صحیح بخاری میں ہے۔

مطابقت معنوی کی تین اقسام:

❶ مطابقت بطریق عموم

❷ مطابقت بطریق خصوص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❸ مطابقت بطریق استنباط

مطابقت بطریق استنباط ایک مشکل طریق علم کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے جو بہت گہری سوچ اور وسیع قلب و نظر کے بعد آشکارا اور واضح ہوتی ہے یہ طریقہ استنباط بہت گہری فکر پر مبنی ہے۔ لہذا اہل علم کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جن احادیث پر ابواب قائم کیے ہیں ان میں گہرا ربط موجود ہے اور اسکے ربط اور مناسبات کی مختلف صورتیں اور مختلف اغراض ہیں ان نکات میں بلاشبہ علم کے نئے نئے دریچے کھلتے ہیں جو کہ مسائل کی وسعت اور علم فقہ کے لیے نفع بخش ہیں۔

مقاصد تراجم کی تفصیل:

امام بخاری رحمہ اللہ کے اغراض و مقاصد اور ترجمۃ الباب کئی انواع پر تقسیم ہیں جو کہ مختلف شروحات کی کتب میں موجود ہیں۔ ان تمام انواع کو ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا، جس کی جتنی نظر اور تحقیق میں وسعت تھی اس نے ان انواع پر لکھا۔ اس بات کا ذکر کئی اہل علم نے فرمایا ہے۔ ابواب بخاری کی شان پر امام عمر البلقینی رحمہ اللہ کی نظم قابل قدر ہے جو کہ مطالعہ کے لائق ہے۔ دیکھیے تفصیل کے لیے (الفوائد الدراری فی ترجمۃ البخاری، للامام العجلونی، ص ۲۳۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کئی انواع پر گفتگو فرمائی ہے، اسی طرح علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی مختلف مقامات پر انواع پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ عبدالحق ہاشمی رحمہ اللہ نے پچاس سے زائد انواع کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح سے محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے بھی کئی انواع کا ذکر فرمایا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ ان انواع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❶ کبھی امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں اس حدیث کے الفاظ ذکر کرتے ہیں جو انکی شرط پر نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت کی شہادت کے لئے باب کے تحت میں وہ احادیث لاتے ہیں جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہیں۔ جس سے ترجمۃ الباب کی تائید اور تقویت ہوتی ہے۔

❷ کبھی ایسا مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں جس کو امام بخاری نے کسی صحیح حدیث سے جو ان کی شرط پر ہے، مستنبط کیا ہے خواہ صریح الفاظ یا اشارۃ النص یا اقتضاء سے باب کے تحت میں جو حدیث یا آیت پیش کرتے ہیں وہ مسئلہ ترجمۃ الباب کی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن وجہ استدلال پر حاوی ہونا ہر ایک کا کام نہیں۔

❸ ترجمۃ الباب میں کبھی وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس کے قائل پہلے سے مسلمانوں کی کوئی جماعت تھی اور اس مسئلہ کی امام صاحب کی تحقیق و اجتہاد میں دلیل یا شہادت یا ترجیح ثابت تھی۔ اُن مقامات کو امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کی صورت میں بایں لفظ لکھا کرتے ہیں۔ من قال کذا أو ذهب إلى كذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❹ کسی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس میں احادیث مختلف آئیں ہیں۔ اس باب کے تحت میں ان مختلف احادیث کو جمع کر دیتے ہیں۔ جس سے وجہ تطبیق و ترجیح آسان ہو جاتی ہے۔

❺ کسی مسئلہ میں مثل سابق کے اولًا متعارض ہوتی ہیں اور امام بخاری کے نزدیک صورت تطبیق متعین یا راجح ہوتی ہے۔ پہلے ترجمۃ الباب میں توفیق ذکر کرتے ہیں۔ اسکے بعد ان دلائل متعارضہ کو پیش کرتے ہیں جس سے متعلم میں قوتِ توفیق و تطبیق پیدا ہوتی ہے۔

❻ کسی ترجمۃ الباب کے اثبات میں متعدد احادیث ذکر کرتے ہیں۔ ان احادیث میں کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جس میں امام بخاری رحمہ اللہ کے خیال میں کوئی مفید بات ہوتی ہے جس پر متنبہ کرنا وہ ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسے مقام پر بجائے فائدہ یا تنبیہ کے "باب" کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں صحیح بخاری کے قاریوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ یہاں سے نیا مسئلہ شروع ہوا۔ حالانکہ وہ کوئی باب علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ جس طرح عام مؤلفین کا قاعدہ ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر لفظ فائدہ یا وقف یا تنبیہ لاتے ہیں۔ امام بخاری نے لفظ باب کے سوا دوسرے الفاظ پسند نہ فرمائے۔ جیسا کہ کتاب "بدء الخلق ترجمۃ الباب (قول اللہ عزوجلّ: وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ) کے تحت میں پہلے ایک حدیث اس باب کے مطابق ذکر کر کے "باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال" ذکر فرمایا۔

❼ کبھی باب کو بجائے (ح) تحویل یا بھذا الاسناد کے قائم کرتے ہیں جس طرح سے کتاب بدء الخلق میں "باب ذکر الملئکۃ" ہے پہلے ترجمۃ الباب کے ثبوت میں بہت سی احادیث پیش کیں اور سعید کے واسطے سے حدیث "یتعاقبون فیکم ملٰئکۃ باللیل وملٰئکۃ بالنھار" لائے اس کے بعد باب کا لفظ لکھ کر حدیث "اذا قال احدکم اٰمین والملٰئکۃ فی السماء اٰمین" والی حدیث ذکر کی۔ جس سے مطلب یہ تھا کہ بھذا الاسناد یعنی اس اسناد سے ذیل کی حدیث بھی ہے۔

❽ ترجمۃ الباب کے تحت کبھی وہ حدیث لاتے ہیں جو خود ترجمۃ الباب پر دلالت نہیں کرتی نہ بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق اسکے مذکورہ الفاظ کو ہوتا ہے لیکن اس حدیث کے کئی طرق ہوتے ہیں جو ان میں بعض طرق کے الفاظ ترجمۃ الباب پر دال ہوتے ہیں جس سے یہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے اس باب کے لیئے کچھ اصل ہے اور یہ مسئلہ بالکل بے اصل نہیں ہے۔

❾ کسی ترجمۃ الباب میں تردید آوہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو کسی خاص شخص کا مسلک ہے یا امام بخاری کے خیال میں شاید آئندہ کوئی اس کا قائل ہو جائے لیکن امام بخاری کے نزدیک غلط ہے۔

❿ اسی طرح کسی ترجمۃ الباب میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو امام بخاری کے نزدیک ثابت نہیں۔ ایسے مقامات میں باب کے تحت میں صحیح حدیثوں کے لانے سے اس مسلک یا اس حدیث کا رد مقصود ہوتا ہے۔

⓫ کبھی ترجمۃ الباب کے بعد بجائے مسند حدیث کے صرف کسی صحابی یا تابعی کا اثر یا قرآن مجید کی کوئی آیت کریمہ لاتے ہیں۔ ایسا اس مقام میں کرتے ہیں جہاں ترجمۃ الباب کا لفظ کسی حدیث کا ٹکڑا ہوا کرتا ہے لیکن وہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں ہوتی۔ وہاں یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشارہ ہوتا ہے کہ اس باب میں گویا یہ حدیث آئی ہے لیکن امام بخاری کی شرط پر ثابت نہیں اور ترجمۃ الباب میں قابل عمل ہے۔

⓬ کبھی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو بظاہر نہایت قلیل النفع ہے لیکن کسی خارجی وجہ سے وہ مہتم بالشان بن گیا ہے جس طرح سے ''باب قول الرجل ماصلینا'' بظاہر کوئی نتیجہ خیز بات نہیں لیکن اس کے ساتھ یہ لائے کہ ایک جماعت ''ماصلینا'' کہنے کو برا جانتی ہے تو اس باب کا کثیر النفع ہونا ثابت ہو جائے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اس قسم کے تراجم ابواب میں امام بخاری نے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے تراجم ابواب پر قدح کی ہے اور ان دونوں کتابوں کے تراجم ابواب کے استدلالت میں جو آثار و شواہد پیش کئے ہیں ان کو رد کیا ہے۔

⓭ کہیں صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ طالبین حدیث کو مسئلہ کے مطابق حدیث پیش کرنے کا انداز مشق ہو جائے۔

شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کے نزدیک انواع کی اقسام:

شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے بھی مقاصد تراجم کی تفصیلی بحث فرمائی ہے آپ نے تراجم بخاری کو پچیس ''۲۵'' انواع پر تقسیم فرمایا، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

نوع اول:

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے اندر بعینہ وہ الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو باب کے اندر درج شدہ حدیث کے ہوتے ہیں۔ اس مقام پر مترجم لہ حدیث اور مترجم بہ کلام کے درمیان میں مناسبت واضح ہوتی ہے۔

نوع ثانی:

مترجم بہ مترجم لہ کا کچھ حصہ ہوتا ہے، ایسے مقام پر بھی باب اور حدیث کے درمیان مناسبت واضح ہوتی ہے۔ کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

نوع ثالث:

مترجم بہ مترجم لہ کا معنیٰ و مفہوم ہوتا ہے۔ اس نوع کے تراجم میں مناسبت واضح ہوتی ہے، کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

نوع رابع:

مترجم بہ خاص ہوتا ہے اور مترجم لہ حدیث عام ہوتی ہے۔ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں، لیکن مراد خاص ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوع خامس:

مترجم بہ کے اندر عموم ہوتا ہے اور مترجم لہ حدیث خاص ہوتی ہے۔اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث تو خاص ہے لیکن اس کا خصوصی مقصود نہیں مقصود عموم ہے۔

نوع سادس:

مترجم بہ کے اندر تقیید ہوتی ہے اور مترجم لہ کے اندر اطلاق ہے۔اس مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث گو مطلق ہے لیکن وہاں اطلاق مراد نہیں، بلکہ مراد تقیید ہے۔

نوع سابع:

مترجم بہ میں اطلاق اور مترجم لہ میں تقیید ایسے مقام پر غرض بخاری یہ ہوتی ہے کہ حدیث کے اندر مذکور قید احترازی نہیں نہ ہی قید مراد ہے بلکہ اطلاق مراد ہے۔

نوع ثامن:

مترجم بہ میں تفصیل اور مترجم لہ اجمال ہوتا ہے۔ایسے مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری وہاں حدیث کے اجمال کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

نوع تاسع:

تاویل ظاہر یعنی مترجم لہ حدیث ظاہر ہے۔ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ اس کی تاویل کرتے ہیں۔اس مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا ظاہر مراد نہیں۔

نوع عاشر:

تاویل مشترک حدیث کے اندر اشتراک ہوتا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں ان متعدد معانی میں سے ایک متعین کر دیتے ہیں۔

النوع الحادی عشر:

تاویل مشترک حدیث کے اندر اشتراک ہوتا ہے۔امام بخاری ترجمۃ الباب میں ان متعدد معانی میں سے ایک متعین کر دیتے ہیں۔

النوع الثانی عشر:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اثبات حکم ایک فقہی مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں۔ حدیث لا کر اس کے حکم کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

النوع الثالث عشر:

کسی مذہب یا صاحب مذہب کی تردید ترجمۃ الباب میں امام بخاری کسی کا مذہب بیان کر دیتے ہیں۔ نیچے حدیث لا کر اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ مذھب صحیح نہیں ہے۔

النوع الرابع عشر:

امام بخاری ترجمۃ الباب کے اندر ادنی چیز کا ذکر کرتے ہیں۔ نیچے جو حدیث لاتے ہیں اس میں اعلیٰ چیز کا حکم ہوتا ہے۔

النوع الخامس عشر:

ترجمۃ الباب میں اعلیٰ چیز کا ذکر ہوتا ہے اور حدیث میں ادنی چیز کا ذکر ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب ادنی چیز پر یہ حکم جاری ہو رہا ہے تو اعلیٰ چیز پر اس کو بطریق اولی جاری ہونا چاہیے۔

النوع السادس عشر:

باب بلا ترجمہ بسا اوقات ایسے موقع پر امام صاحب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نیچے میں نے حدیث بیان کر دی ہے۔ اوپر باب کا عنوان بھی دے دیا ہے۔ اب قاری خود استنباط کرے کہ حدیث میں کونسا ترجمہ نکلتا ہے۔ اس قسم کے ابواب بمقصد تشھیذ اذہان ہوتا ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مجتہد گر ہے۔

النوع السابع عشر:

باب بلا ترجمہ کبھی متقدم باب کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں اس کے نیچے بہت سی احادیث ہوتی ہیں، جن سے وہ باب والا مسئلہ نکل رہا ہوتا ہے۔ ان احادیث سے کوئی دوسرا مسئلہ بھی نکلتا ہے تو درمیان میں کوئی اور باب قائم کر دیتے ہیں۔

النوع الثامن عشر:

باب بلا ترجمہ بمنزلہ تحویل اسناد امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں اور نیچے کئی احادیث درج فرماتے ہیں۔ کسی حدیث پر صرف باب کا لفظ درج کر دیتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حدیث پہلی ہی ہے صرف سند کو دوبارہ لانا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے امام بخاری دوسرے محدثین ''ح'' کا لفظ لاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النوع التاسع عشر:

ترجمۃ الباب کے اندر کسی ضعیف حدیث کے الفاظ ذکر کر دیتے ہیں۔اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ضعیف حدیث جس کے الفاظ ترجمۃ الباب میں مذکور ہیں ایسی کسی سند سے جو میری شرط کے مطابق صحیح ہو ثابت نہیں۔ مگر مسئلہ میری شروط کے مسابق دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

النوع العشرون:

کسی ضعیف حدیث کے معنی کو ترجمۃ الباب میں بیان کر دینا۔ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس مسئلے کے سلسلہ میں گو احادیث ضعیف ہیں مگر قرآنی آیات اور دوسری احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

النوع الحادی والعشرون:

ترجمۃ الباب کے اندر ایسا مسئلہ درج کر دینا ضعیف احادیث کے خلاف ہو۔ایسے مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ ان احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

النوع الثانی والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں ترجمہ بھی ذکر کرتے ہیں، لیکن نیچے حدیث درج نہیں کرتے۔یعنی حدیث درج کیے بغیر ہی آگے دوسرا باب شروع کر دیتے ہیں۔ایسی صورتوں میں امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس باب کے مطابق پہلے حدیث بیان کر چکے ہیں۔اس باب میں تکرار سے بچنے کے لیے حدیث چھوڑ دیتے ہیں۔ کبھی کبھار وہ حدیث بخاری میں ہوتی ہی نہیں۔ تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب کے لیے حدیث خود تلاش کریں۔

النوع الثالث والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں ترجمۃ الباب بھی ذکر کرتے ہیں، لیکن نیچے کوئی حدیث درج نہیں کرتے اور نہ ہی کتاب میں اس قسم کی کوئی حدیث ہوتی ہے تو ایسی جگہ امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میری شرائط کے مطابق کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جو اس باب میں درج کی جا سکے لہٰذا اس باب کو حدیث کے بغیر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

النوع الرابع والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد کرتے ہیں۔اس میں ایک مسئلہ درج فرماتے ہیں، بظاہر کم فائدہ معلوم ہوتا ہے، لیکن بنظر دقیق معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا مسئلہ ہے، مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"باب قول الرجل فاتتنا الصلاۃ" (صحیح بخاری، کتاب الاذان، ج۱، ص۸۸)

کہ یہ لفظ بولنا جائز ہے بظاہر یہ ایک معمولی مسئلہ ظاہر ہوتا ہے، لیکن یہاں ان لوگوں کی تردید مراد ہے جو اس نظریے کے قائل ہیں۔ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ ایسی جگہ ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے بعض ابواب کا تعاقب مقصود ہوتا ہے۔

النوع الخامس والعشرون:

تاریخ اور سیر کے متعلق ایک مسئلہ درج کرتے ہیں۔ فقیہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی اہم باب نہیں مقرر کیا گیا۔ مگر مؤرخین اور سیرت دانوں کے لیے وہ بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مؤلف محمد حسین میمن کے نزدیک تراجم کی پچیانوے اقسام:

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نزدیک ترجمۃ الباب کے پچیس انواع ہیں، جس میں مختلف مناسبات کے پہلو موجود ہیں۔ حقیر نے مناسبات اور ترجمۃ الباب مع شروحات کی کتب کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے الحمد للہ حقیر نے مناسبات کے پچیانوے انواع کو پایا ہے جس کو اختصار کے ساتھ یہاں درج کیے دیتے ہیں۔

اوّل:

کسی خاص ابواب کی طرف اشارہ کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں مگر حدیث پیش نہیں کرتے، بلکہ ترجمۃ الباب قائم کر کے کسی خاص باب کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ جس باب کا تعلق خاص ترجمۃ الباب سے ہوتا ہے۔

الثانی:

باب بلا ترجمہ برائے اختلاف طرق کی تنبیہ بیان کرنا

باب بلا ترجمہ جس میں اختلاف طرق کی تنبیہ مراد ہوتی ہے۔ جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ "باب بلا ترجمۃ" کے بعد "باب ما جاء فی غسل البول" میں فرمایا کہ اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو آدمیوں کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے یہ وہی حدیث ہے جس پر امام بخاری نے باب قائم فرمایا کہ "باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ" کیونکہ ان دونوں کا مخرج ایک ہی ہے سوائے اس کے کہ کہیں سند میں اور کہیں متن میں اختلاف ہے۔ لہٰذا امام بخاری نے "بلا ترجمہ" باب قائم فرما کر روایت کے اختلاف کی طرف تنبیہ فرمائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثالث:

قوی حدیث کو ترجمۃ الباب میں پیش کرنا

قوی حدیث کو ترجمۃ الباب میں پیش فرماتے ہیں مگر وہ آپ کی شرط پر نہیں ہوتی، جیسا کہ ترجمۃ الباب قائم فرمایا ''باب صیام أیام البیض'' یہ حدیث صحیح سند سے سنن میں مذکور ہے مگر یہ آپ کی شرط پر نہیں۔ اسی لیے اسے ترجمۃ الباب میں نقل فرمایا۔

الرابع:

ایسا باب قائم کرنا جس کا تعلق کتاب کے ساتھ نہ ہو

ایسا ترجمۃ الباب قائم فرماتے ہیں جس کا تعلق کتاب کے ساتھ نہیں ہوتا، مثلاً باب قائم فرماتے ہیں ''باب الاغتسال اذا أسلم'' یہ باب ابواب المساجد میں قائم فرماتے ہیں جس کا تعلق کتاب سے نہیں ہے اور کئی ایک شارحین کو اس میں تطبیق دینے میں مشکل پیش آتی ہے، حتی کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو کہنا پڑا:

''الاغتسال اذا اسلم لا تعلق له باحکام المساجد الا علی بعد'' (فتح الباری. ج۱، ص۵۵۵)

الخامس:

ترجمۃ الباب حدیث کے خلاف

ترجمۃ الباب ایسا ہوتا ہے جو حدیث کے لفظ کے مخالف ہوتا ہے۔ مثلاً ترجمۃ الباب قائم فرماتے ہیں ''باب من ادرك من الصلاة ركعة'' اور تحت الباب حدیث پیش فرماتے ہیں ''من ادرك ركعة من الصلاة''۔

السادس:

ترجمۃ الباب کے جزء سے موافقت ہونا

ترجمۃ الباب کے جزء سے موافقت ہونا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی ابواب اس طرح قائم فرمائے کہ حدیث کے جزء کے ساتھ ترجمۃ الباب کی موافقت ہو جاتی ہے۔ مثلاً ''باب فضل صلاة الفجر فی الجماعة'' اور ذیل میں ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کر دی۔

السابع:

ترجمۃ الباب کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر

ترجمۃ الباب کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کرنا۔ امام نووی رحمہ اللہ اپنی شرح کی ابتداء میں فرماتے ہیں کہ علماء اور محققین جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محدثین میں ہیں جو ان کے علاوہ ہیں فرماتے ہیں کہ جب حدیث ضعیف ہوتی ہے تو امام بخاری رحمہ اللہ یہ نہیں فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس طرح سے عمل کیا یا حکم دیا بلکہ ترجمۃ الباب میں صیغہ تمریض کو استعمال فرماتے ہیں۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا" اور اس میں ذکر ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اپنی دونوں انگلیوں کو کانوں میں ڈالتے اس کے بعد فرماتے ہیں:

"وكان ابن عمر لا يجعل ۔۔۔۔ إلخ ميل البخاري إلى عدم الجعل، لأن تعلق لا وكل ذكره بصيغة التمريض والثاني بصيغة التصحيح" (بشرح الكرماني. ج۵، ص۲۹)

الثامن:

ایک حدیث سے دوسرے صحابی کی حدیث کی طرف اشارہ

جس صحابی سے حدیث درج کی ترجمۃ الباب کے تحت مگر اس جگہ حدیث کی موافقت نہیں ہوتی بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اسی صحابی سے مروی دوسری حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا:

"باب طويل القيام في صلاة الليل"

مندرجہ باب کے تحت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرماتے ہیں کہ:

"ان النبي ﷺ كان اذا قام لتهجد من الليل يشوص فاه بالسواك"

مگر اس حدیث کا تعلق باب سے ہونا انتہائی مشکل ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے انہی صحابی سے مروی دوسری حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے:

"انه صلى مع النبي ﷺ ليلة فقرأ البقرة وال عمران والنساء في ركعة ۔۔۔" (صحيح مسلم. رقم ۷۷۲)

التاسع:

عمومیت سے استدلال

عمومیت سے استدلال فرمانا، مثلاً "باب التيمن في دخول المسجد" استدلال عموی حدیث سے فرمایا:

"كان النبي ﷺ يحب التيمن ما استطاع"

العاشر:

حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ

حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ کرنا۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب قائم فرمایا "باب في السمر في العلم" اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث پیش کی:

"بت فی بیت خالتی میمونۃ رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔ الخ" (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۱۷)

الحادی عشر:

طالب علم کے لیے مشق

بسا اوقات باب کے ذریعے طالب علم کی مشق کرانا مقصود ہوتا ہے صرف "باب" کہہ کو چھوڑ دیتا کہ طالب علم خود تلاش کرے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کیا استنباط چاہتے ہیں۔

الثانی عشر:

مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کا رد

مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کا تعاقب مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا "باب الصلاۃ علی الحصیر" اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ رد فرما رہے ہیں ابن ابی شیبہ کی اس روایت کا جس میں یہ ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا:

"اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی الحصیر؟ واللہ یقول: "وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا" (الاسراء:۱۷) فقالت لم یکن یصلی علی الحصیر" (ذکرہ ابن حجر فی "المطالب العالیہ: ۳۷۴، اخرجہ ابو یعلی فی مسندہ رقم: ۴۴۴۸)

الثالث عشر:

تعدد طرق

تعددِ طرق: امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے ذریعے تعدد طرق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ایسی مثالیں صحیح بخاری میں کثرت سے موجود ہیں۔

الرابع عشر:

خاص ترجمۃ الباب کے ذریعے کسی عام چیز کا ارادہ

خاص ترجمۃ الباب کے ذریعے کسی عام چیز کا ارادہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلا "باب ھل یتبع المؤذن فاہ۔۔۔" یہاں ترجمۃ الباب خاص ہے مگر احادیث اور آثار کے ذریعے عموم کا ارادہ فرمایا ہے:

"كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الخامس عشر:

باب بلا ترجمہ فصل کے لیے

باب بلا ترجمہ واسطے فصل کے: صحیح بخاری کے مطالعے سے واقفیت رکھنے والا اس بات کو جانتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ بسا اوقات صرف "باب" کہہ کر حدیث پیش کر دیتے ہیں۔ یعنی باب کا نام خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے مطابق یہ ثابت کرنے کی سعی فرماتے ہیں کہ "باب" سے قبل اور "باب" سے بعد کے احادیث میں مناسبت ظاہر ہو جائے۔ مثلاً "باب" یہ خالی ہے اس سے قبل باب قائم کرتے ہیں "باب ادخال البعیر فی المسجد" اور بعد میں "بعد" کے باب قائم فرماتے ہیں "باب الصلاۃ بین السواری"۔

السادس عشر:

الفاظ کا تکرار

ترجمۃ الباب کے الفاظ کا تکرار ہونا۔ امام بخاری کئی مقامات پر ایسے ترجمۃ الباب قائم فرماتے ہیں جو ملتے جلتے اور تکرار کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مثلاً کتاب العلم میں باب ہے "السمر بالعلم" اور دوسرا باب قائم فرمایا "السمر فی الفقه والخیر" کتاب الحیض میں باب قائم فرماتے ہیں "المرأة تحیض بعد الافاضة" اور کتاب الحج میں فرماتے ہیں " اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت"۔

السابع عشر:

ترجمہ کو تعدد فوائد کی وجہ سے حذف کرنا

ترجمہ کو تعدد فوائد کی وجہ سے حذف کرنا: امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی جگہوں پر ترجمہ کو حذف فرمایا کہ اس محل پر کئی ایک مسائل کا استنباط ممکن ہو سکے اور ذہنوں کا امتحان بھی ہو جائے۔ مثلاً "باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام۔۔۔" اس کے بعد صرف آپ نے "باب" کو خالی چھوڑ دیا تاکہ اس سے کئی فوائد کو حاصل کیا جا سکے۔

الثامن عشر:

مختلف فوائد کے لیے تراجم کا تکرار پیش کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ ایک مسئلے کے ذریعے کئی مسائل کا استنباط فرماتے ہیں اور اسی ایک حدیث پر متعدد ابواب تکرار کے ساتھ قائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں تاکہ کئی مسائل کا استنباط ہو سکے۔

التاسع عشر:

ترجمۃ الباب مطلق اور حدیث مقید: امام بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ نے متعدد جگہوں پر باب مطلق قائم فرمایا ہے۔ مگر اثبات میں جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ مقید ہوا کرتے ہے۔ مثلاً علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں "باب لیبصق عن یسارہ" یہ باب مطلق ہے اور جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ مقید ہے۔ (شرح کرمانی، ج۴، ص۷۳)

العشرون:

ترجمۃ الباب کی ابتدا "ھل" سے کرتے ہیں

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہوتی ہے کہ دو احتمالات کو استفھام کے ذریعے پہچانا جائے تاکہ نفی اور اثبات کی بھی پہچان ہو جائے۔ مثلاً "باب ھل یبیت أصحاب السقایۃ أو غیرھم بمکۃ؟"۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس باب سے کئی احتمالات کا ذکر فرمایا ہے۔ دیکھیے تفصیل کے لیے (فتح الباری، ج۳، ص۵۷۹)

الحادی والعشرون:

ترجمۃ الباب میں کسی ایک جزء کا ذکر نہ کرنا اور جو باب گزر چکا ہو اس کی طرف اشارہ کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الثانیہ کے ذریعہ اس روایت کے اس حصے کی طرف اشارہ کرتے جو امام صاحب کی شرائط پر نہیں ہے۔

مثلاً: "باب غسل المنی وفرکہ۔۔۔"

"الفرك" کے الفاظ جس حدیث میں ہی وہ حدیث آپ کی شرط پر نہیں ہے۔ مگر ترجمۃ الباب کے ذریعے اس جزء کی طرف اشارہ فرمایا۔

الثانی والعشرون:

ترجمۃ الباب میں کسی ایک جزء کا ذکر نہ کرنا جو کہ اشارہ ہے اس کے عدم ثبوت کا

کسی حدیث کے ایک جزء کو غیر ثابت کرنے کے لیے اشارہ فرماتے ہیں ترجمۃ الباب کے ذریعے کہ اس کا ایک جزء ثابت ہے اور دوسرا اجزاء غیر ثابت ہے، مثلاً:

"باب الصلاۃ قبل الجمعۃ وبعدھا"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ جمعے سے قبل نماز کی رکعتوں کا کوئی تعین نہیں ہے۔ آپ کی مراد یہ بھی ہے کہ ”کیا جمعہ سے قبل اور بعد نماز کا کوئی حکم وارد ہے؟“ پھر حدیث کو ذکر کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ جمعہ سے قبل کوئی نماز تعین کے ساتھ ثابت نہیں۔

الثالث والعشرون:

کسی مخصوص واقع کی طرف اشارہ کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں کئی مقامات پر ترجمۃ الباب کے ذریعے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کیونکہ اکثر و بیشتر احادیث کا اسباب نزول مختلف کتب میں پایا جاتا ہے۔ تفصیلا دیکھیے

اللمع فی اسباب الحدیث، جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

البیان والتعریف، ابراھیم کمال الدین الحنفی

علم الاسباب ورود الحدیث، الدکتور طارق أسعد حلیمی الاسعد

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا ”باب علامۃ المنافق“ باب کے تحت حدیث پیش فرمائی کہ ”ایۃ المنافق ثلاث“

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کسی معین منافق کے لیے کہی گئی ہے۔ (اعلاء السنن، ج۱۲، ص۱۴۱)

الرابع والعشرون:

ترجمہ حدیث کے ساتھ ذکر کرنا جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ اس مسئلے پر کوئی بھی حدیث نہیں پائی گئی

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ:

”وربما اکتفی احیاناً بلفظ ترجمۃ التی هی لفظ حدیث لم یصح علی شرطه“ (هدی الساری، ص۱۴)

ایسی مثالیں صحیح بخاری میں کئی جگہ پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ”باب فضل العلم“ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ۔۔۔ الآیة“ (المجادلة:۱۱)

مگر ترجمۃ الباب کے تحت حدیث نہیں پیش کی کیونکہ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مذکورہ ترجمۃ الباب کے تحت امام موصوف رحمہ اللہ کی شرط پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الخامس والعشرون:

مطلق احادیث کو مقید کرنا

مثلاً ”باب ماجاء فی غسل البول“

ابن بطال کہتے ہیں:

”ارادہ البخاری أن المراد بقوله فی روایة الباب کان لا یستتر من البول“ بول الناس لا بول سائر الحیوان“

(فتح الباری۔ ج۱۔ ص۳۲۱)

السادس والعشرون:

قرآن مجید کی آیت کی تفسیر کے متعلق حدیث کی طرف اشارہ کرنا

مثلاً اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ ﴾ (البقرہ:۱۷۷)

مذکورہ آیت کی مناسبت کے لیے اور اس کی تفسیر کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا جس کو امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے (المصنف، رقم الحدیث ۲۰۱۱۰) میں ذکر فرمایا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کے متعلق پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ ﴾ (البقرہ:۱۷۷)

السابع والعشرون:

تراجم الابواب کی مناسبت کے لیے اجنبی باب کا داخل کرنا

اس قسم کے ابواب امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی جگہ پر قائم فرمائے ہیں۔ اس میں علم اور تدبر کے نئے پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے دو ابواب قائم فرمائے ”باب قیام لیلة القدر من الایمان“ اور ”باب تطوع قیام رمضان من الایمان“ مگر ان دونوں کے درمیان ایک اور باب قائم فرماتے ہیں کہ ”باب الجهاد من الایمان“۔

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ واضح ہوتا ہے کہ ان تینوں اعمال میں اشتراکیت موجود ہے اور وہ ایمان کی اشتراکیت ہے۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

”یعنی استراکھا فی کونها من خصال الایمان“ (شرح کرمانی۔ ج۱۔ ص۱۵۹)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر پانے کے لیے مشقت کرنی پڑتی ہے اور اس میں مکمل مجاھدہ ہوتا ہے اور اللہ کے راستے میں لڑنے والا مجاہد بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے مجاھدہ کرتا ہے۔ پس ان دونوں میں مناسبت مجاھدے کی ہے۔

قال الحافظ: "بل قیام لیلۃ القدر وان کان ظاهر المناسبة بالتماس لیلة القدر حسنة جداً لأن التماس لیلة القدر یستدعی محافظة دائرة ومجاهدة تامة ۔۔۔۔۔ فتناسباً ان فی کل منهما مجاهدة" (فتح الباری، ج۴، ص۹۳)

الثامن والعشرون:

باب بغیر ترجمہ کے تاکہ اصل کی طرف رجوع کیا جائے

مثلاً "باب" بلا ترجمہ اس کے بعد ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں "باب فضل ربنا لك الحمد"

التاسع والعشرون:

ایک حدیث پر مختلف ابواب کا ثابت کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ کئی مقامات پر ابواب عدیدہ قائم فرماتے ہیں لیکن ان ابواب کے بعد ایک حدیث پیش کر دیتے ہیں تاکہ زبردست قسم سے ذہن کی آزمائش ہو جائے۔ مثلاً:

باب الریاء فی الصدقة

باب لا یقبل الله صدقة من غلول ولا یقبل الا من کسب طیب

باب الصدقة من کسب طیب

الثلاثون:

علماء کے اختلاف کے سبب پر ترجمۃ الباب کو عدم جزم پر یعنی احتمال پر قائم کرنا

مثلاً "باب کتابة العلم" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"طریقة البخاری فی الاحکام التی یقع فیها الاختلاف أن لا یجزم فیها بشیئ بل یوردها علی الاحتمال وهذه الترجمة من ذالك" (فتح الباری، ج۲، ص۱۸۵)

الحادی والثلاثون:

اختلاف کے باوجود کسی حکم پر ٹھہرے رہنا

صحیح بخاری میں ایسی مثالیں کثیر ہیں کسی مسئلے پر اختلاف ہوا بین علماء مگر امام بخاری رحمہ اللہ اپنی دلیل کی وجہ سے اپنے موقف کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت فرماتے ہیں مثلاً "باب التیمم للوجہ ولکفین"۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"اتی بذالك بصيغة الجزم مع شهرة الاختلاف لقوة دليلة"

الثانی والثلاثون:

ترجمۃ الباب کو ثابت کرنا نظیر اور قیاس کے ذریعے

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کئی مقامات پر ترجمۃ الباب کو قیاس اور نظیر کے ذریعے ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً "باب فضل صلاۃ الفجرفی جماعۃ" باب کے تحت حدیث پیش کی ہے کہ:

"عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعظم الناس اجراًفی الصلاۃ أبعدھم فأبعدھم مشیاً" (رقم:٦٥١)

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں "فجر" کا ذکر موجود ہے، مگر حدیث میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ایک زبردست قیاس کی نظیر ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بأنه دل على ان السبب فی زیادة الاجر وجود المشقة بالمشی الی الصلاة"

الثالث والثلاثون:

ذکر الأضداد، یعنی کتاب کے ماتحت ابواب کا تعلق بھی کتاب کے ساتھ ہونا چاہیے

مثلاً "کتاب الجھاد" ہے، اس میں جہاد کے متعلق احادیث و ترجمۃ الابواب قائم کرتے ہیں مگر "ذکر الاضداد" میں اس کے بالکل الٹ باب قائم کرتے ہیں۔ مثلاً کتاب الایمان میں "ابواب الکفر والنفاق" اسی طرح کتاب الاستقاء میں "باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجعلھا سنین کسنی یوسف" اس کی مختلف توجیہات موجود ہیں۔

الرابع والثلاثون:

ترجمۃ الباب کی ابتدا "کیف کان" سے

ان ابواب میں امام بخاری رحمہ اللہ کیفیت کے اثبات کو ثابت نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس لفظ "کیف کان" سے اس اختلاف کی خبر دینا چاہتے ہیں جو اس کے امور میں پائے جاتے ہیں، مثلاً: "بَابُ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْحَیْضِ"۔ اس باب کا مقصد یہ نہیں ہے کہ حیض کی ابتدا کیسے ہوئی، بلکہ ترجمۃ الباب سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ حیض کے وقت کی ابتدا کے بارے میں جو اختلاف ہے اسے بتانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقصود ہے۔

دوسری مثال: "کیف تھل الحائض بالحج والعمرۃ؟"

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لیس المراد بالکیفیۃ الصفۃ بل بیان صحۃ إھلال الحائض وعندہ انہ علی الظاھر، والغرض اثبات صفۃ الاھلال اذا اھلت الحائض۔۔۔۔" (ارشاد الساری۔ ج۱۔ ص۲۵۱)

الخامس والثلاثون:

قرآنِ مجید کی آیت کا ذکر کرنا

مقصود یہ ہوتا ہے کہ عموم سے خصوص کی طرف اشارہ کرنا۔ایسی امثال صحیح بخاری میں کئی جگہوں پر موجود ہیں۔

السادس والثلاثون:

ترجمۃ الباب میں کسی خفی چیز کی طرف اشارہ کرنا

بسا اوقات ترجمۃ الباب سے حدیث کا معنی بظاہر واضح ہوتا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا حدیث سے استدلال کرنا بہت خفی اشارے پر قائم ہوتا ہے۔ مثلاً "باب ما یذکر فی الفخذ" یہاں پر خفی استدلال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فرمایا۔

السابع والثلاثون:

"أوْ غیرھا" کے الفاظ ترجمۃ الباب میں زیادہ ہونا

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے مطابق جب ایسی حدیث پیش کرتے ہیں کہ وہ حدیث کسی ایک جزء پر مشتمل ہوتی ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے ان کے نزدیک تو پھر امام بخاری ترجمۃ الباب میں "أوْ غیرھا" کا اضافہ فرماتے ہیں۔

انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

"ان الحدیث اذا اشتمل علی جزء مخصوص ویکون الحکم عاماً عندہ، فیضع البخاری ھناک ھکذا ویضع لفظ "أوْغیرھا" وضعاً لا بھام التخصیص افادۃ للتعمیم ثم لا یخرج لہ دلیلاً فیما بعد"

(فیض الباری شرح صحیح البخاری۔ ج۱۔ ص۳۶۴)

مثلاً:

اذا غسل الجنابۃ أوْ غیرھا فلم یذھب اثرہ

باب الفطر بما تیسر بالماء وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثامن والثلاثون:

عدم جزم اختیار کرنا توسیع کے لیے

امام بخاری رحمہ اللہ کئی مقامات پر ترجمہ الباب میں کسی حکم کی طرف رجحان نہیں رکھتے تاکہ ترجمۃ الباب میں توسیع پیدا ہو جائے آپ نے کثیر مقامات پر ایک ہی باب کے تحت کئی احادیث ذکر فرمائیں۔ صرف اس لیے کہ مسائل میں وسعت پیدا ہو جائے۔ مثلاً "باب ماجاء فی الوتر" ترجمۃ الباب میں عنوان کو واضح فرمادیا مگر معنی کو خفی رکھا تاکہ کئی ایک مسائل (تحت ابواب جو احادیث درج کی ہیں) حل ہو جائیں۔

التاسع والثلاثون:

آثار کا ذکر کرنا تاکہ ادنی مناسبت قائم ہو جائے

علامہ عینی رحمہ اللہ اس مفید قاعدہ پر گفتگو کرتے ہوئے مثال دے کر اس کی طرف روشنی ڈالتے ہیں کہ:

"فی الآثار الواردة فی 'باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا' وأدنى المناسبة كاف۔۔۔۔"

(عمدة القاری۔ ج۴۔ ص۲۰۸)

الاربعون:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک سے کسی چیز کا اثبات ثابت کرنا

شارحین نے کئی مقامات پر ترجمۃ الباب کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک کی طرف کی ہے۔ محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن عادته صلى الله عليه وسلم اذا اتی بشيئ يسير أن يعطی صغير السن، واذا أهدى اليه شيئ ذو فطر ان يعطيه الكبير، وأعطى السواك أولا نظرا إلى الظاهر الصغير، فقيل له، كبّر ففهم منه فضيلة السواك وكونه اذا خطر"

الحادی الاربعون:

ترجمۃ الباب ایسی حدیث سے قائم کرنا جو مرفوع ہو مگر آپ کی شرط کے مطابق نہ ہو

مثلاً "باب الاذان مثنی مثنی"۔ حافظ رحمہ اللہ نے فرمایا اس ترجمۃ الباب کی حدیث مرفوع ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جسے ابوداؤد الطیالسی نے نکالا۔ (فتح الباری۔ ج۲۔ ص۷۲)

"باب اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قال الحافظ هذه الترجمة لفظ حديث اخرجه مسلم و اصحاب السنن۔۔۔" (صحيح مسلم، رقم:۵۰۹)

"باب من قال لا يقطع الصلاة شيئ"

حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الجملة المترجم بها اخرجها الدارقطني مرفوعاً لكن اسنادها ضعيف"

الثانی والاربعون:

ترجمۃ الباب کی ایسی انواع جو مختلف دلالت پر مبنی ہوں

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کبھی اشارات کے ذریعے کبھی استدلالات کے ذریعے اور کبھی خفی اشارات کے ذریعے بھی کسی نکتہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، مثلاً:

باب عرق الجنب

باب من صلى فى الثوب الذى يجامع فيه

باب ذكر البيع والشراء فى المسجد

ان ابواب میں بعض اشارات کے ذریعے اور بعض استدلالات کے ذریعے کسی چیز کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔

الثالث والاربعون:

تاریخی احوال سے استنباط

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی ایک مقامات پر ایسے استنباط کیے ہیں جو مؤرخین اور اہل سیر کے لیے بے حد مفید ہیں۔

مثلاً:

باب ذكر قحطان

باب كيف كان بدء الحيض

اس ترجمہ کے ذریعہ امام بخاری رحمہ اللہ زمانہ آدم علیہ السلام سے استنباط فرما رہے ہیں جو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، جس کا ذکر مصنف رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں فرمایا ہے۔

الرابع والاربعون:

ترجمۃ الباب کے ذریعے آداب اور سلوک کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کیا تھیں، آپ نے سلوک کے کیا طریقے سکھائے ہیں۔ سلوک کا کونسا طریقہ بہتر ہے، عالم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے والدین کے لیے جیسا کہ ان مسائل پر امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی ابواب قائم کیے ہیں۔ مثلاً:

من رفع صوته بالعلم

باب من سئل علماً وهو مشتغل

من قعد حيث ينتهي به المجلس

من برك على ركبتيه

الخامس والاربعون:

ایسی حدیث پیش کرنا جس کی موافقت ترجمۃ الباب سے ہرگز نہ ہو

ترجمۃ الباب کے تحت ایسی حدیث پیش کریں گے کہ اس کی موافقت کسی بھی طرح ترجمۃ الباب سے نہیں بنتی ہوگی، لیکن دوسرے باب سے اس کی موافقت ممکن ہوگی۔ مثلاً "باب السمر فی العلم"۔

السادس والاربعون:

ترجمۃ الباب کو حذف کرنا تاکہ ذہنوں کے لیے تشحیذ کا سامان پیدا ہو جائے

بسا اوقات ترجمۃ الباب کو حذف کر دیتے ہیں تاکہ ذہنوں کے لیے تشحیذ الاذھان کا سامان پیدا ہو جائے۔ مثلاً ترجمہ "باب" بلا ترجمہ اس کے بعد "باب ما جاء فی غسل البول"۔

مؤلف بسا اوقات ترجمۃ الباب کو قصداً چھوڑ دیتے ہیں مقصود یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس حدیث سے حکم یا احکامات نکالے ہیں لہٰذا آپ بھی اس باب سے حکم وغیرہ کو نکالو جو ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتا ہو تاکہ ذھن کے اضافہ کا سبب بنے۔

السابع والاربعون:

مجموع کا مجموع کے ذریعے استدلال

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے تحت جتنی بھی احادیث وارد کرتے ہیں یا پھر جتنے بھی ترجمۃ الابواب قائم کرتے ہیں تمام کے تمام کے ساتھ واضح مناسبت موجود ہوتی ہے جیسا کہ "کتاب الوحی"۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"او المراد بالباب بجملته بيان كيفية بدء الوحي لا من كل حديث منه فلو علم من مجموع ما في الباب كيفية بدء الوحي من كل حيث شيئ مما يتعلق به صحت الترجمة" (عمدة القاری، ١٣، ص٣٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثامن والاربعون:

حدیث پر ترجمۃ الباب میں تبدیلی لانا

امام بخاری رحمہ اللہ ایک حدیث پر مختلف ابواب قائم کرتے ہیں، یعنی ابواب میں تغیرات لاتے ہیں۔ مثلاً:

"عن ابن عباس قال: امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسجد علی سبعة اعظم، ولا یکف شعره ولا ثوبه"

سیاق ایک ہے مگر یہاں فعل دو ہیں۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ایک حدیث پر ترجمۃ الباب میں تغیرات پیدا کیے:

باب لا یکف شعرا

باب لا یکف ثوبه

التاسع والاربعون:

ترتیب وجودی میں تبدیلی لانا

یہ بھی ایک بہت بڑا امتحان ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترتیب وجودی میں تبدیلی لے آتے ہیں۔ اس کی بھی نظریں صحیح بخاری میں موجود ہیں اور اہل علم نے کئی توجیہات بھی بیان فرمائی ہیں۔ ترتیب وجودی میں تغیرات کی مثال:

"باب الاذان بعد الفجر" علی الاذان قبل الفجر

محمد کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهذا هو الوجه عنده: أن الاذان بعد الفجر لما كان أصل اذان الصلاة بخلاف الاذان قبل الفجر فانه لم يكن للصلاة، بل لمصالح آخر الواردة فی الاحادیث"

الخمسون:

ترجمۃ الباب میں لفظ حدیث کو تبدیل کرنا تاکہ ترجمۃ الباب انوکھا اور نادر ہو جائے

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں جو حدیث پیش کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے زبردست قسم کے فوائد حاصل ہوں تاکہ ذہن والا اپنے ذہن کو استعمال اور حدیث سے مختلف مسائل کا استخراج کرے۔ مثلاً صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ:

"من غدا الی المسجد و راح أعد الله له نزله من الجنة كلما غدا أو راح" (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٦٦٢)

مذکورہ حدیث پر باب قائم فرمایا:

"باب فضل من خرج الی المسجد ومن راح"

یعنی حدیث میں "ومن راح" ہے اور ترجمۃ الباب میں "من خرج" ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باب فضل من غدا الی المسجد ومن راح" ھکذا للاکثر موافقاً لفظ الحدیث فی الغدو والرواح، ولابی ذر بلفظ 'خرج' بدل 'غدا' وعلی ھذا فالمراد بالغدو: الذھاب: وبالرواح: الرجوع" (فتح الباری، ج۲، ص۱۴۸)

الحادی والخمسون:

ترجمۃ الباب قائم کرنا اس کے اپنے محل سے ہٹ کر

مثلاً سجدوں کا ذکر کرتے کرتے ہیں کپڑوں کے ابواب میں اور کپڑوں کا ذکر کرتے ہیں ابواب 'صفۃ السجود' میں

الثانی والخمسون:

امام بخاری رحمہ اللہ کا اختیار کو اخذ کرنا آثار کے ذریعے

مثلاً حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

باب کیف الإشعار للمیت

وقال الحسن۔۔۔ الخ: ویقول الحسن قال زفر، وکان المصنف اشار بذلک الی موافقۃ قول زفر

وقال الحافظ:

عادۃ البخاری فی موضع الاختلاف ومھما صدر بہ من النقل عن صحابی أو تابعی فھو اختیارہ"

(فتح الباری، ج۳/۱۳۲، فتح الباری: ۹/۲۷۴)

الثالث والخمسون:

ترجمۃ الباب کے ذریعے "مدلولہ التزامی" کا ثابت کرنا

ترجمۃ الباب میں کئی مقامات پر واضح اور صریح لفظی مناسبت احادیث کے لفظ کے ساتھ نہیں ہوا کرتی بلکہ وہاں 'مدلولہ التزامی' ثابت کرنا ہوتا ہے اشارہ وایماء کے ذریعے مثلاً:

"باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

باب کے تحت چھ احادیث کا ذکر فرمایا سوائے ایک حدیث کے باقی تمام احادیث میں کہیں بھی وحی کی ابتدا پر الفاظ موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا ان احادیث کا تعلق وحی کے ساتھ ہی ہے۔ مگر وہاں پر اشارہ یہ ہوتا ہے کہ باقی احادیث میں وحی کی ابتدا کا ذکر نہیں ہے بلکہ عظمت وحی کا ذکر ضروری ہے۔ لہٰذا اشارہ اس کا تعلق ترجمۃ الباب کے ساتھ قائم ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الرابع والخمسون:

ایسی حدیث لانا جو ترجمۃ الباب کے خلاف ہو

مثلاً "باب بیع العبد الزانی" حدیث نقل فرماتے ہیں "زنا الأمۃ"

الخامس والخمسون:

تطبیق

امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر بظاہر دو احادیث کے تعارض کے لیے تطبیق ترجمۃ الباب کے ذریعے دی ہے۔ ایسی کئی امثال صحیح بخاری میں موجود ہیں، مثلاً: "لا تستقبل القبلۃ بغائط۔۔۔ الخ"۔

یہ مسئلہ معارض ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے پس امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے ذریعے اشارہ کر دیا اور دونوں میں یعنی قول اور فعل میں تطبیق دے دی کہ قول کا تعلق صحرا کے ساتھ اور فعل کا تعلق کسی بنی ہوئی جگہ کے ساتھ ہے۔

التاسع والخمسون:

کبھی ترجمۃ الباب کے بجائے یا اس کی جگہ 'ح' تحویل یا بھذا الاسناد کے قائم کرتے ہیں

مثلاً "باب ذکر الملئکۃ" پہلے ترجمۃ الباب کے ثبوت میں کئی ایک احادیث ذکر کیں اور سعید کے واسطے سے حدیث "یتعاقبون فیکم ملئکۃ باللیل و ملئکۃ بالنھار" لائے بعد اس کے باب کا لفظ لکھ کر حدیث "ان قال احدکم آمین۔۔۔" الحدیث ذکر کی۔

السابع والخمسون:

مشق

امام بخاری رحمہ اللہ کبھی کبھار طالب علم کی مشق کو مقصود رکھتے ہیں۔ طالماً: لمبے عرصے تک مدت ماضی

الثامن والخمسون:

ترجمۃ الباب سے کم فائدہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر ایسے ترجمۃ الابواب قائم فرمائے جس سے بظاہر بہت کم فائدہ دکھلائی دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

التاسع والخمسون:

پہلے درجے کا اثبات

امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر ترجمۃ الباب کو نوعیت کے قائم فرمائے ہیں، پہلی بات کو نص سے ثابت کرتے ہیں اور دوسری بات کو سب سے اوپر درجے سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

الستون:

ترجمۃ الباب 'فیہ عن فلاں' یعنی اس باب میں فلاں سے روایت موجود ہے

مثلاً:

"باب من اختار الغزو وبعد البناء' علی قولہ فیہ ابوھریرۃ عن النبی ﷺ 'باب تزویج الیتیمۃ' فیہ سہل عن النبی ﷺ"

الحادی والستون:

باب اور ترجمہ کا اکٹھا ذکر کر دینا

بسا اوقات حدیث کو حذف کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھار امام بخاری رحمہ اللہ باب اور ترجمہ کا ذکر ساتھ ہی کر دیتے ہیں، لیکن ان کی تائید میں حدیث ذکر نہیں کرتے۔ اس میں دو چیزیں ہیں نمبر ایک کبھی اس طرح کرتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کے تحت آیت، حدیث، صحابہ یا تابعین کا کوئی قول نقل فرمالیتے ہیں جس کی وجہ سے ترجمۃ الباب میں قوت پڑ جاتی ہے۔

کبھی اس طرح بھی کرتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کے تحت کچھ بھی پیش نہیں کرتے وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس باب کا تعلق ما قبل ہوتا ہے یا پھر بعد کے باب سے۔

الثانی والستون:

کسی حکم کے ابتدا کی طرف اشارہ

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں بسا اوقات کسی حکم کے ابتدا کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں اور وہ ترجمۃ الباب اس حکم کے ابتدا ہی میں قائم کرتے ہیں نہ کہ آخر میں مثلاً کتاب الصلاۃ کی ابتدا میں باب قائم فرمایا:

"باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء"

کتاب الوضوء کی ابتدا میں باب قائم کرتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"باب فرض الجمعة لقول الله تعالیٰ [اذا نودی للصلاۃ] (الجمعة: ۹/۶۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"استدلال البخاری بهذه الآية على فرضية الجمعة سبقه اليه الشافعي في "الأم" واختلف في وقت فرضيتها، فالأكثر على انها فرجت بالمدينة وهو مقتضى ما تقدم ان فرضيتها بالاية المذكورة وهي مدنية"

(فتح الباری، ج۲، ص۳۵۴)

الثالث والستون:

ترجمۃ الباب کو مثبت قائم کرنا سابقہ ترجمۃ الباب کے لیے

صحیح بخاری کے مطالعہ سے یہ بات بھی آشکارا ہوتی ہے کہ بسا اوقات امام صاحب ترجمۃ الباب کو اثبات طریقے سے قائم کرتے ہیں تاکہ سابقہ باب میں قوت پیدا ہو جائے۔

الرابع والستون:

ایسا ترجمۃ الباب قائم فرمانا جو کہ خود حدیث کی شرح کرتا ہو

مثلاً: "باب الاقامة واحدة۔۔۔"

یہ شرح ہے اس حدیث کی کہ "یوتر الاقامة" (صحیح بخاری، رقم: ۶۰۷)

الخامس والستون:

ترجمۃ الباب سے کم فائدہ اٹھانا

ترجمۃ الباب سے کم فائدہ معلوم ہوتا ہے مگر دقیق اور گہری نگاہ سے دیکھنے کے بعد اس میں بہت بڑا فائدہ دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً:

"باب قول الرجل ما صلينا"

السادس والستون:

ترجمۃ الباب ایک جزء کا عدم ذکر کرنا تاکہ عدم ثبوت کی طرف اشارہ ہو

ترجمۃ الباب کے ایک جزء کا عدم ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کے عدم ثبوت ہونے کی طرف اشارہ ہو۔ بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ کسی ایک حصے پر گفتگو کرتے ہیں اور یہ ثابت فرماتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ ثابت اور دوسرا غیر ثابت مثلاً:

"باب غسل المنى وفركه"

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"الحديث لا يدل على الفرك، قلت علم من الغسل عدم الاكتفاء بالفرك، والمراد من اللباب حكم المنى غسلاً وفركاً في ان أيهما ثبت في الحديث وما الواجب منهما" (صحیح بخاری بشرح الکرمانی. ج۳. ص۸۱)

السابع والستون:

ترجمۃ الباب قائم کرنا ہر ایک محتمل کے لیے

مثلاً "باب الرجل یأتم بالامام ۔۔۔ الخ"

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"هذا يحتمل معنيين وذهب المؤلف الى كلا الاحتمالين ۔۔۔" (شرح تراجم ابواب البخاری. ص۲۲۷)

الثامن والستون:

بہت خفی معنی کو اخذ کرنا ترجمۃ الباب کے ذریعے

ترجمۃ الباب میں بسا اوقات کچھ معنی ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ بہت خفی ہوتے ہیں۔ بعض شارحین ظاہری معنی کو لے لیتے ہیں اور خفی معنی پر اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں

علامہ السندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وكثير ما يكون لظاهر الترجمة معنى فيحملون الترجمة عليه، والحديث لا يوافقه فيعدون ذالك ايراداً على صاحب 'الصحيح' مع انه قصد معنى يوافقه الحديث وقد يكون معنى الترجمة مفهوما ولكن تطبيق الحديث به يحتاج الى فضل تدقيق"

التاسع والستون:

ترجمۃ الباب کا بعد والی حدیث سے موافقت

امام بخاری رحمہ اللہ بسا اوقات ایسا ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کے بعد والی حدیث سے موافقت ہوتی ہے پھر اس کے بعد ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس سے اس کی مناسبت اور موافقت نہیں پائی جاتی بلکہ ترجمۃ الباب کے مخالف ہوتی ہے اور یہ حدیث مخالفت والی اس واسطے درج کرتے ہیں کہ حدیث اول کے ساتھ اس کی کوئی علمی مصلحت ہوتی ہے۔ مثلاً:

"باب ترك القيام للمريض"

ماتحت الباب جو ابو نعیم سے حدیث مروی ہے کہ:

"اشتكى النبى ﷺ فلم يقم ليلة او ليلتين"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی مناسبت باب سے بالکل واضح، مگر دوسری روایت جو سفیان عن الاسود سے مروی ہے اس کی مناسبت مشکل ہے مگر یہاں پر اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سفیان کی روایت پر اختلاف ہے۔ مگر سفیان کی روایت بظاہر ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں رکھتی، مگر ما تحت الباب جو ابو نعیم سے مروی ہے اس سے مناسبت بڑی دقیق انداز میں موجود ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"ان المطابقة للترجمة من حيث ان هذا من تتمة الحديث السابق" (عمدة القاری. ج۵. ص۲۵۱)

السبعون:

باب میں "باب" قائم کرنا

بسا اوقات "باب" میں "باب" ہی قائم فرماتے ہیں، مثلاً "باب الأسير أو الغريم يربط في المسجد"۔

حدیث جو پیش کی ہے باب کے تحت اس کی باب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے اور جو دوسری حدیث پیش کی ہے اس کا تعلق اس سے بھی زیادہ واضح ہے اسی لیے امام صاحب نے "باب" پر "باب" قائم فرمایا۔

الحادی والسبعون:

ترجمۃ الباب کے ذریعے امام بخاری کا مقصود حاصل، مگر حدیث سے چھپی چیز کا حاصل کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ بسا اوقات ترجمۃ الباب ایسا قائم کرتے ہیں جو آپ کا مقصود ہوتا ہے، مگر تحت الباب ایسی روایات کو پیش کرتے ہیں جس سے چھپی چیز کا حاصل کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

الثانی والسبعون:

ترجمۃ الباب کے ذریعے کسی خیر کی چیز کی طرف اشارہ اور تحت الباب شر والی چیز کا ذکر

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ اپنی بصیرت اور دانائی کے اعتبار سے ترجمۃ الباب میں کسی خیر کی چیز کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے خیر کے حصول کے لیے اگر کوئی شر کا خوف ہو تو ترجمۃ الباب کے تحت اس شر سے بچنے کے لیے ان احادیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً: "باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال"۔

تحت الباب حدیث نقل فرماتے ہیں:

"اقتلوا ذا الطفيتين فانه يطمس البصر ويصب الحبل"

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبال کا تعلق کسی صحراء یا جنگل کی طرف دلیل ہے کہ مومن اپنے ایمان کو بچا کر وہاں پناہ لے اور اس "ذو الطفيتين" کا تعلق بھی ایسی ہی جگہوں سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثالث والسبعون:

ترجمۃ الباب کے ذریعے ایک باریک تحقیق کی نشاندہی

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ کسی ترجمۃ الباب کے ذریعے ایسی باریک تحقیق کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس تحقیق کا تعلق بہت دور زمانے سے ہوتا ہے اور اس قسم کے اشارے صحیح بخاری میں بہت قلیل ہیں۔ مگر غور و تدبر کے بعد ہی اس اشارہ کا سراغ ملتا ہے۔ مثلاً "بَابُ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَلَقٍ"۔

تحت الباب جو حدیث پیش فرمائی ہے وہ ہے "الرؤیا الصالحۃ۔۔۔۔ الخ"۔

ترجمۃ الباب میں "علق" کا ذکر فرمایا اور حدیث پیش فرمائی نیک خواب "الرؤیا الصالحۃ"۔ امام بخاری رحمہ اللہ بہت دور کی مناسبت کا اشارہ فرما رہے ہیں، کیونکہ "الرؤیا الصالحۃ" میں مؤمنین بھی داخل ہیں۔ احادیث کے ذریعہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان والوں کو "الرؤیا الصالحۃ" کے ذریعے خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ قیامت تک کے مومنین کے لیے ہے۔ لہٰذا ترجمۃ الباب سے مناسبت اور نوع اس طرح سے ہے کہ "علق" کی تحقیق میں محققین نے ہمیشہ وسعت پائی ہے اور آج تک اس لفظ کے معنی میں وسعت ہی ہو رہی ہے۔ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح نیک خواب قیامت تک ایمان والوں کو دکھلائے جائیں گے اسی طرح سے انسانی اعضاء والابدان اور اس کی پیدائش پر تحقیق جاری رہے گی اور لفظ قرآن ہر معنے میں ان تحقیقات پر محیط رہے گا۔

مثلاً علق کا مطلب پہلے کے لوگ "خون کا لوتھڑا" سمجھتے تھے۔ کچھ عرصے قبل تحقیقات کے ذریعے چپکنا سمجھتے تھے اور آج کے محققین لیچ کیڑے کے معنی میں اس کو لیتے ہیں۔ الحمد للہ! یہ تینوں مطالب "علق" میں داخل ہیں۔ اور مزید بھی اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔

الرابع والسبعون:

دور کی علت کی وجہ سے قریب کی علت کو چھوڑ دینا

دور کی علت کی وجہ سے قریب کی علت کو چھوڑنا مقصود ہوتا ہے۔ جو کہ اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتی ہے کہ قریب کی علت غیر مؤثر ہے۔

الخامس والسبعون:

ترجمۃ الباب کے ذریعے زندگی اور انسانی ترقی کی طرف اشارہ

ترجمۃ الابواب پر گہری نظر رکھنے پر تراجم کے کئی مقاصد سامنے آتے ہیں۔ صحیح بخاری فقہی ابواب پر مشتمل تو ہے ہی یہ سب جانتے ہیں مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے تراجم الابواب کے ذریعے زندگی اور انسانی ترقی کے متعلقات بھی ترجمۃ الابواب میں کئی چیزیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر کی ہیں جو کہ ابواب کی یہ ایک اہم ترین انواع میں سے ہے، مثلاً:

باب صفة الشمس والقمر

باب صفة ابلیس وجنودہ

باب الابراد بالظهر شدة الحر

باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم

باب قول قول الله تعالیٰ "واذقال ربك"

باب خیر مال المسلم غنم۔۔۔۔

باب علامة النبوة رقم: ۳۳۹۲

باب قول الله تعالیٰ "واتخذ الله ابراهیم خلیلا"

السادس والسبعون:

تفصیل طلب تراجم کا اجمالاً ذکر

بعض تراجم تفصیل طلب ہوتے ہیں مگر امام بخاری رحمہ اللہ پہلے اس کا اجمالاً ذکر فرماتے ہیں۔ مثلاً پہلے باب قائم فرمایا:

"باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر، وما يجهر فيها وما يخافت"

پھر اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب کثیر کے ذریعے اس کی ذکر فرمائی ہے۔

السابع والسبعون:

حدیث کے بعض اجزاء پر ترجمۃ الباب قائم نہ کرنا

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کے بعد اجزاء پر ترجمۃ الباب قائم نہیں کرتے تاکہ دوسرے تراجم سے اس کے حکم کو نکالا جائے اور یہ کثیر مثالیں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب صدقة الفطر میں ابواب قائم فرمائے "وصاعا من شعیر، وصاعا من تمر، وصاعا من أقط" اور اس کے علاوہ بھی۔ ان تمام انواع پر مستقل ترجمۃ الابواب قائم کیے سوائے "صاعا من أقط" کے۔

حافظ صاحب رقمطراز ہیں:

"كأن البخاري اراد بتفريق هذه التراجم الاشارة الى ترجيح التخيير في هذه الانواع الا انه لم يذكر الأقط، وهو ثابت في حديث أبي سعيد، وكأنه لا يراه مخبرا في حال وجدان غيره، كقول احمد، وحملوا الحديث على ان من كان يخرجه كان قوته اذ ذالك اولم يقدر على غيره"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثامن والسبعون:

باب کے ساتھ صرف ترجمہ ذکر کرنا حدیث کی سند چھوڑ دینا

مواقع کثیرہ میں باب کے ساتھ صرف ترجمہ مذکور ہوتا ہے۔ مگر حدیث سند کا ذکر نہیں۔ ہم انہیں تراجم مجددہ سے تعبیر کریں گے ان کے متعلق بھی شراح محققین نے احتمال ذکر فرمائے ہیں اور جہاں ترجمہ مجدد آتا ہے وہاں انہیں احتمالات سے کام لیتے ہیں۔

تراجم مجددہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جن کے ماتحت گو حدیث مسند مذکورہ نہیں مگر ترجمہ کے ذیل میں آیت، حدیث یا کسی کا قول مذکور ہے، ان کا نام ہم تراجم مجددہ غیر محضہ رکھ لیتے ہیں اور اس کے نظائر صحیح بخاری میں بکثرت موجود ہیں۔

دوسرے وہ کہ محض ترجمہ منعقد کر کے اس کے بعد اور کچھ مذکور نہیں، یعنی جیسے ترجمہ کے لیے حدیث مسند مذکور نہیں ایسے ہی ترجمہ کے ذیل میں بھی کوئی آیت حدیث یا اثر داخل نہیں صرف دعوی کے سوا اور کچھ موجود نہیں ان کا نام ہم ''تراجم مجددہ محضہ'' مناسب سمجھتے ہیں۔

التاسع والسبعون:

اکثر ترجمۃ الباب کا حکم مذکورہ نہ ہونا

اکثر جگہوں پر ترجمہ کا حکم مذکور نہیں ہوتا ترجمۃ الباب کو مطلق ذکر کرتے ہیں، سو اکثر تراجم میں تو اس کا بے تکلف ناظرین سمجھ لیتے ہیں۔ مگر بعض مواقع میں علماء میں اختلاف پیش آجاتا ہے۔ کبھی اس کی وجہ سے مؤلف پر عدم تطابق حدیث کے الزام کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں مناسب یہی ہے کہ روایات میں غور و فکر کیا جائے کہ بعد ترجمۃ الباب میں اطلاق یا تقیید جو اولی ہو اس کو قائم رکھا جائے اور تعیین قید میں بھی موافقت احادیث ملحوظ رہے۔

الثمانین:

ترجمۃ الباب کے ذریعے سابقہ مذاہب کا رد

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے ذریعے سابقہ مذاہب کے عقائد کا رد بھی کرتے ہیں اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ شریعت نے ان عقائد کا رد کس طرح سے فرمایا۔ ایسی انواع صحیح بخاری میں قلیل موجود ہیں مگر غور کرنے کے بعد ہی ان کا ادراک ممکن ہوتا ہے۔ مثلاً:

''باب ما جاء فی تخلیق السموات والارض وغیرها من الخلائق''

تحت الباب حدیث پیش فرماتے ہیں:

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال بت فی بیت میمونة لیلة۔۔۔ الخ''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمۃ الباب میں زمین آسمان کی پیدائش کا ذکر فرمایا اور تحت الباب نبی کریم ﷺ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رات کے سونے کے بارے میں حدیث نقل فرمائی۔ دراصل مقصود یہ ہے کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ زمین اور آسمان کی پیدائش کے بعد اللہ تعالی نے آرام کیا [1]۔ امام بخاری یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ آرام مخلوق کے لیے ہے خالق کے لیے نہیں۔ اسی لیے ترجمہ میں زمین و آسمان اور دیگر اشیاء کا ذکر فرمایا اور دلیل کے طور پر نبی کریم ﷺ کے سونے کا ذکر فرمایا اور تحت الباب یہ بھی فرمایا کہ:

"وھو فعل الرب تبارك و تعالى و أمره، فالرب بصفاته وفعله وامره وھو الخالق المكون، غير مخلوق"

الحادی والثمانین:

ترجمۃ الباب کے ذریعے باطل فرقوں کا رد

ترجمۃ الباب کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ ان عقائد و مسائل کا بھی رد فرماتے ہیں جن سے شرعی دلائل پر ضرب کاری لگتی ہے یا وہ اصطلاحات جو نصوص کے خلاف اپنے مسائل کی ترویج کے لیے بنائے گئے ہوں۔ مثلاً کتاب اخبار الاحاد میں خبر واحد کے حجیت ہونے پر امام بخاری رحمہ اللہ نے کافی دلائل پیش فرمائے۔ ان دلائل کے ذریعے ان حضرات کا رد مقصود ہوتا ہے جو خبر آحاد کو دلیل نہیں مانتے یا پھر اس کی کوئی تاویل کرتے ہیں۔

باب بعث النبی ﷺ الزبیر طلیعة وحده

باب ماجاء فی اجازة خبر الواحد

باب خبر المرأة الواحدة

الثانی والثمانین:

ہر فن کو اس فن کے امام سے نقل کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے موافق ہر فن کو اس فن کے امام سے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً تفسیر غریب لغت کے ائمہ سے نقل کرتے ہیں، جیسے کہ ابو عبید، نضر بن شمیل اور الفراء وغیرہ۔ تفسیر کو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام مجاہد اور دیگر مفسرین صحابہ اور تابعین سے نقل کرتے ہیں۔ فقہی مسائل امام شافعی، ابو عبید، حمید رحمہم اللہ سے نقل فرماتے ہیں۔ اسی طرح سے علم کلام کے مسائل کو اکثر کرابیسی اور ابن کلاب سے نقل کرتے ہیں۔ سیر اور مغازی موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق سے نقل فرماتے ہیں۔

[1] بائبل کتاب الخروج: ۲۰/۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثالث والثمانین:

کسی امر کے جواز کے لیے الفاظ کی عمومیت سے استدلال

بسا اوقات کسی امر کے جواز کے لیے الفاظ کی عمومیت سے استدلال اخذ فرماتے ہیں۔

الرابع والثمانین:

تعارض احادیث کے لیے مختلف ابواب قائم کرنا

جب کبھی دو احادیث کے حکم میں تعارض ہوتا ہے تو اسے دور کرنے کے لیے دو مختلف ابواب قائم فرماتے ہیں، جیسا کہ ''لا نکاح الا بولی'' اور ''باب لا نکاح الا برضاها''۔

الخامس والثمانین:

ترجمۃ الباب کے تحت صرف ایک حدیث کا ذکر

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب قائم فرماتے ہیں اور اس کے تحت صرف ایک ہی حدیث کو ذکر کرتے اور یہ اکثر صحیح بخاری میں موجود ہے۔

السادس والثمانین:

ترجمۃ الباب کا آیت کے ذریعہ قائم کرنا

بسا اوقات ترجمۃ الباب کسی آیت کے تحت قائم فرماتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں گویا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اپنے دعوی کے دلیل قرآن کی آیت سے اخذ کی ہے۔

السابع والثمانین:

ترجمۃ الباب کے تحت آیت، مرفوع حدیث یا اثر پیش کرنا

بسا اوقات کسی ترجمۃ الباب کے تحت آیت نقل فرماتے ہیں پھر اس کے بعد مرفوع حدیث، پھر صحابی کا اثر یا پھر کسی تابعی کا فتوی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثامن والثمانین:

ترجمۃ الباب کے ذریعے اصح الاسانید کا ذکر کرنا

بسا اوقات ان اسانید کو ترجمۃ الباب کے تحت اختیار کرتے ہیں جو موصوف کے نزدیک اصح الاسانید ہوں۔ مثلاً:

عن مالك عن نافع عن ابن عمر

یا

الزهری عن سالم عن ابیه

یا

النخعی عن علقمة عن ابن مسعود

یا

الزهری عن علی بن الحسین عن ابیه عن جده

یا

عبد الرحمن بن القاسم عن ابیه عن عائشة

التاسع والثمانین:

ترجمۃ الباب کے ذریعے ارکان اسلام کی تاریخ بیان کرنا

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے تحت ان احادیث کا ذکر فرماتے ہیں جن کا تعلق ارکان اسلام سے ہوتا ہے اور آپ ان ارکان کو تاریخی حوالے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں ارکان کی فرضیت ایک ہی سال میں ہوئی۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں:

"باب قیام لیلة القدر من الایمان" اور "باب تطوع قیام رمضان من الایمان"

ان دونوں ابواب کے مابین جس ترجمۃ الباب کو شامل کیا وہ یہ ہے:

"باب الجهاد من الایمان"

گویا امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ رمضان اور جہاد ان کی فرضیت ایک ہی سال میں ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

التسعون:

احادیث کا ٹکڑوں میں ذکر کرنا

جب حدیث کافی جملوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کا باہمی تعلق نہیں ہوتا تو امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کو ٹکڑوں میں تقسیم فرماتے ہیں اور ہر جملے پر مستقل باب قائم فرماتے ہیں۔ اسی فن پر علامہ محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ نے بڑی لطیف اور عمدہ کتاب تحریر فرمائی ہے بنام "جواب المتعنّت" دیکھیے "ھدی الساری، ص ۱۵"۔

الحادی والتسعون:

معلقات کو بطور استشہاد کے لیے پیش کرنا

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے تحت معلقات بھی پیش فرماتے ہیں۔ جہاں آپ کے اِرادے اور اغراض یہ ہوتے ہیں کہ ان معلقات کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں یا پھر تقویت یا پھر بیان اختلاف کے لیے۔ اس کی نظیریں صحیح بخاری میں متعدد ہیں۔

الثانی والتسعون:

ترجمۃ الباب میں منشاء کا ترک کرنا

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں جو منشاء شامل کرنی ہوتی ہے اسے ترک کر دیتے ہیں۔ اس کی جگہ پر صرف باب کے تحت جو احادیث وارد فرماتے ہیں اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً کتاب الاعتصام میں "باب"۔

الثالث والتسعون:

ہر باب کے ساتھ مختلف سند سے حدیث پیش کرنا

بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ کسی مقرر کو ایک اسناد سے ذکر نہیں کرتے بلکہ آپ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر باب کے ساتھ مختلف سند ہو۔

الرابع والتسعون:

ایک حدیث کو ایک سند سے پیش نہ کرنا سوائے نادر جگہوں کے

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت شریفہ یہ بھی ہے کہ آپ ایک سند اور ایک متن کے ساتھ احادیث کو وارد نہیں کرتے سوائے نادر جگہوں پر، اور یہ جگہیں تقریباً (۲۲) ہیں۔ صحیح بخاری میں جہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ہی سند اور ایک ہی متن کو (۲۲) جگہوں پر دہرایا ان ابواب اور احادیث کی فہرست درج ذیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❶ حدیث ابن مغفل فی جراب الشحم فی 'الخمس' و 'الذبائح'

❷ حدیث سهل فی بحر البدن فی 'كتاب الحج'

❸ حدیث انس فی أم حارثة فی 'كتاب المغازی' و 'الرقاق'

❹ حدیث فی قصة الرجلین معهما مثل المصابحین فی 'الصلاة' و 'علامات النبوة'

❺ حدیث فی الاستسقاء فی 'الاستسقاء' و 'مناقب العباس'

❻ حدیث ابی بكرة اذا التقی المسلمان بسیفیهما 'فی كتاب الایمان' و 'كتاب الدیات'

❼ حدیث فی جحیفة فی الصحیفة فی 'كتاب الدیات'

❽ حدیث حذیفة فی 'كتاب الرقاق' و 'كتاب الفتن'

❾ حدیث ابو هریرة فی قصة رجل من اهل البادیة فی 'كتاب الحدیث والمزارعة' و 'كتاب التوحید'

❿ حدیث عمر فی اموال بنی النضیر فی 'كتاب الجهاد' و 'تفسیر سورة الحشر'

⓫ حدیث ابی هریرة فی اغتسال ایوب علیہ السلام فی 'كتاب الانبیاء' و 'كتاب الغسل'

⓬ حدیث فی 'لا یقتسم ورثتی' فی 'كتاب الوصایا' و 'كتاب الخمس'

⓭ حدیث عبدالله بن عمر فی قتل المعاهد فی 'كتاب الجزیة' و 'كتاب الدیات'

⓮ حدیث ابی سعید فی 'استرة فی الصلاة' و 'كتاب بدء الخلق'

⓯ حدیث ابی هریرة فی حفظ الزكاة فی 'كتاب الوكالة' و 'فضائل القرآن'

⓰ حدیث عدی فی شكوی المیلة فی 'كتاب الزكاة' و 'كتاب علامات النبوة'

⓱ حدیث انس فی یوم أحد فی 'كتاب الجهاد' و 'كتاب المغازی'

⓲ حدیث ابی موسیٰ فی رؤیا الهجرة فی 'كتاب المغازی' و 'علامات النبوة' و 'كتاب التعبیر'

⓳ حدیث ابن عباس 'هذا جبریل' فی 'كتاب المغازی' فی بابین

⓴ حدیث جابر فی احرام علی فی 'كتاب الحج' و 'كتاب المغازی'

㉑ حدیث عائشة فی المستحاضة فی 'كتاب الحیض' و 'كتاب الاعتكاف'

㉒ حدیث ابی هریرة فی تفسیر التوراة فی 'كتاب الاعتصام' و 'والتوحید'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الخامس والتسعون:

اصولی اصطلاحات سے مسائل کا حل

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت یہ بھی ہے کہ آپ اصولی اصطلاحات سے مسائل کا استنباط فرماتے ہیں۔ جیسا کہ دلالۃ النص و عبارۃ النص، واشارۃ النص، اقتضاد النص، ومعموم النص۔

یہ تمام نصوص سے امام بخاری رحمہ اللہ استدلال فرماتے ہیں دلالۃ النص کی کئی امثال صحیح بخاری میں موجود ہیں۔اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں:

"باب الاستماع فی الخطبۃ"

باب کے تحت حدیث کا ذکر فرماتے ہیں جس کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ فرشتوں کا مسجد کے دروازوں پر وقوف کرنا تا کہ داخلین کا نام لکھا جائے حدیث ہے:

"فاذا خرج الامام، طووا صحفهم ويستمعون الذكر"

یہاں پر امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ مقصود ہے کہ فرشتے خطبہ اور ذکر کو سنتے ہیں یہ دلالۃ النص ہے۔

الحمد للہ هذا تكميل من انواع التراجم

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اسی کی مدد سے "عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری" آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کتاب کا یہ پہلا حصہ یا پہلی جلد ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب اس کی دوسری جلد قارئین کے سامنے پیش کی جائے گی۔ محترم قارئین! ترجمۃ الابواب پر کئی کتب لکھی جاچکی ہیں مگر وہ تمام کتب مختصر یا پھر ناقص ہیں اور بعض کتب کے صرف نام ہیں مسودہ موجود نہیں ہے۔ کتاب ھذا میں حقیر نے مناسبات کے موضوع پر کئی کتب اور تنیئں سے زائد شروحات کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب میں خاصیت کے کئی پہلو ہیں۔ حقیر نے قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ احادیث کا (Scientific) انداز سے بھی جواب دیا ہے۔ اگر کسی حدیث کا تعلق علم طب یا پھر علم فلکیات وغیرہ سے ہے تو حقیر نے احادیث کا دفاع اس فن سے بھی کیا ہے۔ یعنی جدید تحقیقات کو بھی اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ باطل مذاہب اور ادیان باطلہ کا بھی رد انہی کی کتابوں سے کیا گیا ہے۔ مثلاً عیسائیوں اور یہودیوں کا رد "بائبل اور تالمود" سے، ہندو کا رد چاروں ویدوں سے اور سکھوں، بت مت کا بھی رد انہی کی کتابوں سے کیا گیا ہے۔ تاکہ طالب علم، علم حدیث کے ساتھ ساتھ دیگر فنون کو بھی اچھی طرح جانچے اور سمجھے تاکہ مذاہب باطلہ کے خلاف علمی مواد کو بروئے کار لاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر نیکی اور بھلائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت ہے اور غلطی، سہو، نسیان کی نسبت مجھ حقیر کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور میرے لیے اور میرے والدین، بیوی بچوں کے لیے اور تمام مسلمانوں اور ان دوستوں کے لیے جو اس کتاب کی چھپائی میں میرے معاون و مددگار رہے ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے میزان میں یہ نیکی بہت بڑی بنا کر پیش فرمائے تاکہ یہ ہماری مغفرت کا سامان ہو جائے۔

آمین یارب العالمین

والمرجو من الله أن ينفع بها، وأن يتقلبها من جامعها، الذى نسأل الله ان يكثر سعيه، ويبارك امره، وينجينا اياه الحاسدين، ويقينا العوائق وشرور النفس وسيئات العمل، وما ذالك على الله بعزيز

انا احقر من العباد

محمد حسین میمن

(خادم حدیث رسول ﷺ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الوحی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث میں مناسبت کا مجموعہ

(مع ضروری فوائد و نکات)

کِتَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ

وحی کی ابتداء

میں اپنا موضوع شروع کرنے سے قبل ایک اعتراض کا جواب دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔

اعتراض:

کئی معترضین اس مسئلہ کو بھی تختہ مشق بنانے کی جستجو کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اگر اتنے ہی عالمین حدیث تھے تو انہوں نے صحیح بخاری کا آغاز سنت کے خلاف کیوں کیا؟ نہ اس کے آغاز میں انہوں نے لکھنے سے قبل حمد لکھی اور نہ ہی صلوۃ پر کوئی توجہ دی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان موجود ہے۔

"كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِحَمْدِ اللهِ فَهُوَ أَجْزَمُ"[1]

"ہر گفتگو جس کی ابتدا اللہ کی حمد سے نہ شروع ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔"

لہذا امام بخاری رحمہ اللہ نے اتنی عظیم کتاب لکھی مگر اسکی مسنون طریقہ سے ابتدا نہ کی۔

الجواب:

اس اعتراض کا جواب کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے سب سے پہلی بات تو یہ مد نظر رکھنی چاہیے کہ رسول اللہ نے ہر اچھے کام کی ابتدا حمد سے کرنے کا حکم صادر فرمایا تو ابتداء زبان کے لفظوں سے ہو گا نہ کہ اسے لکھا جائے، لکھنا کسی بھی طریقے سے حمد کی شرائط میں داخل نہیں ہے کیوں کہ حمد کی جو تعریف مشہور ہے وہ یہ ہے کہ "ھوالثناء باللسان" یعنی زبان سے تعریف ادا کرنا اور ایسی کوئی شرط رسول اللہ سے منقول نہیں جس میں اس امر پر دلالت ہو کہ لکھنا بھی شرائط میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب معاہدے کیے تو ان معاہدوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ ہی لکھنے پر اکتفا فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں منقول ہے۔[2]

قرآن مجید نے بھی اس مسئلہ کو واضح فرمایا جب سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو خط لکھا تو اس خط کے ابتدا میں بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھا۔(النمل ۲۷/۳۰)

ان دلائل و براہین سے معلوم ہوتا ہے حمد کرنے کا تعلق زبان کے ساتھ ہے اور جب خط یا کسی خاص تحریر کو لکھا جائے گا تو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب رقم الحدیث (۴۸۴۰)

[2] صحیح البخاری: کتاب الشروط فی الجهاد والمصالحة ... رقم ۲۵۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا لکھنا ہی مسنون ہو گا۔
یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے ابتدا میں بسم اللہ۔۔۔ہی کو لکھا پھر باب کو قائم فرمایا اور اگر غور کیا جائے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں حمد موجود ہے۔ ''اللہ'' جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے ''الرحمن'' اور ''الرحیم'' جو اسکی صفات خاصہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اسکی حمد کی دلیل ہے۔
یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابتداء بھی حمد سے کی اور انتہا بھی حمد سے ہی کی بخاری شریف کی آخری حدیث:

''سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ''[1]

بھی حمد ہی پر دال ہے، چنانچہ ابتداء بھی حمد سے اور انتہا بھی حمد سے ہی ہوئی۔
اور جہاں تک تعلق ہے رسول اللہ ﷺ پر "صلاۃ" پڑھنے کا تو امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا۔

''باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ''

تو اس میں بھی ''ﷺ'' کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا لہذا درود بھی پڑھنا یہاں ثابت ہو گیا۔ ویسے تو صحیح بخاری و مسلم کی صحت کو مشکوک بنانے کے لیے ہر منکر حدیث انہی کتب پر پہلے اپنا ہاتھ صاف کرتا ہے پھر اس کے بعد دیگر کتب احادیث کی طرف التفات کرتا ہے۔ مگر الحمد اللہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے اہل علم کو کھڑا فرمایا، جنہوں نے دفاع حدیث کے عظیم کام کو سرانجام دیا۔ ان بزرگوں میں علامہ حافظ زین الدین عراقی (التوفی ۸۰۶ھ) نے صحیحین کی متکلم فیہ روایات کا علمی جواب تحریر کیا ''الاحادیث المخرجۃ فی الصحیحین التی تکلم فیہا بضعف وانقطاع'' کے عنوان سے لکھی جس کے بارے میں خود موصوف نے یہ فرمایا ''ففیہ فوائد مہمات'' (التبصرۃ و التذکرۃ ج ۱ ص ۷۱)
علامہ الفقیہ محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (التوفی ۱۳۷۶ھ) نے ''الدفاع عن الصحیحین دفاع الاسلام'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی ہے جس میں آپ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ''کسی مسلم کے لیئے بخاری و مسلم کی روایت پر طعن کرنا درست نہیں ہے'' علامہ عراقی کے صاحبزادے حافظ ولی الدین ابوزرعۃ احمد بن عبدالرحیم (التوفی ۸۲۶ھ) نے بھی ''البیان والتوضیح لمن خرج لہ فی الصحیح وقد مس بضرب من التجریح'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔
اسی طرح حافظ ابوالحسین رشید الدین یحیی بن یحیی القرشی العطار (التوفی ۶۶۲ھ) نے ''غرر الفوائد المجموعۃ فی بیان ما وقع فی صحیح مسلم من الاحادیث المقطوعۃ'' کے نام سے رسالہ لکھا۔ حافظ ابن حجر (التوفی ۸۵۲ھ) نے فتح الباری کے مقدمہ میں جو کہ مکمل جلد پر مبنی ہے بنام ''ھدی الساری'' میں بھی صحیحین کے دفاع پر کئی صفحات پر لکھا ہے اور امام دارقطنی کے بھی کئی اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اسی طرح سے امام نووی رحمہ اللہ نے بھی شرح مسلم میں کئی صحیح مسلم کی احادیث کا دفاع کیا ہے۔ اسی طرح سے علامہ محمد بن اسماعیل ابن خلفون رحمہ اللہ نے بھی ''رفع التماری فی من تکلم فیہ من رجال البخاری'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ الامام القصیمی نے بھی ایک مستقل رسالہ ''حل المشکلات احادیث النبویۃ'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ اسی موضوع پر علامہ ابوالولید باجی

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید رقم ۷۵۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ''التعدیل والتجریح لمن خرج عنہ البخاری فی الصحیح'' بھی اہل علم میں معروف ہے۔ علامہ ابراھیم ابن السبط رحمہ اللہ (المتوفی ۸۸۴ھ) نے ''التوضیح للاوھام الواقعۃ فی الصحیح'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن عمر البلقینی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۲۴ھ) نے ''الافھام بماوقع فی البخاری من الابھام'' کے نام سے کتاب لکھی۔ علامہ القاضی محمد بن احمد علوی الاسماعیلی نے ''توضیح طرق الرشاد لحسم مادۃ الالحاد'' صحیحین کے دفاع پر رسالہ لکھا۔ شیخ ربیع بن ھادی حفظہ اللہ نے امام دارقطنی کے اعتراضات کے جوابات بنام ''الاستدراک والتتبع'' لکھا۔ مولانا ابو القاسم بنارسی رحمہ اللہ نے ڈاکٹر عمر کریم کے رسالوں کا مختلف انداز میں جواب دیئے بنام ''حل مشکلات البخاری'' ''الکوثر الجاری فی جواب الجرح علی البخاری'' کے نام سے دیا۔ الشیخ حافظ ثناء اللہ الذھدی حفظہ اللہ نے بھی اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا بنام ''احادیث الصحیحین'' الشیخ شمس الحق محدث ڈیانوی رحمہ اللہ نے بھی امام دارقطنی کے اعتراضات کے جوابات ''الاستدراک'' پر حاشیہ لکھا ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بھی بخاری و مسلم کے دفاع پر حبیب الرحمن صدیق کاندھلوی کی کتاب ''مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت'' کا جواب لکھا۔ ان کے علاوہ بھی کئی اہل علم ہیں جنہوں نے بھرپور انداز سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً صحیحین کی احادیث کے دفاع کا فریضہ انجام دیا۔ جزاھم اللہ خیراً

امام الفقھاء امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں:

❶ کتاب بدء الوحی:

یعنی کتاب وحی کی ابتداء کی بارے میں اور حدیث پیش کرتے ہیں۔

''حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ، يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْإِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَإِلَيْهِ'' (صحیح البخاری کتاب الوحی رقم الحدیث ۱)

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنافرماتے تھے بات یہ ہے اعمال کادارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے پھر جس نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہوگی۔''

مذکورہ حدیث اور باب پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا وحی کی ابتدا پر اور حدیث کو پیش کرتے ہیں اعمال کادار و مدار نیت پر ہے تو پھر مناسبت کہاں سے ہوئی باب مختلف اور حدیث مختلف۔۔۔؟

باب اور حدیث میں مناسبت:

❶ امام بخاری رحمہ اللہ نے '' عملوں کے دار و مدار نیت پر ہے '' اس حدیث کو کتاب الوحی میں اس لیے ذکر فرمایا کہ بخاری شریف پڑھنے والا اپنی نیت کو درست کرلے کیوں کہ احادیث مبارکہ بھی وحی ہوا کرتی ہیں، لہذا طالب حق بخاری کی تلاوت سے قبل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اپنی نیت کو خالص کرلے تاکہ علم نبوت اسکے قلب پر جاکے اثر ہو اور زندگی میں اطاعت رسول ﷺ کی ابتداء ہو۔

❷ حدیث مشتمل ہے ہجرت پر کیونکہ ہجرت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہی ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ہجرت کی اور آپ کے ہجرت کرنا بلا کسی تردد وشک کے وحی کی اقتدا میں تھا لہذا اگر کوئی شخص اپنی نیت کو خالص کر کے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کرتا ہے تو یقیناً وہ شخص اپنی نیت کو خالص کرنے کی وجہ سے وحی کی پیروی کرتا ہے۔

علامہ محمود حسن رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''شروع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں بسا اوقات ترجمۃ الباب کا مدلول مطابق مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا، بلکہ اس سے کسی خاص غرض کی طرف اشارہ ہوتا ہے اسی کو احادیث باب سے ثابت کرنا منظور ہوتا ہے۔ یہاں یہی صورت ہے، اول تو ملاحظہ فرمایئے کہ مؤلف نے کتاب کو باب وحی سے شروع کیوں فرمایا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ دیگر کتب احادیث کے موافق ابواب فضائل قرآن کو اپنے موقع پر بیان کیا ہے اور متعدد ابواب نزول وحی کے متعلق وہاں مذکور ہیں۔ یہاں صرف ایک باب کے مقدم لانے میں کیا غرض ہے؟ اس لیے سب سے پہلے حتی کہ ایمان اور علم سے بھی اوّل وحی کا ذکر مناسب ہوا۔ چنانچہ شراح محققین صاف یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ سو اس سے معلوم ہو گیا کہ مؤلف رحمہ اللہ کی غرض اس موقع میں یہ ہے کہ وحی پر چونکہ جملہ امورِ اسلامیہ کا مدار ہے اور یہی ایک ایسی دلیل ہے کہ جس میں کسی طرف سے خطاء و غلطی کا ادنی احتمال (بھی) نہیں ہو سکتا۔ (پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور احادیث میں مناسبت ہو گی)''۔ (الابواب والتراجم للمحمود حسن، ص16۔17)

❸ کتاب الوحی میں ''انما الاعمال بالنیات'' کی حدیث کو درج کرنے کی غرض یہ ہے کہ تمام اعمال، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کا علم یہ سب کچھ وحی کے ذریعے دیا گیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کا تعلق باب کے ساتھ یہی ہے کہ اسلام میں ہر رکن کا تعلق وحی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے کیونکہ وحی ہی کے ذریعے تمام اعمالوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ لہٰذا یہیں سے باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت ہے۔

فائدہ:

رسول اللہ ﷺ پر یہ پہلی وحی تھی جس میں قرآن کی پہلی سورت "اقرا بسم ربك الذی خلق" نازل ہوئی آیت مبارک کے پس منظر میں جو بھی واقعہ پیش آیا قرآن کی اس سورت کے ساتھ ساتھ وہ واقعہ بھی محفوظ ہے، امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جس طرح قرآن مجید اللہ تعالی کی وحی ہے بعین ہی اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان آپ کی احادیث بھی اللہ تعالٰی کی وحی ہیں۔ حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''کان جبریل علیه السلام ینزل بالقرآن والسنة''

''جبریل علیہ السلام نبی ﷺ پر قرآن وحدیث دونوں لے کر اترتے تھے''۔ (ذم الکلام ج ۲ ص ۱۴۹)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور عیسی وروح کی روایت میں اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس طرح قرآن سکھایا جاتا اسی طرح سے حدیث بھی۔

(ذم الکلام ج ۲ ص ۱۴۹)

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس مسئلے کو واضح فرمایا آپ ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے:

خبردار مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور بھی چیز دی گئی ہے (یعنی احادیث رسول) ۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۶۰۴)

واضح ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث بھی وحی ہیں اور ان دونوں کا تعلق بہت گہرا ہے۔

الشیخ موسی جار اللہ رحمہ اللہ جو مصنف ہیں "الوشیعة فی النقد علی عقائد الشیعة" کے آپ ایک روسی عالم دین ہیں آپ نے سنت کے دفاع پر اور اسکی وحی ہونے کے بارے میں ایک عمدہ اور لطیف وضاحت فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

السنة أصل اول من بين اصول الأدلة الاربعة فی شرع الاسلام فی اثبات الاحكام، لم يثبت حكم فی الاسلام اول ثبوته الا بالسنة وآيات الكتاب الكريم كانت تنزل بعد مؤيدة مثبتة لفعل النبی ﷺ واقراره وافعاله

(كتاب السنة لموسى جار الله ص ۳۲)

"اثبات احکام کے لحاظ سے ادلہ اربعہ میں سنت کا درجہ اول ہے اسلام کے تمام احکامات اولاً سنت میں ثابت ہوئے اس کے بعد قرآن عزیز نے انکی تائید فرمائی اور یہ تائید نبی کریم ﷺ کے اقرار، افعال سب کو حاصل ہوئی"

شیخ اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ایمان ارکان دین، فرائض ابتدا سنت سے ثابت ہوئے اس کے بعد قرآن مجید نے اس کے تائید فرمائی۔ سورۃ مائدہ ۶ ہجری میں نازل ہوئی اور اس میں وضو کا ذکر کیا گیا ہے نماز اس سے بہت پہلے مکہ معظمہ میں فرض ہوئی معلوم ہے کہ سالہا سال تک نماز بے وضو تو ادا نہیں ہوتی رہی، ظاہر ہے کہ وضو کا حکم نبی کریم ﷺ کو وحی سنت کے طور پر بتادیا گیا تھا ۶ھ میں قرآن حکیم نے اس حکم کی تائید فرمادی۔ معزوریاں انسان کے لوازم سے ہیں، عرب کی سرزمین میں پانی کی قلت معمولات میں سے ہے، بیماریاں بھی کسی قاعدے کی پابند نہیں معلوم ہے کہ ان حالات میں تیمّم کے سوا چارہ نہیں لیکن تیمم کا حکم سورۃ مائدہ کی آیت نمبر (۶) میں مرقوم ہے جو سن ۶ھ کے بعد اتری اصل تیمّم سنت سے ثابت ہوا قرآن نے اس کی تائید فرمائی۔۔۔"

موسی جار اللہ رحمہ اللہ کے ان اقتباسات سے کئی ایک فوائد حاصل ہوئے جس میں سب سے مفید نکتہ یہ ہے کہ اگر سنت وحی نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو وضو اور تیمّم کا طریقہ کس اعتبار سے سکھاتے جب کہ قرآن کئی سالوں بعد اس فعل کی تائید کرتا ہے لہذا وحی کی دو قسمیں واضح ہوئیں ایک وحی جلی (Express Revelation) قرآن مجید اور دوسری وحی، وحی خفی حدیث رسول ﷺ (Tacit Revelation) جو کہ دونوں قطعی اور منزل من اللہ ہیں۔

نوٹ: احادیث کے بارے میں شکوک وشبہات کے مستحکم جوابات کے لئے راقم کی کتاب "اسلام کے مجرم کون؟" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الدِّیْنُ یُسْرٌ

''بَابُ الدِّیْنُ یُسْرٌ وَقَوْلُ النَّبِیِّ ﷺ 'أَحَبُّ الدِّیْنِ إِلَی اللهِ الْحَنِیْفِیَّةُ السَّمْحَةُ'۔''

''باب اسلام کا دین آسان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو وہ دین بہت پسند ہے جو سچا سیدھا آسان ہو۔''

امام بخاری رحمہ اللہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

''عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ''إِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ، وَلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِیْنُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان رقم الحدیث ۳۹)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اسلام کا دین آسان ہے اور دین میں کوئی سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آئے گا اس لئے درمیان کی راہ چلو اور (افضل کام نہ کر سکو تو اس کے) نزدیک رہو اور ثواب کی امید رکھ کر خوش رہو اور صبح کی چہل قدمی سے مدد لو''۔ ①

حدیث اور باب میں مناسبت:

ترجمہ باب میں الفاظ ''حنفیة السمحة'' وارد ہوئے ہیں جس کا مطلب ہے سچا اور سیدھا دین، مگر یہ الفاظ حدیث کے متن میں موجود نہیں لہذا یہ اعتراض باقی رہ جاتا کہ پھر ترجمہ اور باب میں مناسبت کس طرح سے؟؟

دراصل جو ترجمہ میں لفظ ''حنفیة السمحة'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یہ الفاظ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہیں اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث میں ان الفاظ کو بیان نہیں فرمایا۔

لیکن حدیث میں الفاظ ''الدین یسر'' یعنی دین آسان ہے کہ موجود ہیں لہذا الدین یسر سے مراد ''حنفیة السمحة'' ہی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دین آسان ہے اور وہی ''حنفیة السمحة'' یعنی آسان اور سیدھا ہے۔

یہاں سے بخوبی ترجمہ اور حدیث میں موافقت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِیْکُمْ إِبْرٰهِیْمَ ﴾ (الحج: ۷۸)

اس آیت میں آسان دین کو ملت ابراہیم سے تعبیر کیا گیا ہے اور دین ابراہیم کا نام ''حنفیة'' یعنی سیدھا اور سچا ہے لہذا یہاں سے بھی یہ مسئلہ واضح ہوا کہ دین سے مراد دین حنیف ہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو الفاظ نقل فرمائے ہیں ''الحنیفیة السمحة'' ان الفاظ کی حدیث تو پیش نہیں کی کیوں کہ وہ آپکی

① صبح کی چہل قدمی اور اخیر رات کی چہل قدمی سے مراد ان وقتوں میں عبادات ہیں دیکھئے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۸)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شرائط کے مطابق نہ تھی لیکن اسے اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں ذکر فرمایا ہے جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی بطریق محمد بن اسحاق عن داؤد بن الحصین عن عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بروایت سند حسن نقل فرمایا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث الدھلوی رقمطراز ہیں:

هذا الحديث المعلق لم يسنده المؤلف في هذا الكتاب،لانه ليس على شرطه، نعم وصله في كتاب الادب المفرد، وكذا وصله احمد بن حنبل۔ (شرح تراجم ابواب البخاری ص۳۸)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی وضاحت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ''الحنفية السمحة'' امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح میں ذکر نہیں فرمائی۔ مگر آپ نے ''الادب المفرد'' میں اسے ذکر فرمایا ہے اور اسے وصل سے مراد موصول بیان کیا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے۔

دوسری مناسبت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس طرف اشارہ فرما رہے ہوں کہ اعمال داخل ہیں ایمان میں۔

علامہ محمود حسن صاحب رقمطراز ہیں:

''ترجمۃ الباب اور حدیث کا مطلب اور باہم توافق بالکل ظاہر ہے، مگر ظاہر مطلب کے ساتھ اعمال کے داخل فی الایمان ہونے کی طرف بھی اشارہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابواب سابقہ اور لاحقہ سے بھی سمجھا جاتا ہے۔ نیز معتزلہ اور خوارج کے تشددات کی طرف بھی تعریض ہے''۔ (الابواب والتراجم، ص26)

بَابٌ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ

اللہ کو وہ عمل بہت پسند ہے جو ہمیشہ کیا جائے

امام بخاری رحمہ اللہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ ''مَنْ هَذِهِ'' قَالَتْ فُلاَنَةُ. تَذْكُرُ مِنْ صَلاَتِهَا. قَالَ ''مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ، فَوَاللهِ لاَ يَمَلُّ اللهُ حَتَّى تَمَلُّوا''. وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔ (صحيح البخاري كتاب الايمان رقم الحديث ۔۴۳)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے وہاں ایک عورت تھی آپ نے پوچھا یہ کون ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا فلانی عورت ہے اور اسکی نماز کا حال بیان کرنے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس بس وہ کام کرو جو (ہمیشہ) کر سکو کیوں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا تم ہی تھک جاؤ گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل بہت محبوب تھا جس کا کرنے والا اس کو ہمیشہ کرے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور باب میں مناسبت:

حدیث میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں "الدین" کے اور دین سے مراد یہاں عمل کے ہیں کیوں کہ اعتقاد کو ترک کرنا کفر ہے اور دین اور ایمان ایک ہی چیز ہے تو ایمان بھی عمل ہوا اور عمل ہی مقصود ہے اس باب میں۔(دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۶)

❷ دوسری مناسبت یہ ہے کہ بندہ مشقت سے جو عمل کرتا ہے اس پر دوام نہیں رکھ سکتا اور وہ جلد ہی اس عمل کو چھوڑ دیتا ہے اور جو مکمل نشاط اور توجہ سے عمل کرتا ہے تو اس پر وہ دوام اختیار کرتا ہے لہذا جو کام دل کی گہرائی اور دوام کے ساتھ ہو وہ یقیناً جنت کے حصول کا سبب بنتا ہے اور یقیناً جنت میں دین پر عمل کرنا ہی لے جاتا ہے یہاں سے بھی باب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔

بَابٌ: اَلزَّكَاةُ مِنَ الْإِسْلَامِ

"باب: الزكاة من الاسلام و قوله ،وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝"

"باب: زکوۃ دینا اسلام میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا حالانکہ ان کافروں کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف سے رہ کر اس کی عبادت کریں اور نماز کو ٹھیک کریں اور زکوۃ دیں اور یہی پکا دین ہے"۔

طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ، يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ، ثَائِرُ الرَّأْسِ، يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ، وَلاَ يُفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الإِسْلاَمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ۔ صلى الله عليه وسلم "خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ". فَقَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهَا قَالَ "لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ". قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم "وَصِيَامُ رَمَضَانَ". قَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهُ قَالَ "لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ". قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الزَّكَاةَ. قَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهَا قَالَ "لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ". قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللهِ لاَ أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلاَ أَنْقُصُ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم "أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ"۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان ج ۱ رقم الحدیث ۴۶)

"سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے تھے کہ نجد والوں میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا سر پریشان یعنی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم بھن بھن اسکی آواز سنتے تھے اور اسکی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، یہاں تک کہ وہ نزدیک آن پہنچا جب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کو پوچھ رہا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی نماز مجھ پر نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے (تو اور بات ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اور رمضان کے روزے رکھنا اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر تو نفل رکھے، طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ نے اس سے زکوۃ کا بیان کیا کہنے لگا بس اور تو کوئی صدقہ مجھ پر نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر نفل صدقہ دے راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلایوں کہتا جاتا قسم اللہ کی، میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں آیت مبارکہ نقل فرمائی "ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ" اور حدیث میں اسلام کا ذکر ہے جس میں نماز اور زکوۃ کا بعین حکم موجود ہے لہذا زکوۃ اور نماز کو نبی کریم ﷺ نے اسلام قرار دیا لہذا اسلام دین ہے اور دین اسلام ہے۔

صاحب اوجز المسالک رقمطراز ہیں:

آیت مبارکہ "ذالک دین القیمۃ" (البینۃ:۵) یعنی یہاں جو اشیاء مذکورہ ہیں دین ملت سے ہیں۔ اور یہ آیت ترجمۃ الباب کے ساتھ اس طرح سے دلالت کرتی ہے کہ آیت میں زکاۃ کو دین قرار دیا ہے اور دین اللہ تعالی کے نزدیک اسلام ہی ہے اور زکوۃ اسلام میں داخل ہے۔ (ابواب والتراجم، ج ا، ص ۴۰۰)

لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ

"باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم، وقولہ عزوجل 'اذا نصحوا للہ ورسولہ'" (التوبہ:۹/۹۱)

"عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. وَفِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيْرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيْكُمُ الْآنَ، ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوا لِأَمِيْرِكُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا، وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَكُمْ. ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ"

(صحیح البخاری کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۸-۵۷)

باب، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ دین کیا ہے سچے دل سے اللہ کی فرمانبرداری اور اسکے پیغمبر اور مسلمان حاکموں کی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی اور اللہ تعالی نے سورۃ توبہ میں فرمایا: جب وہ اللہ اور اسکے رسول کی خیر خواہی میں ہیں۔

سیدنا جریر بن عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے بیعت کی ان باتوں پر کہ نماز درستگی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ادا کروں گا اور زکوۃ دیا کروں گا اور ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔

راوی نے کہا کہ میں نے جریر بن عبداللہ سے سنا جس دن وہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (کوفہ کے حاکم) انتقال کر گئے، تو وہ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی اور کہا تم کو اکیلے اللہ کا ڈر رکھنا چاہیے اسکا کوئی شریک نہیں اور تحمل اور اطمینان سے رہنا چاہیے اس وقت تک کہ جب کوئی دوسرا حاکم تمہارے اوپر آئے وہ ابھی آتا ہے، پھر کہا کہ اپنے (مرے ہوئے) حاکم کے لیے مغفرت کی دعا مانگو کیوں کہ وہ بھی (یعنی مغیرہ رضی اللہ عنہ) معافی کو پسند کرتے تھے پھر کہا اسکے بعد تم کو معلوم ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی شرط مجھ پر کر لی اور ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی کی میں نے اسی شرط پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی اس مسجد کے مالک کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور (منبر سے) اترے۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی اور انکے لیے خیر خواہی اور بخشش کی دعا فرمائی یہیں سے باب اور ترجمہ کی مناسبت معلوم ہوتی ہے۔

دوسری مناسبت کا ذکر ابن بطال رحمہ اللہ کچھ اس طرح سے فرماتے ہیں:

"ان مقصود البخاری الرد علی من زعم ان الاسلام التوحید، ولا یدخل فیہ الاعمال وھم القدریۃ"

(المتواری ص ۵۹)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہاں یہ ہے کہ ان لوگوں کا رد کیا جائے جن کا کہنا ہے کہ اسلام صرف توحید کا نام ہے یعنی اسکا تعلق اعمال کے ساتھ نہیں ہے اور (اس قسم کے عقائد باطلہ کے حامی) قدریہ ہیں۔

حدیث مذکورہ میں اسلام پر بیعت کرنا اور اس میں ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی نصیحت کی گئی ہے، اور یقیناً اس حدیث کا تعلق ہر عام و خاص کے ساتھ ہے۔ امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ھذا حدیث عظیم الشأن وعلیہ مدار الاسلام" (شرح کرمانی. ج۱. ص۲۱۷)

"یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اس پر اسلام کا دارومدار ہے"۔

اس سے بھی باب اور حدیث میں مناسبت معلوم ہوتی ہے۔

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ:

الا ان من قبلکم من اھل الکتاب افترقوا علی ثنتین و سبعین ملۃ وان ھذہ الملۃ ستفترق علی ثلاث و سبعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثنتان و سبعون فی النار و واحدة فی الجنة وھی الجماعة (سنن ابی داؤد کتاب السنة رقم الحدیث ۴۰۹۷)

''خبردار تم سے قبل جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تھے وہ بہتر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت عنقریب تہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی بہتر ۷۲ جہنمی ہونگیں اور ایک جنتی اور وہی جماعت ہو گی (قرآن و حدیث پر چلنے والی)''۔

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ امت میں کئی فرقے ہونگیں اور ان میں اَن گنت اختلافات پیدا ہونگیں۔ لیکن یہ یاد رکھا جائے کہ یہ تمام فرقے قرآن و صحیح حدیث کی تعلیمات کی پاداش میں وجود میں نہیں آئیں گے بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے انحراف ہونے کی وجہ سے پیدا ہونگے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

ایک واضح غلط فہمی جو کہ غیر مسلموں اور مسلموں میں یکساں اور مشترکہ ہے کہ یہ جتنے بھی فرقے شروع ہیں اسلام میں ہیں ان کی اصل وجہ حدیث ہی ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے ہی فرمایا تھے کہ تہتر ۷۳ فرقے بنیں گے۔

یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ فرقے اور اختلافات احادیث کی وجہ سے پیدا ہوئے، لیکن اگر حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ فرقے بناؤ بلکہ آپ ﷺ نے صرف پیشن گوئی کی تھی کہ بنیں گے آپ ﷺ نے بنانے کا حکم نہیں دیا۔۔۔اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھیں کہ ایک کلاس روم میں استاد اپنے شاگردوں کو برابر طور پر تعلیم دینے میں مصروف ہے مگر اس کلاس میں ایک بچہ زید ہے جس کو استاد نے یہ تنبیہ کی کہ تم امتحانات میں فیل ہو جاؤ گے اور جب امتحانات ہوئے تو وہ واقعتاً فیل (FAIL) ہو گیا تو بتایئے کہ کیا اسے استاد نے فیل کیا ہے؟ جواب نفی میں ہے استاد نے صرف اسے متنبہ کیا تھا نہ کہ اسے فیل کیا بالکل اسی طرح سے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا نہ کہ فرقوں میں تقسیم کروایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب العلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْاِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

قال عمر: تفقهوا قبل ان تسودوا، قال ابوعبدالله وبعد ان تسودوا وقد تعلم اصحاب النبی ﷺ بعد کبر سنهم "عَنِ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا "

(صحیح البخاری کتاب العلم رقم الحدیث ۷۳)

5 باب علم اور دانائی کی باتوں میں رشک کرنا:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بزرگ بننے سے پہلے دین کا علم حاصل کرلو۔

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نے بڑھاپے میں بھی دین سیکھا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو (آدمیوں کی) خصلتوں پر کوئی رشک کرے تو ہوسکتا ہے ایک تو اس پر جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی وہ اسکو نیک کاموں میں خرچ کرے۔

دوسرے اس پر جس کو اللہ نے قرآن اور حدیث کا علم دیا وہ اسکے موافق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا ہے کہ: علم اور حکمت کی باتوں پر رشک کرنا چاہیے اور حدیث لائیں ہیں کہ دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر حسد نہیں کرنا چاہیے، لہذا حدیث میں جو حسد کے الفاظ ہیں اس سے مراد رشک کرنے کے ہی ہیں کیوں کہ حسد کرنا بہت بڑی خرابی اور گناہ ہے، گویا حدیث سے رشک کرنا مراد لیا جائے گا اور باب میں بھی یہی مذکور ہے۔مزید اگر غور کیا جائے تو اس باب سے قبل امام بخاری رحمہ اللہ نے باب "الفهم في العلم" قائم فرمایا تھا اور اب "باب الاغتباط في العلم والحكمة" قائم فرمایا ہے دونوں میں مناسبت ظاہر ہے کہ جتنا کسی شخص کے فہم علم میں اضافہ ہوگا اسی قدر اسکی خوشی اور غبطہ میں اضافہ ہوگا کیونکہ جب کسی شخص کے فہم میں اضافہ ہوگا تو اس کی نظر آگے بڑھتی جائے گی اور اس شخص کو پیش نظر رکھے گا جو فہم کے اعتبار سے قوی ہو اسکی خواہش ہوگی کہ وہ اس جیسا ہو جائے۔یہی غبطہ ہے۔(عمدة القاری ج۲ ص ۵۴ الکواکب الدراری ج۱ ص ۳۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والذی یظهرلی أن مراد البخاری: ان الریاسة وان کانت مما یغبط بها صاحبها فی العادة لکن الحدیث دل علی أن الغبطة لاتکون الا بأحد أمرین ـــ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"میرے نزدیک مطابقت یوں ہے کہ ریاست اگرچہ عادۃ غبطہ کا سبب بنتی ہے (یعنی رشک کا) لیکن حدیث اس مسئلے پر دال ہے کہ غبطہ کی بنیاد دو ہی چیزیں ہیں ایک علم اور ایک جود، پھر جود بھی اس وقت محمود ہے جب علم کے ساتھ ہو، گویا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ حصول ریاست وسیادت سے پہلے علم حاصل کرلو جب تک کہ تم پر رشک کیا جائے تو یہ رشک کرنا برحق ہوگا"۔ (فتح الباری ج۱ ص ۴۴۴)

علامہ محمود حسن صاحب فرماتے ہیں:

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ قبل السیادۃ علم حاصل کرنے میں سعی ضروری ہے۔ یہ غرض نہیں کہ اگر کوئی قبل سیادت تحصیل علم سے محروم رہا، تو وہ بعد سیادت تحصیل نہ کرے، دیکھ لو خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور علی العموم حضرات صحابہ نے بڑے ہو کر علم حاصل کیا"۔ (الابواب التراجم، ص۴۸)

بَابٌ: مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ

"عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ مِنْ دَلْوٍ".

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ" (صحیح البخاری کتاب العلم رقم الحدیث ۷۶-۷۷)

6 باب: کس عمر کا لڑکا حدیث سن سکتا ہے؟:

محمود بن ربیع سے انہوں نے فرمایا مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی وہ کلی یاد ہے جو آپ ﷺ نے ایک ڈول سے لے کر میرے چہرے پر ماری تھی اس وقت میں پانچ برس کا تھا.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ میں ایک بار گدھی پر سوار ہو کر آیا اور ان دنوں میں جوانی کے قریب تھا (لیکن جوان نہیں ہوا تھا) اور نبی کریم ﷺ منی میں نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ کے سامنے آڑ نہ تھی، میں تھوڑی صف کے آگے سے گزر گیا اور گدھی کو چھوڑ دیا وہ چرتی رہی اور میں صف میں شریک ہو گیا مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں کسی عمر کی کوئی قید نہیں لگائی صرف اشارہ فرمایا کہ کس عمر میں سماعت درست ہوگی اور دلیل کے طور پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کہ جوانی کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہے پیش فرمائی اور اسکے بعد دوسری حدیث سیدنا محمود بن ربیع کی پیش فرمائی جب کہ وہ پانچ برس کے تھے۔۔ اب مناسبت یہ ہوگی کہ جب لڑکا سمجھداری اور تحمل سے حدیث نقل فرمائے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر عمر کی قید کے روایت درست مانی جائے گی، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں کسی عمر کا تعین نہیں فرمایا اور نہ ہی بلوغیت کا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

مقصود الباب الاستدلال علی ان البلوغ لیس شرطاً فی التحمل۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۶)

یعنی باب کا مقصود اس بات پر استدلال ہے کہ تحمل کے لیے بلوغیت کی کوئی قید نہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا اختلاف فی أن أداء الحدیث و تبلیغه لا یغنی الامن العاقل البالغ، وأما تحمله فیجوز من الصبی بعد ان یناهز الاحتلام و اذا عقل فیمیز بین الخیر والشر، فأثبت مؤلف رحمہ اللہ ذالك" (شرح تراجم ابواب البخاری ص ۴۹)

"اس مسئلے میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ اداء حدیث کے لیئے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے، البتہ تحمل کے لیئے بالغ ہونا ضروری نہیں، صبی جو کہ بلوغیت کے قریب ہو اور برائی اور اچھائی کے درمیان تمیز کر سکے اس کا تحمل درست ہے مؤلف (امام بخاری رحمہ اللہ) کا مقصد اسی کا اثبات ہے۔

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں دو جزئی واقعات ذکر کیے ہیں۔ ان کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے صحت تحمل و سماع کے لیے کوئی حد معین نہیں بلکہ مطلق سنِ تمیز و تعقل سنِ صحت سماع و تحمل ہے"

(حاشیة السندی علی صحیح البخاری. ج۱. ص۴۶)

• علامہ محمود حسن کی بھی یہی رائے ہے، دیکھیے۔ (الابواب والتراجم، ص۴۹)

فائدہ:

محدثین کا اس مسئلہ پر اختلاف رہا ہے کہ آیا کون سی عمر میں حدیث کا سماع معتبر ہے گا مختلف محققین نے مختلف آراء کو نقل فرمایا اور اپنے اپنے علم کے جوہر دکھلائے۔

امام ابن معین رحمہ اللہ کے نزدیک پندرہ سال اور بعض علماء کے نزدیک بیس سال کے سماع کو معتبر مانا جاتا ہے اور بعض نے دس سال کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ (دیکھئے تفصیل کے لیے الکفایة فی علم الروایة ص ۷۳)

امام ابن معین رحمہ اللہ کا موقف پندرہ سال سماع حدیث کے لیے معتبر ہے اس موقف کو کئی محدثین نے مجروح قرار دیا ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سختی سے اس موقف کا رد فرمایا ہے۔ دیکھیے (الکفایة ص ۷۳)

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ تیرہ سال کی تحدید کرتے ہیں۔ (الکفایة ص۵۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ بن ھارون حمال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ گائے اور دوسرے جانوروں میں فرق کر سکے تو وہ سن تحمل ہے۔

(الكفاية ص ٦٥)

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

تحدید کرنے کے بجائے یہ دیکھا جائے کہ وہ بچہ خطاب کو سمجھتا ہو اور جواب دے سکتا ہو لہذا اگر کوئی بچہ جو پانچ سال کے بھی نہ ہوا ہو لیکن خطاب و جواب کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا سماع درست ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ کوئی پانچ سال سے زائد ہو چکا ہو لیکن خطاب و جواب کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص کے سماع کا اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسی کو ''عقل وضبط'' سے تعبیر کیا ہے کہ جب بچہ سمجھ جائے اور ضبط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا سماع درست ہے۔ (الكفاية ص ٦٣)

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قد حدّد أهل الصنعة في ذالك ان أقله سن محمود بن ربيع''۔ (الألماع ص٥٨)

''یعنی تحمل کی کم سے کم مدت محمود بن ربیع کی ہے''۔

جمہور جو بلوغیت کی قید نہیں لگاتے اور نہ ہی کسی سن کی تحدید کرتے ہیں ان کے دلائل وہ روایات ہیں جو صغار صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حسن و حسین، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، نعمان بن بشیر، سائب بن یزید، مسور بن مخرمہ، انس بن مالک، مسلم بن مخلد، ابی سلمہ، یوسف بن عبداللہ بن سلام، ابوالطفیل، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، محدثین نے ان کی روایات میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں کی کہ یہ روایات بلوغ سے قبل کی ہیں یا یہ روایات بلوغ کے بعد کی۔

(فتح المغيث السخاوي ج٢ ص٢٠٨۔ المحدث الفاصل للرامهرمزي ص١٨٩)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پندرہ سال کی عمر قتال کے لیئے تو بالکل درست ہے کیوں کہ اس میں جسمانی قوت کی ضرورت ہے اور جنگی مہارت کی، جبکہ تحمل حدیث میں تو عقل وضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی میں عقل وضبط موجود ہے تو اس کے لیے سماع حدیث کی اجازت ہے اور اسکا سماع معتبر ہے۔ (فتح الباري ج١ ص١٧١)

بعض محدثین کے نزدیک پانچ سال کا سماع بھی معتبر ہے جیسا کہ محمود بن ربیع کی حدیث اس مسئلے پر واضح دال ہے۔ اس کے باوجود اگر گہرائی سے محدثین رحمہم اللہ کے مؤقف کو دیکھا جائے تو جمہور نے کسی عمر کی کوئی قید نہیں لگائی بلکہ سماع حدیث کا معتبر ہونے کے لیے فہم، تمیز اور استفادہ اور اہلیت کا اعتبار کو راجح قرار دیا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈالی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکال دیا اور فرمایا "کخ کخ" یعنی اسے پھینک دو۔ (صحيح البخاري كتاب الزكاة رقم ١٤٩١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کخ کخ یہ وہ کلمہ ہے جو ایسے بچہ کے لیے بولا جاتا ہے جو رضاعت میں یا رضاعت کے قریب ہو۔ دیکھئے (النکت للزرکشی ۳/۲۶۸)
لہذا یہ راجح موقف ہے جس عمر میں بھی فہم و تمیز برقرار ہو وہ عمر سماع حدیث کے لیے معتبر ہے یہی قول امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ (دیکھئے فتح المغیث ۲/۳۱۶، الکفایۃ ۶۲، مقدمہ ابن الصلاح ۷۳)

بَابُ: رَفْعِ الْعِلْمِ، وَظُهُورِ الْجَهْلِ

باب: (دنیا سے) علم اٹھ جانے اور جہالت پھیلنے کا بیان:

اور ربیعہ کا قول ہے کہ جس کے پاس کچھ علم ہو اسے یہ جائز نہیں کہ (دوسرے کام میں لگ کر علم ترک کر دے (اور اپنے آپ کو ضائع کر دے)

"عَنْ أَنَسٍ، قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ" (صحیح بخاری کتاب العلم رقم الحدیث ۸۱)

"انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جو میرے بعد تم کو کوئی نہیں سنائے گا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ دین کا علم گھٹ جانا اور جہالت پھیلنا اور زنا علانیہ ہونا اور عورتوں کی کثرت مردوں کی قلت یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا کام چلانے والا ایک مرد ہو گا۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب میں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے الفاظ نقل فرمائے ہیں وہ "رفع العلم" علم کا اٹھایا جانا ہے اور حدیث پیش کرتے ہیں "یقل العلم" یعنی علم کا گھٹ جانا۔ مناسبت جو یہاں پیدا ہو گی وہ ان معنوں میں ہو گی کہ صاحب فہم اور صاحب علم جب اپنے علم کو پڑھانا اور نشر کرنا چھوڑ دے گا اور لازمی ہے کہ علم کی قلت ہو گی اور جب علم کی قلت ہو گی تو جس طرح زمانہ کروٹیں بدلتا رہے گا ساتھ ساتھ علم کم سے کم ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ کم علم بھی آخر میں اٹھا لیا جائے گا۔
علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی کے اندر علم کی قابلیت اور اس کے فہم اور استعداد ہو تو اس کے ذمے طلب علم اور اشتغال علم دوسروں کے مقابلے میں زیادہ لازم ہے۔ لہذا اسے طلب علم میں محنت کرنی چاہئے کہ اگر وہ تحصیل علم نہیں کرے گا تو اپنے آپ کو ضائع کر دے گا۔ ابن بطال رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی واضح ہوا کہ اگر طلب علم سے مناسبت نہ رہے گی تو قلت علم بڑھتا جائے گا اور وہ رفع علم کا موجب ہو گا جو اشراط ساعت میں سے ہے۔
(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ ص ۱۶۵ و فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد علم سیکھنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس لیے کہ علم اسی وقت اٹھے گا جب علماء چلے جائیں گے اور جب تک علماء باقی رہیں گے علم باقی رہے گا اور علم کا چلا جانا علاماتِ قیامت میں سے ہے"۔ (فتح الباری، ج ۱، ص ۱۷۸)

علامہ کرمانی امام ربیعہ کے اثر کو ترجمۃ الباب سے مناسبت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ربیعہ کے اس اثر کا مقصد نشر علم اور تبلیغ کی ترغیب دینا ہے کہ عالم اگر علم کو نہیں پھیلائے گا اور اس حال میں مر جائے گا تو رفع علم کا ظہور جہل کا موجب بنے گا"۔ (الکواکب الدراری، ج ۲، ص ۵۹)

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم کے لیے زیبا نہیں کہ وہ دنیاداروں کے یہاں آتا جاتا رہے اس کو اپنے علم کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے اور اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔ (عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۸۱)

یہاں پر بظاہر علامہ عینی رحمہ اللہ کی عبارت اثر اور حدیث میں مناسبت قائم نہیں کر رہے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے علامہ عینی صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

"اس کا آنا جانا جب دنیاداروں کی طرف کثرت سے رہے گا تو علمی وقار اور احترام اہل علم جاتا رہے گا۔ نتیجہ یہ کہ اس کا اشتغال بالعلم اور اہتمام آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا جو رفع علم اور ظہور جہل کا مؤجب ہوگا"

(عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۸۱)

لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔

فائدہ:

یہ پیشن گوئی نبی کریم ﷺ کی ہو بہو پوری ہوئی آج کی صدی میں جہالت کا عام ہونا کسی ذی شعور سے مخفی نہیں ہے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر آئے دن شریعت اور اجماع امت کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں مندرجہ بالا حدیث میں قیامت کی نشانیوں میں۔

❶ دین کا علم گھٹ جانا

❷ جہالت کا پھیلنا

❸ زنا علانیہ ہونا

❹ اور عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت حتی کہ ایک مرد کے مقابلے میں۔

❺ پچاس عورتوں کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی وجہ سے اسلام نے ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ علم کا اٹھ جانا جہالت کا پھیلنا، اور زنا عام ہونا تو واضح ہے مگر پچاس عورتوں کا ایک مرد کے مقابلے میں ہونا یہ ایک پیچیدہ امر ہے جسے سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

موجودہ دور میں عورتوں کی تعداد:

اگر ہم تجزیہ کریں تو قدرتی طور پر لڑکے اور لڑکیاں برابر پیدا ہوتی ہیں لیکن ایک بچی میں ایک بچے کی نسبت قوت مدافعت زیادہ ہوتی ہے ایک بچی بیماریوں کا مقابلہ ایک بچے کی نسبت زیادہ کر سکتی ہے اسی لیے ابتدائی عمر میں لڑکیوں سے زیادہ لڑکوں کی شرح اموات میں زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ امریکہ میں عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت ۷۸ لاکھ زیادہ ہے۔ صرف نیویارک میں عورتیں مردوں سے ۱۰ لاکھ زیادہ ہیں۔ اسی طرح برطانیہ میں عورتوں کی تعداد ۵۰ لاکھ زیادہ ہے۔ اسی طرح روس میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد ۹۰ لاکھ ہے۔ الحمد للہ حدیث پاک میں کی گئی پیشن گوئی بالکل واضح اور درست ہے۔ قیامت سے قبل پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا۔ یہ تمام حادثات اور خبریں اسی پیشن گوئی کی صداقت کو ظاہر کرتی ہیں۔

فائدہ نمبر ۲:

علم کے اٹھنے کی صورت صحیحین اور دیگر کتب احادیث کی روشنی میں

علم اٹھنے کی صورت صحیحین میں اسطرح مروی ہے جیسے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں سے چھین لے گا۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم اٹھالے گا حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنادیں گے ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے جس کی پاداش میں وہ خود بھی گمراہ ہونگیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاری کتاب العلم رقم ۱۰۰، صحیح مسلم کتاب العلم رقم ۶۷۹۶، رواہ نسائی فی الکبری ج ۳ ص ۴۵۷)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ علم اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علماء اٹھتے چلے جائیں گے مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم براہ راست سینوں سے اٹھالیا جائے گا اور قرآن مجید بھی۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے "المصنف" میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر نقل فرمایا ہے۔

"ماتفقدون من دینکم الأمانة، واخر ما تفقدون منه الصلاة، وسیصلی قوم لادین لهم وان هذا القران الذی بین أظهرکم کأنه قد نزع منکم قال، قلت، کیف یا عبدالله؟ وقد اثبته الله فی قلوبنا، قال یسری علیه فی لیلة، فترفع المصاحف وینزع مافی القلوب ثم تلا: "وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ" الی اخر الایة

(المصنف ابن ابی شیبة کتاب الفتن رقم الحدیث ۳۷۵۷۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”تمہارے دین میں جو فقدان ہو گا وہ امانت کا ہو گا، اور اس کے علاوہ نماز کا فقدان ہو گا، اور عنقریب لوگ نماز ادا کریں گے لیکن وہ بے دین ہوں گے، اور یقیناً یہ قرآن جو تم میں موجود ہے یقیناً وہ چھین لیا جائے گا تم میں سے (راوی کہتا ہے) کہا کہ کس طرح سے (قرآن چھین لیا جائے گا) اے عبداللہ؟ حالانکہ اسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ثابت کر دیا ہے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ یہ اس طرح چھین لیا جائے گا کہ مصحف کو اٹھالیا جائے گا اور جو لوگوں کے سینوں میں ہے وہ چلا جائے گا پھر آپ نے قرآن مجید سے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ“۔ الآیۃ

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کی مطابق علم اور قران کو سینوں سے اٹھالیا جائے گا، مگر ان دونوں میں واضح تطبیق موجود ہے کہ ابتداء میں تو علم یوں جائے گا کہ علماء کو اٹھالیا جائے گا اور ان کے علم کے حاملین نہ رہیں گے بعد میں اجواف رجال اور اوراق کو بھی اٹھا لیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

باب: علم کی فضیلت

"أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ". قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ "الْعِلْمَ"

(صحیح البخاری ج۱ کتاب العلم رقم ۸۲)

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے ایک بار میں سو رہا تھا میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے پی لیا کہ میرے ناخنوں پر تازگی دکھائی دینے لگی پھر میں اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسکی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا علم۔“

حدیث اور باب میں مناسبت:

بظاہر حدیث میں علم کی کوئی فضیلت وارد ہوتی ہوئی نظر نہیں آ رہی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا "فضل العلم" یعنی علم کی فضیلت۔۔۔

تو باب اور حدیث میں کچھ اسطرح سے مناسبت ہو گی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا بچا ہوا دودھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور دودھ سے مراد یہاں علم ہے اور یہ علم نبوت ہے لہذا عمر رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ نے بچا ہوا دودھ عطا فرمایا اس میں نبوت کا علم تھا اور یہ فضیلتِ علم عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت لأنه عبّر عن العلم بأنه فضلة النبی ﷺ و نصیب مما اتاه الله و ناهیك له فضلاً، انه جزء من النبوة۔

(المتواری علی ابواب البخاری ص ٦٣)

حدیث مبارکہ میں "فضیلت" کا اثبات بایں طور پر موجود ہے) جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا ہے) کہ اس میں علم کو نبی کریم ﷺ کے "فضل" (یعنی آپ ﷺ کا بچا ہوا دودھ) اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ ﷺ کو عطا فرمایا تھا اس کے "حصہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی فضیلت کے لیئے بہت ہے (کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا بچا ہوا دودھ پیا)۔

علامہ بدر الدین بن جماعہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وجه مناسبة الحدیث للباب: انه اعطاه فضله، وفضیلة النبی ﷺ فضیلة علمیة وشرف وقد فسرها بالعلم۔۔۔" (مناسبات تراجم البخاری، ص٣٦)

"ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرمایا۔ آپ کی فضیلت علمی فضیلت ہے اور یہ شرف ہے جسے علم سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس وجہ سے ان کی فضیلت واضح ہوئی (کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا بچا ہوا دودھ نوش فرمایا)"۔

مزید اگر غور کیا جائے تو مناسبت یوں بھی ظاہر ہوگی کہ پچھلے باب میں ہم نے بحث کی کہ امام بخاری نے "باب رفع العلم وظهور الجهل" قائم فرمایا، جس میں تعلیم و تبلیغ کی ترغیب دینا مقصود دکھائی دیتی ہے۔ اور اس باب میں اس کو بیان کرنا اور اس کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابتداء میں "باب فضل العلم" قائم فرمایا جس سے اہل علم کی فضیلت مراد ہے اور مذکورہ باب میں "فضل علم" سے فضیلت علم مراد ہے"۔ (دیکھیے فتح الباری لابن حجر، ج ٢، ص ٣)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"کتاب العلم کے ابتداء میں "فضیلت علم" مراد ہے اور اس مقام پر "فضلہ" یعنی زائد علم مراد ہے"۔

(الکواب الدراری، ج ٢، ص ١٨٠)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہے۔ (دیکھیے فتح الباری، ج ١، ص ١٨٠)

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر "باب فضل العلم" قائم فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس "فضل" کے ساتھ کیا کیا جائے؟ حدیث کے باب سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس کچھ زائد علم ہو تو دوسروں کو دینا چاہیے۔ لیکن یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا اس عالم میں یہ بھی ممکن ہو کہ علم زائد ہو جائے کہ دوسروں کو دینے کی نوبت آئے؟ علامہ صاحب فرماتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ علم کے زائد ہونے کی صورت ہو سکتی ہے۔ بایں طور کہ کسی کے پاس اگر زائد کتابیں ہیں تو وہ دوسروں کو ملکاً یا عاریتاً دے دے۔ اسی طرح اگر ایک شیخ سے انتفاع کرتا ہوا خود شیخ کے مرتبے کو پہنچ گیا تو دوسروں کو ان سے انتفاع کا موقع فراہم کرے"۔ (حاشیۃ السندی علی الصحیح البخاری. ج۱. ص۲۹)

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث سے جس مسئلے کی تائید ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس باب میں تبلیغ و تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ ابواب سابقہ اور لاحقہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود زیادت علم کی ترغیب دینا ہو یعنی یہ نہ ہو کہ صرف بقدر حاجت پر آدمی اکتفا کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں دودھ بقدر ضرورت نہیں نوش فرمایا بلکہ اس قدر پیا کہ آپ کے ناخنوں سے دودھ نکلا۔ گویا مصنف رحمہ اللہ نے یہاں ترجمۃ الباب سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی تائید کی ہے۔

"منہومان لا یشبعان ـ ـ ـ ـ ـ" (شعب الایمان للبیہقی. ج۷. ص۲۷۱)

(قلت) مذکورہ بالا حدیث میں کئی اہم فضیلتیں موجود ہیں جس سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوتی ہے۔

❶ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا یہ فطری عمل ہے۔

❷ یہ دودھ علم سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

❸ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دودھ نصیب ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا تھا۔

❹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا یہ نبوت کا علم ہے جس سے صحابی سیراب ہوئے۔

❺ اصل علم کا منبع اور سرچشمہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے علم سے استفادہ کرتی ہے۔

❻ بچا ہوا دودھ اس مکمل دودھ کا حصہ ہے۔ لہٰذا علم نبوت میں کسی کو اپنی رائے یا من مانی کی ہرگز اجازت نہیں۔ یہ بھی تطبیق ہو سکتی ہے کہ کتاب العلم کے ابتداء میں "فضل علم" باعتبار رفع درجات مراد ہے، کیونکہ وہاں آیت کریمہ "المجادلۃ: ۱۱" سے استدلال ہے اور یہاں "فضل علم" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا ہے"۔

(الکنز المتواری. ج۲. ص۲۱۰)

بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ

رات کو علم کی باتیں کرنا

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ " نَامَ الْغُلَيِّمُ ". أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا، ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ. أَوْ خَطِيطَهُ. ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ" (صحیح البخاری کتاب العلم رقم الحدیث ۱۱۷)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ : میں ایک رات کو اپنی خالہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس سویا جو زوجہ تھیں رسول اللہ ﷺ کی اور اس رات کو رسول اللہ ﷺ بھی انھیں کے پاس تھے (ان کی باری تھی) آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر (مسجد سے) گھر آگئے اور چار رکعتیں پڑھیں پھر سو رہے پھر (بیدار ہو کر) اُٹھے اور فرمایا بچہ کیا سو گیا یا کچھ ایسا ہی فرمایا پھر (نماز) کے لیے کھڑے ہو گئے میں بھی (جاگا اور) آپ ﷺ کی طرف بائیں کھڑا ہوا آپ ﷺ نے مجھ کو اپنی داہنی طرف کھڑا کر لیا اور پانچ رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھیں پھر آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ میں نے خراٹے کی آواز سنی پھر نماز کے لیے باہر آئے۔''

باب اور حدیث میں مناسبت:

بظاہر حدیث اور باب میں مناسبت معلوم نہیں ہوتی مگر جب بصیرت کی نگاہ کو بروئے کار لایا جائے تو مناسبت کے کئی پہلو نکلتے ہیں دراصل امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ حدیث لا کر اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں نکالا اور اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک گھڑی تک اپنی بیوی سے باتیں کیں جو اس مسئلے پر دلالت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو اپنی بیوی کو علم سکھلایا اس کے علاوہ ایک اور تطبیق بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت تہجد پڑھی اور آپ ﷺ نے کئی سنتوں پر عمل کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بتلایا کیوں کہ صرف زبان سے ہی تبلیغ نہیں ہوتی بلکہ آدمی اچھی بات پر عمل کر کے بھی دعوت و تبلیغ کی بنیاد بنا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ''السمر فی العلم'' رات کے وقت علمی گفتگو پر دلالت کرتی ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ویدخل فی هذا الباب حدیث انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ خطبهم بعد العشاء، وذکره المصنف فی کتاب الصلاة ولأنس حدیث اخر فی قصة أسید بن حضیر وقد ذکره المصنف فی المناقب، وحدیث عمر کان النبی ﷺ یسمر مع أبی بکر فی الامر من أمور المسلمین'' (فتح الباری، ج۱، ص۲۸۴)

''اس باب میں کئی احادیث داخل ہیں (مثلاً) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا انہیں عشاء کے بعد (جو کہ السمر فی العلم کی دلیل ہے) جسے امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں ذکر فرمایا اور انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث اسید بن حضیر کا جو قصہ ہے جسے مصنف نے کتاب المناقب میں ذکر فرمایا ہے اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ جس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کے وقت (عشاء کے بعد) مسلمانوں کے مسائل پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمایا کرتے تھے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعضوں نے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کا ذکر یوں بھی کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ رات کو اٹھے تو آپ ﷺ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لڑکا سو رہا ہے؟ یعنی یہ جملہ ''السمر فی العلم'' ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے یہ کہنے سے وہ اٹھ گئے وضو کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی لہذا یہ کلمہ اس بات پر مثبت ہے کہ یہ ''السمر'' تھا۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یحتمل أنه یرید هذه الکلمة فیثبت بها أصل السمر (المتواری ص ٦٤)

یعنی یہ جملہ ''لڑکا سو رہا ہے'' احتمال یہ ہے کہ یہی سمر فی العلم ہے۔

لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت واضح ہوتی ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَيَكِلُ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ

جب عالم سے پوچھا جائے کہ سب لوگوں میں بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو یوں کہنا چاہیے اللہ تعالی کو معلوم ہے

عَنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ: قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ، فَعَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ: أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ، هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ.

(صحیح البخاری کتاب العلم رقم الحدیث ١٢٢)

''ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے لوگوں نے ان سے پوچھا سب سے بڑا عالم لوگوں میں کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں بڑا عالم ہوں اللہ تعالی نے ان پر عتاب فرمایا کیوں کہ انہوں نے یوں نہیں فرمایا کہ اللہ جانتا ہے پھر اللہ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ میرا ایک بندہ ہے وہاں جا جہاں دو دریا ملتے ہیں وہ تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔''

حدیث اور باب میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت بہت قریب قریب ہے باب قائم فرمایا کہ جب پوچھا جائے کہ کون بڑا عالم ہے تو جواباً مفتی کو یہی فرمانا چاہیے کہ اللہ جانتا ہے لہذا حدیث میں موسیٰ پر عتاب فرمانا یہی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے علم کی نسبت اپنے لیے فرمائی لہذا ان کو علم کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کرنی چاہیے تھی لہذا یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت معلوم ہوتی ہے۔

علامہ محمود حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی عالم سے جب ''ای الناس اعلم'' کا سوال کیا جائے تو ''انا اعلم'' کہنا پسندیدہ نہیں۔ اگرچہ اس کا اس وقت میں ''اعلم الناس'' ہونا محقق ہو، بلکہ مستحب یہ ہے کہ اس جواب میں اللہ اعلم کہے۔ چنانچہ حدیث باب سے یہ امر روشن ہے''۔ (الابواب والتراجم ص ٥٧)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سابقہ باب "الخروج فی طلب العلم" میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ الفاظ ذکر فرمائے کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "هل تعلم احداً اعلم منك؟" کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے زیادہ بڑا کوئی اور عالم ہے؟ اور مذکورہ باب کے تحت یہ الفاظ وارد ہیں "انا اعلم" لہٰذا یہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وعندی لا مخالفة بينهما" کہ میرے نزدیک ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (فتح الباری. ج۲، ص۱۹۹)

فائدہ:

فتویٰ کے آداب اور ان مسائل پر کئی پہلو سے گفتگو کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

1. الشیخ حامد العماوی الدمشقی کی کتاب "صلاح العالم بافتاء العالم
2. فتاویٰ ابن الصلاح
3. " الفتاوی المصریۃ "للعز بن عبد السلام
4. فتاوی النووی
5. فتاوی شمس الدین الرملی

نوٹ:

صلاۃ الرغائب سے متعلق ابن الصلاح اور العز بن عبد السلام کے درمیان جو اختلاف رائے ہوا تھا وہ بھی تاریخی شہرت کا حامل ہے امام سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبری میں خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا۔

فائدہ نمبر ۲:

مذکورہ واقعہ سیدنا موسیٰ و خضر علیہما السلام کا ہے بعض لا علم اور جہلاء طبقہ خضر علیہ السلام کو حیات سمجھتا ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں یہ فاسد اور باطل نظریہ قرآن وسنت سے دور ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے کہ !

"تمہاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے سو برس کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر ہے وہ باقی نہیں رہے گا"۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۱۶)

لہٰذا اس حدیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو بھی کوئی زمین پر زندہ تھا وہ انتقال کر گیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے دوران فرمایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللھم ان تھلك ھذہ العصابة لا تعبد فی الارض"

"اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی"

یہ جماعت تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ان کے ناموں کی مع باپ وقبیلہ فہرست موجود ہے جو معروف ہے۔ مگر اس میں خضر علیہ السلام کا نام تک نہیں۔

خضر علیہ السلام کی حیات کے دلائل کا تجزیہ:

خضر علیہ السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی صلبی بیٹے تھے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے۔ان کی عمر کو دراز کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ دجال کی تکذیب کریں گے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں رقمطراز ہیں: دارقطنی نے اس کو دواد بن جراح عن مقاتل بن سلیمان عن الضحاک کے طریق سے روایت کیا ہے۔دؤاد بن جراح ضعیف مقاتل متروک ہے ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔لہذا یہ روایت ضعیف ہونے کا ساتھ ساتھ منقطع بھی ہے۔(الاصابة ص ۴۲۹)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

ایک روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے کہہ رہا تھا: "یا من لا یشغلہ سمع عن سمع" اس روایت کے آخر میں ہے وہ کہہ رہا تھا جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے۔امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اس کا ایک راوی محمد بن ہروی مجہول ہے دوسرا راوی عبداللہ بن محرز یا محرر متروک ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی۔ابن مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری اس سے ملاقات ہوئی ہے میرے نزدیک اس سے تو بکری کی مینگنی زیادہ محبوب ہے۔(کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۱۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خضر علیہ السلام کی تعزیت:

مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو صحابہ جمع تھے۔ایک خوبرو سفید داڑھی والا آدمی داخل ہوا روایت کے آخری الفاظ ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہے۔

(المستدرك الحاکم ج ۳ ص ۵۵)

مذکورہ بالا روایت میں عباد بن عبدالصمد ہے۔امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سخت ضعیف ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے۔امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں سخت ضعیف ہے۔ابن عدی فرماتے ہیں ضعیف اور غالی شیعہ تھا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کے علاوہ اور بھی کئی روایات ہیں جو خضر علیہ السلام کی زندگی کو ثابت کرتی ہیں مگر وہ تمام روایات ضعیف، منقطع اور ناقابل حجت ہیں۔

فائدہ نمبر ۳:

مذکورہ بالا حدیث میں علم کے لیے سفر کرنا ثابت ہوا۔ کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بطور غرض علم کے آپ سفر پر نکلے اور کوئی بعید نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ علم کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اس حدیث سے بھی دلیل لیتے ہیں جیسا کہ سابقہ باب "خروج فی طلب العلم" میں ثابت فرمایا۔ سلف میں ان گنت ایسے واقعات معروف ہیں جن سے طلب علم کے سفر کو اختیار کرنا اور مشقت برداشت کرنا کو پسند کیا گیا ہے۔ چند واقعات نظر قرطاس ہیں:

1. سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے آپ نے ایک مہینہ کا مشقت کے ساتھ سفر کیا صرف ایک حدیث کی خاطر۔ (الرحلة للخطیب ص۱۰۹. ابن عاصم فی "السنة" رقم ۵۱۴)
2. سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (المتوفی ۸۰ھ) نے ایک حدیث میں شک کے ازالہ کے لیے سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جس کے لیے آپ نے مصر کا سفر طے کیا۔ (حسن المحاضرة فی اخبار المصر والقاهرة. ج۱. ص۸۶)
3. سیدنا عبداللہ بن فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ بیت المقدس سے مدینہ طیبہ سیدنا عبداللہ کے پاس دین کی کوئی بات پوچھنے کے لیے روانہ ہوئے جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ تشریف لے گئے ہیں، جب وہ مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ طائف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ طائف پہنچے اور ان سے حدیث حاصل کی اور واپس روانہ ہو گئے۔

(المستدرك. ج۱. ص۲۵۷. وقال الذهبی صحیح)

4. سیدنا سعید المسیب رحمہ اللہ (المتوفی ۹۴ھ) کا بیان ہے کہ میں صرف ایک حدیث کے لیے کئی کئی دنوں اور راتوں کا سفر طے کیا کرتا تھا۔ (معرفة علوم الحدیث. ص۸)
5. سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۵ھ) جو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خصوصی شاگرد تھے اور محدث وفقیہ بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں چودہ سال سرگردان رہا، آخر اس کا علم ہوا تو اطمینان نصیب ہوا۔ (فتح القدیر. ج۱. ص۴)
6. سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے صرف ایک حدیث کی خاطر مدینہ سے مصر تک سفر کیا جس کی مسافت ایک ماہ بنتی ہے۔ (مسند حمیدی. ج۱. ص۱۸۹)
7. عبیداللہ بن عدی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کے لیے مدینہ طیبہ سے عراق تک کا سفر کیا جو ایک ماہ تک کی مسافت کا ہے۔ (فتح الباری. ج۱. ص۱۷۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الوضوء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ

بغیر وضوء کے نماز قبول نہیں ہوتی

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ". قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ. (صحیح البخاری کتاب الوضوء رقم الحدیث ۱۳۵)

''ہمام بن منبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو حدث ہو اسکی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وہ وضوء نہ کرے ایک شخص جو حضر موت[1] کا رہنے والا تھا پوچھا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدث کسے کہتے ہیں انہوں نے فرمایا پھسکی یا پاد کو۔''

حدیث اور باب میں مناسبت:

بظاہر حدیث کا باب عمومیت پر دلالت کرتا ہے جب کہ حدث ہوا کے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا ہے یہ باب خود ایک حدیث ہے جسے امام ابو عیسیٰ ترمذی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز بغیر طہارت قبول نہیں ہوتی اور چوری کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں ہوتا مگر وہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے موافق نہ تھی۔ مناسبت باب اور حدیث کچھ اسطرح سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر وضوء کے نماز قبول نہیں فرماتا تو اگر کسی سے حدث یعنی ہوا خارج ہو جائے تو وہ نماز کو دہرائے گا اب وہ دوبارہ نماز کو قائم نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ وضو نہیں کرے گا کیوں کہ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہے۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''وهذه الترجمة لفظ حديث رواه مسلم وغيره من حديث ابن عمر وأبوداؤد وغيره من طريق أبي المليح بن اسامة عن أبيه وله طرق كثيرة لكن ليس فيها شيئ على شرط البخاري، فلهذا اقتصر على ذكره في الترجمة وأورد في الباب مايقوم مقامه'' (فتح الباری ج ۱ ص ۳۱۲)

یعنی یہاں جو مراد ہے وہ یہ ہے وضو اور غسل کے لیئے۔ اور یہ ترجمۃ الباب اس کے (الفاظ) مسلم میں ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جس کو امام ابو داؤد نے نکالا جس کے بہت سے طرق ہیں لیکن وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط پر نہیں ہیں اسی لیئے ترجمۃ الباب میں اختصار فرمایا۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جب حدث سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اب بغیر وضوء کے نماز نہ ہوگی۔ لہٰذا باب میں

---

[1] حضر موت یہ ایک جگہ کا نام ہے۔

[2] اس حکم میں مرد اور عورت دونوں یکساں ہیں یا وہ دبر سے نکلے یا فرج سے۔ امام شمس الدین السفیری الشافعی (المتوفی ۹۵۶ھ) رقمطراز ہیں:

''خروج شيئ من قبله أو دبره، ولا فرق بين ان يكون الخارج عينا، أو ريحا ولو كان الريح الخارج من فرج المرأة وذكر الرجل'' (شرح صحیح البخاری للسفیری، ج۳، ص ۱۰۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں چاہے وہ حدث اکبر ہو یا حدث اصغر۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب عمومیت پر قائم فرمایا ہے، اور استدلال خاص حدیث شریف سے فرمایا ہے۔ جو خاص نماز کے لیے ہے کیونکہ سائل کا سوال بھی اسی مسئلہ پر تھا۔

بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان قیل ترجمۃ علی العموم۔ واستدلال بالخصوص لأن المراد بالحدیث المذکور فی الصلاۃ خاصۃ، لأنہ سائلاً سألہ علی ذالك'' (مناسبات تراجم البخاری، ص۳۸)

ڈاکٹر عبدالکریم محسن رقمطراز ہیں:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حدیث سے فساء اور ضراط مراد لینا اس امر کی بناء پر تھا کہ ان کی رائے میں ذکر کو چھونا، بیوی کا مس بر شہوت لمس اور منہ بھر کے قے آنا نقض وضو نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ باب ''من لم یر الوضوء الا من المخرجین'' آگے باب آئے گا''۔(توفیق الباری شرح صحیح بخاری، ج۱، ص۲۰۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو فساء اور ضراط کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ نماز میں یہی دو چیزیں لاحق ہوا کرتی ہیں۔ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر آپ یہ کہیں کہ ترجمۃ الباب عموم پر کیوں ہے؟ اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدث فی الصلاۃ ہے تو یہ اس لیے ہے کہ پھسکی یا پاد ''فساد أو ضراط'' یہی غالب ہے جو نماز میں واقع ہوتی ہے نہ کہ پیشاب یا پاخانہ''۔(المتواری، ص۶۹)

صاحب اوجز المسالک رقمطراز ہیں:

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فساء اور ضراط کے اعم اور اغلب ہونے کے سبب سے ذکر فرمادیا۔ یہ نہیں کہ نقض وضو ان ہی دونوں کے اندر منحصر ہے۔ لہٰذا اگر پیشاب یا پاخانہ کرے تب بھی وضوء واجب ہوگا مگر چونکہ کثیر الوقوع یہی دو چیزیں تھیں، اس لیے انہیں کو ذکر کر دیا''۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کہنا اور صحبت کے وقت بھی

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ، لَمْ يَضُرَّهُ" (صحیح البخاری کتاب الوضوء رقم الحدیث ۱۴۱)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی سے صحبت کرنا چاہے تو یوں کہے بسم اللہ یااللہ ہم کو شیطان سے بچائے رکھ اور جو اولاد ہم کو عطا فرما شیطان کو اس سے دور رکھ پھر اگر اولاد ہو تو شیطان اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

باب اور حدیث میں مناسب:

باب اور حدیث میں مناسبت کچھ یوں ہے کہ بیوی سے صحبت کرنا ایک جسمانی فعل ہے اور وضو کرنا ایک عبادت اور روحانی فعل ہے جب جسمانی فعل میں بسم اللہ کہنا ضروری ہے تو کیوں کر وضو جو عبادت ہے اس میں بسم اللہ کہنا ضروری نہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لیس العموم ظاهراً من الحدیث الذی اوردہ، لکن یستفاد من باب الاولیٰ لانه اذا شرع فی حالة الجماع وهی ممّا امر فیه بالصمت فغیرہ الاولیٰ۔۔۔۔۔۔۔ (فتح الباری ج۱ ص ۳۲۲)

"اور عموم ظاہر یہ ہے حدیث سے جس کو باب میں (امام بخاری رحمہ اللہ) نے وارد کیا ہے لیکن مستفاد ہوتا ہے بطریق اولیٰ اس واسطے کہ جب (تسمیہ) جماع کی حالت میں مشروع ہے حالانکہ اس حالت میں چپ رہنے کا حکم ہے تو پھر اس کے علاوہ تو (تسمیہ پڑھنا) اولیٰ ہوگا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جماع کے وقت جب چپ رہنے کا حکم ہے تو اس وقت بھی تسمیہ پڑھنا مسنون ٹھہرا تو کیوں کر دوسرے نیک کاموں میں تسمیہ مشروع نہ ہوگا؟

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ بھی اسی اشارہ فرماتے ہیں کہ:

"التسمیة الوضوٴ بالحدیث الذی أوردہ فی هذا الباب لدلالته علی استحباب تسمیة اللہ عند الوقاع الذی هو أبعد الاحوال عن ذکر اللہ ففی الوضوٴ بالطریق الاولیٰ"۔ (شرح تراجم من ابواب البخاری ص ٦٥)

یعنی وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے والی حدیث کو ترجمۃ الباب میں لایا گیا ہے جو اس بات پر دلالت ہے کہ صحبت کے وقت بھی تسمیہ پڑھنا مستحب ہے جو کہ (یہ فعل) دوسرے احوال سے بعید ہے کہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے (لیکن جب اس میں تسمیہ ثابت ہوگیا تو) باقی اعمال میں بطریق اولیٰ جائز ہے۔یہی تطبیق علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے بھی دی ہے، دیکھیے ارشاد الساری، ج۱، ص۳۲۵۔

(قلت) مزید اگر ترجمۃ الباب میں غور کیا جائے تو مناسبت کچھ اس طرح سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ذکر کیے ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے:

1. جزء عام یعنی علی کل حال
2. جزء خاص یعنی عند الوقاع ہے۔

اب ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ پہلے جزء میں ہر نیک کام کی ابتداء تسمیہ سے ثابت ہوئی اور دوسرے جزء میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ ''اذا اتی اھلہ'' سے مراد بیوی کے پاس آنا یعنی ''عند الوقاع'' ثابت ہوا۔ مزید اگر غور کیا جائے تو آدمی جب اپنی بیوی کے پاس صحبت کی غرض سے جاتا ہے تو فارغ ہونے کے بعد اسے وضوء کرنا چاہیے جب وہ وضو کرے گا تو اس کی ابتدا میں تسمیہ پڑھنا مشروع ہے، کیونکہ بغیر تسمیہ کے وضوء نہیں۔ پس یہاں سے بھی ترجمۃ الباب میں مناسبت ہوگی۔

لہذا باب اور حدیث میں مناسبت یہی ہے کہ جماع ایک جسمانی فعل ہے جب اس میں تسمیہ ہے تو پھر وضو ایک روحانی اور جسمانی فعل ہے تو اس میں بھی تسمیہ بطریق اولی ہوگا۔ اللہ اعلم

بَابُ اِلْتِمَاسِ الْوُضُوْءِ اِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ

جب نماز کا وقت آجائے تو پانی تلاش کرنا

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَضُوْءٍ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوا مِنْهُ. قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ"

(صحیح البخاری کتاب الوضوء رقم الحدیث ۱۶۹)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آگیا لوگوں نے پانی تلاش کیا جب انھیں پانی نہ ملا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کا پانی لایا گیا رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی برتن میں وضو کریں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔''

باب اور حدیث میں مناسبت:

بظاہر حدیث اور باب میں اختلاف نظر آرہا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے بڑے دقیق انداز سے ایک بہت بڑے مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا ہے علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''التنبیہ علی ان الوضوء لایجب قبل الوقت'' (المتواری ص ۷۰)

اس باب میں اس طرف تنبیہ کی گئی ہے کہ وضوء وقت سے قبل واجب نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''اراد الاستدلال علی انہ لایجب طلب الماء للتطہیر قبل دخول الوقت، لان النبی ﷺ لم ینکر علیھم التأخیر فدل علی الجواز''۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ کا طریقہ استدلال یہ ہے کہ پاکیزگی کا پانی (یعنی وضوء کا) وقت سے قبل حاصل کرنا واجب نہیں۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ باب میں ذکر ہے "فالتمس الماء" اور تحت الباب جو حدیث ہے اس میں مذکور ہے "فالتمس الناس الوضؤ" اور یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو نزول آیت تیمم میں ہے جس کا ذکر کتاب التیمم میں مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۰)

لہذا اگر باب کی طرف نگاہ دوڑائیں تو وہاں بھی اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب نماز کا وقت آ جائے تو پانی تلاش کرنا اور حدیث بھی اسی طرف ہی اشارہ کرتی ہے کہ جب نماز کا وقت آ گیا تھا تب ہی صحابہ کرام پانی کی تلاش میں نکلے یہی مناسبت ہے باب اور حدیث کی۔

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے معجزے کا ذکر ہے یاد رہے کہ معجزہ دکھانا صرف اللہ تعالیٰ کی ہی منشاء پر موقوف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (غافر:۷۸)

"کسی رسول کے اختیار میں نہیں کہ وہ کوئی معجزہ دکھا سکے مگر جب اللہ چاہے۔"

مغربی تعلیم سے متاثر زدہ حضرات نے کئی مرتبہ معجزات کا انکار کیا ہے مستشرقین کا تو وطیرہ ہی اسلام پر طعن کرنا ہے مگر نام نہاد مسلمان کہلانے والے بھی اپنے باطل نظریات کی ترقی و ترویج کے لئے معجزات کا انکار کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کے رد میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام "کتاب النبوات" اور "الصفدیة" جس میں آپ نے ان معجزات کے منکروں کا علمی رد فرمایا ہے قرآن مجید میں نصوص کے ساتھ معجزات کا ذکر موجود ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی ان گنت واقعات معجزات پر دال ہیں جس کا انکار نفس پرستی اور کفر کے سوا کچھ نہیں۔ مثلاً

1. آگ کا ٹھنڈا ہونا ابراہیم علیہ السلام کے لئے۔ الانبیاء ۲۱/ ۶۹-۷۰
2. عصائے موسیٰ اور ید بیضا: النحل۔ طہٰ ۲۰/ ۲۰-۲۱
3. دریا کا پھٹنا موسیٰ اور انکی امت کے لئے۔ البقرۃ ۲/ ۵۰
4. بارہ چشموں کا پھٹنا بنی اسرائیل کے لئے۔ البقرۃ ۲/ ۲۰
5. عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور وفات۔ مریم ۱۹/ ۱۲-۳۴ النساء ۴/ ۱۰۷
6. مردوں کو زندہ کرنا عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ۔ المائدۃ ۵/ ۱۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کے معجزات:

❶ انشقاق قمر، القمر ۵۴ / ۱

❷ واقعہ اسراء ۱۷ / ۱

ان کے علاوہ کئی معجزات کا مزید ذکر ملتا ہے اب انکا انکار کفر کے سوا کچھ نہیں۔

موجودہ دور میں ایسے کئی گمراہ نظریات کے حامی موجود ہیں جو مغربی تعلیم سے متاثر ہو کر اتنے اندھے ہو گئے کہ مسلمان کا لبادہ اوڑھ کر معجزات کا انکار کر بیٹھے کیوں کہ اہل مغرب کے ہاں جو بات مافوق الفطرت (Supper Natural) یا خرق عادت ہو وہ اسے ناممکن یا خلاف عقل سمجھ کر رد کر دیا کرتے ہیں۔ اس مغربی روشنی میں بہنے والے سرسید احمد خان بھی سرفہرست ہیں جنہوں نے مغربی تعلیم کی آبیاری اور اسکی ترویج کے لیئے کئی معجزات کا انکار کر بیٹھے ۱۸۷۷ء میں آپ نے ہندوستان میں علی گڑھ کالج کی داغ بیل ڈالی۔ مذید یہ کہ اسی دور میں آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی اور اپنے نظریات کے حامل مذموم عقائد کو عوام تک ارسال کیا۔ سرسید احمد نے نظریہ ارتقاء اور اس جیسے کئی بناوٹی (Theory) سے متاثر تھے اور ان نظریات کے حامل تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ نے!

❶ انبیاء کے معجزات کا انکار کیا یا پھر اسکی غلط تاویل پیش کی۔

❷ معجزات کے علاوہ وہ باتیں جو خوارق عادت میں سے تھیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے اس میں ایسی تاویلات پیش کیں جو مضحکہ خیز ہیں۔

❸ ڈارون نظریہ سے متاثر ہو کر آدم علیہ السلام کا فرد واحد یا نبی ہونے کا بھی انکار کر دیا۔

❹ کئی مقامات پر فرشتوں کے معاملے میں بھی عجیب باتیں لکھیں جس سے ایمان بالغیب پر زد پڑتی ہے۔

❺ دور جدید کے مسائل کو سامنے رکھ کر اسلامی عقائد کا حلیہ بگاڑ دیا وغیرہ وغیرہ۔

ایسے لوگوں سے آج بھی دینی علم حاصل کیا جارہا ہے جو کہ گمراہی کی دلیل ہے سچ کہا تھا امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے!

”صغیر (عقل پرست) سے علم حاصل کیا جائے گا“ (کتاب الذھد، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ص ۶۱)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بَابُ اِسْتِعْمَالِ فَضْلِ وُضُوْءِ النَّاسِ

لوگوں کے وضوء سے جو پانی بچ رہا ہو اس کو استعمال میں لانا

وامر جریر بن عبد اللہ اھلہ ان یتوضؤا بفضل سواکہ

"جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں سے کہا انکی مسواک کرنے کے بعد جو پانی بچ گیا اس سے وضوء کر لیں۔"

"أَبَا جُحَيْفَةَ، يَقُولُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ فَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ" (صحیح البخاری کتاب الوضوء رقم ۱۸۷)

"ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو ہم پر برآمد ہوئے وضوء کا پانی آپ کے پاس لایا گیا آپ نے وضو کیا پھر لوگ آپ کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے لگے اور بدن پر ملنے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور عصر کی دو رکعتیں (کیوں کہ آپ مسافر تھے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برچھی گڑی تھی اور ابو موسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا اور اپنے منہ اور ہاتھ اس میں دھوئے اور اسی میں کلی کی پھر بلال اور ابو موسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس میں سے دونوں پی لو اور اپنے منہ اور سینوں پر ڈالو۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

وضوء کا بچا ہوا پانی سے مراد وہ پانی ہے جو وضو کے برتن میں بچ جائے جو پانی وضو کرنے والا استعمال کرے اور اسکے اعضاء سے جو پانی ٹپکے اُسے مستعمل پانی کہا جاتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا ہے کہ لوگوں کے بچے ہوئے وضو کے پانی کو استعمال میں لانا جو بچے ہوئے پانی کو نجس قرار دیتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے فعل کو نقل فرمانے کے بعد حدیث کا ذکر فرمایا ہے جریر بن عبد اللہ کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ اور دار قطنی رحمہ اللہ نے نکالا ہے اس کے ایک طریق میں یہ ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ مسواک کر کے اس کا سرا پانی میں ڈبو دیتے تھے ایسا کرنے سے وہ مستعمل ہو گیا اور جب انہوں نے اپنے گھر والوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تو وہ پانی پاک ہوا۔ (دیکھیے فتح الباری ج ۱ ص ۳۹۰)

جہاں تک تعلق ہے باب اور حدیث کا تو باب کے قیام کا مطلب یہی ہے کہ لوگوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا اور حدیث میں ذکر موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی لایا گیا آپ نے وضو کیا پھر لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لینے لگے اور بدن پر ملنے لگے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی صحابہ نے اپنے جسموں پر لگایا، اس سے مراد یہی ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی پاک ہے جب جسموں پر لگایا جانا ثابت ہوا تو اس سے وضو کرنا بھی بالاولی درست ہے۔ کیوں کہ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ وضو کا بچا ہوا پانی پاک نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: مقصودہ: الرد علی من زعم أن: الماء المستعمل فی الوضوء لایتطھرہ۔ (المتواری ص ۷۱)

"ابن منیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد ان لوگوں کا رد ہے جو وضوء کا پانی جو استعمال شدہ ہے اس کو پاک تسلیم نہیں کرتے"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد استشکل ایراد البخاری لہ فی ھذا الباب المعقود لطھارۃ الماء المستعمل، واجیب بأنہ ثبت ان السواك مطھر للفم۔۔۔۔۔۔" (فتح الباری ج۱ ص ۳۹۰)

"اور مشکل جانا گیا ہے امام بخاری کا اس باب کے واسطے جو انہوں نے قائم فرمایا ہے کہ جو مستعمل پانی ہے وہ پاک ہے اور جواب دیا گیا ہے مسواک منہ کو پاک کرتی ہے پھر جب یہ پانی میں ملے اور پھر حاصل کیا جائے (اس پانی سے) وضو کو تو ہو گا اس میں استعمال کرنا مستعمل پانی کا وضو کے لیے"

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وتعقب العینی المؤلف بأنہ لا مطابقۃ بین الترجمۃ وھذا الاثر، لان الترجمۃ فی استعمال فضل الماء الذی یفضل من المتوضیء، وھذا الأثر ھو الوضوء بفضل السواك۔۔۔" (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج۱، ص۳۷۸)

"علامہ عینی نے تعاقب کیا کہ ترجمۃ الباب اور اثر میں مناسبت نہیں ہے، کیونکہ ترجمۃ الباب میں وضو کرنے والے کا بچا ہوا پانی کو کام میں لانے کے بارے میں اور اثر اس وضوء کے پانی پر دلالت کرتا ہے جو مسواک کا بچا ہوا ہو۔ (امام قسطلانی جواب دیتے ہیں کہ) یقیناً مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی کا باعث ہے جب کہ وہ پانی میں مل جائے اور پھر اس سے وضو کو حاصل کرنا طہارت کے لیے (تو پھر جب مسواک کے پانی سے وضو درست ہوا تو بالاولی یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے) یقیناً مسواک کا بچا ہوا پانی وہ ہے جو ستھرا ہوتا ہے وضوء کرنے والے کے لیے کہ وہ اس پانی سے وضو کرے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ

نیند سے وضو کرنے کا بیان اور جس شخص نے ایک دو بار اونگھنے سے یا ایک آدھ جھونکا لینے سے وضو لازم نہیں سمجھا اس کی دلیل

"عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ "إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لاَ يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ" (صحیح البخاری ج۱ کتاب الوضوء رقم ۲۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں نماز پڑھنے میں اونگھے تو وہ سو رہے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ اس پر سے جاتا رہے کیوں کہ اونگھنے میں اگر کوئی نماز پڑھے تو معلوم نہیں (منہ سے کیا نکلے) وہ چاہے بخشش طلب کر رہا ہے یا اپنے آپ کو بددعا دے رہا ہے"۔

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ اونگھنے سے وضو کا اعادہ لازم نہیں آتا اور اس کے ذیل میں حدیث مبارک سے استدلال اخذ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس نماز (جس میں نیند کا غلبہ اونگھ ہو) کو دوبارہ پڑھے تو معلوم ہوا کہ اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

علامہ ناصر الدین ابن المنیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

"فیہ یدل علی ان النعاس الیسیر لاینافی الطھارۃ" (المتواری ص ۴۳)

"اس میں (باب اور حدیث کی مناسبت) یہ ہے کہ اونگھ جو ہے طہارت کے منافی نہیں ہوتی (یعنی اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ورنہ اس علت کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ واضح حکم صادر فرماتے کہ وہ پھر نئے سرے سے وضو کرے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۱۶)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

مطابقۃ ھذا الحدیث والذی بعدہ للترجمۃ تفھم من معنی الحدیث، فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما اوجب قطع الصلاۃ، وامر بالرقاد دل ذالک علی انہ کان مستغرقاً فی النوم فانہ علل ذالک بقولہ: فان احدکم۔۔۔۔۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۵)

"علامہ عینی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ صرف اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی نماز جب تک کہ بندہ نیند میں غرق نہ ہو جائے چاہے وہ تھوڑی ہی دیر کے لیئے کیوں نہ ہو اور یہی علت ہے حدیث میں مذکور۔ لہذا حدیث اور باب میں مناسبت ظاہر ہے"۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

وضو پر وضو کرنا بغیر حدث کے

۔۔ أَنَسٍ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ. قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قَالَ يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوءُ مَا لَمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یُحْدِثْ" (رقم الحدیث ۲۱۴)

"انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے عمرو بن عامر نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم لوگ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم کو تو ایک ہی وضو کافی ہوتا جب تک حدث نہ ہو۔"

"سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ قال: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام خیبر حتی اذا کنا بالصہباء، صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العصر، فلما صلی دعا بالاطعمۃ، فلم یؤت الا بالسویق فأکلنا وشربنا، ثم قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المغرب فمضمض ثم صلی لنا المغرب ولم یتوضأ" (صحیح بخاری. کتاب الوضوء، رقم: ۲۱۵)

"سیدنا سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا ہم خیبر والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جب صہباء پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے کھانے منگوائے، مگر (کھانے میں) صرف ستو ہی لایا گیا۔ سو ہم نے (اُسے) کھایا اور پیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے (صرف) کلی کی، پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا"۔

حدیث اور باب میں مناسبت:

کئی علماء نے اختلاف فرمایا کہ ہر نماز کے لئے تجدید وضو لازم ہے کہ نہیں بعض اہل علم نے اس کو واجب قرار دیا ہے اور بعضوں نے اسکی نسخ کی طرف دلیل پیش کی ہے۔ امام الدارمی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"لا وضوء الا من حدث"

"حدث کے بغیر وضو نہیں ہے"

یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ!

" وجزم بان الاجماع استقر علی عدم الوجوب" (فتح الباری ج ۱ ص ۳۱۹)

"یعنی بغیر حدث کے وضو برقرار رہتا ہے اسی مسئلے پر اجماع ہے"

شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"(ہر نماز کے لیئے بغیر حدث کے نیا وضو کرنا) ثابت ہے استحباب کے طور پر نہ کہ واجب ہے۔"

(شرح تراجم ابواب البخاری ص ۹۱)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نمازی کے لیئے ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا پر اکتفا کیا گیا ہے جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے، اور یہ وہ حکم ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار نہیں دیا بلکہ (ہر نماز کے لیئے بغیر حدث کے وضو کرنا) فضیلت کو حاصل کرنا ہے"۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان اقتباسات پر غور کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لیئے وضو بغیر حدث کے واجب نہیں مگر افضیلت کو پاتا ہے۔
لہذا حدیث اور باب میں مناسبت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ بغیر حدث کے وضو پر وضو کرنا افضیلت تو ہے پر واجب نہیں اس موقع پر دو احادیث کا ذکر فرمایا ایک سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا مستحب عمل ہے اگرچہ اگلا وضو نہ ٹوٹا ہو دوسری حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ تازہ وضو کرنا کچھ واجب نہیں جب کہ اگلا وضو قائم ہو کیوں کہ دوسری حدیث اس مسئلے پر واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وضو سے دو نمازیں پڑھیں یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث کی مناسبت معلوم ہوتی ہے۔

بَابُ الْكَبَائِرِ أَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ

پیشاب سے احتیاط نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ"، ثُمَّ قَالَ "بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ". ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً. فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ "لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ إِلَى أَنْ يَيْبَسَا" (صحیح البخاری کتاب الوضوء رقم الحدیث ۲۱۶)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ یا مکہ کے کسی باغ پر سے گزرے وہاں دو آمیوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں نہیں پھر فرمایا البتہ بڑا گناہ ہے ان میں ایک تو اپنے پیشاب کی احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے ٹہنی منگوائی اس کے دو ٹکڑے کرکے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا (گاڑ دیا) لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا شاید جب تک وہ سوکھیں نہیں انکے عذاب میں تخفیف رہے۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو کبیرہ گناہ کا مرتکب ٹھہرایا۔ امام بخاری نے باب کے تحت جو حدیث پیش کی ہے اس میں بھی یہی مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے آپ نے اس جرم کو کبیرہ گناہ قرار دیا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔ رہی بات یہ کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی بڑے گناہ کے سبب نہیں پھر آپ نے خود ہی فرما دیا کہ ہاں بڑا گناہ ہے تو اس تعارض کا کیا جواب ہوگا؟
اس تعارض کا جواب کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ا) آپ ﷺ کو اس وقت اس کا علم نہ ہوگا کہ جب آپ نے فرمایا کہ کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب نہیں دیا جارہا۔ پھر وحی کے ذریعے آپ کو اطلاع دے دی گئی کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا اور غیبت کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

(ب) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے پہلے اس فعل کو کبیرہ نہیں کہا اس لیے کہ لوگوں کے نزدیک اس فعل کو کبیرہ میں شمار نہ کیا جاتا ہو لیکن آپ نے اس فعل کے بارے میں آگاہی دے دی کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

(ج) یہ بھی ممکن ہے کہ ابتدا میں شریعت نے اس فعل کو کبیرہ گناہوں میں شمار نہ کیا ہو لیکن بعد میں اسے کبیرہ گناہ کہہ کر اس فعل کے قبیح ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا ہو جس کے تائید صحیح ابن حبان کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں کہ:

"یعذبان عذاباً شدیداً فی ذنب هین" (فتح الباری ج۱ ص ۴۲۲)

"ان دونوں پر سخت عذاب ہو رہا ہے ہلکے گناہ میں"

ابن حبان کی اس حدیث نے واضح کر دیا کہ آپ ﷺ نے پہلے فرمایا تھا کہ کسی کبیرہ گناہ کے سبب انکو عذاب نہیں دیا جارہا تو اس سے مراد یہ ہے کہ گناہ تو ہلکا تھا لیکن عذاب کے اعتبار سے یہ کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وما یعذبان بکبیر یعنی عند کم وهو کبیر یعنی عند الله کقوله تعالیٰ: "وتحسبونه هینا وهو عند الله العظیم" الآیة واختلفوا فی الکبائر، فقیل: الکبائر سبع، وقیل تسع۔۔۔" (الکواکب الدراری ج۲ ص ۶۳)

ان دونوں کو قبر میں کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب نہیں دیا جارہا تھا یعنی یہ آپ کے نزدیک ہے (کہ پیشاب سے نہ بچنا چھوٹا گناہ ہے مگر) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

"اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی" (النور ۱۵)

عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واختلف فی معنی قوله: (وانه کبیر) فقیل: یحتمل انه ﷺ ظن ان ذالك غیر کبیر، فأوحی الیه فی الحال بأنه کبیر، وتعقب، بأنه یستلزم أن یکون نسخاً، وهو لا یدخل الخبر، وأجیب: بأن الخبر بالحکم یجوز نسخه، فقوله "وما یعذبان فی کبیر" اخبار الحکم فاذا اوحی الیه انه کبیر، فأخبر به کان نسخاً لذالك الحکم"

(ضیاء الساری فی مسالك ابواب البخاری، ج۳، ص ۵۰۲)

یعنی نبی کریم ﷺ کا فرمان: "کہ وہ کبیرہ گناہ ہے"۔ اس میں اختلاف ہے، پس کہا گیا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ آپ علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ (پیشاب سے نہ بچنا) کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے یہ خبر دی گئی کہ وہ کبیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گناہ ہے۔ اور تعاقب یہ ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور وہ خبر میں داخل نہیں ہے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ جب خبر حکم کے ساتھ ہو تو اس کا منسوخ ہونا جائز ہے (اہل علم کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں)"۔

امام عبداللہ بن سالم رحمہ اللہ کی اس گفتگو سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پہلا حکم منسوخ ہوگا اور بعد کا حکم ناسخ ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان دونوں کو کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب نہیں دیا جا رہا تھا پھر آپ ﷺ پر وحی کی گئی کہ وہ کبیرہ گناہ ہے تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں ہاں وہ کبیرہ گناہ ہے"۔ (شرح تراجم ابواب البخاری. ص ۹۲)

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابن دقیق العید وغیرہ فرماتے ہیں کہ وہ مشقت کے اعتبار سے بڑا گناہ نہیں ہے مگر وعید کے اعتبار سے کبیرہ گناہ میں داخل ہے۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ "ان دونوں کو سخت عذاب ہو رہا ہے ہلکے گناہ کی وجہ سے"۔

(ارشاد الساری. ج۱. ص۲۸۷)

اور کبیرہ گناہ میں اختلاف ہے (کہ انکی تعداد کیا ہے) بعضوں نے کہا کہ وہ سات ہیں بعض نے کہا کہ وہ نو کی تعداد میں ہیں اور بھی کہا گیا ہے کہ ہر معصیت، ہر وہ گناہ جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے آگ کی یا لعنت کرتا، غضب کرتا ہے یا عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کبیرہ گناہوں کے بارے میں کہ کیا وہ سات ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سات سو کے قریب ہیں۔

امام ذھبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) نے کبیرہ گناہوں کے بارے میں ایک ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے جس میں آپ نے ستر (۷۰) کبیرہ گناہوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(دیکھئے کتاب الکبائر للذھبی ص ۱۳۲)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

ان دونوں کو کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب نہیں دیا جا رہا پھر آپ علیہ السلام پر وحی کی گئی کہ وہ کبیرہ گناہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں ہاں وہ بڑا گناہ ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف میں علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بحث فرمائی ہے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی جامع ہے کہ جس گناہ پر کسی طرح کی وعید آئی ہے یعنی حد شرعی جیسا کہ قتل، زنا اور چوری کرنا جہنم کی وعید یا لعنت وارد ہوئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے"

(الاحزاب)

ان گزارشات واقتباسات سے واضح ہوا کہ لوگوں کے نزدیک یہ چھوٹا گناہ ہے مگر عذاب کے اعتبار سے کبیرہ گناہ ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ:

مذکورہ بالا حدیث میں واضح طور پر عذاب قبر کی وعید ہے اور واضح اشارہ موجود ہے کہ عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے کسی برزخی قبر کا کوئی شریعت میں وجود ہی نہیں ہے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں قبر کا تصور اسی ارض قبر کے ساتھ خاص ہے جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ۔

"فلولا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر"

"اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مردے دفنانا چھوٹ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے"

(صحیح مسلم کتاب الجنة و نعیمها رقم ۷۲۱۳)

اس حدیث سے واضح طور پر یہ مسئلہ منکشف ہوا کہ عذاب قبر اسی جگہ ہوتا ہے جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیوں کہ اگر اس ارضی قبر کے علاوہ کوئی اور قبر کا تصور ہوتا تو آپ ﷺ کے یہ الفاظ کہ تم مردے دفنانا چھوڑ دوگے بغیر کسی مقصد کے ہو جاتے غور فرمائیں کبھی یہ جملہ آپ ﷺ نے جہنم کے عذاب کے لیے فرمایا؟ کیوں کہ ہم جہنم میں کسی کو دفن نہیں کرتے اسی ارضی قبر میں ہی دفن کرتے ہیں جہاں میت کو راحت یا عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر عذاب قبر کا ذکر فرمایا ہے اور اس پر مختلف قسم کے ابواب قائم کیے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ عذاب قبر اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے۔ برزخی قبر کا تصور کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ صرف بدعتی گروہ کا خیال ہے۔۔۔۔

امام بخاری رحمہ اللہ ابواب قائم فرماتے ہیں کہ:

❶ باب الدخول على الميت بعد الموت

❷ باب الرجل ينعى الى اهل الميت بنفسه

❸ باب قول الرجل للمراة عند القبر اصبرى

❹ باب غسل الميت و وضوءه بالماء والسدر

❺ مواضع الوضوء من الميت

❻ زيارة القبور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

7. كيف الاشعار للميت
8. قول النبي ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه
9. ما يكره عن النياحة على الميت
10. الحنوط للميت
11. قول الميت وهو على الجنازة قدموني
12. يكره من اتخاذ المسجد على القبور
13. الصلاة على القبر بعد ما دفن
14. الميت يسمع خفق النعال
15. دفن الرجلين او الثلاثة في قبر واحد
16. اللحد والشق في القبر
17. بناء المسجد على القبر
18. عذاب القبر من الغيبة والبول
19. الميت يعرض عليه مقعده
20. ما جاء في عذاب القبر

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان مقامات پر قبر کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کی واضح تشریح بھی فرمائی ہے اور آپ رحمہ اللہ نے بخاری میں سترہ مقامات پر قبر کے نام سے ابواب قائم کیئے ہیں۔

جو واضح طور پر دلیل ہے کہ عذاب قبر اسی ارضی قبر میں ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○﴾ (طہ ۲۰/ ۵۵)

"اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے تم سب کو دوبارہ نکال کھڑا کریں گے"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین سے پیدا فرمایا ہے اور زمین میں ہی اس کو موت آئے گی اور اسی زمین ہی میں لوٹایا جائے گا اور وہ زمین سے ہی دوبارہ قیامت میں کھڑا کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک مومن اپنی قبر میں سرسبز و شاداب باغ میں ہوتا ہے اور اس کے لیے قبر ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح اس میں روشن کر دی جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ آیت "فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا" کیا ہوتا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ عذاب قبر ہے جو قبر میں کافر کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جاتا ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک کافر پر ننانوے اژدھے مسلط کئے جاتے ہیں۔ جانتے ہو اژدھے کیا ہوتے ہیں؟ ایک اژدھا ستر سانپوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ہر سانپ کے سات سر ہوتے ہیں جو کافر کو قیامت تک ڈستے اور کاٹتے رہیں گے۔" (ابن حبان کتاب الجنائز رقم ۳۱۱۲)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ عذاب قبر پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ!

باب ہے اس دلیل کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا" سے اس بات کی نفی لازم نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دو مرتبہ سے زیادہ زندہ کرے۔

جو شخص عذابِ قبر کا انکار کرے اور دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے کسی کو بھی قبر میں زندہ نہیں کرے گا اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرے۔

﴿رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ (المؤمن:)

"اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی"

اسی طرح کی دیگر آیات جن میں دو زندگیوں کا تذکرہ ہے ان سے دو سے زیادہ زندگیوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ پس ان (دلائل) کو سمجھو اور مغالطہ نہ دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ﴾ (البقرۃ:۲۵۹)

"یا جیسا کہ وہ شخص جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر وہ بولا کیونکر زندہ کریگا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے مرے پیچھے پھر اسے موت دے دی اللہ نے سو ۱۰۰ سال تک پھر دوبارہ زندہ کر دیا اسے"

پس اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو قیامت سے پہلے دو مرتبہ زندہ فرمایا یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو دو مرتبہ زندہ کیا۔ دوسری مرتبہ تو اس وقت زندہ کیا جب کہ وہ پورے سو سال تک مردہ رہے۔ پھر قیامت کے دن تیسر مرتبہ انہیں زندہ کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ﴾ (البقرۃ: ۲۴۳)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو نکل گئے تھے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں (کی تعداد میں) تھے۔ موت سے ڈر کر پھر کہا انہیں اللہ نے کہ مر جاؤ پھر زندہ کر دیا ان کو"

میں نے اپنی پہلی کتاب، کتاب معانی القرآن میں بیان کیا ہے کہ بے شک یہ حکم امر تکوین ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مار ڈالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا جیسا کہ موتوا کے الفاظ واضح کرتے ہیں کیونکہ آیت کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان پر موت طاری کر دی گئی تھی۔ پھر ان کو زندہ، مر جانے کے بعد کیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثم احیاھم پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو (دوبارہ) زندہ کیا۔ یہ الفاظ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ وہ سب مر چکے تھے۔ پھر اللہ نے ان کو موت کے بعد زندہ کیا۔ پس اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پہلے دوسری مرتبہ زندہ کیا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو تیسری مرتبہ زندہ کرے گا۔ پس الکتاب اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو تین مرتبہ زندہ کیا۔ ان جاہلوں کا یہ دعویٰ کہ "قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ قبر میں کسی کو زندہ نہ کرے گا" کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ کتاب اللہ اور سنن نبی ﷺ میں ان کے باطل دعویٰ کے خلاف بات ثابت ہو چکی ہے۔

لہذا عذاب قبر حق ہے اور اس کا تعلق اسی ارضی قبر کے ساتھ ہے اور یہ ایمان میں داخل ہے۔

امام ابو محمد البربہاری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں۔

"والإیمان بعذاب القبر، ومنکر ونکیر"

(اتحاف القاری بالتعلیقات علی شرح السنۃ ج ۱ ص ۱۵۹)

امام ابو محمد البربہاری رحمہ اللہ نے عذاب قبر اور منکر نکیر کو ایمان میں داخل فرمایا ہے۔ عصر حاضر کے محقق الشیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں:

کذلک من عقیدۃ أھل السنۃ والجماعۃ، الایمان بعذاب القبر، ونعیم القبر، فالمیّت اما ان یعذّب فی قبرہ، واما ان ینعم الی ان یبعث یوم القیمۃ۔ (اتحاف القاری ج ۱ ص ۱۵۹)

اسی طرح اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے عذاب قبر پر اس کی نعمتوں پر، میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے یا اسی نعمتوں سے مالا مال کیا جاتا ہے قیامت کے دن تک۔ لہذا عذاب قبر حق ہے یہی عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اور یہی عقیدہ سلف صالحین کا تھا جو اس ایمان، عقیدے سے منحرف ہو گا یقیناً وہ شخص ضال و مضل ہو گا۔ لہذا ہم اللہ تعالیٰ کی عذابِ قبر سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

عذاب قبر کے بارے میں جاننے کے لیے ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے کتاب التوحید اور امام قرطبی کی التذکرۃ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

فائدہ نمبر ۲:

سابقہ احادیث کے مطالعہ کے بعد ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو عذاب قبر میں ملوث کیوں کیا جائے گا؟ قبر سے اس کی کیا مناسبت ہو گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ طہارت عن البول عبادات اور اطاعت کا پہلا قدم ہے اور بعین اسی طرح دوسری طرف قبر کا معاملہ آخرت کے معاملات میں پہلا قدم ہے۔ بروز محشر سب سے پہلا سوال نماز کا ہو گا اور طہارت نماز سے مقدم ہے۔ یہی وجہ ہے عذاب قبر آخرت کی منزلوں میں پہلی منزل ہے۔ جب عبادات کی پہلی منزل میں کوتاہی ہو گی (یعنی طہارت میں) تو آخرت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام منزلیں برباد ہو جائیں گی۔

اس کی تائید نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

"اتقوا البول فانه اول ما یحاسب به العبد فی القبر" (رواہ الطبرانی باسناد حسن)

"پیشاب سے بچو کیوں کہ قبر میں بندے سے پہلا حساب اسی کے بارے میں ہوگا"۔

بعینہٖ یہی جواب عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ نے دیا ہے، آپ رقمطراز ہیں:

"ان القبر اول منازل الآخرة، وفیه أنموذج مایقع فی القیامة من العقاب والثواب، والمعاصی التی یعاقب علیها یوم القیمة نوعان: حق الله، وحق العبادة، اول ما یقضیٰ من حقوق الله: الصلاة، ومن حقوق الناس: الدماء، وأما البرزخ فیقضیٰ فیه مقدمات هذین الحقین ووسائلهما، فمقدمة الصلاة: الطهارة من الحدث والخبث ومقدمة الدماء: النمیمة، فیبدأ البرزخ بالعقاب علیهما" (ضیاء الساری، ج۳، ص۵۰۵)

"یعنی قبر آخرت کی منزلوں میں پہلی منزل ہے۔اسی میں مثال ہے قیامت کے عذاب اور ثواب کا جو واقع ہوگا۔ معاصیت کے دو انجام ہیں قیامت کے روز پہلا حقوق اللہ، دوسرا حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں نماز ہے اور حقوق العباد میں خون ہے۔ (جسکا سوال پہلے کیا جائے گا) اور برزخ میں ان دونوں کے بارے میں فیصلے کے جائیں گے۔ پس جو نماز کا مقدمہ ہے وہ طہارت من الحدث اور خبث (سے شروع ہوگا) اور جو خون کا مقدمہ ہے وہ غیبت سے (شروع ہوگا) پھر ان دونوں پر برزخ میں عذاب کی ابتداء ہوگی"۔

بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ

جب کتا برتن میں پانی پی لے (تو کیا کرنا چاہیے؟)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا۔

(صحیح البخاری کتاب الوضوء رقم الحدیث ۱۷۲)

"جب کتا کسی برتن سے پی لے تو اسے سات مرتبہ دھولو"۔

"حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ، فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ" (صحیح بخاری رقم ۱۷۴)

"حمزہ بن عبداللہ اپنے باپ سے (یعنی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن لوگ ان جگہوں پر پانی نہیں چھڑکتے تھے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی حدیث جو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں واضح طور پر اس کا حل ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے سات مرتبہ پانی سے دھوئیں۔ مگر دوسری حدیث میں صاف طور پر اس کا انکار ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جہاں کتا بیٹھتا تھا اس جگہ کو نہیں دھوتے تھے اس میں تطبیق یہ ہوگی کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: یہ معاملہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا جب کہ مسجد کو کواڑ وغیرہ بھی نہ تھے۔ اس کے بعد جب مساجد کے بارے میں احترام و اہتمام کا حکم نازل ہوا تو اس طرح کی باتوں سے منع کر دیا گیا جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا لوگو! مسجد میں بے ہودہ بات کرنے سے پرہیز کرو تو جب لغویات سے روکا گیا تو دوسرے امور کا بھی یہی حال ہوگا۔ اس لیئے اس سے پہلے حدیث میں کتے کے جھوٹے برتن کے بارے میں سات مرتبہ دھونے کا حکم آیا تھا اب وہی حکم باقی ہے جس کی تائید کئی احادیث سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض احادیث میں کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے بعد آٹھویں مرتبہ مٹی سے دھونے کا بھی حکم آیا ہے۔ مٹی سے اول مرتبہ پھر سات مرتبہ پانی سے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۹۔۲۲۰)

لہذا باب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ باب میں دھونے کے بارے میں یا کتنی مرتبہ کتے کے جھوٹے کو دھویا جائے متعین نہیں مگر حدیث میں سات مرتبہ کا ذکر ہے اور دوسری حدیث جس میں مطلق نہ دھونے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے لہذا نہ دھونا منسوخ ہوا تو دھونا بالاولی درست ٹھہرا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

فائدہ:

مذکورہ حدیث کا تعلق (Zoology) حیوانات کے ساتھ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال قبل ایک ایسی تحقیق کی وضاحت کی جسے آج سائنسدان (Scientist) مانتے ہوئے نظر آرہے ہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی روشن دلیل ہے۔ دو میڈیکل ڈاکٹر باپ اور بیٹی مصر میں مقیم تھے اور یہ دونوں فرانسیسی تھے۔ جب باپ نے یہ حدیث پڑھی تو فوری طور پر کتے کے سامنے ایک برتن میں پانی رکھ دیا جب وہ اس کو پی چکا تو انہوں نے خردبین میں سے دیکھا کہ اس میں جراثیم موجود تھے۔ پانی گرا کر کئی بار دھویا گیا۔ ہر بار جراثیم برتن میں تھے حتی کہ جب مٹی سے مانجھا گیا اور اس کے بعد چیک کیا گیا تو جراثیم نہ صرف مر چکے تھے بلکہ برتن پاک ہو گیا تھا۔ اس پر دونوں ڈاکٹر باپ اور بیٹی مسلمان ہو گئے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنسی تحقیقات کے مصنف رقمطراز ہیں:

> "موجودہ دور کی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ کتے کی تھوک میں وہ جراثیم پائے جاتے ہیں جو کتے کو پاگل بناتے ہیں، جنہیں انگریزی میں ربیی وائرس (Rabies Virus) کہتے ہیں۔ کتا جب کسی برتن کو چاٹے گا تو اگر وہ جراثیم اس برتن کے ساتھ لگ گئے تو وہ جراثیم بغیر مٹی سے مانجھے برتن سے علیحدہ نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ ہی فنا ہو سکتے ہیں۔ خاک میں یہ خاصیت ہے کہ ان جراثیم کو فنا کر دیتی ہے۔ اسی بناء پر اسلام نے مٹی سے مانجھنے کا حکم دیا ہے۔۔۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طویل تجربات و مشاہدات اور طبی تحقیقات نے دونوں حقیقتوں کو واشگاف کر دیا ہے۔ طبی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کتے کے لعاب دہن میں ایک مخصوص قسم کے جراثیم ہوتے ہیں جنھیں ربیی وائرس کہتے ہیں، ان سے ایک انتہائی مہلک اور موذی مرض پیدا ہوتا ہے۔ جس کے اثرات ظاہر ہونے کے بعد کوئی مریض بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ مٹی میں دیگر اجزاء کے علاوہ کثیر مقدار میں نوشادر، شورہ، امونیم اور کیلشیم آکسائیڈ ہوتے ہیں، جن سے اس قسم کے وائرس کی تطہیر ہو جاتی ہے''۔ (سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات، ج۲، ص۲۹۱)

فائدہ نمبر ۲:

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے لیے احادیث میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ کسی حدیث میں تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے تو کسی میں پانچ مرتبہ تو کسی میں سات مرتبہ۔ ابن الملقن رحمہ اللہ ان مختلف روایات پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انه روی من طريق ابی هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً التخيير بين الثلاث الخمس والسبع، فلو كان السبع واجباً لم يخير بينه وبين الباقی لكنه ضعيف كما نبه الدارقطنی فی سننه والبيهقی فی ''خلافيات''۔''

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح. ج۴. ص۲۲۵)

''یعنی وہ روایت بطریق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہیں۔ تین، پانچ اور سات مرتبہ دھونے میں اختیار ہے۔ پس اگر سات مرتبہ واجب ہوتا تو ان میں اختیار نہ ہوتا۔ لیکن (تین اور پانچ کی روایات) وہ ضعیف ہیں جس کا ذکر امام دار قطنی نے سنن میں اور امام بیہقی نے خلافیات میں فرمایا ہے''۔

سنن دار قطنی میں تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے مگر امام دار قطنی فرماتے ہیں اس کی سند موقوف ہے۔

دوسری روایت میں تین، پانچ اور سات مرتبہ کا ذکر ہے۔ اس روایت کے بعد امام دار قطنی فرماتے ہیں عبدالوہاب نے تفرد کیا ہے اسماعیل سے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

تیسری روایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے اس کی سند میں عبدالوھاب بن الضحاک ہے۔ امام نسائی وغیرہ نے فرمایا متروک۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

التعليق المغنی علی سنن الدارقطنی، ج۱، ص۹۲ تا ۹۶۔

التحقيق لابن الجوزی، ج۱، ص۶۴۔

مشكل الآثار للطحاوی، ج۱، ص۲۳۔

الخلافيات للبيهقی، ج۱، ص۲۷۹ تا ۲۸۲

بعض اہل علم نے تین مرتبہ اور پانچ مرتبہ دھونے کے حکم کو منسوخ خیال کیا ہے۔ مگر منسوخ بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جب روایات ضعیف ہیں تو پھر منسوخ کے تکلف میں پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

التحریر للکمال بن الھمام ص ۳۲۹

امیر بادشاہ فی "تیسیر التحریر" ج۳، ص ۶۲

التقریر والتحبیر لابن امیر الحاج، ج۲، ص ۲۶۶

مگر احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوا کرتا بلکہ منسوخیت کے کئی ایک دلائل علماء نے ذکر فرمائے ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے ان کتب کی طرف مراجعت مفید رہے گی۔

نیل الاوطار ۱/ ۴۲	الأم ۱/ ۶
نصب الرایة ج۱، ص ۱۳۱	مغنی المحتاج ۱/ ۸۳
المھذب، ج۱، ص ۵۵	شرح النووی علی مسلم ۳/ ۱۸۵
التنبیه ص ۱۷	الشرح الصغیر ۱/ ۸۵
المجموع، ج۲، ص ۵۸۵	حاشیة الدسوقی ۱/ ۸۳
المغنی ۱/ ۴۳	مقدمات ابن ارشد ۱/ ۲۱
شرح منتھی الارادات ۱/ ۹۷	قوانین احکام الشریعة، ص ۳۵
المحرر ۱/ ۴	فتح باب العنایة ۱/ ۱۴۹
الشرح الکبیر ۱/ ۱۳۸	کشاف القناع ۱/ ۲۰۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الغسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ؟

باب اگر جس کو نہانے کی حاجت ہو وہ اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے اور اس پر سوائے جنابت کے اور کوئی نجاست نہ ہو تو کیا حکم ہے؟:

"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ."

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ (دونوں مل کر) ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے ہم دونوں کے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے۔" (صحیح البخاری کتاب الغسل رقم الحدیث ۲۶۱)

حدیث اور باب مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ کے باب قائم کرنے میں مقصد یہ ہے کہ اگر جنبی کے ہاتھ پر کوئی اور غلاظت یا گندگی نہ ہو اور ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ہاتھ ڈال دے تو پانی نجس نہ ہوگا کیوں کہ جنابت نجاست حکمی ہے نہ حقیقی کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "ان المومن لا ینجس" "مومن یقیناً نجس نہیں ہوتا ذیل میں امام بخاری رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نقل فرمائی کے سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ دونوں ایک برتن سے غسل فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں کے ہاتھ باری باری برتن میں پڑتے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ غسل کی ابتدا میں دونوں نے اپنے ہاتھوں کو غسل کے برتن میں ڈالا ہوگا لہذا مناسبت یہ ہے کہ اگر ہاتھوں پر نجاست نہ ہو تو برتن میں بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے ڈالنا کسی قباحت کا سبب نہیں ہے اور اگر ہاتھ میں کچھ لگا ہوا ہے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل ہاتھوں پر لگی نجاست کو دھو ڈالے جیسا کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل کرنے لگتے تو (پہلے) اپنا ہاتھ دھوتے۔ (صحیح البخاری کتاب الغسل رقم ۲۶۲)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ اس میں جنبی کے لیے جواز ہے غسل کے برتن میں غسل سے قبل ہاتھ ڈالنے کو جب کہ اس میں کوئی اور گندگی نہ لگی ہو جیسا کہ (روایت میں ہے) ہمارے ہاتھ اس میں باری باری پڑتے تھے (غسل کے برتن میں، جو کہ اس بات پر دلالت ہے کہ غسل کا پانی (ہاتھ ڈالنے سے) مفسد نہیں ہوا اور نہ ہی نجس"۔ (ارشاد الساری، ج۱، ص ۴۵۶)

بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں استنباط کچھ یوں ہے کہ غسل کے برتن میں ہاتھ ڈالنا جائز ہے، تمام بدن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حدث کو رفع کرنے سے قبل"۔ (مناسبات تراجم البخاری، ص ۴۲)

"قال المهلب: اشار البخاری الی ان ید الجنب اذا کانت نظیفة جازله ادخالها الاناء قبل ان یغسله لانه لیس بشیء من اعضائه نجساً بسبب کونه جنباً" (فتح الباری، ج۱، ص ۳۷۳)

" امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جنبی کا ہاتھ اگر صاف ہو (یعنی کوئی نجاست نہ لگی ہو) تو غسل کے برتن میں اس کا ہاتھ ڈالنا جائز ہے، غسل سے قبل ایسا نہیں ہے کہ جنابت کی وجہ سے وہ برتن میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔"

لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ، وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مَرَّةً أُخْرَى

باب جنابت میں وضو کر لینے کے بعد باقی جسم دھونا اور وضو کے اعضاء دوبارہ نہ دھونا:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَضُوءَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، أَوِ الْحَائِطِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا" (صحیح البخاری کتاب الغسل رقم ۲۷۴)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا رسول اللہ ﷺ نے نہانے کا پانی رکھا تو (پہلے) آپ نے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر دو بار یا تین بار پانی ڈالا پھر اپنی شرمگاہ دھوئی پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر دو یا تین بار رگڑا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ دھویا اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر پر پانی بہایا جسم دھویا پھر ایک طرف سے سرک گئے اور دونوں پاؤں دھوئے ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر میں ایک کپڑا لیکر آئی آپ نے اس کو پسند نہیں کیا اور اپنے ہاتھ مبارک سے پانی جھاڑنے لگے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ جنابت میں وضو لینے کے بعد باقی جسم کو دھونا اور وضو کے اعضاء دوبارہ نہ دھونا۔ کیوں کہ ابتداء ہی میں وضو کیا جاتا ہے جب آخری مرتبہ جسم پر پانی ڈال دیا جائے تو دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں جیسا کہ حدیث کے متن میں واضح ہے کہ آپ نے پورے جسم پر پانی بہایا اور اس جگہ سے ہٹ کر اپنے پیر دھوئے اور اسکے بعد دوبارہ وضو نہیں کیا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"فرض المصنف أن اعادة غسل سائر أعضاء الوضوء غیر لازم والاستدلال بظاهر الحدیث" (شرح تراجم ابواب البخاری۔ ص ۱۱۴)

"امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ غسل کے بعد تمام اعضاء وضوء تو دوبارہ دھونا لازم نہیں ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے ظاہر سے استدلال فرمایا"۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"کلی اور ناک میں پانی ڈالتے وقت اگر غسل اور وضوء کی نیت ہے تو دوبارہ اعضاء کو دھونے پر اختیار ہے، یعنی غسل میں کیا گیا وضوء کافی ہوگا۔ جب کہ اس نے دونوں کی نیت کی ہے"۔ (المغنی، ج۱، ص۲۸۹)

ہاں البتہ اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ غسل کے دوران شرمگاہ پر ہاتھ لگ جائے تو وضوء کا اعادہ ضروری ہوگا۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یجب الوضوء اذا مس فرجه فی الغسل" (عارضة الاحوذی، ج۱، ص۱۶۳)

جب شرمگاہ پر ہاتھ لگ جائے تو وضوء لازم ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب الحيض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضاً

نفاس کو حیض کہنا:

"أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ، بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةً فِي خَمِيصَةٍ إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي قَالَ "أَنُفِسْتِ". قُلْتُ نَعَمْ. فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ"

"سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک بار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لوئی میں لیٹی ہوئی تھی اتنے میں مجھ کو حیض آ گیا میں آہستہ سے سرک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے سنبھالے آپ نے ارشاد فرمایا کیا تجھ کو نفاس ہوا میں نے کہا جی ہاں پھر آپ نے مجھ کو بلایا تو میں لوئی میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔"

(صحیح بخاری کتاب الحیض رقم الحدیث ۲۹۸)

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ نفاس کو حیض کہنا مگر وہ ایسی حدیث نہ لا سکے کیوں کہ ان کی شرط پر نہ تھی، جس میں نفاس کو حیض کہا گیا ہو بلکہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں حیض کو نفاس کہا گیا ہے۔

ابن رشد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ:

"مراد البخاری ان یثبت ان النفاس هو الاصل فی تسمیة الدم الخارج" (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۰)

امام بخاری یہ ثابت کر رہے ہیں کہ "نفاس" دراصل نکلنے والے خون کا نام ہے (اسی لیے دونوں کا حکم ایک جیسا ہے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ان حکم دم النفاس حکم دم الحیض" (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۰)

"نفاس کے خون کا حکم حیض کے خون جیسا ہے۔"

صاحب المتواری رقمطراز ہیں۔

"ان حکم الحیض والنفاس فی منافاة الصلاة" (المتواری ص ۸۱)

"یہ کہ حیض کا حکم نفاس کے حکم میں ہے کیوں کہ دونوں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

حاصل ما ارادہ البخاری رحمہ اللہ ان إطلاق الحیض علی النفاس و النفاس علی الحیض شائع فیما بین العرب فکان ماثبت من الاحکام الحیض ثابتاً النفاس ایضاً۔۔۔ (شرح تراجم ابواب البخاری ص ۱۲۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ کہ حیض کا اطلاق نفاس پر ہے اور نفاس کا اطلاق حیض پر ہے پس جو احکامات حیض کے لیئے ہیں وہی نفاس کے لیئے بھی ہیں جس کی کوئی تفصیل شارح نے نہیں کی نفاس کے بارے میں (کیوں کہ ان دونوں کا حکم یکساں ہے مگر گنتی کا فرق ہے)

بدرالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں (ترجمۃ الباب اور حدیث میں) فقہی فائدہ یہ ہے کہ نفاس کا حکم بعین حیض کے حکم میں ہے (کیوں کہ دونوں میں حرام چیزیں یکساں ہیں) اور دونوں پر غسل واجب ہے کیوں کہ نفاس حیض ہی کا خون ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (مناسبات تراجم البخاری، ص ۴۳۔۴۴)

امام خطابی رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ حیض اصل لفظ نفاس سے ماخوذ ہے اور وہ خون ہے۔ (اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری، ج۱، ص۳۱۲.)

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا اسکی غرض یہی تھی کہ نفاس حیض کے حکم میں ہے اور حیض نفاس کے حکم میں کیوں کہ دونوں صلاۃ ادا کرنے سے روکتے ہیں یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

بَابٌ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حیض والی عورت حج کے تمام کام کرتی رہے صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے

وقال ابراهيم لاباس ان تقرا ء الاية ولم يرابن عباسٌ بالقرأة للجنب باساً، وكان النبى صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه وقالت ام عطية كنا نومران نخرج الحيض فيكبرن بتكبيرهم ويدعون وقال ابن عباس، اخبرنى ابو سفيان ان هرقل دعا بكتاب النبى صلى الله عليه وسلم فقراه، فاذافيه بسم الله الرحمن الرحيم، يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة۔۔۔۔۔ الاية

"ابراہیم نخعی نے کہا حیض والی عورت اگر ایک آیت پڑھے تو کوئی قباحت نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنبی اگر قرآن پڑھے تو کوئی برائی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تمام وقتوں میں، اور ام عطیہ نے کہا ہم کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانے میں) حائضہ عورتوں کو عیدگاہ میں لیجانے کا حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ تکبیر اور دعا میں شریک ہوں اور ابن عباس نے فرمایا کہا مجھ سے ابوسفیان نے بیان فرمایا کہ ہرقل (روم کے بادشاہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو منگوایا اور اس کو پڑھا اسمیں لکھا تھا شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے (اور یہ آیت مبارکہ لکھی)" اے اہل کتاب ایسی بات پر آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہو۔۔۔۔۔" عطاء نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آیا تو انہوں نے حج کے تمام کام کیئے سوائے نماز اور خانہ کعبہ کے طواف کے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا جِئْنَا"

"عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے حج ہی کا ذکر کرتے تھے (یعنی حج کے لیے نکلے) جب سرف مقام[1] میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کیوں رو رہی ہو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کاش میں اس سال حج کے لیے نہ آئی ہوتی تو آپ نے فرمایا شاید تجھ کو نفاس آگیا ہے میں نے کہا جی ہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے اب تو حاجیوں کی طرح سب کام کرتی رہ فقط خانہ کعبہ کا طواف نہ کر جب تک پاک نہ ہو جائے۔"

(صحیح البخاری کتاب الحیض رقم ۳۰۵)

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب دلالت کرتا ہے کہ حائضہ عورت حالت حج میں تمام ارکان کو پورا کرے سوائے نماز اور طواف کے امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ مراد بھی سمجھ میں آتی ہے کہ حائضہ قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے، حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دلیل کے طور پر ہرقل کی دلیل پیش کی جس میں آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیت لکھ کر ان کو بھیجی لازماً ہرقل کے بادشاہ نے اسے پڑھا اور وہ کفر کی حالت اور ناپاکی کی حالت میں تھا اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا کہ کفر اور شرک کی نجاست کے باوجود اسے قرآن کی آیت لکھ کر بھیجیں اس کے برعکس مومنہ حالت حیض میں اگرچہ ظاہری ناپاکی میں ہے مگر کفر اور شرک کی ناپاکی سے بطریق اولی کم ہے کیوں کہ وہاں ناپاکی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ ناپاکی عورت کی جسمانی ناپاکی ہوگی تو لهذا اس حالت میں بطریق اولی قرآن پڑھنا درست ہوگا۔

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ نے اس حدیث سے جنبی کی تلاوت کا بھی استدلال کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ حیض حدث اکبر ہے جنابت سے لهذا جب حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا درست ٹھہرا تو کیوں کر حالت جنابت جو کہ حدث اصغر ہے اس میں قرآن پڑھنا درست نہ ٹھہرا؟ (دیکھیئے المتواری ص ۸۳)

ان تمام احادیث اور آثار کو جو امام بخاری رحمہ اللہ نے پیش فرمایا ہے یہی مقصود ہے کہ جنبی اور حالت حیض والی عورت قرآن مجید پڑھ سکتی ہے ان کو پڑھنے میں کوئی چیز مانع نہیں رکھتی کیوں کہ ہرقل بادشاہ کافر و مشرک تھا اور وہ جنبی کے حکم میں ہے جب اسکو قرآن لکھ کر بھیجا گیا اور اسکا قرآن پڑھنا درست ٹھہرا تو حائضہ اور جنبی کا بھی قرآن پڑھنا درست ٹھہرا۔

[1] سرف یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ (معجم البلدان ۳ / ۲۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قیل مقصود البخاری ذکر فی هذا لباب من الاحادیث والاثار ان الحیض ومافی معناه من الجنابة لاینافی جمیع العبادات" (فتح الباری ج۱ ص ۵۳۷)

"مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا ان تمام احادیث اور اثار سے یہ ہے کہ عورت کا حالت حیض میں اور جنبی کو حالت جنابت میں قرآن اور ذکر کرنا سب جائز ہے۔"

لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کا باب قائم فرمانا کہ حائضہ تمام کام کرے حج میں سوائے طواف کے اور احادیث پیش کرنا کہ ہر قل نے قرآن کی آیت پڑھی مناسبت ہم نے بیان کیا کہ ہر قل جنابت کے حکم میں ہے جب وہ تلاوت کر سکتا ہے تو حائضہ کیوں کر نہیں۔ علامہ کرمانی نے ایک اور بھی تطبیق پیش کی ہے کہ عورت کا حیض ہر ماہ آنا ہے اگر وہ قرآن نہ پڑھے گی تو بھول جائے گا۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے "الکواکب الدراری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۶۷)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کی اجازت ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"اعلم ان البخاری عقد باباً فی صحیحه یدل علی انه قائل بجواز قراءة القرآن للجنب والحائضة"

(تحفة الاحوذی، ج۱، ص۱۲۴)

"جان لو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جو باب قائم فرمایا وہ اس مسئلہ پر دلالت ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ قائل ہیں جواز کے کہ جنبی اور حائضہ قرآن کریم کی قراءت کر سکتے ہیں"۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی ایسی صحیح روایت نہیں جس میں جنبی اور حائضہ کو قرآءت سے روکا گیا ہو۔ گو اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں اور بعض کی کئی محدثین نے تصحیح بھی کی ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ کوئی صحیح روایت اس سلسلے میں نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی روایت درجہ صحت تک نہیں پہنچتی۔ اس لیے انہوں نے جنبی اور حائضہ کے لیے قراءت قرآن کو جائز رکھا۔ ائمہ فقہاء میں سے امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایات ہیں۔ جو حائضہ اور نفاس والی خواتین کو قرآن پڑھنے سے روکتی ہیں مگر وہ روایات پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ پہلی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ "لا یقرأ الجنب ولا الحائض شیئاً من القرآن"

(رواه ابو داؤد، رقم ۲۲۹، سنن الترمذی، رقم: ۱۳۶)

"اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ہے اور وہ ضعیف ہے خصوصاً جب کہ وہ حجازیوں سے روایت کرے اور یہ روایت ان میں سے ہے۔ (دیکھیے نیل الاوطار، شرح منتقی الاخبار، ج ۱ ص ۲۹۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت ہے:

"لا تقرأ الحائض ولا نفساء من القران شيئاً" (رواه الدارقطني في سننه: ج١، ص١٢١)

"یعنی حائضہ اور نفاس والی قرآن سے کچھ نہ پڑھے"۔

اس کی سند میں محمد بن الفضل ہے جو کہ متروک ہے اور اس کی طرف وضع کرنے کا حکم بھی ہے۔ امام البیہقی فرماتے ہیں

"هذا الاثر ليس بقوى"

لہٰذا حائضہ اور نفساء کے قرآن نہ پڑھنے کے بارے میں کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔ اسی لیے امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"والحديث هذا والذى بعده لا يصلحان للاحتجاج بهما على ذالك"

ابن عمر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے روایات صحت کے اعتبار سے اس لائق نہیں کہ ان سے احتجاج اخذ کیا جائے۔ لہٰذا حائضہ اور نفساء اگر لمبے عرصے تک قرآن نہیں پڑھیں گی تو وہ بھول جائیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ سبب بھی ہو کہ ان کی ممانعت کے لیے کوئی صحیح حکم کسی حدیث سے ثابت نہیں اور جہاں تک تعلق ہے جنبی کا تو اس کا وقت انتہائی مختصر ہے جیسے ہی اس نے غسل کیا وہ پاک ہو گیا جنبی کے بارے میں قرآن کی تلاوت نہ کرنے کی حدیث مسند ابی یعلی الموصلی میں موجود ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنبی قرآن نہ پڑھے۔ (دیکھیے مسند ابی یعلی. ج١. ص١٨٨. رجاله موثقون)

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَاءِ وَسُنَّتِهَا

والی عورت پر جنازے کی نماز پڑھنا اور اس کے طریقہ:

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ امْرَأَةً، مَاتَتْ فِي بَطْنٍ، فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ وَسَطَهَا"

"سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ایک عورت بچہ جن کر مر گئی یعنی حالت نفاس میں سو رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور اس کی کمر کے برابر کھڑے ہوئے۔" (صحيح البخاری كتاب الحيض رقم ٣٣٢)

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ جو عورت نفاس کی حالت میں مر جائے تو اس پر جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ دلیل کے طور پر حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک عورت نفاس کی حالت میں مر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی (یہ عورت ام کعب انصاریہ تھیں۔ التوضیح لمبهمات الجامع الصحیح للموفق الدین ابی ذر العجمی، ج١، ص٤٥)

مقصود یہ ہے کہ بعض لوگ حالت نفاس والی کو نجس قرار دیتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ عورت نفاس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوران ناپاک ہوتی تو اس پر نماز نہ پڑھی جاتی حالانکہ وہ نفاس میں نماز نہیں پڑھتی اسکے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی کیوں کہ مومن زندہ ہو یا مردہ وہ پاک ہی ہوتا ہے اس حدیث کے ذیل میں صرف "باب" کہہ کر حدیث پیش کرتے ہیں جس میں میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھ کو حیض آیا کرتا تھا نماز نہیں پڑھتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی سجدہ گاہ کے برابر پاؤں دراز کر کے لیٹی رہتی حالانکہ رسول اللہ ﷺ اپنے مصلے پر نماز پڑھتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کنارہ مجھ کو لگتا تھا یعنی آپ اس کپڑے کو ناپاک نہ جانتے۔ (صحیح البخاری کتاب الحیض رقم الحدیث ۳۳۳)

یعنی جب حائضہ کا کپڑا پاک ہوا تو جس جسم پر یہ پہنا ہوا تھا وہ بھی پاک ہے مناسبت یہیں سے نکلتی ہے۔ کہ مومن زندہ اور مردہ دونوں حالت میں پاک ہے۔

تنبیہ: امام کرمانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں "ماتت فی بطن" زچگی میں مر گئی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ولادت میں مر گئی۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ وہ مبطون حالت میں مر گئی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا وہم نہیں ہے کیونکہ ایک صریح حدیث موجود ہے کتاب الجنائز میں باب "الصلاۃ علی النفساء" میں جس میں یہ الفاظ ہیں "ماتت فی نفاسھا" کہ وہ عورت نفاس کی حالت میں مری، لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا وھم نہ تھا یہ وھم امام کرمانی رحمہ اللہ کو ہوا۔ تفصیل کے لیے فتح الباری ج ۱، ص ۴۶۹ کا مطالعہ کیجیے۔

بَابٌ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا بوٹی کی صورت بنائے گئے اور بن صورت بنائے گئے

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "إِنَّ اللهَ ـ عَزَّ وَجَلَّ ـ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ. فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَالأَجَلُ فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ". (صحیح البخاری کتاب الحیض رقم ۳۱۸)

"انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے وہ کہتا ہے اے میرے رب پیدا فرمایا ہے تو عورت کے رحم میں مرد کی منی سے نطفہ کو تو نے پھٹکی کو پیدا کیا ہے تو نے بوٹی کو سو جب اللہ تعالیٰ اس نطفے مخلق اور غیر مخلق کی صورت کو پوری اور تمام کرنا چاہتا ہے اور ارادہ کرتا ہے خلق کو پورا کرنے کو تو فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے اسکی تصویر کیا ہے مرد ہے یا عورت؟ بد بخت ہوگا یا نیک بخت پھر بعد ازاں عرض کرتا ہے اس کی روزی کیا ہے (یعنی کتنا طعام، پانی اور کپڑا وغیرہ) اسکی تقدیر میں ہے جس سے اپنی زندگی بسر کریگا اور کتنی حیات ہے یعنی کس وقت موت آئے گی، سو ماں کے پیٹ میں یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

(قلتُ) بظاہر حدیث اور باب میں مناسبت انتہائی مشکل ہے مگر غور کرنے سے اس کا حل موجود ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں یہ ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے دوران اپنے حیض کی شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے فرمایا"فان ذالك شيئى كتبه الله على بنات آدم" یہ وہ چیز ہے جس کو آدم کی بیٹیوں کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے، اب اس حدیث کی طرف آیئے جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ لڑکا ہوگا لڑکی ہوگی وغیرہ وغیرہ لہذا کتاب الحیض میں تقدیر کی حدیث اس لیے درج فرمائی کہ بنت آدم کی قسمت میں حیض لکھ دیا گیا ہے اور حیض کا تعلق بھی تقدیر کے ساتھ ٹھہرا۔

شارحین نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس حدیث کو حیض کے بابوں میں داخل کرنے سے یہ مراد ہے کہ حاملہ عورت کو حمل کی حالت میں جو خون آتا ہے وہ حیض نہیں ہے اس لیے کہ اس وقت رحم بچہ کی تربیت میں مشغول ہے ساتھ خون حیض کے پس جو کبھی کبھی اس کے رحم سے خون آجاتا ہے وہ حیض نہیں بلکہ وہ بچہ کی غذا کا فضلہ یا کسی بیماری کے سبب ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج۱ ص۵۵۱)

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وغرض البخاری بهذا الباب والله تعالى اعلم، أن لا تحيض، وهو قول ابی حنيفة(والكوفيين) والاوزاعی واحد قول الشافعی، لأن اشتمال الرحم صلى الولد يمنع الخروج“ (التوضیح لشرح الجامع الصحيح، ج۶، ص۹۶)

”امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے غرض یہ ہے کہ (واللہ اعلم) حاملہ کو حیض نہیں آتا اور یہ قول امام ابو حنیفہ (کوفیین) اوزاعی اور امام شافعی کا ہے۔ کیونکہ جس رحم میں بچہ ہو وہ (حیض کے خون سے) روکتا ہے“۔

فائدہ:

تقدیر پر ایمان لانا ایمانیات میں داخل ہے اور اس کا انکار ایمانیات کا انکار ہے۔ تقدیر کے اہم مسئلہ پر کچھ سوالات ابھرتے ہیں مثلاً بخاری شریف کی حدیث نے واضح کر دیا کہ ماں کے پیٹ میں جب بچے پر پھونک ماری جاتی ہے تو اسی وقت اسکی تقدیر لکھ دی جاتی ہے مگر ایک اور حدیث ہے جس کو بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے کہ

”عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان يبسط له فی رزقه وينسا له فی اثره فليصل رحمه“

”انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو تو وہ صلہ رحمی کرے“ (مشکوۃ المصابیح باب البر والصلة ج۲ ص۳۲۷)

حدیث سے بایں طور پر واضح ہوا کہ صلہ رحمی سے عمر اور رزق میں برکت ہوتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

باری تعالی ہے کہ:

فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون

"کہ جب موت کا وقت ان پر پہنچے گا تو نہ ہی ایک گھڑی آگے ہو گی اور نہ ہی پیچھے"

قرآن مجید میں تقدیر کا مسئلہ کچھ اسطرح سے ہے کہ موت آگے پیچھے نہیں ہو سکتی اپنے مقررہ وقت کے لیکن بخاری و مسلم کی احادیث میں واضح ہے کہ موت آگے اور پیچھے ہو سکتی ہے اس تعارض اور الجھن کو دور کرنے کے لیے یہ تطبیق قابل غور ہے صاحب تنقیح الرواۃ علامہ ابو سعید المحدث الدھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ صلہ رحمی سے عمر اور رزق میں اضافہ ہے اس حدیث کا تعلق فرشتوں کے علم کے ساتھ مقید ہے اور جس آیت میں موت کا ذکر ہے اس کا تعلق اللہ تعالی کے علم کے ساتھ ہے۔ (دیکھئے "تنقیح الرواۃ ج ۲ ص ۲۲۷")

فائدہ نمبر ۲:

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ تعالی کی بہت بڑی نشانی کا اثبات ہے۔ ہم اس حدیث کو پڑھتے ضرور ہیں اور یہ بھی پڑھتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے مگر ہم نے اس کی نشانیوں پر کبھی غور نہیں کیا۔ مندرجہ بالا حدیث اور اس کے متعلق وہ احادیث جن کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب القدر" میں ذکر فرمایا ہے ان احادیث کا تعلق مسائل جنین (Embryology) کے ساتھ ہے۔ قرآن مجید میں کئی آیات جنین کے مسائل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، مگر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان مسائل پر گہرا تبصرہ موجود ہے جو اس بات کی مبین دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جب نطفے پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس کی صورت اور کان آنکھ کھال گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے اے پروردگار! یہ مرد ہے یا عورت؟ پھر جو مرضی الٰہی ہوتی ہے وہ فرماتا ہے، فرشتہ لکھ دیتا ہے، پھر عرض کرتا ہے۔ اے پروردگار! اس کی عمر کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، اور فرشتہ وہ لکھ دیتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار! اس کی روزی کیا ہے، چنانچہ پروردگار جو چاہتا ہے وہ حکم فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے اور پھر وہ فرشتہ وہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر باہر نکلتا ہے، جس میں کسی بات کی کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً ثُمَّ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ مَلَكاً فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعٍ بِرِزْقِهٖ وَاَجَلِهٖ وَشَقِيٌّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَسَعِیْدٌ" (صحیح بخاری، باب بدء الخلق، صحیح مسلم کتاب القدر)

ترجمہ: "سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس طرح ہوتی ہے کہ وہ چالیس دن ماں کے پیٹ میں نطفے کی شکل میں رہتا ہے، پھر بندھا ہوا خون ہو کر چالیس دن رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیج کر اس میں روح پھونکتے ہیں اور چار چیزوں کا اس کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں اس کی روزی، اس کی عمر، اس کے اعمال اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا"۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللهَ قَدْ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ نُطْفَةٌ اَىْ رَبِّ عَلَقَةٌ اَىْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللهُ اَنْ يَقْضِىَ خَلْقًا قَالَ الْمَلَكُ اَىْ رَبِّ ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى شَقِىٌّ اَوْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ فَيَكْتُبُ كَذٰلِكَ فِىْ بَطْنِ اُمِّهٖ"

(صحیح بخاری، باب القدر، حدیث ٦٥٩٥)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے، وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! گوشت کا لوتھڑا تیار ہو گیا اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں تو وہ فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ اے میرے رب! نر ہے یا مادہ، بدبخت ہے یا نیک بخت، اس کی روزی کتنی ہے، عمر کتنی ہے؟ اس طرح رحم مادر میں ہی ان چیزوں کے بارے میں اس کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے"۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نطفہ، علقہ اور مضغہ کے مراحل کا تذکرہ فرمایا ہے جب کہ اس سے پہلی والی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ نطفہ بننے کے بعد بیالیس راتیں گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ آتا ہے اور وہ اس کی صورت سازی اور تخلیق کا کام انجام دیتا ہے۔ یہ مدت بالکل وہی ہے جس کے بارے میں علم جنین کے متعلق جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ اس مدت میں گوشت کے ٹکڑے میں موجود جسمانی حصے ہڈیوں اور پٹھوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے چڑھتے ہیں، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جنین کی نشو و نما کے مراحل میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مذکورہ مراحل اور علم جنین کے سلسلے کی جدید تحقیقات کے نتائج بالکل یکساں ہیں۔

لیکن فرشتے کے حاضر ہونے کے زمانے کے بارے میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو یہ ہے کہ فرشتہ بیالیس راتوں کے بعد حاضر ہوتا ہے جب کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ ایک سو بیس دن کے بعد حاضر ہوتا ہے، علماء نے ان دونوں احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے چالیس دن کے بعد تخلیق کی ابتداء پر دلالت کرتی ہے، اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تیسرے چلے کے بعد تخلیق کا آغاز ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان تطبیق کس طرح کی جائے، اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تخلیق کا آغاز چالیس روز کے بعد شروع ہو جانے کے سلسلے میں صریح ہے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صورت سازی اور تخلیق کے وقت سے تعارض نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس میں نطفے کے مختلف ادوار کا بیان ہے اور اس بات کا تذکرہ ہے کہ ہر چالیس دن کے بعد نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور تیسرے چلے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے، اس چیز کا سیدنا حذیفہ کی حدیث میں ذکر نہیں ہے بلکہ خاص طریقہ پر یہ چیز سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ لہٰذا یہ دونوں حدیثیں پہلے چلے کے بعد ایک خاص چیز کے پیدا ہونے پر متفق ہیں اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مخصوص طور پر یہ بات ہے کہ اس نطفے کی صورت سازی اور تخلیق کا عمل پہلے چلہ کے بعد شروع ہوتا ہے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خاص بات یہ مذکورہ ہے کہ جنین میں روح کا پھونکا جانا تیسرے چلے کے بعد ہوتا ہے اب یہ دونوں حدیثیں اس بات پر متفق ہیں کہ اس دوران پیدا ہونے والے بچے کی تقدیر کے بارے میں فرشتہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کر کے لکھتا ہے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتیں سچی ہو گئیں اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تصدیق کرنے والی ہو گئی''۔

(تحفۃ المودود، باحکام المولود از ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ۔ ص۲۲۴)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی اس تشریح سے وہ اختلاف ختم ہو جاتا ہے جو سیدنا حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث کے درمیان محسوس ہوتا ہے کیونکہ سیدنا حذیفہ کی حدیث میں بیالیس راتوں کے بعد صورت سازی اور تخلیق کے آغاز کی طرف اشارہ ہے اور سیدنا ابن مسعود کی حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب جنین تخلیق کے مراحل پورے کر چکا تب اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور تخلیق کی تکمیل رحم مادر میں نطفہ قرار پانے کے بعد ایک سو بیس دن میں مکمل ہوتی ہے، جنین میں روح پھونکے جانے کے بعد وہ ایک دوسری مخلوق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حرکت کرنے اور آوازوں کو سننے پر قادر ہو جاتا ہے اور اس کا دل برابر دھڑکنے لگتا ہے۔ اسی جانب قرآن مجید کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۝﴾ (المؤمنون: ۱۴)

ترجمہ: ''پھر ہم نے اس کو نئی صورت میں بنایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے، بابرکت ہے''۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تخلیق مکمل ہونے اور روح پھونکے جانے کا جو زمانہ بتایا گیا ہے وہ بالکل وہی ہے جو جدید علم جنین میں جنین کے اندر حرکت پیدا ہونے کے لیے بتایا گیا ہے۔ یعنی نطفہ ٹھہرنے کے بعد تیسرے مہینے کے آخر یا چوتھے مہینے کے شروع میں جنین کی نشوونما کے مراحل کے بارے میں اس حدیث میں مذکورہ مراحل اور علم جنین کے سلسلہ کی جدید تحقیقات کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نتائج بالکل یکساں ہیں۔

ڈاکٹر کیتھ مور بھی مندرجہ بالا احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث ذکر کی پہلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر انسان کی تخلیق کے تخلیقی اجزاء چالیس دنوں (۵ ہفتے اور ۵ دنوں) میں جمع ہوتے ہیں۔ تخلیقی اجزاء کو سائنسی زبان میں (Primordia) کہتے ہیں۔ حدیث ذکر کے سلسلے کی جنسیات تشریح میں جنسیاتی دورانیہ (Embryonic Period) کا بیان آچکا ہے۔ یہ دورانیہ پانچ یا چھ ہفتوں میں مکمل ہوتا ہے جس میں تمام اہم اعضاء سوائے تولیدی اعضاء کے پرائیمورڈیا کی نمو ہو جاتی ہے۔ جدید سائنسی معلومات کے مطابق چھٹے ہفتے (۴۲ دنوں) میں تولیدی ابھار گونیڈیل رجز نمودار ہوتے ہیں۔ جن کی طرف سے ابتدائی تخمی سیلز (Primordial Germ Cells) جمع ہونا شروع ہوتے ہیں۔ پھر ان سے ساتویں ہفتے میں تولیدی اعضاء کے پرائیمورڈیا تشکیل ہو کر ان میں صنفی کرداروں (Secual Characters) کی ابتداء ہوتی ہے۔"

(تخلیق انسانی اور معجزات قرآن از کیتھ مور، ص ۸۹)

سلف صالحین سے بھی کئی اقوال موجود ہیں جس سے یہ واضح نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی مکمل تخلیق چار ماہ کے بعد ہوتی ہے۔ ابن الملقن رحمہ اللہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں:

"واتفق العلماء علی أن نفخ الروح لا یکون الا بعد أربعة أشهر" (التوضیح. ج۵. ص۹۸)

"اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روح کو پھونکا جانا چار ماہ کے بعد ہوتا ہے"۔

امام قرطبی رحمہ اللہ بھی اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں دیکھیے۔ (تفسیر القرطبی. ج۱۲. ص۸)

تینتالیس (۴۳) ہفتوں میں یہاں تک کہ چار ماہ مکمل ہوتے ہیں تو روح میں پھونک ماری جاتی ہے۔ (التوضیح. ج۵. ص۹۸)

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولم یختلف أن نفخ الروح فیه یکون بعد مائة وعشرین یوماً، وذالك تمام أربعة أشهر"

(اکمال المعلم بشرح صحیح مسلم. ج۸. ص۱۲۸)

ان اقتباسات اور تحقیقات سے واضح ہوا کہ چار ماہ کے اختتام پر حضرت انسان مکمل انسانی صورت رحم میں اختیار کر لیتا ہے۔

فائدہ نمبر ۳:

قرآن و سنت میں انسانی پیدائش پر تفصیلی بحث موجود ہے۔ جس طرح کہ ہم نے پچھلے اوراق میں واضح کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو کئی اطوار کے ذریعے پیدا فرمایا۔ ابن العماد الأقفهسی (المتوفی ۸۶۷ھ) نے اپنی کتاب "الذریعة الی معرفة الاعداد الواردة فی الشریعة" میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور آپ نے بارہ اطوار کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے لے کر قیامت تک بارہ اطوار میں تبدیل فرمائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ ﴾ (نوح:۱۳۔۱۴)

ترجمہ: ''تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کی توقیر نہیں کرتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے پیدا فرمایا۔''

ابن العماد نے جن بارہ اطوار کا ذکر فرمایا ہے آپ نے ان آیات سے استدلال کا اخذ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون:۱۲۔۱۴)

1. وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ

ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔

2. ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ

پھر اس کو ایک مضبوط جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔

3. ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً

پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا۔

4. فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

پھر لوتھڑے کو بوٹی بنائی۔

5. فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا

پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔

6. فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا

پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا۔

7. ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

پھر اس کو ایک نئی صورت میں بنا دیا۔

8. ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ

پھر اس کے بعد تم مر جاتے ہو۔

9. ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ

پھر قیامت کے روز اٹھا کر کھڑے کیے جاؤ گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ابن العماد الأقفھسی رقمطراز ہیں:

"وبقئی للآدمی ثلاثة أطوار، کونه طفلا، ثم بالغا، ثم شیخا وقد ذکر الله تعالیٰ صریحاً بقوله ﴿ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ﴾" (غافر:٦٧)

ترجمہ: "پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی تک پہنچتے ہو پھر بوڑھے ہو جاتے ہو"۔

یعنی یہ تین اطوار ہیں جس کا ذکر بھی قرآن مجید نے ہی کیا ہے۔ یہ مکمل بارہ اطوار ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الصلاۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان:

صلی جابر وابو سعید فی السفینۃ قائماً وقال الحسن: (یصلی قائماً) مالم یشتق علی اصحابك تدور معها، والا فقاعداً

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ، مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ "قُومُوا فَلأُصَلِّ لَكُمْ". قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيمَ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ"

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم ۳۸۰)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا (جب کہ لوگوں نے ان سے کشتی میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا کہ بیٹھ کر پڑھنی چاہیے یا کھڑے ہو کر) کہ اگر ساتھیوں کو رنج نہ پہنچے تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے جس طرح وہ گھومے اس کے ساتھ نمازی بھی گھومتا جائے یعنی اگر کشتی غیر قبلہ کی طرف گھوم جائے تو یہ بھی واپس قبلہ کی طرف گھوم جائے اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں ساتھیوں کو رنج پہنچے تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیے''

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کی دادی (ملیکہ رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی اور آپ کو کھانے کے لیے بلایا سو آپ نے کھانا کھایا پھر فرمایا کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں تم کو نماز پڑھاؤں انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا سو میں ایک بوریا لایا جو بہت استعمال سے سیاہ ہو گیا تھا سو میں نے اسکو پانی سے دھویا رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور میں نے اور ایک یتیم نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور بوڑھی عورت ہم سے پیچھے کھڑی ہوئی سو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی دو رکعتیں پھر نماز سے فارغ ہوئے۔''

باب اور حدیث میں مناسبت:

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وجہ ادخال الصلاۃ فی السفینۃ فی ترجمۃ الصلاۃ علی الحصیر أنهما اشترکا فی ان الصلاۃ علیهما صلاۃ علی غیر الارض لئلا یتخیل ان مباشرۃ المصلی للارض شرط'' (المتواری علی ابواب البخاری، ص۸۵)

ترجمہ: ''یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا کہ بوریے پر نماز پڑھنے اور حدیث پیش کی کشتی پر نماز پڑھنے کی۔ دراصل یہ دونوں مشترک ہیں نماز کے ایک مسئلے پر کہ زمین کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ کیا جائے تو درست ہے تاکہ یہ خیال نہ رہے کہ نمازی کے لیے زمین کا ہونا شرط ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس لیے پیش کیا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے ضعف کی طرف اشارہ مقصود ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "عن شریح بن ھانی " انہوں نے امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوریے پر نماز پڑھتے تھے ؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا" تو امی عائشہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوریے پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ امام قسطلانی کے مطابق مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ضعیف ہے یزید بن المقدام کی وجہ سے۔(ارشاد الساری، ج۱، ص ۴۰۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ نماز بوریے پر پڑھنا اور ساتھ میں اثر نقل فرمایا کہ کشتی پر نماز پڑھنا امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ کشتی زمین نہیں ہے تو اس پر بھی نماز درست ہوگی اور مزید دلیل کے طور پر انس رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش کی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اثر اور ترجمۃ الباب میں مناسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الاستدلال بأثر جابر بأنهما اشتركا فى ان الصلاة عليهما غير الصلاة على الأرض" (فتح الباری: ۴۸۹/۱)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ

مقبروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ، وَلاَ تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا "

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۴۳۲)

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھروں میں نماز (نفل) پڑھا کرو ان کو قبریں مت بناؤ"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ قبروں میں نماز کے مکروہ ہونے کا بیان اور حدیث پیش کی کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ مناسبت یہ ہے کہ قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے لہٰذا اگر گھر میں نماز نفل نہ ادا کی گئی تو وہ بھی قبروں کے مانند ہو نگیں۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ قبر میں مردے نماز نہیں پڑھتے اور ان سے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اسی لیے حکم دیا کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بنائیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"كأن المصنف أشار الى ما رواه ابو داؤد والترمذى فى ذالك ليس على شرطه وهو حديث ابى سعيد الخدرى مرفوعاً "الارض كلها مسجد الا المقبرة والحمام، واستنبط من قوله فى الحديث "ولا تتخذوها قبوراً" ان القبور ليست بمحل للعبادة فتكون الصلاة فيها مكروهة" (فتح الباری، ج۱، ص۵۲۹)

گویا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے اس حدیث کی طرف جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت فرمایا ہے۔ سیدنا ابو سعید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (لیکن) یہ حدیث امام بخاری کے شرط پر نہیں ہے کہ ''تمام زمین مسجد ہے سوائے مقبرے اور حمام کے'' اور اپنے قول کے لیے استنباط فرمایا حدیث سے کہ ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ''۔ یقیناً قبریں عبادت کے لیے نہیں ہوا کرتیں اور اس میں (یعنی مقبروں میں) نماز مکروہ ہوتی ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ گھر اور قبرستان میں (واضح) فرق ہے کیونکہ نماز کا حکم گھر میں دیا گیا ہے اور اسے قبرستان نہ بننے دینے کا حکم ہے۔ سوچیے کہ قبرستان نماز کی جگہ نہیں ہے۔ پس اسی وجہ سے اس کے تحت اس حدیث کو داخل فرمایا ہے۔ (المتواری، ص ۸۶)

علامہ صدیق بن حسن القنوجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وقد حمل البخاری هذا الحديث على منع الصلاة في المقابر ولهذا ترجم به، وتعقب بأنه ليس فيه تعرض لجواز الصلاة في المقابر ولا منعها، بل المراد منه الحث على الصلاة في البيت، فان الموتى لا يصلون في بيوتهم، وكأنه قال: لاتكونوا كالموتى في القبور حيث انقطعت عنهم الاعمال۔۔۔'' (عون الباری، ج۱، ص۴۵۲)

''یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا حدیث سے کہ مقبروں پر نماز درست نہیں ہے اور اسی پر باب بھی قائم کیا، تعقب کیا ہے کہ اس حدیث میں کوئی تعرض نہیں ہے۔ مقبروں پر نماز ادا کرنے کا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نمازِ نفل گھر میں ادا کرنی چاہیے۔ کیونکہ مردے اپنے گھروں میں (یعنی قبروں میں) نماز ادا نہیں کرتے۔ گویا کہ یوں کہا ''مردوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو قبروں میں ہیں جبکہ ان کے اعمال ان سے منقطع ہو گئے۔۔۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو آپ کی شرائط پر نہیں (تمام زمین مسجد ہے سوائے مقبرے اور حمام کے)''۔

صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ کی وضاحت سے واضح ہوا کہ حدیث میں ممانعت کے کوئی ایسے واضح الفاظ موجود نہیں ہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ ترمذی کی حدیث کی طرف ہے جہاں پر حکم واضح الفاظوں میں موجود ہے کہ مقبروں پر نماز نہ ادا کی جائے، بس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

فائدہ:

چاروں مذاہب کے نزدیک قبروں پر مساجد بنانا حرام ہے۔ کیونکہ حدیث میں واضح طور پر سختی سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ہم یہاں چاروں مذاہب سے قبروں کو مساجد بنانے کی نفی ثابت کریں گے۔ ان شاءاللہ

ا۔ شافعی مذہب:

شافعی مذہب کے فقیہ ابن حجر الہیتمی نے ''الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج۱، ص۱۲۰'' میں قبروں پر نماز پڑھنا، اسے مسجد بنانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور مزید فقیہ ابن حجر الہیتمی فرماتے ہیں ''کسی آدمی کا قبر پر تبرک حاصل کرنا اور اسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مسجد بنانا اسباب شرک سے ہے۔ قبروں پر قبے لگانا اور ایسی قبریں تو مسجد ضرار سے بھی زیادہ مضر ہیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کی نافرمانی پر ہے۔ (روح المعانی، ج ۵، ص ۳۱)

۲۔ حنفی مذہب

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص فرماتے ہیں:

"لا نری أن یزاد علی ما خرج من القبر ونکرہ ان یجصص أو یطین أو یجعل عندہ مسجداً" (کتاب الآثار، ص ۴۵)

"یعنی احناف کے نزدیک بھی قبر کو پختہ بنانا یا اسے مسجد بنانا کراہیت سے موقوف ہے"۔

۳۔ مالکی مذہب:

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال علماؤنا: وھذا یحرم علی المسلمین أن یتخذوا قبور الانبیاء والعلماء مساجد" (تفسیر القرطبی، ج ۱۰، ص ۳۸)

"ہمارے علماؤں نے فرمایا کہ مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ انبیاء اور علماء کی قبروں کو مساجد بنائیں"۔

۴۔ حنبلی مذہب:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قبروں پر چراغاں کرنا حرام ہے، اور اسے مسجد بنانا بھی اور اس مسئلے پر ہم نے معروف علماء میں کسی کو خلاف نہیں پایا۔"

(الاختیارات العلمیة. ص ۵۲)

بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں شعر پڑھنا

"۔۔۔ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ "يَا حَسَّانُ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ". قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ" (صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم ۴۵۳)

"سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو گواہ کر کے کہتے تھے کہ میں تجھ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے سیدنا محمد ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اے حسان رسول کی طرف سے کافروں کو جواب دے یا الٰہی اسکو روح قدس (یعنی جبریل علیہ السلام) کے ذریعے مدد کر کہا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے ہاں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مسجد میں اشعار پڑھنا ثابت فرمایا ہے مگر دلیل کے طور پر جو حدیث ذیل میں پیش کی ہے اس میں مسجد کا ذکر موجود نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق حدیث کے دوسرے طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ ابن بطال فرماتے ہیں۔

لیس فی حدیث الباب ان حسان انشد شعرا فی المسجد بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، لکن روایۃ البخاری فی بدء الخلق من طریق سعید تدل علی ان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان "اجب عنی" کان فی المسجد۔ (فتح الباری ج۱، ص ۷۲۱)

اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے مسجد میں شعر پڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لیکن ایک اور روایت جو کہ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں بطریق سعید سے منقول ہے کہ جس میں یہ واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حسان جواب دیجئے میری طرف سے اور وہ اس وقت مسجد میں تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مراد البخاری الاشارۃ إلی جواز الشعر المقبول فی المسجد" (عمدۃ القاری، ج۳، ص۴۸۷)

"امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد مسجد میں مقبول شعر کے جواز کی طرف اشارہ ہے"۔

امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ ضرورت کے وقت مسجد میں اچھے شعر پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ بلاوجہ مسجد میں اشعار کہنے کی ممانعت بھی موجود ہے۔ صاحب اوجز المسالک رقمطراز ہیں:

"وقد ورد النھی عنہ فی عدۃ أحادیث کما فی روایۃ ابی داؤد والترمذی، ولعل الغرض انہ جائز عند الضرورۃ"

(الابواب والتراجم لصحیح البخاری، ج۲، ص۷۵۳)

یقیناً نہی پر کئی احادیث وارد ہیں جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت فرمایا ہے۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کی (اس حدیث سے) غرض یہ ہو کہ ضرورت کے وقت اشعار کہنا جائز ہے۔

بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۳۳ھ) فرماتے ہیں:

"ابوسلمہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ مسجد میں (اشعار پڑھ رہے) تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں روایت کیا ہے ایک اور طریق سے جس میں صراحت ہے کہ وہ مسجد میں تھے۔ پس امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ پر اکتفا فرمایا۔۔۔اور احتمال یہ ہے کہ آپ نے ارادہ کیا ہے کہ اشعار حق پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کلام حق کے ساتھ جو حق کی دلیل کے ساتھ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان رضی اللہ عنہ کو دعا دی ان کے اشعار پر۔ پس دلالت ہے اس پر کہ اگر (اشعار) حق پر ہیں تو اسے ادا کرنا جائز ہوگا"۔ (مناسبات تراجم البخاری، ص۴۵۲۶)

پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

امام ابن خذیمہ رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

نہی رسول اللہ ﷺ عن تناشد اشعار فی المساجد (صحیح ابن خذیمۃ رقم الحدیث ۱۳۰۴)

"رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اشعار کہنے کو منع فرمایا ہے"

"قال شیخ الالبانی رحمہ اللہ اسنادہ حسن"

(اخرجہ الترمذی رقم الحدیث ۳۲۲)(والبغوی فی شرح السنۃ ۴۸۵)

مذکورہ حدیث نے مسجد میں اشعار کہنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض جہلاء نے بھی مطلق اشعار سے روکا ہے (میرا اشارہ منکرین حدیث کی طرف ہے) لیکن جب غور کیا جاتا ہے تو روکنے کا حکم کسی چیز کے ساتھ مقید ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

فالجمع بینھما و بین حدیث الباب ان یحمل النھی علی تناشد اشعار الجاھلیۃ والمبطلین۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۲۲)

نہی اور اجازت والی حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ جو حدیث نہی پر دلالت کرتی ہے اسکا تعلق ان اشعار کے ساتھ ہے جو جہالت اور مبطلین کے ساتھ خاص ہوتی (اور اجازت ان کے لیے ہے جن کے اشعار اسلام کے تائید میں ہوں اور صحیح اشعار ہوں)

بَابُ الصَّلَاۃِ فِي مَسْجِدِ السُّوقِ وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ

بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے اور ابن عون نے ایک گھر کے اندر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ ابن عون اور اسکے ساتھیوں پر بند کیا جاتا تھا یعنی کسی کی حویلی میں ایک مسجد تھی سو وہ حویلی کا دروازہ بند کر دیتے تھے اور وہ مسجد کے اندر نماز پڑھتے رہتے تھے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " صَلَاۃُ الْجَمِيعِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاۃَ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَۃً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً ـ ـ ـ "۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۴۷۷)

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا! جماعت کی نماز گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھی ہے کیوں کہ تم میں سے جب کوئی اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں نماز ہی کے ارادے سے جائے تو مسجد میں پہنچنے تک ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور ایک گناہ کو مٹا دے گا۔ ـ ـ ـ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عون کا ایک اثر ذکر فرمایا ہے بعض کا کہنا ہے کہ یہ اثر معلق ذکر فرمایا ہے تعلیق ترجمہ کی دلیل اور مناسبت باب کچھ اسطرح سے ہے کہ کسی جگہ کا بند ہونا نماز سے نہیں روکتا اس لیے کہ ابن عون نے بند حویلی میں نماز پڑھی اس بندش نے اس کے اندر مسجد بنانے کو منع نہ کیا اسی طرح بازار اگر بند ہوتا ہے تب بھی وہاں نماز درست ہے ذیل میں جو حدیث پیش فرمائی ہے اس سے بھی ترجمۃ الباب کا مناسبت ہونا واضح ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اس کے گھر اور بازار کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہے۔ جب بازار میں انفرادی نماز جائز ہے تو پھر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بالاولی جائز ہوا۔

اگر غور کیا جائے تو مندرجہ بالا ترجمہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ دراصل امام قسطلانی رحمہ اللہ نے مسند بزار کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ "شر البقاع اسواقها" یعنی بازار بدترین مقامات ہیں اور مساجد بہترین جگہیں۔ لہٰذا اس سے یہ امر ظاہر ہے کہ بازار میں شور و غل، مکر و فریب، جھوٹی قسموں کے بازار گرم ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ جگہ شر اور فساد کا مرکز ہے۔ لہٰذا اس امر سے کسی کو یہ وہم نہ لگ جائے کہ بازار میں نماز ادا کرنا یا مسجد کا بنانا جائز نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ بازار میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور "مسجد السوق" کہہ کر یہ بھی واضح کر دیا کہ بازار میں نماز کی جگہ مقرر کرنا بھی جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے ابن عون کا اثر ذکر فرمایا تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بازار نماز کی جگہیں نہیں ہیں، مگر ان میں نماز ادا کرنا درست و جائز ہے۔ جس طرح دوسرے مقامات میں نماز جائز ہے"۔

مزید فرماتے ہیں:

"وكذالك الصلاة في المسجد المحجور فانه جائز فنبه عليه بحديث ابن عمر" (مناسبات تراجم البخاری. ص۴۷)

"اسی طرح سے محجور مسجد میں نماز درست جس کی خبر حدیث ابن عمر سے ہوتی ہے"۔

تنبیہ: مندرجہ بالا اثر میں ابن عمر نہیں ہیں بلکہ ابن عون ہیں، بدر الدین بن جماعۃ نے یہ حوالہ صاحب "المتواری" ابن المنیر سے نقل فرمایا ہے، جب کہ ان سے بھی وہاں سہو ہوا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کے نسخے میں ابن عمر نہیں ہیں بلکہ ابن عون ہیں۔

فائدہ:

وقال الكرماني: لعل غرض البخاري منه الرد على الحنفية قالوا بامتناع اتخاذ المسجد في الدار المحجوبة عن الناس والذي في كتب الحنفية الكراهية لا التحريم۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۶۳)

"امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر امام بخاری رحمہ اللہ کو احناف کا رد مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ گھر میں جہاں لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنے جانے کی اجازت نہ ہو مسجد بنانا جائز نہیں حالانکہ حنفیہ کی کتب میں اسے مکروہ لکھا ہے نہ کہ حرام۔"

بَابُ تَشْبِيكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

مسجد وغیرہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کرنا اور آپس میں ڈالنا جائز ہے

"عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا". وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ"

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم ۴۸۱)

"سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جو ایک دوسری کو مضبوط کرتی ہے اور اپنی انگلیاں قینچی کیں۔"

"وَفِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا، كَأَنَّهُ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ" (صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم ۴۸۲)

"ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں دوپہر کے بعد دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی یعنی ظہر یا عصر کی۔۔۔ سو آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائی پھر سلام پھیرا پھر ایک لکڑی کی طرف کھڑے ہوئے جو مسجد میں رکھی تھی یعنی آپ اس پر تکیہ لگایا گویا کہ آپ غصے میں تھے اور اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور دونوں اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی انگلیوں کو قینچی کیا۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی جس کا تعلق عمومی حالت کے ساتھ ہے جس میں مسجد کا ذکر نہیں ہے اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صرف مسجد میں تشبیک کرنا ثابت کرتی ہے گویا اس سے معلوم ہوا کہ جب مسجد میں تشبیک ثابت ہوا تو عام حالت میں کیوں کر ثابت نہ ہوگا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

اورد فیہ حدیث ابی موسی، وھو دال علی جواز التشبیک مطلقا، وحدیث ابی ھریرۃ وھو دال علی جوازہ فی المسجد واذا جاز فی المسجد فھو فی غیر اجوز۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۴۴)

اس مسئلے پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مطلق جواز التشبیک پر دال ہے اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث مسجد میں تشبیک پر دال ہے لہٰذا جب مسجد میں تشبیک دینا جائز ہوا تو بالاولیٰ ہر جگہ جائز ہوا۔

امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولعل مرادہ جواز التشبیك مطلقا، لأنه اذا جاز فعله فی المسجد ففی غیرہ اولی بالجواز۔

(الکواکب الدراری ج ۴ ص ۱۲۹)

بعین یہی تطبیق بدرالدین بن جماعہ رحمہ اللہ نے بھی دی ہے۔ دیکھیے (مناسبات تراجم البخاری، ص ۴۷)
شاید کہ امام بخاری رحمہ اللہ مطلق تشبیک کے جواز کے قائل ہیں، کیوں کہ جب تشبیک مسجد میں جائز ہے تو پھر بالاولی ہر جگہ جائز ہے۔

بدیگر صورت اگر غور کیا جائے تو مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں میں تشبیک کرنا کسی مسئلے کی وضاحت کے لیے تھا۔

صاحب 'فتح المنان' نے ابن المنیر رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا، آپ لکھتے ہیں:

"والذی فی هذہ الاحادیث انما المقصود التعلیم والاخبار والتمثیل وتصویر المعنی فی النفس بصورۃ الحس"

(فتح المنان، ج۶، ص۴۲۹)

"یعنی تشبیک کرنے والی احادیث میں کسی چیز کی تعلیم، خبر، تمثیل یا کسی حسی چیز کی صورت (واضح کرنا) مقصود ہے (جو تشبیک نہ کرنے والی احادیث کے متعارض نہیں ہیں)"۔

فائدہ:

بعض علماء نے فرمایا کہ ممانعت کی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جسے ابوداؤد، امام دارمی، اور امام حاکم نے ذکر فرمایا ہے۔

امام الدارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عن ابی ثمامه الحناط، قال: ادرکنی کعب بن عجرۃ بالبلاط وانا مشبك بین اصابعی، فقال ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا توضا احدکم ثم خرج عامدا الی الصلاۃ فلا یشبك بین اصابعه

(سنن الدارمی مع فتح المنان ج ۲ ص ۴۲۸ رقم ۱۴۲۳)

"ابو ثمامہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ملاقات ہوئی کعب بن عجرۃ کی البلاط (یہ ایک جگہ ہے مسجد نبوی اور مدینے کے بازار کے درمیان) میں اور میں انگلیوں میں تشبیک دے رہا تھا تو کعب بن عجرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی وضوء کرے اور وہ نماز کے لئے نکلے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے۔"

یہ حدیث اپنے شواہد کی وجہ سے حسن ہے دارمی کے علاوہ بھی دیگر کتب میں موجود ہے دیکھیے:

1. سنن الکبریٰ للبیہقی ۳ / ۲۳۰
2. مسند احمد رقم ۱۸۱۶۸
3. ابوداؤد فی الصلاۃ ۵۶۲
4. ابن حبان کمافی الاحسان لابن بلبان رقم ۲۰۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❺ ابن خذیمہ ۴۴۱

❻ معجم الکبیر للطبرانی برقم ۳۳۳

ان تمام طرق کو ملانے کے بعد یہ سند حسن درجے تک پہنچتی ہے اس مسئلے پر جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے بھی ایک رسالہ لکھا بنام" حسن التسلیک فی حکم التشبیک " اس رسالہ کو "الحاوی للفتاوی" میں ضم کر دیا گیا ہے اور اس میں کئی علمی گفتگو کے نکات کو واضح کیا گیا ہے، لہذا بظاہر نہی اور اجازت کی احادیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن غور سے مطالعہ کے بعد اللہ کی توفیق سے اس میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

علامہ مغلطائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والتحقيق انه ليس بين حديث النهي عن التشبيك وبين تشبيك ﷺ بين اصابعه لان النهي انما ورد عن فعله في الصلاة اوفي المضي اليها۔۔۔۔　(الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۱۰)

"تحقیق بات یہ ہے کہ تشبیک سے روکنے والی احادیث اور آپ ﷺ کا اپنی انگلیوں میں تشبیک کرنا (تعارض نہیں ہے) کیوں کہ جو منع کا حکم ہے وہ اس لیے کہ جو نماز پڑھ رہا ہو یا پھر نماز کے لیے گزر رہا ہو۔"

ابن المنیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ

التي وردت في النهي عن التشبيك في المسجد ولكن التحقيق انها لا تعارضها۔۔۔۔　(المتواری ص ۹۱)

"جو احادیث تشبیک کرنے سے روکتی ہیں مسجد میں تحقیق یہ احایث متعارض نہیں ہیں (ان احادیث سے جس میں اجازت مروی ہے)"

مزید فرماتے ہیں کہ

والذي في الحديث انما هو لمقصود التمثيل، والتصوير المعنى في النفس بصورة الحس۔　(ایضاً)

ان گفتگو اور شارحین کی وضاحت سے یہ بات واضح ہوئی کہ ممانعت والی احادیث اور اجازت والی احادیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے۔ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے لیے جارہا ہو وہ انگلیوں میں قینچی نہ کرے۔ واللہ اعلم

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ صَاحِبَه وَهُوَيُصَلِّي

باب: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرا اسکی طرف منہ کر کے بیٹھے تو کیسا ہے؟

"عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ. قَالَتْ قَدْ جَعَلْتُمُونَا كِلَابًا، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي، وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ"　(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۵۱۱)

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لوگوں نے کہا کتے، گدھے اور عورت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے انہوں نے کہا تم نے ہم کو کتا بنا دیا میں نے تو دیکھا رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ ﷺ کے قبلے کے بیچ میں چارپائی پر پڑی رہتی پھر مجھے کچھ کام ہوتا تو میں آپ کے سامنے منہ کرنا برا جانتی بس آہستہ سے کھسک جاتی''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرا (شخص) اسکی طرف منہ کر کے بیٹھے تو کیسا ہے اور ذیل میں حدیث پیش کرتے ہیں کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے سامنے لیٹی رہتی حالانکہ باب کے مطابق آدمی کا آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی حدیث پیش کرتے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش فرمائی جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ کے سامنے لیٹے رہنا مضر نہ ہوا تو آدمی کے سامنے آدمی کا لیٹنا سامنے منہ کر کے کیوں کر مضر ہوگا؟ حالانکہ یہ بات بھی ضوء النہار کی طرح واضح ہے کہ جو احکام نماز کے لیے مردوں پر ہیں وہی عورتوں کے لیے ہیں، الا یہ کہ چند چیزوں کو شارع علیہ السلام نے عورتوں کے لیے مخصوص فرمایا جیسا کہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے نہ ہوگی وغیرہ

صاحب اوجز المسالک رقمطراز ہیں:

''فی الحدیث استقبال الرجل المرأۃ فقیل هما سواء، وقیل لما لم یرہا بأسا، فالرجل بالاولی''

(ابواب والتراجم لصحیح البخاری، ج۲، ص۸۳)

''حدیث میں مرد عورت کے استقبال کا ذکر ہے۔ پس دونوں (اس حکم میں) یکساں ہیں (کیونکہ) یہ بھی کہا گیا ہے جب نبی کریم ﷺ کے آگے امی عائشہ تھیں تو آپ نے ممانعت نہیں فرمائی تو پھر (آدمی) کا آدمی کے سامنے نماز پڑھنا بالاولیٰ جائز ہے''۔

امام کرمانی فرماتے ہیں۔

''بان حکم الرجل والمرأۃ واحد فی احکام الشریعۃ'' (فتح الباری ج۱ ص ۷۷۲)

''یقیناً مردوں اور عورتوں کا حکم شریعت میں یکساں ہیں''

ابن رشید فرماتے ہیں

''قصد البخاری ان شغل المصلی بالمرأۃ اذا کانت فی قبلته علی ای حالة کانت اشد من شغله بالرجل''

(فتح الباری ج۱ ص ۷۷۳)

''امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جب نمازی کے آگے عورت لیٹی ہوئی ہو تو اس کا دل اسکی طرف زیادہ مشغول ہوتا ہے بنسبت مرد کے (یعنی جب عورت کا لیٹنا درست ٹھہرا تو مرد کا لیٹنا کیوں درست نہ ہوگا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے)۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

صحیح مسلم میں حدیث موجود ہے کہ عورت، گدھا اور کتے کی وجہ سے نمازی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے لہذا امام الطحاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منسوخ گردانا ہے لیکن یہاں پر نسخ ثابت نہ ہوگا کیوں کہ عدم علم تاریخ کے بغیر نسخ کا دعوی بے کار ہے اور اگر تطبیق ممکن ہو تو منسوخ قرار دینے کا تکلف باقی نہیں رہتا جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ نماز کسی چیز سے نہیں ٹوٹتی ہاں البتہ جن احادیث میں نماز ٹوٹنے کا ذکر ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں یہ قول ملتا ہے۔

ومال الشافعی وغیرہ الی تاویل القطع فی حدیث ابی ذر بان المراد به نقص الخشوع لا الخروج من الصلاۃ۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۷۴)

"امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا میلان اس حدیث (جس میں نماز کے قطع کا حکم ہے کچھ اسطرح سے ہے کہ) قطع کرے والی جس کو ابوذر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے مراد یہ ہے کہ خشوع میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس سے آدمی نماز سے خارج نہیں ہوتا۔"

امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

وتأول هولاءِ حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ علی ان المراد بالقطع نقص الصلاۃ تشغل القلب بهذہ الاشیاء ولیس المراد ابطالها۔ (شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۳۰)

"یعنی جو حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کہ نماز عورت، گدھا اور کتے سے ٹوٹ جاتی ہے) اس سے مراد نماز میں کمی ہونے کے ہیں (کیوں کہ ان اشیاء کا گزرنا) شغل قلب کا باعث ہے اور اس سے مراد نماز کا باطل ہونا نہیں ہے (بلکہ خشوع اور خضوع میں فرق آتا ہے)"۔

علامہ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو احادیث اس باب پر دلالت کرتی ہیں کہ کتا، عورت اور گدھا نماز کو قطع کر دیتے ہیں تو اس سے مراد نماز کا قطع ہونا (خشوع وخضوع) میں باطل ہونا ہے اور اسی طرح صحابہ کی ایک جماعت گئی ہے جن میں ابوہریرہ، انس بن مالک اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۷)

جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان المراد بالقطع فی الحدیث نقص الصلاۃ یشغل القلب بهذہ الاشیاء۔

(الدیباج شرح صحیح مسلم بن الحجاج. ج ۱ ص ۲۴۰)

"نماز کے قطع سے مراد یہاں حدیث میں نماز کی کمی ہے کیوں کہ دل ان اشیاء کی وجہ سے شغل میں پڑ جاتا ہے"۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

یعنی نماز کا قطع ہونا عورت اور گدھے کی وجہ سے تو یہ مبالغہ ہے اس سبب کہ نماز کا قطع ہونا اور اس کی وجہ سے ان اشیاء کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شغل کے سبب کیوں کہ عورت فتنہ میں ڈالتی ہے اور گدھے کا ہینگنا (وہ بھی خرابی کا باعث بنتا ہے) اور کتا ڈراتا ہے نمازی کو یہاں تک کہ اسے تشویش میں ڈالتا ہے حتی کہ اس کی نماز ختم ہو جاتی ہے یا (خشوع خضوع میں) بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔(المفہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹)

صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

اور جو تخصیص کی گئی ہے کہ عورت، کتا اور گدھا (نماز کو باطل کر دیتے ہیں) تو پس اس کا معنی یہ نہیں کہ ان تینوں اشیاء کے علاوہ کوئی اور چیز نماز کی برکت کو ختم نہیں کر سکتی۔ اگر یہ حکمتیں نہ ہوتیں (یعنی عورت، کتا اور گدھے کی گزرنے کی) تو مرد کے لیئے کوئی گناہ نہ ہوتا۔ بلکہ یہ تینوں چیزیں شیطان کے وجود اور فتنہ کی جگہیں ہیں۔ تاکہ (نماز) ختم ہو جائے اور شیطان کی وجہ سے (نمازی) سخت پریشان ہو جائے۔ ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا ہے کہ عورت یقیناً پردے کی جگہ ہے اور جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یقیناً جب عورت آتی اور جاتی ہے شیطان کی صورت میں اور گدھے کے ہینگنے کے بارے میں بھی موجود ہے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر اپنی آواز نکالتا ہے (یعنی ہینگتا ہے) اور جہاں تک کتے کے بارے میں ہے تو حدیث کالے کتے کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ کالے کتے کو شیطان کہا گیا ہے۔ یقیناً کتے کا مطلب خبث ہونا موجود ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتے ہوں۔ (منۃ المنعم شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۸)

محمد بن خلیفۃ الوشتانی الأبی رقمطراز ہیں:

"وحمل القطع فی هذا الحديث على انه مبالغة فی خوف الإفساد بالشغل بها" (إکمال اکمال المعلم. ج۲. ص۲۰۱)

"یعنی نماز کے قطع کرنے کا مقصد اس حدیث میں مبالغہ کے لیے آیا ہے۔ (کیونکہ ان تین اشیاء سے) فساد کے خوف کی وجہ سے اور (ان تین اشیاء میں) شغل بھی ہے"۔

ان اقتباسات سے واضح ہوا کہ عورت، کتا اور گدھے سے نماز ٹوٹنے سے مراد نماز میں خشوع اور خضوع کا باطل ہونا ہے۔

مزید تفصیل کے لیئے ان کتب کی طرف مراجعت مفید رہے گی۔

1. فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر رحمہ اللہ
2. نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار للشوکانی رحمہ اللہ
3. سبل السلام شرح بلوغ المرام للصنعانی رحمہ اللہ
4. نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی رحمہ اللہ
5. اختلاف الحدیث للامام الشافعی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب مواقيت الصلاة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

"جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے قبل پائے تو اس کی نماز جائز ہو جاتی ہے (یعنی وہ نماز ادا ہو جاتی ہے قضا کرنے کی ضرورت نہیں"

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ، وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ"

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلاۃ رقم ۵۵۶)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے پائے تو اپنی نماز مکمل کر لے یعنی تین رکعتیں باقی غروب کے وقت ادا کرے اور جب ایک رکعت فجر کی نماز سورج نکلنے سے پہلے پائے تو اپنی باقی نماز کو پورا کرے یعنی باقی ایک رکعت سورج نکلنے کے وقت پڑھے۔"

"عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ "إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ ـ ـ ـ ـ ـ"

(صحیح البخاری مواقیت الصلاۃ رقم ۵۵۷)

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سوائے اس کے کوئی مثل نہیں ہو سکتی کہ عمریں اور مدت تمہاری اے مسلمانوں اگلی امتوں (یہود اور نصاریٰ) کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک تورات والوں نے جن کو تورات دی گئی (صبح سے) مزدوری کرنا شروع کی جب دوپہر گزرا تو تھک گئے ان کو ایک ایک قیراط ملا پھر انجیل والوں کو انجیل ملی انہوں نے عصر کی نماز تک کام کیا پھر تھک گئے ان کو بھی ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہم مسلمانوں کو قرآن ملا ہم نے سورج ڈوبنے تک کام کیا (اور کام پورا کر دیا) ہم کو دو دو قیراط مزدوری کے ملے اب تورات اور انجیل والے کہنے لگے اے ہمارے رب تو نے ان مسلمانوں کو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ہی ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مزدوری کچھ کم کر دی انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میری عنایت ہے یہ میں جس پر چاہوں کروں۔"

حدیث اور باب مناسبت:

حدیث اور ترجمۃ الباب میں مناسبت یہ ہے کہ جو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص ایک رکعت نماز عصر یا فجر سورج ڈوبنے یا طلوع ہونے سے قبل پائے تو وہ اپنی باقی نماز کو پورا کر لے اور یہ نماز اسکی ادا ہے قضاء نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر ترجمۃ الباب اور حدیث میں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ”رکعۃ“ کا ذکر فرمایا ہے، مگر حدیث میں ”سجدۃ“ کا ذکر ہے رکعت کا نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کانہ اراد تفسیر الحدیث، وأن المراد بالسجدۃ الرکعۃ“ (فتح الباری. ج۲/۳۲)

”گویا کہ آپ نے تفسیر حدیث کا ارادہ فرمایا ہے اور یہ کہ مراد سجدے سے رکعت کے ہیں“۔

ابن الملقن رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”وفی روایۃ للسراجی فی ”مسندہ“ من ادرك رکعۃ قبل ان تطلع الشمس، رکعۃ بعد ما تطلع فقد ادرك، واخرجہ مسلم ایضاً من حدیث عائشۃ، من ادرك من العصر سجدۃ قبل ان تغرب الشمس او من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرکہا، والسجدۃ وانما ھی رکعۃ وھو من افرادہ ایضاً“ (التوضیح. ج۶. ص۱۹۸)

”مسند سراج میں ہے کہ ”جب کسی نے ایک رکعت پائی سورج کے طلوع ہونے سے قبل اور ایک رکعت بعد طلوع پس یقیناً اس نے اپنی نماز کو پالیا۔ صحیح مسلم میں بھی ہے کہ جس نے عصر کا سجدہ پالیا قبل سورج کے غروب کے یا صبح کو قبل طلوع ہونے سے رکعت پالی اور یہاں سجدے سے مراد رکعت ہے“۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد سجدے سے رکعت کے ہیں جس طرح کے پیچھے گزرا اسی پر منطبق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب جہاں سے انہوں نے رکعت کو ظاہر کیا ہے۔

دوسری حدیث جس کو امام بخاری نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی آدمی کو بعض عمل کرنے سے کل کا ثواب مل جاتا ہے جیسے کہ عصر سے شام تک کام کرنے والے کو مکمل دن کی مزدوری دے دی گئی (جیسا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے) پس یہ نظیر ہے اس کی جس کو ایک رکعت پانے سے ساری نماز کا ثواب ملے پس یہی وجہ ہے مناسبت ان حدیثوں کی ترجمۃ الباب سے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال الحافظ: حدیث ابن عمرو حدیث ابی موسی فی ھذہ الترجمۃ لیدل علی انہ قد یستحق بعمل البعض اجر الکل، مثل الذی اعطیی من العصر الی اللیل اجر النھار کلہ، فھو نظیر من یعطی اجر الصلاۃ کلھا ولو لم یدرك الا رکعۃ، وبھذا تظھر مطابقۃ الحدیثین للترجمۃ۔ (انظر فتح الباری لا بن حجر ج ۲ ص ۴۹)

غرض امام بخاری رحمہ اللہ ابن عمر اور موسیٰ رضی اللہ عنہما کی ان دونوں حدیثوں کو یہاں لانے سے یہ ہے کہ کبھی آدمی کو بعض عمل کرنے سے کل کا ثواب مل جاتا ہے جیسے کہ عصر سے شام تک کام کرنے والے کو کل دن کی مزدوری دی گئی پس یہ نظیر ہے اس کی جس کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک رکعت پانے سے ساری نماز کو ثواب ملے پس یہی وجہ ہے مناسبت ترجمۃ الباب اور حدیث کی۔

مزید حافظ صاحب فرماتے ہیں!

اس سے اور اس کے بعد والی حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ عمل کے جزو پر پوری مزدوری ملتی ہے اسی طرح جو کوئی فجر یا عصر کی ایک رکعت پالے اس کو بھی اللہ تعالیٰ ساری نماز وقت پر پڑھنے کا ثواب عطا کر سکتا ہے۔(مندرجہ بالا حدیث میں مسلمانوں کا ذکر بھی ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ)کام تو کیا صرف مغرب تک لیکن سارے دن کی مزدوری ملی۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے شرط پوری کی، شام تک کام کیا اور کام پورا کیا۔ آگے دو گروہ نے اپنا نقصان خود کیا کام کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ گئے اور محنت بھی مفت گئی۔

شاہ ولی اللہ محدث الدھلوی رحمہ اللہ تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں!

امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے باب قائم کرنے پر (کہ یہ اس طرف) اشارہ ہے کہ نمازی اگر غروب سے قبل ایک رکعت کو پالے گا تو اس کی نماز جائز ہو گی اور اسے قضا کرنے کی حاجت نہ ہو گی۔ (شرح تراجم ابواب البخاری ص ۱۸۸)

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومقصود الحديث تفضيل هذه الامة وتوفير أجرها مع قلة عملها“ (كشف المشكل، ج١، ص٣٢٩)

مذکورہ بالا حدیث میں جو مقصود ہے وہ اس امت (امت محمدیہ) کو مکمل اجر دینا ہے، جو کہ کم عمل پر مبنی ہے۔

فائدہ:

مندرجہ بالا احادیث میں جو مثالیں یہود و نصریٰ اور مسلمانوں کے لیئے دی گئی ہیں۔یہودیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور تورات پر چلے لیکن اس کے بعد انجیل شریف اور قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ سے منحرف ہو گئے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا تو ان دونوں فرقوں کی محنت برباد ہو گئی اور آخرت میں اجر سے بھی محروم رہے۔ آخر زمانے میں مسلمان آئے اور انہوں نے تھوڑی مدت ہی محنت کی مگر کام پورا کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو مانا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی مانا اور تمام آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لائے لہذا سارے ثواب کا بہت بڑا حصہ انکے حصے میں آ گیا۔

”ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝“

(الجمعہ ۶۲/۴)(تيسير البارى شرح صحيح البخارى ج١ص ٢٧٧)

ایک اشکال:

مندرجہ بالا حدیث سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں مسلمانوں کی موت انتہائی کم معلوم ہوتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہود کی موت زیادہ سے زیادہ دو ہزار سال ہے۔ لہٰذا یہ کوئی اشکال والی بات نہیں۔ مگر نصاری کی مدت زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ چھ سو برس ہے، جب کہ مسلمانوں کو چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اس کا بھی علم نہیں کہ قیامت تک کتنے اور سال بڑھیں گے۔ حالانکہ روایت میں یہود و نصاریٰ کی عمر کو طویل تسلیم کیا گیا ہے۔ جبکہ امت محمدیہ کی عمر کو کم قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایک واضح اشکال ہے۔

الجواب:

مذکورہ بالا حدیث میں امت سے امت کا تقابل ہرگز نہیں کروایا جا رہا ہے، بلکہ امت کے افرادوں کی عمر سے تقابل کروایا جا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال تک ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث میں احاد و افراد امت کا تقابل آحاد سے کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ لفظ قیراط کو تکرار کے ساتھ قیراطاً، قیراطاً اور قیراطین، قیراطین ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں آحاد کا آحاد سے تقابل منقول ہے، جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم لوگ عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہاری عمریں گزری ہوئی امتوں کے عمروں کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں دن کا بقیہ حصہ۔ (مسند احمد بن حنبل۔

ج۱۰، رقم الحدیث ۵۹۶۶، حدیث صحیح لغیرہ۔ بتحقیق شعیب الارناوط۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر رقم الحدیث۔ ۱۳۵۱۹)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الاذان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَنْ قَالَ: لِيُؤَذِّنَ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

"سفر میں صرف ایک اذان کہنی چاہیئے یعنی صبح وغیرہ نمازوں کے واسطے فقط ایک ہی اذان کہنی چاہیئے"

"عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهَالِينَا قَالَ "ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ" (صحیح البخاری کتاب الاذان رقم الحدیث ۶۲۸)

"سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی اپنی قوم کے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے سو ہم آپ ﷺ کے پاس بیس (20) دنوں تک ٹھہرے رہے اور آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ بہت رحم اور نرمی کرنے والے تھے سو جب آپ نے ہمارا اشتیاق گھر والوں کی طرف دیکھا تو فرمایا واپس جاؤ اور اپنے گھر والوں میں رہو اوان کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور نماز پڑھا کرو سو جب نماز کو وقت آجائے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دے اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کروائے"۔

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں وضاحت فرمائی کہ سفر میں ایک اذان کہنی چاہیے اور دلیل میں حدیث پیش فرمائی کہ جب تم گھر کی طرف لوٹو ان کو اسلام کے احکام سکھاؤ نماز پڑھا کرو اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے۔۔۔۔

تطبیق کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے کیوں کہ وہ لوگ ابھی بالفعل سفر میں تھے اور لازم ہوا اذان دینا بھی کیوں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وجه مطابقة للترجمة مع ان ظاهره يخالفها لقوله، فكونوا فيهم وعلّموهم فاذا حضرت فظاهره ان ذالك بعد وصو لهم الى اهلهم وتعليمهم، لكن المصنف اشار الى الرواية الاتية فى الباب الذى بعد هذا فان فيها "اذا انتما خرجتما فاذنا" (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۱)

"ظاہر میں ترجمۃ الباب اس قول کے مخالف نظر آتا ہے کہ گھر والوں کو دین سکھاؤ اور جب نماز کا وقت آجائے تو اذان کہو لیکن حقیقت میں (مخالفت نہیں ہے کیوں کہ) امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمایا جو اس کے بعد والے باب میں مرقوم ہے کہ "جب تم دونوں سفر کو نکلو تو اذان دیا کرو پھر اقامت کہا کرو۔"

لہذا یہ بات واضح ہوئی کہ باب میں جو سفر کا ذکر فرمایا ہے مصنف کا اشارہ دوسری حدیث کی طرف ہے جس میں واضح طور پر یہ حکم ہے کہ سفر میں بھی آپ کو اذان دینی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الملقن اور ابن المنیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

"حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا ان کے احوال کی وجہ سے کہ جب آپ اپنے گھر کو لوٹیں (تو اذان دیں نماز کے لیے) نہ کہ سفر میں۔۔۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام قاصر نہیں ہے اس پر بلکہ یہ عام ہے ان کے لیے کہ جب سے وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے (سفر میں) یعنی مؤذن کے اذان کا حکم اس وقت سے ہی ہو گیا جب صحابہ نے سفر کا قصد فرمایا۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی"۔

(دیکھیے التوضیح. ج۶. ص۳۲۸. المتواری. ص۹۴)

فائدہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کئی مؤذن رکھنے جائز ہیں لیکن مناسبت یہ ہے کہ سب ایک بار اذان نہ دیں بلکہ ایک بعد دوسرا اذان دے اور اگر مسجد بڑی ہو تو جائز ہے کہ ہر طرف میں ایک ایک مؤذن اذان دے خواہ ایک ہی وقت میں ہوں اسی طرح اگر شہر بڑا ہو اور اس کے کنارے دور دور ہوں تو ہر طرف ایک ایک مؤذن ایک وقت میں اگر اذان دے تو وہ بھی جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب علم اور فضیلت میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے اور اذان میں بڑے چھوٹے کا کچھ لحاظ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امامت اذان سے افضل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (فیض الباری از علامہ ابو الحسن سیالکوٹی ج۲ ص۴۳۶)

فائدہ نمبر۲:

مذکورہ بالا حدیث پر اگر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو جب اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں رخصت دی تو آپ نے انکے گھر والوں کو بھی نماز کی تعلیم دینے کا حکم دیا اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگر مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہوتا تو لازماً نبی کریم ﷺ انہیں فرق کے بارے میں آگاہی فرما دیتے مگر حدیث میں نماز کا طریقہ عام ہے۔ لہٰذا مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں امام عالی مقام امام بخاری رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الاراء کتاب تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں!

كانت ام الدرداء تجلس في صلاتها جلسة الرجل وكانت فقيهة۔ (تاریخ الصغیر ص۹۶)

"یعنی ام درداء جو فقیہ تھیں نماز میں مردوں کی طرح بیٹھا کرتی تھیں، ہماری معلومات کے مطابق عورتوں کی نماز کو تین جگہوں پر مردوں کی نماز سے مختلف کیا جاتا ہے۔

۱) رفع الیدین میں مرد کانوں تک اور عورت کاندھے تک ہاتھ اٹھائیں۔

۲) عورت سینے پر اور مرد ناف پر ہاتھ باندھے۔

۳) عورت سجدے میں پیٹ رانوں سے چمٹا لے جب کہ مرد اپنی رانیں پیٹ سے دور رکھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تینوں مسائل اور تخصیص کی احناف کے پاس کوئی صریح اور غیر مجروح روایت کے طور پر موجود نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

احناف کہتے ہیں کہ مرد ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور عورتیں کندھوں تک عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا یہ حکم کسی حدیث میں وارد نہیں ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۲)

امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں!

یہ رفع الیدین ایسی سنت ہے جو مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔ اسی طرح مقدار رفع میں بھی فرق کرنے کی کوئی صریح دلیل منقول نہیں ہے جیسا کہ حنفیہ کا مذھب ہے کہ مرد ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور خواتین کندھوں تک۔ حنفیہ کے پاس اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۲ ص ۱۹۸)

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالیشان پر بھی غور کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" (صحیح البخاری :۶۳۱)

"نماز اسی طرح سے پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو"

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق کرنے والی روایت کا مختصر سا جائزہ

❶ عن ابن عمر مرفوعاً اذا جلست المراۃ فی الصلاۃ---- (بیہقی ۲ / ۲۲۳)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو دائیں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ (کرے) تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے (فرشتو) گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔"

اسکی سند میں راوی محمد بن القاسم البلخی کا ذکر حالت معلوم نہیں ہے تفصیل کے لیے لسان المیزان لابن حجر رحمہ اللہ (ت ۷۹۹)

اس روایت کا دوسرا راوی عبید بن محمد اسرفی ہے اس کے حالات نامعلوم ہیں۔

لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔(السنن الکبری ۲ / ۲۲۲)

دوسری پیش کی جانے والی روایت کا حال

❷ عن ابن عمر انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: کن یتربصن ثم امرن ان یحتفزن

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں خواتین کس طرح پڑھا کرتی تھی (نماز) تو انہوں نے فرمایا پہلے چار زانوں ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انھیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔"

(جامع المسانید ۱ / ۴۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامع المسانید محمود الخوارزمی کی کتاب ہے اسکی سند میں کئی راویوں کے حالات نامعلوم ہیں مثلاً

1. ابراھیم بن مہدی اسکو محدثین نے جھوٹا کہا ہے۔
2. زربن نجیح البصری کے حالات نہیں ملے۔
3. علی بن محمد البزار کے حالات نہیں مل سکے۔
4. قاضی عمر بن الحسن بن علی الاشنانی مختلف فیہ راوی ہے۔

امام دار قطنی فرماتے ہیں۔

وکان یکذب (التقریب:۲۵۷، دیکھئے سوالات الحاکم للدارقطنی : ۲۵۲)

"اور وہ جھوٹ بولتا تھا"

لہذا یہ روایت مردود ہے استدلال کے قابل نہیں ان روایات کے علاوہ اور بھی روایات ہیں مگر کوئی بھی کلام سے خالی نہیں۔

بَابُ هَلْ تَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا؟ وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ؟

ویذکر عن بلال: انه جعل اصبعیه فی اذنیه

وکان ابن عمر لایجعل اصبعیه فی اذنیه

وقال ابراھیم: لاباس ان یوذن علی غیر وضوء

www.KitaboSunnat.com

وقال عطاء: الوضوحق وسنة

وقالت عائشة: کان النبی ﷺ یذکر الله علی کل احیانه

"کیا موذن اذان میں اپنا منہ اِدھر اُدھر (داہنی طرف اور بائیں طرف) پھرائے؟ اور کیا اذان میں اِدھر اُدھر دیکھ سکتا ہے؟"

اور بلال رضی اللہ عنہ نے (اذان میں) اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں ڈالیں۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو اذان میں کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالا کرتے تھے۔

اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہ بے وضوء اذان دینے میں کوئی قباحت نہیں۔

اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا (اذان میں) وضوء ضروری ہے اور سنت ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ سب وقتوں میں اللہ کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

"عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا بِالْأَذَانِ"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحیح البخاری کتاب الاذان رقم الحدیث ۶۳۴)

"ابو جحیفہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے دیکھا وہ کہتے ہیں میں بھی (ان کے منہ کے ساتھ) اِدھر اُدھر اذان میں منہ پھیرنے لگا۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں اذان کے وقت اِدھر اُدھر منہ کرنے کو پیش فرمایا ہے یہاں مناسبت یہ معلوم ہوتی ہے کہ نماز کے لیے وضو شرط ہے اور بندہ نماز میں التفات اِدھر اُدھر اپنے منہ کو نہیں کر سکتا اس لیے کہ نماز میں قبلہ رو ہونا شرط ہے لہذا جب اذان میں اِدھر اُدھر بندہ اپنا منہ کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کے لیے وضوء شرط نہیں ہے جیسا کہ امی عائشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل کیا کہ آپ علیہ السلام ہر حالت میں ذکر فرماتے تھے تو معلوم ہوا کہ ہر حالت میں ذکر کرنے کے لیے وضوء شرط نہیں اور اذان دینا بھی ایک ذکر ہے اور اس پر بھی وضوء شرط نہیں ہے ابو جحیفہ سے جو اثر منقول ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں اِدھر اُدھر منہ کیا کرتے تھے یہ بھی اسی مسئلہ پر دال ہے۔ واللہ اعلم

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"غرضه إثبات أن الأذان غير ملحق بالصلاة في الاحكام ولا يشترط فيه الاستقبال، وبهذا يتحقق المناسبة بين الترجمة والآثار الواردة فيه" (شرح تراجم ابواب البخاری، ص۲۰۲)

"امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ آپ ثابت کر رہے ہیں کہ اذان نماز کے ساتھ ملحق نہیں ہے اور نہ ہی اس میں (بیت اللہ کی طرف منہ کرنا) استقبال کی کوئی شرط ہے"۔

لہذا یہی مناسبت ہے ترجمۃ الباب کی ان آثار کے ساتھ جو وارد ہوئے ہیں۔

امام عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لأن الاذان من جملة الاذكار فلا يشترط فيه ما يشترط في الصلاة من الطهارة ولا من استقبال القبلة كما لا يستحب فيه الخشوع الذي ينافيه الالتفات" (ضیاء الساری فی مسالك ابواب البخاری، ج۷، ص۷۴)

"اذان دراصل اذکار میں سے ہے اس (کی ادائیگی کے لیے) وہ شرائط نہیں ہیں جو نماز کی ہیں۔ جیسے کہ طہارت کا ہونا قبلہ رو ہونا اور اس میں خشوع کا ہونا بھی مستحب نہیں ہے جو التفات کے منافی ہو (یعنی اذان میں التفات کر سکتے ہیں)"۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب میں یہ مقصود ہے کہ مؤذن دائیں اور بائیں طرف التفات کر سکتا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: کہ میں (اذان دیتے ہوئے) اپنے منہ کو اِدھر اُدھر یعنی دائیں اور بائیں پھیر تا 'حی علی الصلاۃ' اور 'حی علی الفلاح' پر"۔

ان تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ اذان میں جب التفات ہو سکتا ہے تو اس کا حکم نماز کا نہیں ہے کیونکہ نماز میں خشوع اور خضوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ بس جب اذان کا حکم نماز جیسا نہیں تو اس کے لیے طہارت بھی شرط نہیں۔ یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

بَابُ فَضْلِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

باجماعت نماز فجر کی فضیلت کا بیان

"عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلاَةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى، وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلاَةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ " (صحیح البخاری کتاب الاذان رقم ۶۵۱)

"سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز میں سب سے زیادہ اجر والے وہ لوگ ہیں جو دور سے چل کر مسجد میں آتے ہیں اور وہ شخص نماز کا جو انتظار کرتا ہے حتی کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے وہ بہت زیادہ ثواب میں ہے ایسے شخص سے کہ جو پڑھتا ہے اور سو جاتا ہے۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ حدیث میں الفاظ ہیں "فابعدھم ممشی" یعنی وہ شخص جو دور سے چل کر آئے مسجد کو یعنی مشقت برداشت کرے گویا باب میں فجر کا لفظ موجود ہے اگر غور کیا جائے تو نمازوں میں سب سے زیادہ مشقت فجر کی ہی نماز میں ہے گویا کہ جو شخص مشقت اٹھا کر مسجد پہنچے اس کا بہت زیادہ اجر ہے اور فجر میں مشقت موجود ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

دل على ان السبب فى زيادة الاجر وجود المشقة بالمشى الى الصلاة، واذا كان كذالك فالمشى الى الصلاة الفجر فى جماعة اشق من غيرها۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۶)

اجر کی زیادتی کی جو وجہ ہے وہ مشقت کے ساتھ نماز کی طرف چلنے کو ہے اور یہ اسی طرح سے ہے تو پھر نماز فجر کے لیے چلنا باقی نمازوں سے زیادہ مشقت والا کام ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولا شك ان المشى الى لصلاة الفجر اشق منه الى بقية الصلاة۔ (المتواری ص ۹۸)

"اس میں شک نہیں ہے کہ نماز کی طرف پیدل چلنا فجر کے لیے بقیہ نمازوں سے زیادہ مشقت والا کام ہے۔"

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مطابقة الترجمة تفهم من قوله "اعظم الناس أجرا فى الصلاة أبعدهم۔۔۔۔" (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۵۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت یوں ہے کہ حدیث میں ہے "یعنی وہ شخص جو دور سے چل کر آئے اور مشقت برداشت کرے" اس میں بیان ہے بہت بڑے اجر کا نماز میں اور وہ ہے دور سے چل کر (مسجد کی طرف آنا) اور اسی میں مسافت اور مشقت موجود ہے۔ پس ہر وہ نماز جس میں دور سے آنے کی مشقت ہو وہ اجر اور افضیلت کے اعتبار سے بڑی ہے برعکس ان نمازوں سے جس میں (مشقت اور دور سے نہ آنے کی محنت نہ ہو) اور یہ خصوصیات نہ پائی جائیں۔

بدرالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

• "ان صلاۃ الجماعۃ وبعد المشی انما کثر ثہرھا المشقۃ الحاصل بالتقید بالجماعۃ والمشی الیھا والمشی الی الجماعۃ فی الفجر أشق من غیرھا۔۔۔ فیکون الأجر أکثر" (مناسبات تراجم البخاری، ص۴۹)

"یقیناً جماعت کے ساتھ نماز میں (شامل ہونا) اور دور سے چل کر آنا اس کے ثمرات کو حاصل کرنا جو کہ مقید ہے جماعت کے لیے پیدل چل کر نماز کی طرف جانا اور نماز فجر کے لیے چل کر جانا سب سے زیادہ اس (نماز) میں مشقت ہے۔۔۔ پھر اجر کے اعتبار سے بھی (تمام نمازوں سے) زیادہ ہے"۔

ابویحییٰ ذکریا الشافعی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ زیادہ اجر کا سبب ہے دور سے نماز کی طرف چل کر آنا اور مشقت کے ساتھ اور (خصوصاً) نماز فجر میں نیند سے دور ہونا جو طبیعت پر بھاری ہوتا ہے"۔ (منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، ج۲، ص۳۶۶)

لہٰذا باب اور حدیث میں مناسبت یہی ہے کہ نماز کی طرف پیدل چل کر جانا مشقت کا برداشت کرنا اجر کا مستحق ہے اور یہ تمام چیزیں نیند کا غلبہ، اندھیرے میں چلنا وغیرہ فجر کی نماز میں زیادہ ہیں۔ (لہٰذا اس اعتبار سے یہ اجر میں بھی زیادہ ہے)

مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں تین احادیث بیان فرمائی ہیں اور ہم نے اوپر مطابقت کی جو تین قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک قسم کی مصداق ہر فرد حدیث ہے۔ پہلی حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (صحیح بخاری برقم ۶۲۱) اس سے باب کی مطابقت بطریق خصوص کے ہے۔ کیونکہ فجر کا لفظ اس میں موجود ہے۔ یہ اجتہاد کا ادنیٰ درجہ ہے۔۔۔ تیسری حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ والی ہے جس پر آپ کا اعتراض ہے (حالانکہ اسی حدیث سے اجتہاد کا درجہ کمال ثابت ہوتا ہے) اس کی مطابقت باب سے بطریق استنباط یوں ہے اور یہ وہی ہے (جس کو آپ نے نہیں سمجھا اور نہ آپ اسے سمجھ سکتے ہیں) غور سے سنیے وہ استنباط یوں ہے کہ لفظ حدیث "فأبعدھم ممشی" سے اجر کی زیادتی وجود مشقت بالمشی الی الصلاۃ پر ہے وہ ظاہر ہے کہ نماز فجر میں بنسبت اور نمازوں کے اشد مشقت و سخت دشواری بیداری از نوم و مشی الی المسجد برائے نماز جماعت کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک ایشیا کے بڑے تجربے کار نے فرمایا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواب نوشیں با مراد رحیل،
باز دارد پیادہ راز سبیل

صبح کی میٹھی نیند
مسافر کو سفر سے روکتی ہے

پس حدیث کے مفہوم اور باب کے مصداق میں کھلی مطابقت ہے اور یہ تطابق استنباطی ہے اور اجتہاد کا درجہ اعلیٰ ہے۔

(الخذی العظیم۔ ص۷)

بَابُ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

تنہا عورت اکیلی صف کا حکم رکھتی ہے

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ، فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا".

(صحیح البخاری کتاب الاذان رقم الحدیث ۷۲۷)

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور ایک یتیم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم میری والدہ ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ اشارہ بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تنہا نماز پڑھی اگر عورت کی نماز تنہا باطل ہوتی تو آپ ﷺ قطعاً انکو اجازت مرحمت نہ فرماتے لہذا ان کو اجازت دی تو واضح ہوا کہ عورت اکیلی پوری صف کا حکم رکھتی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں یہ واضح الفاظ موجود ہیں کہ جس کو امام ابن عبداللہ رحمہ اللہ نے مرفوعاً ذکر فرمایا ام عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ!

"المراۃ وحدھا صف" (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۰)

"اکیلی عورت صف کا حکم رکھتی ہے"

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مطابقة الترجمة في قوله "وأمي۔ ام سليم۔ خلفنا" لانها وقفت خلفهم وحدها، فصارت في حكم الصف۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کا کہنا "میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے (اکیلی صف میں کھڑی تھیں) لہذا ان کا اکیلا صف میں کھڑا ہونا مکمل صف کا حکم رکھتا ہے۔

صاحب اوجز المسالک رقمطراز ہیں:

"ابن رشید فرماتے ہیں: امام بخاری کا قصد (ترجمۃ الباب سے یہ) ہے کہ (عورت کا اکیلے صف کا حکم رکھنا) یہ عمومی قاعدے سے مستثنیٰ ہے، جس میں یہ ہے "اس کی نماز نہیں جو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتا ہے"۔ یعنی یہ حکم صرف مردوں کے لیے"۔ (الابواب والتراجم، ج۲، ص۸۷۹)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا خلاف فی أن سنة النساء القیام خلف الرجال ولا یجوز لهن القیام معهم فی الصف" (الاستذکار، ج۶، ص۱۵۵)

"اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورتوں کا قیام (یعنی صف بنانا) مردوں کے پیچھے ہے اور یہ جائز نہیں کہ خواتین ان کے ساتھ قیام میں کھڑی رہیں (لہٰذا اس سبب کی بناء پر خواتین کا اکیلے صف میں کھڑا ہونا مکمل صف کا حکم رکھتا ہے)"۔

لہذا یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت معلوم ہوتی ہے کہ عورت کا تنہا صف میں کھڑے رہنا درست ہے جبکہ مرد کو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا رہنا باطل ہے جبکہ صف میں جگہ ہو۔

فائدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ مبارک سے یہ مسئلہ عیاں ہوا کہ اکیلی عورت صف کا حکم رکھتی ہے جبکہ اکیلا مرد پوری صف کا حکم نہیں رکھتا بر اں بریں اس مسئلہ پر متعدد احادیث واثار کتب احادیث میں موجود ہیں سیدنا وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح ہے کہ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رای رجلا خلف الصف وحده فامره ان یعید الصلاة۔

(ابو داؤد کتاب الصلاة رقم الحدیث ۶۸۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلا ہی نماز پڑھ رہا تھا تو آپ نے اسے نماز دوہرانے کا حکم دیا۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "حسن" امام ابن حبان علامہ احمد شاکر اور شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔ (تحقیق المشکاۃ ۱/ ۳۴۵، ارواء الغلیل ۲/ ۳۲۳)

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ اکیلے مرد کی نماز صف کے پیچھے درست نہیں۔

فضیلۃ الشیخ غازی عزیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ (وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی حدیث کا) حکم اس صورت میں نافذ ہوگا کہ جب آخری صف میں نمازی کے شامل ہونے کی گنجائش باقی ہو اور وہ اسکی استطاعت بھی رکھتا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو نماز دہرانے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم اس لیے فرمایا تھا کہ اس نے تساہل سے کام لیا تھا حالانکہ وہ صف میں داخل ہو کر شگاف کو پُر کرنے اور دوسرے نمازیوں کے ساتھ صف بندی کا ذمہ دار تھا۔

لہذا وہ شخص جس کو صف میں جگہ نہ ملی تو وہ اپنی وجہ سے پوری صف کو خراب نہ کرے گا بلکہ وہ معذور شمار ہوگا اور وہ اکیلا صف کے پیچھے ہی کھڑا ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرة ۲۸۶)

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اسکی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"

لہذا انشاءاللہ اس کی نماز معذوری کی وجہ سے درست ہوگی۔ابن رشد القرطبی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر علماء کا اختلاف ذکر فرمایا ہے۔آپ کہتے ہیں۔

واختلفوا اذا صلی انسان خلف الصف وحده فالجمهور علی ان صلوته تجزی وقال احمد و ابو ثور و جماعة صلاته فاسدة۔ (بداية المجتهد: ۱/۱۰۸)

"اگر کوئی صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے تو اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کا قول ہے کہ اسکی نماز جائز ہے، لیکن امام احمد، ابو ثور اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اس کی نماز فاسد ہے۔"

یہاں اس بات کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ علامہ ابن رشد جب جمہور کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد امام مالک امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ مراد ہوتی ہے۔(دیکھئے بداية المجتهد ۱/۵۱)

جو علماء صف کے پیچھے اکیلے کی نماز کے جواز یا عدم جواز کے قائل ہیں انکی فہرست کچھ یوں ہے۔

امام بغوی، ابن قدامہ، حافظ ابن حجر، شمس الحق عظیم آبادی اور عبدالرحمن مبارکپوری رحمہم اللہ کی تصریحات کے مطابق یوں ہے۔

" امام احمد، امام اسحق بن راھویہ، حکم، ابن المنذر، بعض محدثین شافعیہ، ابن خزیمہ، نخعی، حسن بن صالح اور اہل کوفہ کی ایک جماعت مثلاً حماد بن ابی سلیمان، ابن ابی لیلیٰ اور وکیع وغیرھم رحمہم اللہ عدم جواز کے قائل ہیں جبکہ حسن بصری، امام اوزاعی، امام مالک، سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی رحمہم اللہ اور اہل رائے یعنی حنفی حضرات کا قول اس کے جواز کا ہے۔

تفصیل کے لیے مراجعت کی جائے۔

(شرح السنة للبغوی ۳/۳۷۸، المغنی لابن قدامہ ۲/۴۲، عون المعبود ۱/۲۵۴، فتح الباری ۲/۲۲۷، تحفة الاحوذی ۲/۲۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

امام کو چاہیے کہ قیام ہلکا کرے (مختصر سورتیں پڑھے) اور رکوع و سجود کو پورا کرے

"۔۔۔أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا. فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ "إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ". (صحیح البخاری کتاب الاذان رقم ۷۰۲)

"سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں صبح کی نماز میں (جماعت میں) اس وجہ سے نہیں آیا کہ فلاں صاحب نماز کو لمبا کرتے ہیں ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی کسی وعظ اور نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا تم میں کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ (عبادت سے) نفرت کرادیں دیکھو جو کوئی تم میں لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی نماز پڑھائے کیوں کہ لوگوں میں کوئی ناتواں ہوتا ہے کوئی بوڑھا اور کوئی کام والا ہوتا ہے۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت بظاہر خلاف ہے کیوں کہ حدیث میں قیام کا مختصر ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں رکوع اور سجود کا ذکر بھی فرمایا کہ ان کو مکمل ادا کیا جائے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق دوسرے طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں واضح الفاظ ہیں کہ رکوع اور سجود کو مکمل کرنا چاہیے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وفی الطبرانی من حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ من امنا فلیتم الرکوع والسجود (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۲)

"جو کوئی امامت کروائے تو اسے چاہئے کہ وہ رکوع اور سجود کو پورا کرے"

لہذا نبی کریم ﷺ کا تخفیف کا حکم دینا قیام کے لیے تھا نہ کہ رکوع اور سجود کے لیے یہی بات ابن المنیر رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔

(دیکھئے المتواری ج ۱ ص ۱۰۰)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اسی تطبیق کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ قیام میں تو تخفیف سے کام لیا جائے، مگر رکوع اور سجود کے مکمل میں کسی کو کوئی مشقت نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۷)

لہذا ان احادیث و اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ قیام اگرچہ مختصر ہو مگر رکوع اور سجود مکمل ہوں کیوں کہ رکوع اور سجود کے مکمل کرنے میں کسی کو کوئی مشقت نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آن الوارد التخفیف فی القیام لا فی الرکوع والسجود" (المتواری. ص١٠٠)

"اس تخفیف کا حکم قیام میں ہے نہ کہ رکوع اور سجود میں"۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے حدیث میں مذکور لفظ "فلیتجوز" کی تفسیر ہے کہ تجوز اختصار کا تعلق قرأت وقیام کے ساتھ ہے، باقی اس کے علاوہ رکوع و سجود مکمل ادا کرنا چاہیے"۔

(شرح تراجم ابواب البخاری، ص٢٢٦)

اشکال:

یہاں پر ایک اشکال بھی وارد ہوتا ہے کہ حدیث مبارک کے الفاظ عام ہیں کہ جو بھی نماز پڑھائے تو وہ تخفیف کرے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تخفیف کو صرف قیام پر ہی لاگو کیوں فرمایا؟

الجواب:

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ کرمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"الواو بمعنی مع کأنہ قال باب التخفیف بحیث لا یفوتہ شیئ من الواجبات" (الکواکب الدراری، ج٥. ص٧٥)

"واتمام الرکوع والسجود" میں واؤ بمعنی مع ہے یعنی تخفیف قیام میں ہوگی مع اتمام الرکوع والسجود کے"۔

شارحین کی وضاحت سے واضح ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ قیام ہلکا ہو لیکن رکوع اور سجود کا اتمام ضرور ہو تخفیف کا حکم قیام کے ساتھ ہے نہ کہ رکوع اور سجود کے ساتھ۔

فائدہ:

مندرجہ بالا حدیث سے مطلق نماز میں تخفیف ہے کیونکہ اکثریت میں کمزور، حاجت منداور بوڑھے ہوتے ہیں بالغرض اگر یہ نا بھی ہوں تب بھی نماز کے قیام کو ہلکا پڑھنا بالاولی بہتر ہے ہاں اگر بندہ تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے نماز کو طول دے تو وہ دے سکتا ہے بعین اسی طرح کا واقعہ ایک اور صحابی سے منقول ہے جسے امام ابو یعلی الموصلی نے حسن سند کے ساتھ ذکر فرمایا کہ!

کان ابی بن کعب یصلی باھل قباء فاستفتح سورۃ طویلۃ فدخل معہ غلام من الانصار فی الصلاۃ، فلما سمعہ استفتاحہ انفتل من صلاتہ، فغضب ابی فاتی النبی ﷺ یشکو الغلام، واتی الغلام یشکو ابیا، فغضب النبی ﷺ حتی عرف الغضب فی وجھہ ثم قال: ان منکم منفرین، فاذا صلیتم فاوجزوا فان خلفکم الضعیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والکبیروالمریض وذالحاجۃ۔ (مسند ابی یعلی الموصلی رقم الحدیث ۱۷۹۲، وذکرہ حافظ فی ''الفتح'' ج ۲ ص ۲۵۲)

''سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ اہل قباء والوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے پس انہوں نے ایک لمبی سورت نماز میں شروع کی تو ایک غلام انصار کا وہ نماز سے پھر گیا (اس کے اس فعل پر) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ غصے ہوئے اور وہ اس لڑکے کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس نے ابی بن کعب کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی (ابی بن کعب کے نماز طویل پڑھانے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہوئے حتی کہ آپ کے مبارک چہرے پر غصہ نمایاں ہوا پھر آپ نے ارشاد مبارک فرمایا یقیناً تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو (عبادت سے) نفرت کرواتے ہیں، پس جب تم نماز پڑھاؤ تو ہلکی پڑھاؤ یقیناً تمہارے پیچھے کمزور، بوڑھے مریض اور ضرورت مند ہوا کرتے ہیں۔''

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ نماز میں تخفیف کرنے کو پسند کیا گیا ہے۔ جب کہ آدمی نماز پڑھا رہا ہو۔

بَابُ وُجُوبِ الْقِرَأَةِ لِلْاِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافِتُ

قرآن پڑھنا سب پر واجب ہے امام ہو یا مقتدی ہر ایک نماز میں حضر میں ہو یا سفر میں جہری نماز ہو یا سری نماز

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ۔ رضی الله عنه۔ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لاَ يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلاَءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لاَ تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلاَةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الأُخْرَيَيْنِ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلاً أَوْ رِجَالاً إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلاَّ سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لاَ يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلاَ يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلاَ يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللَّهِ لأَدْعُوَنَّ بِثَلاَثٍ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ" (صحیح البخاری کتاب الاذان رقم ۷۵۵)

''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کوفہ والوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو برطرف کر دیا اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ان کا حاکم بنایا تو کوفہ والوں نے سعد کی کئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شکایتیں کیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا اور فرمایا اے ابو اسحٰق (یہ کنیت ہے سعد رضی اللہ عنہ کی) کوفہ کے یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے انہوں نے کہا میں تو اللہ کی قسم ان کو اس طرح نماز پڑھاتا تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھایا کرتے تھے میں نے اس میں ذرا برابر بھی کوتاہی نہیں کی عشاء کی نماز جب میں پڑھاتا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا اور پچھلی دو رکعتوں کو ہلکا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سے اے ابواسحاق یہی گمان ہے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کوفہ کی طرف بھیجا کہ کوفہ والوں سے سعد کی شکایتوں کی دریافت کریں انہوں نے کوئی مسجد نہ چھوڑی جہاں سعد کا حال نہ پوچھا ہو سب نے ان کی تعریف کی پھر بنی عبس کی مسجد میں گئے وہاں ان میں کا ایک شخص کھڑا ہوا جس کو اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی اس نے کہا جب تم ہم کو قسم دیتے ہو تو سچ یہ ہے کہ سعد کسی فوج کے ساتھ نہیں جاتے تھے اور (لوٹ کا مال) برابر تقسیم نہیں کرتے تھے مقدمہ میں انصاف نہیں کرتے تھے سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہا اللہ کی قسم میں تم کو تین بددعائیں دوں گا یا اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو تو اسکی عمر لمبی کر اور موت تک کوڑی کوڑی کا محتاج کردے اور آفتوں میں پھنسا دے۔ پھر اس شخص کا یہی حال ہوا جب کوئی اس کا حال پوچھتا تو کہتا میں ایک بوڑھا ہوں آفت رسیدہ ہوں سعد کی بددعا مجھ کو لگ گئی، عبدالملک نے کہا میں نے بھی اس کو دیکھا تھا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ بھویں اسکی آنکھوں پر آگئی تھیں اور (رستہ میں کھڑا ہوکر) بچیوں کو چھیڑتا ان کی چٹکیاں لیتا۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے بڑے دقیق لفظوں سے یہ اشارہ فرمایا کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا امام، مقتدی، حضر، سفر چاہے جہری نماز ہو یا سری نماز ہو سب میں پڑھنا واجب ہے دلیل کے طور پر سعد رضی اللہ عنہ کی جو طویل حدیث کا ذکر فرمایا ہے اس میں سعد رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ تھے۔

(الف) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنی نماز میں کوتاہی نہیں کرتا میں ان کو اسی طرح نماز پڑھاتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے۔

(ب) عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا اور بعد کی دو رکعتوں کو ہلکا کرتا۔

یہاں سے باب اور حدیث میں مناسبت کچھ یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء وغیرہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتے اور صحابی سعد رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں وہی کرتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے یعنی وہ بھی سورۃ فاتحہ پڑھتے اور اس کو بھی یاد رکھا جائے کہ عشاء کی نماز جہری ہے جب اس میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا ثابت ہوا تو سری نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا بالاولی ثابت ہوگا، اس کے علاوہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے حکم کو سعد رضی اللہ عنہ مطلق لے رہے ہیں کہ ہر نماز میں چاہے وہ مقتدی ہو یا امام لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

مندرجہ بالا حدیث میں کئی فوائد ہیں مثلاً

1. مذکورہ بالا حدیث سے امام کا چاروں رکعتوں میں قراءت کرنے کا ثبوت موجود ہے۔
2. خصوصاً سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا چاہے وہ نماز جہری ہو یا سری
3. کوفہ والوں کی شرارتیں اور بے ایمانی کے معاملات مخفی نہیں۔ صحابی رسول سیدنا سعید رضی اللہ عنہ پر انہوں نے الزامات لگائے جو کہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔
4. سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دعا دی تھی۔

"اللھم استجب لسعد" رواہ الطبرانی بطریق الشعبی

"اے اللہ! سعد جب دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما۔"

5. حضر اور سفر میں قراءت کا کرنا مشروع ہے۔
6. اگر کسی سردار کی خلیفہ کے پاس شکایت آئے تو اسے معزول کرنا جائز ہے۔
7. اس حدیث سے تحقیق کرنا بھی ثابت ہوا کیوں کہ سعد رضی اللہ عنہ جہاں کے امیر تھے عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں لوگوں کو بھیج کر تحقیق کروائی۔
8. ظالم پر بددعا کرنا بھی جائز ہوا جب کہ اس سے دین میں نقصان ہو۔

اسی باب کے ذیل میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اور حدیث کا ذکر فرمایا!

37 "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وسلم فَرَدَّ وَقَالَ "ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ "ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" ثَلاَثًا. فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي. فَقَالَ "إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاَةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلاَتِكَ كُلِّهَا".

(صحیح البخاری کتاب الاذان رقم الحدیث ۷۵۷)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اتنے میں ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جا پھر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے نماز پڑھی تھی پھر آیا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تین بار ایسا ہی ہوا آخر اس نے عرض کیا قسم اس اللہ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا مجھے سکھلایئے آپ نے فرمایا تو جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر جو قرآن تجھ کو یاد ہے آسانی سے پڑھ لے، پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کر پھر سر اٹھا سیدھا کھڑا ہو جا پھر اطمینان کے ساتھ بیٹھ (پھر دوسرا سجدہ کر) اسی طرح مکمل نماز پڑھ۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت کچھ اسطرح سے ہے کہ!

رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا کہ جو قرآن تجھے یاد ہو اسے اسانی سے پڑھ لے اور سنن ابی داؤد میں رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے کہ!

"اذا قمت فتوجهت الی القبلة فکبر، ثم اقراء بام القراٰن وبما شاء ان تقرا۔۔۔۔"

(ابو داؤد کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۸۵۹)

"جب تو (نماز کے لیے) کھڑا ہو تو چہرہ قبلہ کے طرف کرلے اور اللہ اکبر کہہ پھر سورہ فاتحہ پڑھ اور جو تو پڑھ سکتا ہے۔۔۔"

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جس مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا رفاعہ بن رافع کی حدیث میں اسکی وضاحت ہے کہ ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے چاہے وہ جہری ہو یا سری قصر ہو یا حضر لہذا یہیں سے باب اور حدیث کی مناسبت ہے۔ کیوں کہ آسانی سے جتنا ہو سکے اتنا قرآن پڑھو یہ پڑھنا سورہ فاتحہ کی بعد ہی ہے لہذا سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المراد بقوله: "فاقرا ما تيسر معك من القراٰن" اى بعد الفاتحة

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۹)

"جتنا آسانی سے ہو اتنا قرآن پڑھو یہ حکم سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد کا ہے (یعنی سورہ فاتحہ ہر حالت میں سب پر فرض ہے)"

فائدہ:

مذکورہ حدیث سے واضح ہوا کہ تعدیل ارکان انتہائی ضروری ہیں جب تک رکن ٹھہر ٹھہر کر ادا نہ ہو گا تو نماز باطل ہو گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے پہلی ہی بار اس صحابی کو صحیح نماز کیوں نہ سکھائی حالانکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تین مرتبہ انہیں نماز کا اعادہ کرنے کا حکم دیا تو اس سوال کے جوابات کئی طریقوں سے دیئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً:

1. نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی خاص مسئلہ کی وضاحت کرتے تو آپ تین مرتبہ اس بات کو دہراتے ، لہذا نماز کا مسئلہ بھی اہم ترین تھا اسی لیے تین دفعہ اس شخص کو لوٹا کے پھر اس کی نماز کی تصحیح فرمائی۔
2. یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دیکھنا چاہتے ہوں کہ یہ اپنے نماز کے افعال بھول گیا ہے یا غافل ہونے کی وجہ سے تاکہ اگر وہ غفلت کی وجہ سے کر رہا ہو تو اسکی بھی وضاحت کر دی جاتی اور اگر غلطی ہوتی تو اسکی اصلاح۔
3. رسول اللہ ﷺ نے اصلاح میں تاخیر فرمائی تاکہ ان کی مکمل غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے۔
4. نبی کریم ﷺ نے پہلے اس لیے اصلاح نہ کی ہوگی کہ وہ خود سوال کرے علم کے متعلق جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب اس شخص نے کہا مجھے نماز پڑھنا سکھایئے تو پھر آپ ﷺ نے اسے نماز کا صحیح طریقہ سکھایا۔
5. اس میں ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی بار جب اس شخص نے نماز پڑھی تو عاجزی نہ ہوگی اسی لیے آپ نے تیسری بار کے بعد ہی جب اس نے عاجزی کی تو نماز کا صحیح طریقہ بتایا۔
6. بعضوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو ہر بار یہ امید ہوگی کہ وہ اب صحیح نماز ادا کرے گا لیکن اسے نماز صحیح ادا نہیں کرنے آئی۔۔۔۔

مزید تفصیل کے لیے ان کتب کی طرف مراجعت کی جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۸ تا ص ۳۰۹، المتواری ص ۱۰۲، ذخیرۃ العقبی ج ۱۱ ص ۱۱۰، کشف المشکل ج ۱ ص ۴۰۴)

فائدہ نمبر ۲:

سورۃ فاتحہ ہر نماز میں فرض ہے کیوں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی کتب احادیث اور شروحات میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ تمام لوگوں کے لیے چاہے وہ امام ہو یا مقتدی اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہر حالت میں سورۃ فاتحہ فرض قرار دی گئی ہے۔

(الکواکب الدراری ج ۵ ص ۱۱۱)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

استدل بهذا لحديث عبدالله بن مبارك والاوزاعي ومالك والشافعي واحمد واسحق وابوثور و داؤد وجوب قراءة الفاتحة خلف الامام في جميع الصلوت۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۲۶)

”یعنی اس حدیث (عبادۃ رضی اللہ عنہ) سے امام عبداللہ بن مبارک، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحق، امام ابو ثور، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے (مقتدی) کے لیئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی وجوب پر دلیل اخذ کی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ ”المجموع شرح المهذب“ میں رقمطراز ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یعنی جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھ سکتا ہے اس کے لیئے اس کا پڑھنا نماز کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے اور یہ سورۃ فاتحہ نماز میں ایسی معین ہے کہ نہ تو اس کے بجائے غیر عربی میں اس کا ترجمہ قائم مقام ہو سکتا ہے اور نہ ہی قرآن مجید کی دیگر آیت۔ اور اس تعین فاتحہ میں تمام نمازیں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل، جہری ہو یا سری، مرد ہو یا عورت، مسافر، لڑکا (نابالغ) اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اور بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے والا سب اس حکم میں یکساں ہیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ سورۃ فاتحہ کی فرضیت پر حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذا الحديث نص صريح بان قرأة الفاتحة واجبة على من صلى خلف الامام سواء جهر الامام بالقرأة او خافت بها واسناده جيد لا طعن فيه۔ (معالم السنن شرح ابي داؤد ج ۱ ص ۹۱۹)

"یعنی یہ حدیث نص صریح ہے کہ مقتدی کے لیئے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ امام قراءت بلند آواز سے کرے یا آہستہ سے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی سند بہت پختہ ہے۔

پیارے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ من صلى صلوة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج غير تمام۔ (جزء القراة ص ۸)

"جس شخص نے کسی نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی وہ ناقص ہے پوری نہیں"۔

مذکورہ بالا حدیث میں بغیر سورۃ فاتحہ کی نماز کو "خداج" کہا جا رہا ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معناه ناقصة نقص فساد و بطلان يقول العرب اخدجت الناقة اذا القت ولدها وهو دم لم يستبن خلقه۔۔۔۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۰۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ فاسد اور باطل ہے۔ اہل عرب "اخدجت الناقة" اس وقت بولتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس وقت گرا دے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت و پیدائش ظاہر نہ ہو۔ اسی لیئے لفظ خداج لیا گیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خداج وہ نقصان ہے جس سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی مثال اونٹنی کے مردہ بچے کی سی ہے۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وایں حدیث لا شواهد بسیار است" (مسك الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۱۹)

"یعنی قراءت سورۃ فاتحہ خلف الامام کی شواہد بہت زیادہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:

جن علماء نے سورہ فاتحہ کو نماز میں متعین فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ اور پڑھنا کفایت نہیں کرتا۔ اولاً توان کے پاس احادیث کثرت سے ہیں جو کہ تواتر کو پہنچنے والی ہیں ثانیاً: سلف وخلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین و تبع تابعین وائمہ عظام رحمہم اللہ کا عمل بھی تعیین فاتحہ اور نماز کی تائید کرتا ہے۔ (میزان الکبری ج۱ ص ۱۶۶)

بَابُ اِسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوعِ

رکوع میں پیٹھ برابر رکھنا

وقال ابوحمید فی اصحابه: رکع النبی ﷺ ثم هصر۔

"ابو حمید نے اپنے ساتھی کے سامنے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا تو اپنی پیٹھ کو جھکا دیا (سر کے برابر کر دیا)"

"عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ ﷺ وَرُكُوعُهُ، وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ"

(صحیح البخاری کتاب الاذان رقم الحدیث ۷۹۲)

"سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیاں میں بیٹھنا اور رکوع کے بعد قومہ یہ سب قریب قریب برابر تھے سوائے قیام تشہد اور قعود کے"

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ آپس میں برابر ہوں ایک طریق میں یہ ہے قومہ بہت طول کرتے تھے یعنی سارے رکن رکوع، سجدہ قومہ وغیرہ سب اطمینان سے ہوا کرتے تھے تو اس میں رکوع کا حکم بھی شامل ہو گیا کیوں کہ جب رکوع میں اطمینان حاصل ہوا تو لازماً پیٹھ بھی برابر ہو گئی یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

اس حدیث کے بعض طرق میں جن کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نکالا ہے اعتدال لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس سے تمام ارکان کا لمبا ہونا ثابت ہوا۔

امام عبداللہ بن سالم البصری الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شاید کے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے ذریعے اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہو جس کے الفاظ ابو داؤد میں ہیں کہ گھٹنے پر ہتھیلیاں رکھیں اور انگلیوں کو کھول دیا (یعنی رکوع میں) پھر رکوع کیا کہ پیٹھ کو جھکا لیا نہ سر کو جھکایا نہ بلند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا (بلکہ رکوع میں سر کو بالکل پیٹھ کے برابر رکھا) پس اسی میں ''استواء الظھر'' پیٹھ برابر کرنے کا اشارہ موجود ہے''۔

(ضیاء الساری ۔ ج۸، ص۱۳۶)

فائدہ:

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ ان سب کی میعاد برابر تھی اور قومہ، قیام اور التحیات یہ تینوں رکن برابر تھے یہاں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے قومہ اور قیام کا جداگانہ نام لیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ قومہ قیام نہیں ہے۔ براء رضی اللہ عنہ نے جس طرح سجدوں کے لیے صرف سجدہ کا ذکر کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام سجدے نام اور ہیئت کے اعتبار سے برابر ہیں لیکن قیام کا نام الگ لیا اور قومہ کا تو لہذا قومہ قیام کے احکامات میں داخل نہیں۔ واللہ اعلم

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَمَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب رکوع اور سجود میں قراءت کرنا جب امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو اس وقت کیا دعا پڑھیں

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا قَالَ "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ". قَالَ " اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ". وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ " اللَّهُ أَكْبَرُ". (صحيح البخاري كتاب الاذان رقم ۷۹۵)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اللھم ربنا ولک الحمد کہتے تھے اور جب آپ رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس وقت تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی اللہ اکبر کہتے۔''

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ امام اور مقتدی کیا دعا پڑھیں جب رکوع سے سر اٹھائیں؟ مگر جس حدیث کا ذکر فرمایا اس میں مقتدی کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف امام کا ذکر ہے۔ حدیث اور باب میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اُس طرق کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جس میں واضح حکم ہے کہ امام اس لیے مقرر کیا جائے کہ اس کی اقتدا کی جائے لہذا جب امام رکوع سے سر اٹھائے گا تو لازماً مقتدی کو بھی امام کی اقتدا میں سر اٹھانا ہوگا۔

باب مذکورہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف امام کے متعلق حدیث کا ذکر فرمایا ہے، مگر آپ نے ترجمۃ الباب میں ''من خلفه'' کا اضافہ کرکے مقتدیوں کی طرف اشارہ فرما کر اپنا رجحان ظاہر فرمایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے تحت حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر فرمارہے ہیں جس میں واضح الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اٹھاتے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ" اور پھر "اللھم ربنا لك الحمد" کہتے۔ اگرچہ ماموم کا ذکر موجود نہیں مگر حدیث "انما جعل الامام لیؤتم بہ" اور حدیث "صلوا کما رأیتمونی اصلی" کے تحت ماموم بھی اسی طرح کہے گا۔ بس ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہیں سے ہے۔

ابن رشید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بأنہ اشار الی التذکیر بالمقدمات لتکون الاحادیث عند الاستنباط نصب عینی المستنبط فقد تقدم حدیث "انما جعل الامام لیؤتم بہ" وحدیث صلوا کما رأیتمونی اصلی" (فتح الباری، ج۲، ص۲۴۵)

امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یجمعھما الامام والمأموم احب الی" (معرفۃ السنن والآثار، ج۳، ص۱۲)

"میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس حکم میں امام اور مقتدی دونوں جمع ہیں"۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دعا (سمع اللہ لمن حمدہ) میں امام کا اختصاص نہیں ہے (بلکہ مقتدی بھی شامل ہیں)۔

(التوضیح، ج۶، ص۱۷۵)

فائدہ:

امام جب رکوع سے سر اٹھائے تو پڑھے گا سمع اللہ لمن حمدہ مقتدی بھی انہیں الفاظوں کو دہرائیں گے۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے سنن دار قطنی میں فرماتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا قال الامام: سمع اللہ لمن حمدہ فلیقل من وراءہ سمع اللہ لمن حمدہ۔ (سنن الدارقطنی ج۱ رقم الحدیث ۱۲۷۰، اوردہ ابن الجوزی فی التحقیق ج۱ ص۳۸۲ واسنادہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب امام کہے "سمع اللہ لمن حمدہ" تو جو اس کے پیچھے ہو (مقتدی) وہ بھی کہیں سمع اللہ لمن حمدہ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وقد ورد فی ذالك حدیث عن ابی ھریرۃ ایضاً اخرجہ الدارقطنی بلفظ: کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال سمع اللہ لمن حمدہ قال من وراءہ سمع اللہ لمن حمدہ۔ (فتح الباری ج۲ ص۲۵۹)

"یقیناً اس مسئلہ پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی حدیث وارد ہے جس کو امام دار قطنی نے نکالا کہ! ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے تو آپ کہتے "سمع اللہ لمن حمدہ" آپ کے پیچھے مقتدی بھی یہی الفاظ کہتے"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ایک اور اثر کا بھی ذکر فرمایا ہے اپنی سنن میں

بطریق ابن عون قال قال محمد! اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ قال من خلفہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد۔ (سنن الدارقطنی ج۱ رقم ۱۲۹۱)

اس اثر میں ان دو روایتوں میں تطبیق پائی جاتی ہے جس میں حدیث موجود ہے کہ جب امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو ربنا ولک الحمد اگر غور کیا جائے تو ان دونوں روایات میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے کیوں کہ جس حدیث میں مقتدیوں کے لیے ربنا ولک الحمد کہنے کا ذکر ہے یہ حدیث سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے روکتی نہیں کیوں کہ قاعدہ مشہور ہے عدم ذکر سے عدم شئ لازم نہیں۔

لہذا مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہہ سکتا ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ

مقتدی امام کو سلام کا جواب علیحدہ نہ دے اور صرف نماز کے سلام پر کفایت کرے:

"عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَزَعَمَ، أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِي دَارِهِمْ. قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا، حَتَّى أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا"۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان رقم ۸۳۹)

"زہری کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بتایا اور انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوب جانا ہے اور خوب پہچانا ہے اور خوب یاد رکھی ہے وہ کلی پانی کی جس کو آپ نے میرے چہرے پر مارا تھا ہمارے گھر کے کنویں سے کہ میں عتبان بن مالک سے سنا کہتے تھے کہ میں اپنی قوم میں امامت کیا کرتا تھا سو میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اندھا ہو گیا ہوں اور یقیناً پانی کے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان حائل اور مانع ہوتے ہیں یعنی برسات کے دنوں میں راہ میں بہت زور سے پانی بہتا ہے اس سبب میں مسجد نہیں جا سکتا ہوں سو میں پسند کرتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں میرے گھر میں اور کسی جگہ نماز پڑھیں جس کو میں جائے نماز بنالوں۔ سو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان شاءاللہ میں اس کام کو کروں گا یعنی تمہارے گھر میں آؤں گا سو دوسری صبح کو جب آفتاب خوب بلند ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے سو آپ اندر آئے سو آپ نہ بیٹھے یہاں تک کہ فرمایا تو اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جس جگہ میں نماز پڑھوں سو عتبان نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جس جگہ کو وہ پسند کرتے تھے سو آپ نے وہاں نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے نماز سے سلام پھیری اور آپ سلام کے وقت ہم نے بھی سلام کہی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ مقتدی امام کو سلام کا جواب علیحدہ نہ دے یعنی وہی سلام کا جواب کافی ہو گا جو نماز میں سلام کہا گیا اور حدیث میں بھی یہی وارد ہے کہ "ثم سلّم وسلّمنا حین سلّم" پھر آپ نے نماز سے سلام پھیری اور آپ کے سلام کے وقت ہم نے بھی سلام کہی۔

لہذا یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

واعتماده فيه على قوله: ثم سلم وسلمنا حين سلّم، فان ظاهره انهم سلموا نظير سلامه، وسلامه اما واحدة وهي التي يتحلل بهامن الصلاة واما هي اخرى معها،فيحتاج من استحب تسليمة ثالثة على الامام بين التسليمتين، كما تقوله المالكية- الى دليل خاص، والى رد ذالك اشار البخاري---- (فتح الباري ج٢ ص ٤١١)

یعنی ظاہر اس حدیث سے (آپ نے نماز سے سلام پھیرا اور آپکے سلام کے وقت ہم نے بھی سلام پھیرا) یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں نے امام کے جواب میں علیحدہ کوئی سلام نہیں کہا اس لیے کہ سلام کا جواب اصل سلام کے بعد ہوتا ہے اور مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مقتدیوں کی سلام نبی کریم ﷺ کی سلام کی طرح تھی آپ کی سلام ایک بار تھی جس کے ساتھ آدمی نماز سے حلال ہو جاتا ہے یا دو دو بار تھیں جس مقتدیوں کی سلام بھی دوبارہ ہو گی نہ کہ تین مرتبہ جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں۔ پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ مالکیہ کا مسلک صحیح معلوم نہیں ہوتا جو تین بار سلام کے قائل ہیں۔

صاحب توفیق الباری ڈاکٹر عبدالکبیر رقمطراز ہیں:

اس کے الفاظ (وسلمنا حین سلّم) سے یہ استدلال مقصود ہے کہ مقتدی امام کے سلام کے الفاظ (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) ہی استعمال کریں گے۔ یہ نہیں کہ امام کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ دیں۔ مالکیہ کا مسلک ہے کہ ان دونوں سلام کے درمیان مقتدی امام کے سلام کا جواب دیں مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (توفیق الباری شرح صحیح البخاری ج١ ص ٤٢٦)

صدیق حسن خان القنوجی فرماتے ہیں:

---- فيحتاج من استحب تسليمة ثالثة على الامام بين التسليمتين كما يقوله المالكية الى دليل خاص والى رد ذالك أشار البخاري في الترجمة بقوله باب من لم يرد السلام على الامام -- (عون الباري ج٢ ص ٥٩)

"یعنی مالکیہ دو سلام کے درمیان تیسرے سلام کے قائل ہیں۔ لہذا امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے ذریعے ان کے اس تیسرے سلام کا رد فرمایا ہے کہ امام کو (تیسرا) سلام کرنے کی ضرورت نہیں، صرف نماز کے دو سلام ہی کافی ہوں گے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أظنه كان قصد الرد على من يوجب التسليمة الثانية

''یعنی میرے خیال سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے رد کا قصد کیا جو دوسرے سلام کے بھی قائل ہیں (یعنی سلام کے جواب دینے کے)''۔(شرح ابن بطال: ۴۵۶/۲)

فائدہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا حدیث کو کم و بیش بیس جگہ سے زیادہ مقامات پر روایت کیا ہے اور اس حدیث سے کئی اہم ترین مسائل کی تخریج فرمائی ہے۔اسی حدیث کو ایک اور مقام پر بیان فرمایا جس پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا ہے کہ۔

''باب المساجد في البيوت''

یعنی اس بیان میں (کہ بوقت ضرورت) گھروں میں جائے نماز مقرر کرنا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث سے کئی اہم مسائل کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مثلاً

1. اندھے کی امامت کا جائز ہونا۔
2. اپنی بیماری کا بیان کرنا شکایت میں داخل نہیں۔
3. مذکورہ حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجدوں میں نماز کا اہتمام تھا۔
4. عتبان رضی اللہ عنہ جیسے معذوروں کے لیے اندھیرے اور بارشوں میں جماعت کا معاف ہونا۔
5. بوقت ضرورت (شرعی عذر کے) نماز گھر میں پڑھنے کے لیے ایک جگہ کا مقرر کرنا۔
6. صفوں کا برابر کرنا۔
7. ملاقات کے لیے آنے والے بڑے آدمی کی امامت کا جائز ہونا بشرطیکہ صاحب خانہ اجازت دیں۔
8. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں نماز ادا فرمائی وہاں کا متبرک ہونا۔
9. اگر کسی صالح نیک انسان کو گھر میں برکت کے لیے بلایا جائے تو اس کا جائز ہونا۔
10. بڑے لوگوں کا چھوٹے بھائیوں کی دعوت کو قبول کرنا۔
11. وعدہ پورا کرنا اور اسکے لیے انشاءاللہ کہنا۔
12. اگر میزبان پر بھروسہ ہے تو بغیر بلائے ہوئے اپنے ساتھ دوسرے احباب کو لے جانا۔
13. گھر میں داخل ہونے سے قبل صاحب خانہ سے اجازت طلب کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

14 اہل محلہ کا عالم یا امام کے پاس جمع ہونا برکت حاصل کرنے کے لیے۔

15 جس سے دین میں نقصان کا ڈر ہو اس کا حال امام کے سامنے بیان کر دینا۔

16 ایمان میں صرف زبانی اقرار کافی نہ ہو نا جب تک دل میں یقین اور ظاہر میں عمل نہ ہو۔

17 توحید پر مرنے والے کا ہمیشہ دوزخ میں نہ رہنا۔

18 برسات میں گھر میں نماز پڑھ لینا۔

19 نوافل جماعت سے ادا کر لینا۔

نوٹ:

محترم قاری نکتہ نمبر ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷ یہ تینوں نکات کے لیے اسی حدیث کا وہ طرق جہاں اس حدیث کو مزید تفصیل سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اسکی طرف مراجعت فرمائیں۔ باب ''المساجد فی البیوت''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب الجمعة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن مسواک کرنا

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي. أَوْعَلَى النَّاسِ. لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ"

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کی یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو یہ حکم دیتا کہ ہر نماز پر مسواک کیا کریں"

"حَدَّثَنَا أَنَسٌ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ"

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت کچھ کہا ہے"

"عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ".

"جب رسول اللہ ﷺ رات کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے مبارک منہ کو مسواک سے رگڑتے"

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ رقم ۸۸۹۔ ۸۸۸۔ ۸۸۷)

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جمعہ کے دن مسواک کرنے کی فضیلت کو اجاگر فرما رہے ہیں۔

جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اگر امت پر شاق نہ ہوتا تو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم کرتا، تو اس حدیث اور باب میں مناسبت یہ ہے کہ جب تمام نمازوں کے لیے مسواک واجب کر دی جاتی تو یقیناً نماز جمعہ میں بھی بالاولی واجب ہو جاتی کیوں کہ جمعہ کی نماز میں پانچوں نمازوں سے زیادہ لوگ ہوتے ہیں اور بڑا اجتماع ہوا کرتا ہے۔ دوسری حدیث جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے مسواک کرنے کی خوبی بارہا کہی۔

اس میں مناسبت یہ ہے کہ مسواک میں غفلت اور سستی نہ کرو مسواک کی عادت ڈالو لہذا آپ نے مسواک کی خوبی بار بار واضح فرمائی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ہمیشہ مسواک کو استعمال کرنا مشکل ہے لہذا ایک دن مسواک کا متعین کرنا مشکل نہیں باقی دنوں میں بہتر دن جمعہ کا ہے اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا صاف ستھرے کپڑے پہننا مشروع ہے اور اسی دن مسواک کا بھی استعمال بہترین عمل میں داخل ہے۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے استدلال اور مطابقت (ترجمۃ الباب کی) یہ ہے کہ جب مسواک کرنا پنج وقتہ نمازوں میں ثابت ہوا تو جمعہ کے روز جس میں غسل وغیرہ ہے تو مسواک کرنا بالاولی ثابت ہوگا"۔ (التوضیح۔ ۷ج۔ ص۴۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر ابن حزم رحمہ اللہ اس کے وجوب کی طرف گئے ہیں کہ مسواک کرنا جمعہ کے روز فرض ہے، اور محدث اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کی طرف بھی ایک قول منقول ہے کہ "ھو واجب لکل صلاۃ فمن ترکہ عامداً أبطلت صلاتہ" "مسواک کرنا واجب ہے ہر نماز کے لیے پس جس نے جان کر اسے چھوڑ دیا تو اس کی نماز باطل ہوگی۔ (فتح الباری. ج۸. ص۱۲۲) لیکن ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس قول کی نسبت ابن راھویہ کی طرف درست نہیں ہے۔ (فتح الباری. ج۸. ص۱۲۲)

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت اس طرح سے ہوئی کہ عام نمازوں میں مسواک کرنا مشروع ہے تو جمعہ کے روز بھی بالاولی مشروع ہوگا۔ کیونکہ اس دن نظافت، غسل اور عطر کے استعمال کی خاص ترغیب موجود ہے۔

تیسری حدیث جو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کے وقت تہجد میں مسواک کرنا ثابت ہوتا ہے تو اس میں تطبیق یہ ہے کہ رات کی نماز تنہا نماز ہے اور جمعہ کی نماز میں خوشبو کا استعمال کا حکم ہے تو لہٰذا اس نماز میں بطریق اولی مسواک کرنے کا بھی حکم شامل ہوگیا لہٰذا مطابقت اس حدیث سے باب کی ظاہر ہوگئی۔ اس حدیث پر مزید بحث انشاء اللہ باب طول القیام فی صلاۃ اللیل میں آئے گی۔

فائدہ نمبر۱:

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"الحکمۃ فی استحباب السواک عند القیام الی الصلاۃ کونھا حالاً تقرب الی اللہ" (فتح الباری ج ۲ ص ۴۷۸)

"مسواک کرنے کی حکمت نماز میں اس لیے ہے کہ اس حال میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔"

مزید ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ (مسواک کرنے میں بہت زیادہ ستھرائی اور عبادت کا شرف کا اظہار ہوتا ہے۔

ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث سے کئی ایک اہم ترین مسائل کی تخریج فرمائی ہے۔ آپ نے مذکورہ حدیث پر فقہی تبصرہ کرتے ہوئے ۳۲ مسائل کو اجاگر فرمایا ہے۔ دیکھیے (شرح الالمام، ج۳، ص ۵۳ تا ۹۱)

فائدہ نمبر۲:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنادیتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو ہر وقت منہ صاف رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ نے اپنی امت کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیا ہے۔ برش سے دانتوں کی اچھی طرح صفائی ممکن نہیں اگر ہو بھی جائے لیکن اسکے بعد دانتوں پر میل (PLAQUE) کی تہہ چڑھ جاتی ہے۔ مسواک ایک ایسی چیز ہے جو دانتوں کے جملہ امراض کے لیے بے حد مفید ہے۔

پاکستان میں ۱۹۸۵ء میں دانت صاف کرنے کے لیے استعمال کی جانے والی مختلف پودوں کی شاخوں پر جدید طبی تحقیقات کی گئیں۔ ان تحقیقات سے مسواک پیلو کے ضمن میں نہایت حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے اس مقصد کے لیے استعمال کی جانے والی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاخوں کا خرد حیاتی طور پر جراثیم کے خلاف تقابلی جائزہ لیا گیا ان نباتات کے نام حسب ذیل ہیں۔

❶ نیم (MELIA AZADIRACHTA LINN)

❷ کیکر (ACACIA ARABICA WILLD)

❸ پھلاہی (ACACIA MODESTA WILLD)

❹ مسواک / پیلو (SELVADORA PERSICA LINN)

❺ کرنج (PONGAMIA GLABRA VENT)

ان تحقیقات میں بتایا گیا ہے کہ بیشتر افریقی ممالک جنوبی ایشیا، امریکہ کے گرم علاقے اور شمالی علاقوں میں درج بالا نباتات کی شاخیں اور جڑیں دانتوں اور منہ کی صفائی کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔

مسواک یا پیلو کو مجموعی طور پر لعاب دہن سے حاصل کیے گئے بیکٹریا کے خلاف موثر پایا گیا اور اس کے مانع جراثیم (ANTI MICROBIAL) جراثیم کش (GERMICIDAL) اور مانع فنج (FUNGICIDAL) اثرات کا معیار بقایا تمام نبات سے بہتر پایا گیا۔

(MEDICAL AND GENERAL PHYSIOLOGY)

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”یعنی جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تنگی کا ڈر نہ ہوتا تو مسواک کرنے کو وضو کی طرح نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیتا اور اس طرح کی بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس امر پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اجتہاد کو حدود شرعیہ میں دخل ہے [1] اور حدود شرعیہ مقاصد پر مبنی ہیں اور امت سے تنگی کا رفع کرنا من جملہ ان اصول کے ہے جن پر احکام شرعیہ مبنی ہیں۔۔۔ انسان کو مناسب ہے کہ اچھی طرح سے منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم نکالے اور منہ میں خوب اندر تک مسواک کرنے سے مرض قلاع دور ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے“۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۸۳)

بَابٌ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟

کیا اس شخص پر جو نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو تو اس پر غسل ہے؟ یعنی عورتوں اور بچوں وغیرہ پر:

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ”ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ“ (صحیح البخاری کتاب الجمعۃ رقم ۸۹۹)

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ

[1] یہ رخصت اور آسانی آپ ﷺ کا اجتہاد نہ تھا بلکہ یہ رخصت بھی وحی پر ہی مبنی تھی ”لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا“ یہاں رخصت کی اجازت کو اجتہاد پر وارد کرنا اس کی کوئی نص یا قرینہ نہیں ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ " لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ ". (صحیح البخاری کتاب الجمعة رقم الحدیث ۹۰۰)

1. سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کو اجازت دو، رات کے وقت مسجدوں کے لیے۔

2. سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صبح اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرتیں، تو ان سے کہا گیا آپ کیوں نکلتی ہو؟ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس فعل کو برا جانتے ہیں اور وہ غیرت کرتے ہیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے جواب دیا کہ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مجھ کو باز رکھنے سے کس چیز نے روکا؟ تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے اس حکم نے روکا کہ عورتوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت منع کرو۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ اس شخص پر جو نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو تو کیا اس پر غسل ہے۔۔۔۔

اور حدیث پیش کرتے ہیں کہ عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے مت روکیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کو رات کی نماز میں آنے کی اجازت دی جارہی ہے اور دن کی نماز میں آنا ثابت نہیں ہو رہا ہے اسی طرح سے دن کی نماز میں جمعہ کی نماز بھی شامل ہے تو جب دن کی نماز میں نہ آنا ثابت ہو رہا ہے تو بالاولی جمعہ بھی دن کی ہی نمازوں میں شامل ہے اور جب عورت جمعہ کی نماز میں نہیں آرہی تو وہ غسل بھی نہیں کرے گی یعنی غسل کرنا اس کے لیے ضروری نہ ٹھہرا جو جمعہ کے لیے نا جائے یہی مراد ہے امام بخاری کا ترجمۃ الباب اور حدیث سے۔

امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”فان قیل مفہوم التقیید باللیل یمنع النہار والجمعة نہاریة“ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۷)

”پس یہ کہا گیا ہے کہ (عورتوں کا مسجد میں جانا) مقید ہے رات کے ساتھ اور جمعہ کی نماز دن کی نماز ہے۔

الشیخ ابی القاسم البنارسی رحمہ اللہ مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کس لطف سے استنباط کیا ہے کہ اس کے بیان کے لیے میرے پاس زبان نہیں ہے۔۔۔۔ اثر عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بتلاتے ہیں کہ اس سے عورتوں کے حضور جماعت کی اجازت نبی کریم ﷺ سے رات میں ثابت ہوتی ہے نہ دن میں اور نماز جمعہ چونکہ دن کو ہوتی ہے لہذا اس وقت ان کو حضور مسجد کی اجازت نہیں ہے اور جب ان پر جمعہ نہیں تو غسل بھی نہیں۔ (الغذی العظیم ص ۸)

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں پر جمعہ کے لیے آنا واجب نہیں ہے جب ان پر جمعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واجب نہیں تو پھر غسل کا حکم بھی نہیں"۔(التوضیح، ج۸، ص۴۵۸)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ اس بات پر اجماع نقل فرماتے ہیں کہ:

"أجمع أئمة الفتوىٰ علىٰ أنه لا جمعة على النساء والصبيان" (الاجماع لابن المنذر، ص۴۴)

"تمام ائمہ فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ جمعہ عورتوں اور بچوں پر فرض نہیں ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"في حديث أبي هريرة رضی اللہ عنہ "حق على كل مسلم أن يغتسل" فانه شامل للجميع، والتقييد في حديث ابن عمر بمن جاء منكم يخرج من لم يجيء۔۔۔" (فتح الباری، ج۲، ص۳۲۱)

"یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر مسلمان پر واجب ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی جمعہ میں حاضر نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے پر جمعہ کا غسل واجب نہیں اور عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے سے نہ منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جمعہ ان پر واجب نہیں ورنہ رات کی قید لگانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ غسل جمعہ کا صرف اسی شخص کے لیے ہے جس پر جمعہ واجب ہو۔

فائدہ نمبر ا:

امام بخاری رحمہ اللہ کا باب قائم کرنا اور اس ضمن میں احادیث کا پیش کرنا ہرگز اس بات کی مانع نہیں کہ عورتیں رات اور فجر کی نماز کے علاوہ دن کی نمازوں میں مسجد نہ جایا کریں کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے ان احادیث میں اس حدیث کو بھی درج کیا ہے۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله

"کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے مت روکو"

یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ عورتیں مسجد آسکتی ہیں کسی بھی نماز کے لیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود صرف یہ تھا کہ جمعہ ان پر واجب نہیں ورنہ رات کی قید لگانے کو کوئی مضر نہیں ہیں کیوں کہ مطلق احادیث اس مسئلے پر موجود ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے کہ "عورتوں کو رات کی نماز کے لیے اجازت دے دو" تو اس سے یہ مراد ہے کہ اجازت انکے لیے رات کی نماز میں ہے اور جمعہ اس میں داخل نہیں ہے اور دوسری روایت جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے خلاف ہے (یعنی وہ مقید ہے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے) کہ "تم مت روکو اللہ کے بندیوں کو مسجد میں آنے سے" (فتح الباری ج۲ ص۴۸۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ عورت کے لیئے رات کو مسجد جانا جائز ہے اور اس (کے عموم) میں ہر نماز داخل ہے۔ (التمہید ج ۲۴ ص ۲۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں خواتین نماز کے لیئے مسجد جایا کرتی تھیں شارع علیہ السلام نے انہیں ہرگز نہیں روکا اور نہ ہی کسی صحابی نے اپنی خواتین کو مسجد جانے سے روکا بلکہ اگر کوئی روکتا تو وہ اس کی مخالفت کرتے جیسا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا قصہ معروف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں صحابیات کا مساجدوں میں نماز ادا کرنا:

1. امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں۔ (صحیح البخاری ۸٦۸)
2. سیدہ زینب الثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم عورتوں میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز کے لیئے مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے۔ (صحیح مسلم ۴۴۳)
3. عورتوں کو مسجدوں سے منع نہ کرو اور انہیں بغیر خوشبو کے سادہ لباس میں جانا چاہیئے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸ ح ۹٦۴۵)
4. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں جب مرد سجدہ کریں تو تم اپنی نظروں کی حفاظت کرو۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱٦۹۴ سندہ صحیح)

5. سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خواتین کو حکم دیا جاتا کہ مردوں سے پہلے (سجدے، رکوع سے) سر نہ اٹھائیں۔ (صحیح ابن حبان ۲۲۱٦)
6. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کے لیئے جاتیں مگر عمر رضی اللہ عنہ انہیں روکتے تھے۔ (صحیح البخاری ۹۰۰)
7. امی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب عورتیں فرض نماز کا سلام پھیریں تو اٹھ کھڑی ہوتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مرد (صحابہ کرام) بیٹھے رہتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تو صحابہ بھی کھڑے ہو جاتے۔ (صحیح البخاری ۸٦٦)
8. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور سب سے بری صف پہلی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ٦۲۴)

9. ایک خاتون نے نذر مانی تھی کہ اگر اس کا شوہر جیل سے باہر آگیا تو وہ بصرے کی ہر مسجد میں دو رکعتیں ادا کرے گی۔

(ابن ابی شیبۃ رقم ۷٦۱۷)

10. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو تکلیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گی۔ (صحیح مسلم ۴۷۰)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دینا مشروع ہے اور انہیں بلا عذر روکنا درست نہیں اگر وہ اجازت مانگیں۔

فائدہ نمبر ۲:

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے لیکن چند شرائط کے ساتھ کہ خواتین کو مطلق انکار کرنا کہ وہ مساجدوں میں نہ جائیں تو یہ درست نہیں ہے کیوں کہ کئی ایک آثار موجود ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورتیں مساجد میں جاسکتی ہیں مطلق فتنہ اور فساد کا نام دیکر اپنے مذھب کی بات کو ثابت کرنا درست نہیں کیوں کہ پہلے مشروع ہونا ثابت ہو گا پھر اسکے بعد اسکی شرائط کا ذکر کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی نماز انکے گھروں میں افضل قرار دی ہے۔

جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "تم نہ روکو اللہ کی بندیوں کو مسجد جانے سے اور انکے گھر بہتر ہیں انکے لیے۔

مندرجہ بالا حدیث نے واضح کیا کہ عورتوں کی نماز گھر میں افضل ہے لیکن اسکے باوجود اگر فتنہ کا ڈر نہ ہو تو وہ مسجد میں نماز ادا کرنے آسکتی ہیں، مگر چند شرائط کے ساتھ۔

1. یہ اعتقاد رکھے کہ اسکا گھر افضل ہے اسکے لئے نماز کے واسطے۔
2. اپنے خاوند سے اجازت طلب کرے۔
3. کسی قسم کی کوئی خوشبو عطر وغیرہ کا استعمال ہرگز نہ کرے۔
4. اور بغیر کسی خوشبو کے۔
5. مردوں کے ساتھ قبار نہ باندھے۔
6. امام کے سلام پھیرتے ہی عورتیں گھروں کو آجائیں (یعنی وہاں نہ بیٹھے تاکہ مردوں سے اختلاط سے بچے)
7. راستے میں مردوں سے اختلاط سے بچے۔
8. راستے کے وسط میں نہ چلے۔
9. اور اس بات کو ملحوظ رکھے کہ اسکی صف آخری صف بہتر ہے۔
10. وہ عورت حجاب کے ساتھ نکلے۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے الدین الخالص لشیخ امین اللہ پشاوری۔ ج ۵ ص ۱۸۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب صلاة الخوف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ صَلَاةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ، رَاكِباً وَإِيمَاءً

باب جو دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو وہ سوار رہ کر اشارے سے ہی نماز ادا کرے۔

وقال الولید ذکرت للاوزاعی صلاۃ شرحبیل بن السمط واصحابہ علی ظہر الدابۃ فقال کذالک الامر عندنا اذا تخوف الفوت واحتج الولید بقول النبی ﷺ لایصلین احد العصر الافی بنی قریظۃ۔

''اور ولید بن مسلم نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شرحبیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر کیا کہ انہوں نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی۔ انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب ہے نماز کے قضا ہونے کا ڈر ہو اور ولید نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے دلیل لی کہ تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے کوئی مگر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر''۔

''عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الأَحْزَابِ: لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ العَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ'' (صحیح البخاری کتاب صلاۃ الخوف رقم ۹۴۶)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہوئے تو ہم سے آپ نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے عصر ادا نہ کرے، لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے راستہ میں ہی نماز پڑھ لی اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر ہی نماز عصر ادا کریں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی ہی چاہیے کیونکہ کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا کر لیں پھر جب آپ سے (ان دونوں گروہ) کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر بھی ملامت نہیں کی''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

طالب یعنی دشمن کی تلاش میں نکلنے والے مطلوب جس کی تلاش میں دشمن لگا ہو یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب غزوہ احزاب ختم ہو گیا اور کفار ناکام چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اسی حالت میں چلیں جہاں مدینے کے یہودی رہتے تھے جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ان یہودیوں نے ایک معاہدہ کے تحت ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگی کاروائی میں حصہ نہ لینے کا عہد کیا تھا مگر خفیہ طور پر پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے اور اس موقع پر انہوں نے کھل کر کفار کا ساتھ دیا یہود نے یہ سمجھ کر بھی اس میں شرکت کی تھی کہ یہ آخری اور فیصلہ کن لڑائی ہو گی اور مسلمانوں کو اس میں شکست ہو گی، معاہدہ کی رو سے یہودیوں کی اس جنگ میں شرکت ایک سنگین جرم تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے چاہا کہ بغیر کسی مہلت کے ان پر حملہ کیا جائے اور اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر پڑھی جائے لہٰذا باب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح ہے کہ:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ آپ نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھیں کیوں کہ راستے میں اگر کہیں نماز کے لیے ٹھہرتے تو دیر ہو جاتی چنانچہ بعض صحابہ نے بھی اس سے یہی سمجھا کہ آپ ﷺ کا مقصد صرف جلد سے جلد بنو قریظہ میں پہنچنا تھا اس سے ثابت ہوا کہ بحالت مجبوری طالب اور مطلوب ہر دو سواری پر نماز اشارے سے ادا کر سکتے ہیں یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت ثابت ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان المطلوب یصلی علی دابۃ یومئی ایماء، وان کان طالباً نزل فصلی علی الارض، قال الشافعی: الا ان ینقطع عن اصحابه فیخاف عود المطلوب علیه فیجزئه ذالک۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵۵)

"یقیناً مطلوب (جس کی تلاش میں دشمن لگا ہوا ہو) وہ سواری پر ہی اشارے سے نماز ادا کرے اور اگر وہ طالب (دشمن کے پیچھے لگنے والا) ہو تو وہ سواری سے اتر کر زمین پر نماز ادا کرے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا خوف ہو یا دشمن کے پیچھے پلٹ آنے کا تو اس حالت میں اسے بھی سواری پر نماز ادا کرنا جائز ہے"۔

لہذا حافظ صاحب کی صراحت سے واضح ہوتا ہے کہ بحالت مجبوری سواری پر اشارے سے نماز ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ حدیث اور باب سے واضح ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"موضع المطابقة من تاخیر احدی الطائفین للصلاة الی ان غابت الشمس، ووصلوا الی بنی قریظة، فلما جاز لهما ان تو خر عن الوقت والصلاة فی الوقت مفترضة، وکذالک یجوز ترک اتمام الارکان والانتقال الی الایماء" (المتواری ص ۱۱۴)

یہاں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ دونوں گروہ کا نماز میں تاخیر کرنا (ثابت ہوتا ہے) یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور ان کو بنو قریظہ تک پہنچا جائے۔ پس جب ان کے لیے نماز کو مقررہ وقت سے تاخیر کرنا جائز ہوا تو اسی طرح سے قیام کا ترک کرنا اور اشارے سے نماز پڑھنا (بھی جائز ہوا)"۔

ابن المنیر رحمہ اللہ کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جب ارکان اور وقت کی چھوٹ مل سکتی ہے تو لازماً بحالت مجبوری اشارے سے صلاۃ پڑھنا بھی جائز ہوا (جیسا کہ پیچھے اوراق میں ہم نے تفصیلاً ذکر کیا ہے) لہذا اس سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کے مذہب کو بھی تقویت ملے گی۔

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا تھا یا نماز ظہر؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخاری و مسلم کی بعض احادیث میں ظہر کی نماز کا حکم ہے اور بعض احادیث میں نماز نماز عصر کا حکم ہے منکرین حدیث اس نکتے کو بھی بخشتے نہیں اور وہ بے جا احادیث صحیحہ پر طعن کرتے ہیں اور اختلاف کی صورت کو جنم دیتے ہیں حالانکہ تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان احادیث میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ دونوں روایتوں میں بایں طور کہ احتمال ہے کہ حکم کرنے سے قبل بعض نے ظہر کی نماز پڑھ لی ہو اور بعض نے نہ پڑھی ہو تو ان کو ظہر کا حکم ملا اور دوسری گروہ کو عصر کی نماز کا حکم ملا جس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

اب یہاں چار باتیں قابل غور ہیں۔

1. ظہر کی نماز کا حکم بنو قریظہ میں پڑھنے کا تھا۔
2. یا عصر کی نماز کا حکم بنو قریظہ میں پڑھنے کا تھا۔
3. یا پھر کسی راوی نے عصر کی جگہ ظہر کہہ دیا اپنی یاداشت کی وجہ سے۔
4. یا پھر دو گروہ تھے ایک کو ظہر کا حکم اور دوسرے کو عصر کا حکم۔

اب ہم ان چاروں نکات پر غور کریں گے۔

ظہر کی نماز بنو قریظہ میں:

ظہر کی نماز کا ذکر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد و السیر میں ذکر فرمایا ہے۔

"ان لا یصلین احد الظهر الا فی بنی قریظة"

(صحیح مسلم کتاب الجهاد و السیر رقم الحدیث ۱۷۷۰)

یعنی آپ میں سے کوئی ظہر ادا نہیں کرے گا مگر بنو قریظہ میں جا کر۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

ووقع فی جمیع النسخ عند مسلم "الظهر" ---------- وقد وافق مسلماً ابو یعلی وآخرون، وکذالك اخرجه ابن سعد عن ابی عتبان مالك بن اسمعیل عن جویریة بلفظ "الظهر" وابن حبان من طریق ابی عتبان کذالك، ولم اره من روایة جویریة الا بلفظ "الظهر" (فتح الباری ج۶ ص ۵۱۹)

"تمام مسلم کے نسخوں میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اور یقیناً امام مسلم کی موافقت کی ہے ابو یعلی اور دوسروں نے، اور اسی طرح سے ابن سعد نے ابو عتبان مالک بن اسمعیل عن جویریہ سے لفظ ظہر کا ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے بطریق ابی عتبان سے اسی طرح (لفظ ظہر ہی) نقل کیا ہے اور میں نہیں دیکھتا جویریہ سے کوئی لفظ مگر "ظہر" ہی کا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عصر کی نماز کا حکم بنو قریظہ میں:

عصر کی نماز کا حکم صحیح البخاری میں موجود ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ظہر'' کی نماز کا ذکر امام مسلم نے فرمایا اور عصر کی نماز کا حکم امام بخاری رحمہ اللہ نے۔ (شرح صحیح مسلم النووی ج ۱۲ ص ۹۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''لایصلین احد العصر'' کذا وقع فی جمیع النسخ عند البخاری'' (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۹)

''کہ آپ نماز عصر بنو قریظہ میں پڑھیں یہ الفاظ بخاری کے تمام نسخوں میں ہیں''۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذید فرماتے ہیں کہ!

''واما اصحاب المغازی فاتفقوا علی انها العصر'' (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۹)

''تمام اصحاب مغازی اس بات پر متفق ہیں کہ وہ نماز عصر تھی''

نماز عصر کا ذکر صحیح البخاری کے علاوہ اور بھی کتب احادیث میں موجود ہے امام البیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۰۸ھ) اپنی کتاب میں ذکر فرماتے ہیں۔

''عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما رجع من طلب الاحزاب وضع عنه اللأمة واغتسل، واستجمر فبداله جبریل علیہ السلام فقال من ترك من محارب الا اراك قد و ضعت اللامة وماوضعنا ها بعد قال فوثب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزعاً، فعزم علی الناس الایصلوا صلاۃ العصر حتی یاتوا بنی قریظة'' (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۷)

''سیدنا عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آگئے احزاب کی طلب اور تعاقب سے اور آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل بھی کر لیا تھا اور خوشبو کی دھونی بھی لے لی تو اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریل علیہ السلام آگئے اور فرمایا کس نے آپ کو جنگ اور محاربہ پر سے روک دیا ہے؟ کیا میں دیکھ نہیں رہا کہ آپ نے ہتھیار اتار رکھ لیے ہیں جب کہ ہم نے ابھی تک نہیں اتار رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور لوگوں کو آپ نے تاکید کا حکم دیا کہ وہ نماز عصر یہاں پر نہ پڑھیں یہاں تک کہ وہ بنی قریظہ پہنچ جائیں''۔

مذکورہ روایت میں بھی صلاۃ العصر ہی کا ذکر موجود ہے اس روایت کو امام طبرانی نے اور امام ابن کثیر نے اپنی کتاب (البدایة والنهایة ج ۴ ص ۱۱۷) میں ذکر فرمائی ہے اور امام ابو نعیم ''المستخرج'' میں بطریق ابو حفص السلمی عن جویریہ سے نماز عصر کا ذکر فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۹)

لہٰذا نماز عصر کا حکم صحیح بخاری میں موجود ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق راوی سے وھم ہوا ہے، کیونکہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی احادیث کا مخرج ایک ہی ہے۔ ممکن ہے کہ راوی وہم کا شکار ہوا ہو۔ لہٰذا صحیح بخاری کے الفاظ کو ترجیح دی جائے گی۔ حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اصحاب مغازی عصر کی نماز کے قائل ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ظہر یا عصر کی نماز بیان کرنے میں کسی راوی سے بھول تو واقع نہیں ہوئی؟:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صراحت کرتے ہوئے اس مسئلے پر کہتے ہیں۔

فالذی یظھر من تغایر اللفظین ان عبداللہ بن محمد بن اسماء شیخ الشیخین فیہ لما حدث بہ البخاری حدث بہ علی ھذا اللفظ ولما حدث بہ الباقین حدثھم بہ علی اللفظ الأخیر وھو اللفظ الذی حدث بہ جویریہ۔۔۔۔۔۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٥٢٠)

"یعنی مجھ کو معلوم ہوا کہ اختلاف لفظ مذکور میں سے اس کے بعض راویوں کے حفظ اور یاد داشت کی وجہ سے ہے پس جو ظاہر ہوتا ہے دونوں لفظوں کے اختلاف سے وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن محمد شیخین کے شیخ نے جب امام بخاری رحمہ اللہ کو حدیث بیان کی تو عصر کے لفظ کے ساتھ حدیث بیان کی اور جب باقی لوگوں کو بیان کی تو ظہر کے لفظ کے ساتھ حدیث بیان کی یا امام بخاری نے اس کو لکھا اپنی یاد سے نہیں رعایت کی انہوں نے لفظ کو جیسے معروف ہے ان کے مذہب سے۔

حافظ ابن حجر کی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عبداللہ بن محمد کے شیخ نے جب بخاری رحمہ اللہ کو بیان کیا تو عصر کہہ دیا اور جب مسلم رحمہ اللہ کو بیان کیا تو ظہر کہہ دیا یعنی یہ الفاظ کا اختلاف ان کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہ تھے؟ کہ ایک کو ظہر کا حکم دیا گیا اور دوسرے گروہ کو عصر کا:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اما جمعھم بین الروایتین فی کونھا الظھر والعصر فمحمول علی ان ھذا الامر کان بعد دخول وقت الظھر، وقد صلی الظھر بالمدینۃ بعضھم دون بعض، فقیل للذین لم یصلوا الظھر: لا تصلوا الظھر الا فی بنی قریظۃ وللذین صلوا بالمدینۃ لا تصلوا العصر ولا الظھر الا فی بنی قریظۃ، ویحتمل انہ قیل للذین ذھبوا اولا: لا تصلوا الظھر الا فی بنی قریظۃ، وللذین ذھبوا بعدھم لا تصلوا العصر الا فی بنی قریظہ" (شرح مسلم النووی ج ۱۲ ص ۹۸)

"یعنی ان دونوں روایتوں میں ظہر اور عصر کا جو ذکر ہے یہ محمول ہے اس امر پر کہ یہ حکم ظہر کے دخول کے بعد کا تھا، یقیناً جن لوگوں نے بعض کے علاوہ نماز پڑھی مدینے میں تو پھر کہا گیا ان سے جنہوں نے نماز ظہر نہیں پڑھی کہ تم نہ پڑھنا ظہر مگر بنو قریظہ میں جا کر، اور ان لوگوں کو جنہوں نے مدینہ میں نماز پڑھی تو ان سے کہا گیا کہ تم نہ پڑھنا عصر اور نہ ظہر مگر بنو قریظہ میں، اور یہ احتمال ہے کہ یہ ان سے کہا گیا ہو جو پہلے ہی جا چکے ہوں گے، تم نہ پڑھنا ظہر مگر بنو قریظہ میں اور جو لوگ بعد میں گئے ہوں گے تو ان سے کہا گیا ہو گا کہ تم نہ نماز پڑھنا عصر کی مگر بنو قریظہ میں"۔

امام نووی کی اس وضاحت سے دونوں احادیث میں تطبیق کی بہترین صورت بنتی ہے کہ یہ دو گروہ تھے ایک جو ظہر کے وقت نکلا تو ان کو ظہر اور عصر کا حکم دیا گیا اور جو دوسرا گروہ تھا اسے صرف عصر کا حکم دیا گیا کیوں کہ اس گروہ نے ظہر کے بعد وہاں سے کوچ کیا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں اسی قسم کی تطبیق دی کہ ایک گروہ کو نماز ظہر کا حکم دیا اور دوسرے گروہ کو عصر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز کا بنو قریظہ میں پڑھنے کا حکم دیا ظہر کی نماز کی روایت کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور عصر کی نماز کا کعب بن مالک اور امی عائشہ نے روایت کیا۔ (تفصیل کے لیے مراجعت فرمائیں "فتح الباری ج ۶ ص ۵۲۰")

اس مختصر سے بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لشکر "دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ایک لشکر کا حصہ وہ ہو جو ظہر سے قبل روانہ ہوا ان کو کہا گیا کہ ظہر بنو قریظہ میں جا کر پڑھنی ہے اور دوسرا لشکر وہ جو ظہر کے بعد روانہ ہوا تھا تو ان سے کہا گیا ہو کہ عصر بنو قریظہ میں پڑھنی ہے۔ یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ لشکر میں ایسے لوگ موجود ہوں جنہوں نے ظہر نہ پڑھی ہو تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ آپ ظہر وہاں ادا کریں اور جو باقی حضرات تھے ان کو عصر کی نماز کا حکم دیا گیا ہو گا"۔

اب آخری سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنہوں نے راستہ میں عصر پڑھ لی وہ فضیلت کو پہنچے یا جنہوں نے نہ پڑھی وہ؟

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی کے عصر بنو قریظہ میں ہی ادا کی جائے آپ فرماتے ہیں کہ ہم اگر وہاں ہوتے تو بنو قریظہ تک پہنچنے میں اگر کئی برس بھی لگ جاتے تب بھی عصر کی نماز بنو قریظہ سے پہلے نہ پڑھتے لیکن حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ان لوگوں کو ترجیح دی جنہوں نے نماز راستے میں ہی ادا کر لی چنانچہ ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

بل الذين صلوها في الطريق في وقتها حازوا اقصب السبق، وكانوا اسعد بالفضيلتين، فانهم بادروا الى امتثال امره في الخروج بادروا الى مرضاته في الصلاة في وقتها ------ (زاد المعاد. ج ۲ ص ۱۱۳)

"بلکہ وہ لوگ جنہوں نے راستے میں نماز پڑھی اور نماز عصر کو اپنے وقت پر ادا کیا کیوں کہ ان لوگوں نے دو فضیلتیں حاصل کی ہیں ایک فضیلت وقت پر ادا کرنے کی اور دوسری فضیلت جہاد میں حصہ لینے کی، اور جلد سے جلد بنو قریظہ پہنچنے کی فکر تو ان کو بھی دامن گیر تھی چنانچہ انہوں نے نماز راستے میں پڑھی اور پہنچتے ہی مورچہ بندی کا عمل شروع کیا اس لیے ان کے فعل کو ترجیح دی گئی ہے"۔

لہذا کسی بھی گروہ کو فضلت حاصل ہو لیکن دین کے معاملے میں دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ جماعت مخلص تھی اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اجر نصیب فرمایا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: !

"وما علينا من اثم، فصلّت طائفه ايماناً واحتسابا، وتركت طائفة ايماناً و احتسابا ولم يعب النبي صلی اللہ علیہ وسلم واحد من الفريقين" (دلائل النبوة البيهقي ج ۴ ص ۸)

"ہم پر کچھ گناہ نہ تھا (کیوں کہ) جس گروہ نے نماز پڑھی اس نے بھی ایمان اور احتساب کے ساتھ (عمل کیا) اور جس نے نہ پڑھی اس نے بھی ایمان اور احتساب کے ساتھ (عمل کیا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں گروہ پر کچھ بھی ملامت نہ کی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یقیناً علماء نے اختلاف کیا ہے کہ (اجتہاد میں) کون صحیح تھا اس دن؟ بلکہ اسی مسئلہ پر ہے کہ دونوں فریقین اجر کے مستحق ٹھہرے بغیر کسی ملامت کے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا جنہوں نے نماز میں تاخیر کی تھی اس دن (نماز) کے مقررہ وقت سے یہاں تک کہ انہوں نے بنو قریظہ میں جا کر ادا کی۔ کیونکہ انہیں اس دن نماز کی تاخیر کا حکم تھا۔ خاص مقدم ہے عام پر۔ علماء کی دوسری جماعت نے کہا بلکہ وہ لوگ جنہوں نے نماز کو اپنے وقت پر ادا کر لی ان کا فہم یہ تھا کہ افضل نماز اس کے وقت پر ادا کرنا ہے اسی وجہ سے ان میں کسی پر بھی ملامت نہیں کی گئی اور نہ ہی نماز کے اعادہ کا حکم دیا گیا۔۔۔۔(البدایہ والنھایہ، ج۴، ص۱۱۷)

امام محمد بن خلیفہ (المتوفی ۸۲۷ھ اَو۸۲۸) رقمطراز ہیں:

"انما مرادہ ﷺ استعجال الخروج لا قصد تأخير الصلاة، فمن أخذ بهذا المفهوم صلى خف فوت الوقت، ومن أخذ بظاهر اللفظ أخر، ففيه حجة للقائلين بالمفهوم وللقائلين بالظاهر"

"بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مراد جلدی نکلنے کی تھی نہ کہ نماز میں تاخیر کی۔ پس جس نے یہ مفہوم مراد لیا تو اس نے وقت کے فوت ہونے کے خوف سے نماز پڑھ لی اور جنہوں نے ظاہر لفظ کا مطلب اخذ کیا وہ دوسرے تھے۔ پس اس میں دلیل ہے ان قائلین کے لیے جنہوں نے مفہوم سے دلیل لی اور ان قائلین کے لیے جنہوں نے ظاہر (حکم سے) دلیل اخذ کی"

فائدہ نمبر ۲:

یہاں پر اس نکتہ کو ضرور یاد رکھیں کہ "المجتهد قد يخطئ ويصيب" کہ مجتہد سے خطا اور ثواب دونوں ہو سکتے ہیں اور خطا پر بھی اس کی گرفت نہ ہو گی بلکہ وہ ایک ثواب کا مستحق ہو گا۔ مگر جب قرآن و سنت سے واضح دلائل میسر آ جائیں تو اجتہاد کو ترک کرنا اور کتاب و سنت پر عمل کرنا واجب ہو گا۔ سلف صالحین میں ایسی مثالیں ان گنت ہیں کہ جب انہیں قرآن و سنت کے نصوص پہنچے تو انہوں نے برملا طور پر اپنے اختیار اور عمل کو ترک کیا اور قرآن و سنت پر عمل کیا۔

امام ابن قیم ابن الجوزی رحمہ اللہ چودہ برس تک ایک پر عمل کرتے رہے۔ چودہ برس بعد انہیں اس حدیث کے ضعف کی خبر ہوئی تو آپ نے فوراً اپنا عمل ترک کر دیا۔

امام ابو یوسف جو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں، آپ نے "بیع الوقف" والی حدیث کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اگر بیع الوقف والی حدیث امام ابو حنیفہ تک پہنچتی تو آپ رجوع کر لیتے۔(سبل السلام، ج۳، ص۱۸۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں بھی رجوع کا مادہ تھا اور آپ کا فتویٰ اگر قرآن و سنت کے خلاف ہو گا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ یہی صحیح مؤقف ہے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب العیدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

بچوں کا عید گاہ کو جانا

"ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ، وَذَكَّرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ" (صحیح البخاری کتاب لعیدین رقم الحدیث ۹۷۵)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلا اور آپ ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ سنایا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے ان کو وعظ اور نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب میں بچوں کا عید گاہ جانے پر اشارہ کیا گیا ہے اور حدیث جو پیش کی گئی ہے اس میں عورتوں کو نصیحت کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے یعنی حدیث میں بچوں کے عید گاہ جانے کے کوئی الفاظ نہیں ہیں لیکن اگر تدبر کیا جائے تو باب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت جوان نہیں ہوئے تھے اور وہ نابالغ تھے اور وہ بھی عید گاہ میں موجود تھے۔ لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر غور کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو وصیت فرمائی، اس حدیث کو ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے اور باب کے ساتھ مناسبت بھی ہے کہ لازمی طور پر عورتیں جن کے چھوٹے بچے ہوں گے وہ اپنے بچوں کو بھی ساتھ لائی ہوں گی۔ کیوں کہ حدیث میں واضح ہے کہ عید کی نماز میں اگر ایک عورت کے پاس چادر نہیں ہے تو وہ اپنی بہن کے ساتھ چادر میں پردہ کر کے عید گاہ آئے اور نماز و دعا میں شریک ہوئے حتی کہ حائضہ عورت بھی مصلی کی جگہ سے دور رہے اور وہ بھی دعا میں شرکت کے لیے عید گاہ پہنچے جب ایسے حالات میں عورتوں کو عید گاہ پر آنے کی تلقین کی گئی ہے تو انکے ساتھ انکے بچے بھی آ سکتے ہیں، یہیں سے ترجمۃ الباب میں مناسبت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لکن جری المصنف علی عادتہ فی الاشارۃ الی ما ورد فی بعض طرق۔۔۔" (فتح الباری، ج۲، ص۵۹۰)

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق بعض طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آئندہ باب میں مذکور ہیں کہ "ولولا مکانی من الصغر ما شہدتہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "اگر باوجود کم عمری کے میری قدر و منزلت آپ کے نزدیک نہ ہوتی تو میں نہیں جا سکتا تھا (عید گاہ میں)۔

اس واضح الفاظ کی طرف امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چھوٹی عمر میں عید گاہ گئے۔ لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

(قلت) اگر غور کیا جائے خواتین نبی کریم ﷺ کے دور میں جمعہ کی نماز کے لیے آتیں اور ان کے ساتھ بچے بھی ہوتے جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے رونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اپنی قرأت میں تخفیف فرمایا کرتے تھے۔ جب عید گاہ میں خواتین کو تاکید کے ساتھ آنے کی ترغیب دی جارہی ہے تو لازماً ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ اگر عید میں بچوں کا آنا ممنوع ہوتا تو نبی کریم ﷺ واضح بچوں کے آنے پر پابندی لگاتے۔ لہٰذا جب انکار ثابت نہیں تو بچوں کے آنے کا مسئلہ مسجد و عید گاہ میں اپنی جگہ مسلّم رہا۔

بَابٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

جب کوئی آدمی عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پائے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے

وکذالک النساء ومن کان فی البیوت والقریٰ لقول النبی ﷺ ھذا عیدنا یا اھل الاسلام

وامر انس مولاھم ابن ابی عتبہ بالزاویۃ فجمع اھلہ وبنیہ وصلی کصلاۃ اھل المصر، وتکبیرھم

وقال عکرمۃ: اھل السواد یجمعون فی العید یصلون رکعتین کما یصنع الامام۔

وقال عطاء اذا فاتہ العید صلی رکعتین

”عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ“　(صحیح البخاری کتاب العیدین ج ۲ رقم ۹۸۷)

”اور اسی طرح سے عورتیں بھی عید کی نماز پڑھیں اور جو گھروں اور گاؤں میں رہتا ہے وہ بھی عید کی نماز ادا کرے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! یہ ہماری عید ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے زاویہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے سو انہوں نے اپنے گھر کے لوگوں اور چھوٹے بچوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیر کہی۔

اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہر کے گرد رہنے والے عید کے دن جمع ہوں اور دو رکعتیں نماز پڑھیں جیسے کہ امام پڑھتا ہے۔

اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر عید کی نماز فوت ہو جائے تو دو رکعت تنہا پڑھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ پر داخل ہوئے اور میرے پاس دو چھوٹی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں منٰی کے دنوں میں اور آپ ﷺ کپڑا اوڑھے لیٹے تھے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا سو آپ ﷺ نے منہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ ان کو چھوڑ دے کہ یہ عید کے دن ہیں“۔

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا ہے ”جب کوئی آدمی عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پائے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس باب کے متعلق دو مسئلوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فی ھذہ الترجمۃ حکمان: مشروعیہ استدراک صلاۃ العید اذا فاتت مع الجماعۃ سواء کانت بالاضطرار او بالاختیار و کونھا تقضی رکعتین کاصلھا، وخالف فی الاول جماعۃ منھم المزنی فقال: لاتقضی،۔۔۔۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۳)

"اس باب میں دو حکموں کا بیان ہے ایک یہ کہ عید کی نماز کو قضا کر کے پڑھنی درست ہے خواہ اختیار سے قضا ہو یا اضطرار سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عید کی قضا بھی اصل کی طرح دو ہی رکعتیں ہیں اور اس کی مخالفت پہلی جماعت نے کی ہے، ان میں مزنی وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ عید کی قضا نہیں اور دوسری جماعت امام ثوری اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دو ہی رکعتیں پڑھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عید کی قضا نہیں اس لیے کہ جمعہ کی طرح بغیر وجود شرائط کے عید بھی درست نہیں ہے پس جیسے کہ تنہا جمعہ جائز نہیں ہے ویسے ہی تنہا عید بھی درست نہیں"۔

دوسری عبارت جو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی کہ "اور اسی طرح عورتیں بھی عید کی نماز پڑھیں اور جو گھروں میں رہتا ہے وہ بھی عید کی نماز پڑھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہماری عید ہے اے مسلمانو"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کو تمام مسلمانوں کے لیے عید ٹھہرایا ہے کسی کو خاص نہیں کیا پس عموم اس حدیث کا کل افراد مسلمانوں کو شامل ہو گا خواہ مرد ہو یا عورت خواہ شہر میں رہتا ہو یا دیہات میں بستا ہو یا گھروں میں رہتا ہو اور خواہ کوئی امام کے ساتھ نماز پائے یا نہ پائے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوئی۔

دوسرا اثر جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت کچھ اسطرح سے ہے کہ زاویہ ایک جگہ ہے جس میں انس رضی اللہ عنہ کا گھر تھا وہ اکثر اوقات جمعہ اور عید کی نماز اسی جگہ پڑھا کرتے تھے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حدیث کا ذکر فرمایا کہ!

کان انس اذا فاتہ صلاۃ العید مع الامام جمع اھلہ فصلی بھم مثل صلاۃ الامام فی العید۔

(سنن الکبری البیہقی ج ۳ ص ۳۲۸)

"انس رضی اللہ عنہ کی جب عید کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور عید کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے"۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ دیہات اور گھروں میں عید پڑھنی جائز ہے اور اسی طرح عورتوں کو بھی پڑھنی جائز ہے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کا جو اثر پیش کیا گیا اس اثر سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دیہات میں رہنے والے عید کی نماز پڑھیں پس یہیں سے باب اور اثر میں مطابقت ظاہر ہوتی ہے۔

عطاء رحمہ اللہ سے جس اثر کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر عید کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے بدلے میں دو ہی رکعت پڑھے، ان آثار سے باب کے تمام مسائل ظاہر ہو گئے الحمد اللہ۔

اور جو حدیث امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں کہ "ھذا عیدنا اھل الاسلام" یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام اور اہل اسلام کا لفظ تمام مسلمانوں کو شامل کرتا ہے خواہ وہ اکیلے ہوں یا جماعت کی صورت میں جیسا کہ اوپر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحت ہو چکی ہے اور دوسرا اہم مسئلہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے منی کے دنوں کو عید کا دن فرمایا اور عید کے دن کے لیے اس نماز کو مشروع قرار دیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز ان سب دنوں میں ادا ہو جایا کرتی ہے پس اگر پہلے دن قضا ہو جائے تو دوسرے یا تیسرے دن بھی پڑھ لینی چاہیے، اس کو قضا کہنا بہ نسبت پہلے دن کے ہے ورنہ دراصل قضا نہیں بلکہ ادا ہے یہ ادا اپنے وقت میں واقع ہوتی ہے یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۲)

فائدہ:

مذکورہ بالا حدیث جو امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے مصنف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو آٹھ مقامات پر ذکر فرمایا۔ کہیں مختصر تو کہیں مفصل۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا حدیث 'کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید' میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس حدیث میں 'جاریتان تغنیان' کے الفاظ موجود ہیں جس سے بعض گمراہ کن صوفیا اور موجودہ دور کے نام نہاد میڈیا اسکالر (Media Scholer) موسیقی کے جواز پر پیش کرتے ہیں جو اس کا معنی پیشہ ور گانے والیاں لیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> ''اس حدیث سے صوفیاء کے ایک گروہ نے گانا گانے اور گانا سننے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اس استدلال کے بطلان کے لیے اگلے باب کی وہی حدیث کافی تھی جس میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لڑکیوں کے بارے میں تصریح کی ہے کہ '' ولیستا بمغنیتین'' وہ دونوں کوئی پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں۔''

مزید حافظ صاحب رقمطراز ہیں:

''شادی بیاہ جیسے خوشی کے مواقع پر دف بجانے کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر آلات موسیقی وغیرہ بھی بجانا مباح ہوں۔ جیسا کہ ہم ان شاء اللہ ولیمہ کی بحث میں ذکر کریں گے۔ رہا رسول اللہ ﷺ کا کپڑا اوڑھ لینا تو دراصل یہ اس طریقے سے گانا سننے سے اعتراض مقصود تھا اس لیے کہ نہ سننا ہی آپ ﷺ کے مقام کا تقاضا تھا۔ البتہ آپ ﷺ کا نکیر نہ کرنا صرف اس نوعیت کے غنا کے جواز پر دلالت کرتا ہے جسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کسی برائی کو باقی نہ رہنے دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں 'غناء' کا اطلاق عربی زبان میں ترنم اور بلند آواز سے پڑھنے پر ہوتا ہے۔ جسے اہل عرب نصب کہتے ہیں۔ اسی طرح حدی خوانی پر بھی 'غناء' کا لفظ بولا جاتا ہے، لیکن نصب اور حدی خواں کو مغنّی نہیں کہا جاتا۔ مغنّی صرف اس شخص کو کہتے ہیں جو آواز کے زیر و بم کے ساتھ لوگوں کے جذبات کو بھڑکا کر ایسے اشعار گائے جن میں گندی باتوں کی صراحت یا اشارہ ہو۔ (فتح الباری، ج۲، ص۳۵۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں 'وھو کلام حسن'۔

(روح المعانی، ج۲۱، ص۷۰)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا حدیث کسی بھی طریقے سے گانے بجانے اور سننے کے جواز پر نہیں ہے۔اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے چند باتیں قابل غور ہیں۔

1. امی عائشہ رضی اللہ عنہا بنفس نفیس غنا کو حرام سمجھتی تھیں، اسی وجہ سے انہوں نے وضاحت فرمادی کہ یہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں ہیں۔
2. لڑکیاں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو جنگ بعاث کے موقع پر کہے گئے تھے اور جنگ بعاث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے تین سال قبل اوس اور خزرج میں واقع ہوئی تھی۔
3. گانے والی لڑکیاں کمسن اور غیر مکلف تھیں ان دونوں کے لیے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے 'جاریتان' کے لفظ کہے جو نابالغ لڑکی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(جاریتان) الجاریة فی النساء کالغلام فی الرجال یقعان علی من دون البلوغ فیهما" (زهر الربی. ج۱، ص۲۳۶)

جاریہ کا لفظ عورتوں میں بالکل ایسے ہے جیسے غلام کا لفظ مردوں میں، دونوں کا اطلاق بلوغیت سے پہلے کی عمر میں ہے۔

4. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخوبی معلوم تھا کہ گانا بجانا حرام ہے یہی وجہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو آپ نے یہ ماجرا دیکھتے ہیں ان بچیوں کو ڈانٹا۔
5. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک پر چادر اوڑھ رکھی اور آپ اس فعل سے علیحدہ رہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ کام آپ کا پسندیدہ نہ تھا۔امام بغوی رحمہ اللہ نے بڑی خوبصورت بات کہی آپ فرماتے ہیں:

"وکان الشعر الذی تغنیان فی وصف الحرب والشجاعة وفی ذکرہ معونة فی امر الدین فأما الغناء بذکر الفواحش والابتغاء بالحرم والمجاهرة بالمنکر من القول فهو المحظور من الغناء وحاشاہ ان یجری شیئ من ذالک بحضرته علیه السلام فیغفل النکیرله" (شرح السنة للبغوی. ج۴، ص۳۲۲)

" وہ شعر جو دونوں لڑکیاں گا رہی تھیں حرب و شجاعت کے بارے میں تھے اور ان کے پڑھنے سے ایک طرح دینی معاملے (جہاد) میں مدد ملتی تھی اور جن اشعار میں فواحش کا ذکر ہو حرام اور ناجائز باتوں کا اظہار ہو ان کا گانا جائز نہیں حاشا وکلا اگر ایسی چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گائی جائیں تو آپ اس پر نکیر کرنے سے نہ چوکتے۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں لڑکیوں کے گیت جنگ بہادری پر فخر، فتح اور غلبہ جیسے مضامین پر مشتمل تھے۔(شرح صحیح مسلم از امام نووی. ج۱. ص۲۹۱)

ان گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ گانا بجانا اور سننا شریعت میں حرام ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث سے غلط نتائج کا حاصل کرنا علوم دین سے غفلت یا پھر خیانت کی واضح دلیل ہو گی جو کہ شرعی احکامات میں تبدیلی کے مترادف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الاستسقاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الِاسْتِسْقَاءَ إِذَا قُحِطُوا

باب قحط کے وقت لوگ امام سے پانی کی دعا کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں

"عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ: وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ... ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ" (صحیح البخاری. کتاب الاستسقاء. رقم: ۱۰۰۸)

"ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے سنا تھا "گورا ان کا رنگ ان کے منہ کے واسطے سے بارش کی (اللہ تعالیٰ سے) دعا کی جاتی ہے۔ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کے سہارے"۔

"أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا"

(صحیح البخاری کتاب الاستسقاء رقم الحدیث ۱۰۱۰)

"جب کبھی عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ ہم تیرے پاس اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لایا کرتے تھے تو تو پانی برسایا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو ہم پر پانی برسا انس رضی اللہ عنہ فرماتے چنانچہ بارش خوب ہی برستی"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

حدیث اور باب میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں لفظ ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑتا تو لوگ آپ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے موافق اشارہ فرمایا کہ یہ مسئلہ اس کے بعض طریقوں میں ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ!

"ان عمر استسقى بالمصلى، فقال العباس: قم فاستسق فقام العباس رضی اللہ عنہ" (فتح الباری ج ۲ ص ۴۲۰)

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعا مانگنے کے لیے عیدگاہ تشریف لے گئے اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھیے اور بارش کی دعا فرمایئے سو عباس رضی اللہ عنہ انکے ساتھ بارش کی دعا مانگنے لگے"۔

ابن المنیر فرماتے ہیں:

"عمر رضی اللہ عنہ کا قول "اے اللہ! ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا میں وسیلہ بناتے تھے"

"دل على أنهم كانوا يتوسلون وان لعامة المؤمنين مدخلا في الاستسقاء"

(المتواری علی ابواب البخاری. ص ۱۱۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہ دعا اس بات پر دلالت ہے کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ (کی دعا کو) وسیلہ بناتے تھے اور اس دعا میں تمام مومنین داخل تھے۔"

ابن رشید فرماتے ہیں:

"یحتمل أن یکون أراد بالترجمة الاستدلال بطریق الاولی، لأنهم اذا كانوا بیسألون الیه به فیسقیهم فأحدی ان یقدموه لسوأل"

"یہ احتمال کیا گیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی ترجمۃ الباب سے بطریق اولی یہ استدلال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اللہ سے بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالی بارش برساتا ان پر۔ پس (عباس رضی اللہ عنہ کو) وہ لائق سمجھتے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کیا تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس دعا کو بھی نقل فرمایا ہے تاکہ کسی کو دعا کے بارے میں غلط فہمی نہ ہو:

"اللهم انه لم ینزل بلاء الا بذنب ولم یکشف الا بتوبة۔۔۔۔" (فتح الباری، ج۲، ص۴۳۱،۴۳۲)

"اے اللہ! آفت اور مصیبت بغیر گناہ کے نازل نہیں ہوتی اور توبہ کے بغیر دور بھی نہیں ہوتی۔ آپ کے نبی کے نزدیک میری قدر و منزلت تھی اسی لیے قوم نے مجھے آگے بڑھا کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوئی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ ہیں جن سے ہم نے گناہ کیے تھے اور توبہ کے لیے ہماری پیشانیاں سجدہ ریز ہیں۔ باران رحمت سے سیراب کیجیے۔ دوسری روایت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک جامع خطبہ دیا کہ "رسول اللہ ﷺ کا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا معاملہ تھا جیسا بیٹے کا باپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس لوگوں! رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو اور اللہ کی بارگاہ میں ان کے چچا (کی دعا کو) وسیلہ بناؤ۔ چنانچہ بارش برسی حد نگاہ تک پانی ہی پانی تھا"۔

لہٰذا اس واقعہ سے بھی ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوئی۔ مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے جس کا ذکر اسماعیلی نے کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ ابن المنیر رحمہ اللہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بأن المناسبة تؤخذ من قوله فيه: یستسقی الغمام بوجهه "لانه فاعله محذوف، وهم الناس وعن حدیث انس بأن فی قول عمر کنا نتوسل الیك بنبیك دلالة على ان للامام مدخلا فی الاستسقاء" (فتح الباری. ج۲. ص۴۲۹)

"ترجمۃ الباب سے مناسبت اس قول سے اخذ کی جائے گی کہ "ان کے منہ کے واسطے بارش کی دعا کی جاتی ہے" یہاں دعا کرنے والے فاعل موجود ہیں وہ محذوف ہیں اور وہ لوگ ہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اے اللہ! ہم وسیلہ بناتے ہیں تیرے نبی (کی دعا) کو۔ لہٰذا اس میں دلالت ہے کہ امام کے ساتھ (دوسرے لوگ بھی) داخل ہیں"۔

لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور اثر میں مناسبت ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

بعض لوگ حدیث مذکورہ سے غلط استدلال کر کے دعا وسیلہ سے اسے پھیر کر بزرگوں اور انبیاء کی ذاتوں کے نام سے وسیلہ اختیار کرتے ہیں جو کہ حرام اور ناجائز ہے جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں دراصل عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ اس لیے پکڑا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور صاحب فضیلت تھے امام عبداللہ سالم البصری (متوفی ۱۱۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ!

(استسقی) متوسلاً (بالعباس بن عبدالمطلب) الی الرحم التی بینه وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاراد عمر ان یصلها بمراعاة حقه۔ (ضیا الساری فی مسالك ابواب البخاری ج۹ ص۴۴۲)

"یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کی دعا کے لیے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو اس لیے وسیلہ بنایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے دار تھے اور انکا حق بہت بلند تھا یہی وجہ ہے جس کا ذکر عبداللہ بن سالم رحمہ اللہ فرما رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی صحیح سند سے ایسی روایت موجود نہیں جس میں یہ ثبوت موجود ہو کہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آپکی ذات کا وسیلہ بناتے۔ ایک روایت جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا فتح الباری میں کہ:

"روی ابن ابی شیبه باسناد صحیح من روایة ابی صالح السمان عن مالك الداری وكان خازن عمر قال "اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتی الرجل فی المنام فقیل له: ائت عمر" (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۲ ص۴۳۰)

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑھ گیا ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے لیے سفر کیا اور (قبر پر آکر کہا) اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو پانی پلادیں وہ ہلاک ہو رہی ہے۔۔۔۔

مذکورہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی مکمل سند کو صحیح نہیں کہا بلکہ ابو صالح سمان تک سند صحیح ہے دوسری علت اس میں یہ ہے کہ وہ شخص جس نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر دعا کی اور وسیلہ طلب کیا آیا وہ کون تھا؟ کیوں کہ یہاں سائل کا پتہ نہیں تو یہ روایت اس علت کی بناء پر ضعیف ہوگی کیوں کہ سائل مجہول ہے، تیسری علت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس مجہول سائل کے خلاف ہے کیوں کہ صحابہ کرام اس قسم کے وسیلے کے ہرگز قائل نہ تھے جیسا کہ بخاری کی روایت اس مسئلے پر واضح دال ہے جو گزر چکی ہے اور اگر غور کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ بنایا اور تمام صحابہ اس مسئلہ پر راضی رہے اور کسی سے بھی اسکا انکار ثابت نہیں لہذا سکوت صحابہ بھی اس مسئلہ پر دلیل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپکی ذات کا وسیلہ نہ دینا یہی صحابہ نے حق جانا۔ اور مزید یہ بھی دیکھئے کہ اس روایت کا دارومدار مالک دار پر ہے اور وہ مجہول ہے علامہ ھیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں مالک دار سے ایک روایت نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مالک دار لم اعرفه وبقیة رجال ثقات'' (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۴۵)

اسے امام طبرانی نے معجم الکبیر میں ذکر فرمایا اور تمام رجال ثقہ ہیں سوائے مالک دار کہ اسے ہم نہیں پہنچانتے۔

مزید سند میں اعمش ہیں اور انکی تدلیس کی وجہ سے محدثین نے اس روایت کو رد کر دیا ہے کیوں کہ اصول حدیث میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے مدلس کی روایت جب وہ تدلیس کرے گا مردود ٹھہرے گی۔

وسیلہ کے جواز پر چند روایات کا تحقیقی تجزیہ:

جواب: ''سنن الدارمی'' کے محقق السّید ابو عاصم نبیل بن ھاشم العمری نے اپنی کتاب فتح المنان میں مالک دار کو معروف ثابت کرنے کی سعی کی ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں اسے ذکر کیا ہے اور ابن سعد نے ''الطبقات الکبری'' میں اس کو مالک بن عیاض الدار کے نام سے ذکر فرمایا ہے مزید مالک دار کے بارے میں محقق نے امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ الکبیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے۔ (دیکھئے فتح المنان ج ۱ ص ۵۶۵)

کیا ابن حبان رحمہ اللہ کا کسی راوی کو ''الثقات'' میں ذکر کرنا اسکی توثیق کی علامت ہے؟

امام ابن حبان رحمہ اللہ کا یہ اصول ہے کہ راوی سے روایت لینے والا ثقہ ہو اور کسی نے اس پر جرح نہ کی ہو، اسکی روایت منکر نہ ہو تو وہ راوی ثقہ ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ھذا مذھب عجیب والجمھور علی خلافه وھذا ھو مسلك ابن حبان فی كتاب الثقات الذی الفه فانه یزكر خلقاً ممن ینص أبوحاتم وغیرہ علی أنھم مجھولون۔ (لسان المیزان لابن حجر ج ۱ ص ۲۱)

''یہ عجیب مذہب ہے جمہور اسکے خلاف ہیں یہی ابن حبان رحمہ اللہ کا اسلوب ان کی کتاب الثقات میں ہے۔ چنانچہ اس میں انہوں نے بہت سے راویوں کو ذکر کیا ہے جنہیں ابو حاتم وغیرہ نے مجہول قرار دیا ہے۔

اس اصولی نکتے سے واضح ہوتا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ کا کسی راوی کا الثقات میں ذکر کرنا اسکی توثیق کی ہرگز علامت نہ ہوگی کیوں کہ ان کا تساھل ہونا کسی صاحب علم سے مخفی نہیں ہے شیخ مقبل بن ھادی رحمہ اللہ سے ابن حبان رحمہ اللہ کے تساھل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا!

أما ابن حبان فتساھل فیا یختص بالمجھولین (المقترح ص ۱۹۷)

لہذا ابن حبان رحمہ اللہ کا کسی راوی کو ''الثقات'' میں ذکر کرنا اسکی توثیق کی علامت نہ ہوگی جب تک دوسرے محدثین انکی موافقت نہ کریں۔ اوراق اجازت نہیں دیتے ورنہ کئی ایک مثالیں گوش گذار ہوتیں۔

دوسری بات دارمی کے محقق سید ابو عاصم نبیل نے فرمائی کہ مالک دار کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں ذکر فرمایا اور اس کے اثر کو بھی ذکر کیا اور اس پر سکوت کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ کا تاریخ کبیر میں سکوت اختیار کرنا کیا راوی کی توثیق کی علامت ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ کا تاریخ میں کسی راوی پر سکوت اختیار کرنا کیا اس راوی کی توثیق کی علامت ہے؟ یہ محل نظر ہے اس مسئلے میں صحیح قاعدہ کیا ہے اسکا ذکر شیخ العرب والعجم بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ نے ''قواعد'' میں فرمایا کہ!

وکذا کل من ذکرہ البخاری فی ''تواریخه'' ولم یطعن فیه فھو ثقة۔۔

اقول: یکفی لبطلان ھذا الأصل أن الامام البخاری نفسه سکت عن عدة من الرواة فی تاریخه، وجرحھم فی کتب اخری، مثال ذالك أنه ذکر فی تاریخه: الحارث بن النعمان اللیثی، والصلت بن مھران التیمی الکوفی أبا ھاشم، وعبد الله بن معاویة۔۔۔۔ (نقض قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۱۴)

''جو یہ ذکر کرتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ پر جس پر طعن نہیں کہا تو وہ ثقہ ہے۔۔۔۔۔

اس اصول کے بطلان کے لیے یہی کافی ہے کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں متعدد ایسے راویوں سے سکوت فرمایا ہے جن پر انہوں نے اپنی دوسری کتابوں میں جرح کی ہے۔ مثلاً تاریخ میں انہوں نے حسب ذیل افراد کا ذکر کیا ہے۔

''الحارث بن النعمان اللیثی، الصلت بن مھران التیمی الکوفی ابو ھاشم، عبداللہ بن معاویه من ولد الزبیر بن العوام الاسدی البصری، عبداللہ بن محمد بن عجلان مولی فاطمة بنت عتبة القرشی، عبدالرحمن بن زیاد النعم الافریقی، عبدالوھاب بن عطاء الخفاف، عمران العمی، عاصم بن عبیداللہ العمری، معاویه بن عبدالکریم الثقفی ابوعبدالرحمن بصری، مختار بن نافع ابو اسحاق التیمی، نصربن حماد بن عجلان، یحیٰ بن ابی سلیمان المدنی، یحیٰ بن محمد الجاری''

ان حضرات کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی کلام نہیں کیا اور نہ ہی جرح کی، مگر ان کو الضعفاء میں ذکر کیا اور ان پر جرح کی۔ اس واضح دلیل کی روشنی میں اب یہ کہنا کہ امام بخاری کا سکوت توثیق کی علامت ہے یہ محض خوش فہمی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں''۔

تحقیق:

مذکورہ روایت میں عبدالمجید بن عبدالعزیز ضعیف ہے امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

منکر الحدیث جداً ینقلب الأخبار و یروی المناکیر عن المشاھیر، وقال البخاری: فی حدیثه بعض الاختلاف ولا یعرف له خمسة احادیث صحاح۔ (میزان الاعتدال للذھبی ج ۲ ترجمة ۵۶۰۶)

''منکر الحدیث ہے۔ خبروں میں ردوبدل کرتا ہے اور مناکیر المشاھیر سے روایت کرتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی بعض حدیث میں اختلاف ہے، اس کی پانچ احادیث جو صحاح میں مذکور ہیں پہچانی نہیں جاسکتیں''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ!

”دار قطنی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن ماکولا نے فرمایا اس میں ضعف ہے“۔

(لسان المیزان ج۳ ص۱۱۰ رقم ۲۲۲۲)

لہٰذا یہ روایت بھی استدلال کے قابل نہیں ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مالک دار والی روایت درست نہیں ہے۔ اس کی سند بھی خراب ہے اور وہ روایت دیگر صحیح احادیث و آثار کے بھی خلاف ہے۔ مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ مالک دار کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”هذا الاثر۔۔۔ ليس بحجة على جواز الاستسقاء بالنبي ﷺ بعد وفاته لأن السائل مجهول ولأن الصحابة رضی اللہ عنہم على خلافه وهم اعلم الناس بالشرع، ولم يات احد منهم الى قبره يسأله السقيا ولم ينكر ذالك عليه أحد من الصحابة“ (حاشية فتح الباري. ج۲. ص۴۹۰)

”(مالک دار کا) یہ اثر بارش کی دعا کے لیے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ بنانے کے جواز پر حجت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد۔ کیونکہ سائل مجہول ہے، اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس کے خلاف ہے (کیونکہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد آپ کی ذات مبارک کے وسیلہ کے ہرگز قائل نہ تھے) اور وہ تمام لوگوں میں شرع کو زیادہ جانتے تھے، اور نہ ہی صحابہ میں کوئی ایک نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر آیا بارش وغیرہ کی دعا کے لیے، بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قحط میں عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے بارش کی دعا کروائی اور (اس فعل پر) کسی صحابہ سے انکار ثابت نہیں ہے“۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”قاعدة جليلة“ شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتاب ”التوسل: انواعه واحكامه“۔ امام شقیری کی کتاب ”القول الجلی فی حکم النبی والولی“۔ شیخ علی حسن علی عبدالحمید کی کتاب ”الزهر العاطر فی الرد علی بهجة الناظر“۔

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ !

"دار قطنی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن ماکولا نے فرمایا اس میں ضعف ہے"۔

(لسان المیزان ج ۲ ص ۱۱۰ رقم ۲۲۲۲)

لہٰذا یہ روایت بھی استدلال کے قابل نہیں ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مالک دار والی روایت درست نہیں ہے۔اس کی سند بھی خراب ہے اور وہ روایت دیگر صحیح احادیث و آثار کے بھی خلاف ہے۔ مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ مالک دار کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"هذا الأثر ۔۔۔ ليس بحجة على جواز الاستسقاء بالنبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته لأن السائل مجهول ولأن الصحابة رضي الله عنهم على خلافه وهم اعلم الناس بالشرع، ولم يات احد منهم الى قبره يسأله السقيا ولم ينكر ذالك عليه أحد من الصحابة" (حاشية فتح الباری. ج۲. ص۴۳۰)

"(مالک دار کا) یہ اثر بارش کی دعا کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بنانے کے جواز پر حجت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد۔کیونکہ سائل مجہول ہے، اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس کے خلاف ہے (کیونکہ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی ذات مبارک کے وسیلہ کے ہرگز قائل نہ تھے) اور وہ تمام لوگوں میں شرع کو زیادہ جانتے تھے، اور نہ ہی صحابہ میں کوئی ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا بارش وغیرہ کی دعا کے لیے، بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قحط میں عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے بارش کی دعا کروائی اور (اس فعل پر) کسی صحابہ سے انکار ثابت نہیں ہے"۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "قاعدة جليلة" شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتاب "التوسل: انواعه واحكامه"۔امام شقیری کی کتاب "القول الجلی فی حکم النبی والولی"۔ شیخ علی حسن علی عبدالحمید کی کتاب "الزهر العاطر فی الرد علی بهجة الناظر"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب سجود القرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوْءٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ

مسلمانوں کا سجدہ کرنا مشرکین کے ساتھ، اور مشرک نجس ہوتا ہے اسکا وضوء کہاں سے آیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ بے وضوء سجدہ کیا کرتے تھے

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ، وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ" (صحیح البخاری کتاب سجود القرآن رقم ۱۰۷۱)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمان اور مشرکین، جن وانس نے سجدہ کیا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل نقل فرمایا کہ انہوں نے بغیر وضو سجدہ کیا۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اتر کر استنجا کرتے پھر سوار ہوتے اور تلاوت کا سجدہ بغیر وضوء کرتے۔ دراصل یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک ثابت ہو رہا ہے کہ بغیر وضوء سجدہ کرنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

استدل بذالك على جواز السجود بلا وضوء عند وجود المشقة بالماء بالوضوء۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۰)

"یعنی جب وضو کرنا مشکل ہو تو یہ سجدہ بغیر وضو جائز ہے۔"۔

اب ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہوگی کہ مشرک تو ہے ہی نجس وہ وضو کرے کہ نہ کرے فرق نہیں پڑھتا لیکن ان کے ساتھ جو مسلمان تھے ممکن ہے ان میں سے بہتوں کا وضوء نہ ہوگا۔

عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ويحتمل أن يجمع بين الترجمة وأثر ابن عمر بأنه يبعد في العادة أن يكون جميع من حضر المسلمين كانوا عند قراءة الآية على وضوء-----"

"یعنی (مناسبت کا احتمال یہ ہے) ترجمۃ الباب اور اثر میں کہ جو مسلمان وہاں حاضر تھے انہوں نے قراءت کے وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر وضو کے سجدہ کیا ہو گا جب کہ انہوں نے جلدی کی ہو گی سجدہ کرنے میں۔ بغیر وضوء کے کہ کہیں سجدہ فوت نہ ہو جائے اور نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو برقرار رکھا، یہاں سے بلا وضو سجدے کا استدلال ثابت ہوا"۔

(ضیاء الساری، ج۱۰، ص۱۱۴)

لہٰذا مشرکین نے جب سجدہ کیا تو صحابہ نے ان کے اس فعل کو سجدے کا نام ہی دیا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مشرکین کے سجدے کو برقرار رکھا گیا حالانکہ وہ ناپاک ہیں اس کے برعکس جو مسلمان اس وقت حاضر تھے اور وہ یقیناً بے وضو بھی ہوں گے تو ان کا سجدہ کرنا بھی بالاولی جائز تھا۔ ابو یحییٰ ذکریا الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بأن مقصود البخاری تأکید مشروعیة السجود بأن المشرك قد أقر فی الحدیث علی السجود وسمی الصحابی فعله سجوداً مع عدم اهلیته له، فالمتأهل له احری بأن یسجد بلا وضوء" (منحة الباری، ج۳، ص۱۴۸)

بدرالدین بن جماعہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"صحیح اور مشہور یہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ تلاوت فرمایا، بغیر وضو کے شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہو کہ مشرکین نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں سجدہ کیا اور آپ علیہ السلام نے انہیں بغیر طہارت حاصل کیے ہوئے سجدے سے نہ روکا اور راوی نے (اس فعل کو) مطلق سجدہ کا نام دے دیا ہے جو اس کی صحت پر ظاہر ہے"۔ (مناسبات تراجم البخاری، ص۵۲)

محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وظاهر ترجمة الباب البخاری انه ذهب ایضاً الی جواز السجدة بلا وضوء وقال السندی اراد ان اختلاط المشرکین بالمسلمین مع ان المشرك نجس غیر متوضی" (الابواب والتراجم، ج۲، ص۹۹)

"ترجمۃ الباب سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ بغیر وضو کے سجدہ جائز ہے اور امام سندھی (حاشیہ صحیح بخاری میں) فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا ارادہ (یہ ثابت کرنا ہے کہ) مشرکین کا مسلمین کے ساتھ مل کر سجدہ کرنا مسلمین کے سجدے کے لیے مضر نہیں ہے، حالانکہ مشرک نجس بھی ہے اور بغیر وضو کے بھی"۔

مذکورہ بالا روایت پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ عنہ نے مشرکین کے فعل سے استدلال اخذ فرمایا کہ بغیر وضو کے سجدہ درست ہو گا۔ حالانکہ مشرکین کا سجدہ کرنا شیطانی سبب تھا نہ کہ ایمان اور عبادت کا سبب۔ پھر کس طرح سے ان کے اس فعل پر اعتبار کیا جائے؟؟ ابن بطال اعتراض کرتے ہیں کہ:

"ان أراد البخاری الاحتجاج لابن عمر بسجود المشرکین فلا حجة فیه" (ضیاء الساری، ج۱۰، ص۱۱۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"امام بخاری رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے احتجاج فرما رہے ہیں کہ جو مشرکین کے سجود کے بارے میں ہے پس یہ اثر اس مسئلے کے لیے حجت نہیں بن سکتا"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ظاہر سے استدلال اخذ فرمایا ہے کہ مشرکین کے سجدہ کرنے پر کسی نے انہیں نہیں روکا حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کو روکنا منقول نہیں ہے اور راوی بھی مطلق سجدے کے نام سے ہی ان کے اس فعل کو یاد کیا"۔ (دیکھیے التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج۸، ص۴۰۱)

فائدہ:

بعض زندیق نے کہا کہ کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب سجدہ کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ نجم میں اس آیت پر پہنچے " فرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" تو آپ کی زبان مبارک پر شیطان نے ان بتوں کی تعریف کو جاری کیا جس کے سبب یہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدے میں شامل ہو گئے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بتوں کی تعریف کردی، یہ وہ جعلی اور من گھڑت قصہ ہے جیسے زندیقوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر منسوب کیا ہے۔ یاد رہے اس قسم کی تمام روایات مجموعی طور پر مرسل ہیں یا منقطع کسی بھی طریق سے صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومن حملت عنه هذه القصة من التابعين والمفسرين لم يسندها احد منهم ولا رفعها الى صاحب، واكثر الطرق عنهم في ذالك ضعيفة واهية۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۵۱)

"جنہوں نے یہ قصہ روایت کیا ہے تابعین اور مفسرین کے حوالے سے کسی نے بھی اسکی سند اصل شخص کی طرف نہیں نقل کی اور اکثر طرق اسکے ضعیف اور واہیات ہیں"۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

والحاصل أن جميع الروايات في هذا الباب إما مرسلة أو منقطعة لا تقوم الحجة بشيئ منها۔

(فتح القدير ج ۳ ص ۴۶۳)

"حاصل یہ ہے کہ تمام روایات جو (قصہ غرانیق العلی) پر مبنی ہیں یا تو وہ مرسل ہیں یا منقطع جس سے کچھ بھی حجت نہیں پکڑی جا سکتی"۔

لہذا یہ واقعات صرف کہانیاں ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متقدمین اور مؤخرین میں تمام اہل علم اس واقعہ کے وضع ہونے کی طرف ہی گئے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ چند ایک اہل علم نے اسے حسن روایت یا صحیح قرار دیا ہے مگر کسی بھی روایت کو صرف اسکی سند کی وجہ سے حسن یا صحیح نہیں کہا جاسکتا کئی ایسی روایات موجود ہیں جن کے راوی ثقہ ہیں مگر محدثین نے ان روایات پر سخت کلام کر کے ان روایات کو ناقابل حجت قرار دیا ہے۔

❶ امام البیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ روایتی اعتبار سے غیر ثابت ہے۔ تفسیر الرازی ۲۳/ ۵۰

❷ امام بزار رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو ضعیف گردانا ہے۔ البحر الزخار ۵۰۹۷

❸ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا قول: زنادقہ کا وضع کردہ ہے۔ مفاتیح الغیب ۲۳/ ۵۰

❹ ابن العربی رحمہ اللہ نے ان اسباب کی بناء پر ان روایات کو باطل قرار دیا۔ احکام القرآن ۲/ ۷۵

❺ شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے بھی ان روایات پر سخت کلام فرمایا ہے، دیکھیے نصب المجانیق

❻ شیخ سلیم ہلالی حفظہ اللہ نے بھی اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ الاستیعاب ۲/ ۵۱۴

❼ قاضی عیاض۔ الشفا ۲/ ۱۰۷

❽ عینی حنفی عمدۃ القاری ۱۹/ ۲۲

❾ شیخ عبید اللہ رحمانی مرعاۃ ۳/ ۴۳۲

❿ امام شوکانی۔ فتح القدیر ۳/ ۲۴۷

ان تمام اہل علم نے اس روایت پر سخت جرح فرمائی ہے۔ شائقین مندرجہ بالا حوالوں کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب تقصير الصلاة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ أَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ

جب کوئی شخص عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے پھر نماز کے اندر اس عذر سے صحت پائے یا کچھ تخفیف پائے اس قدر کہ کھڑا ہو سکے تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کرے

"وَقَالَ الْحَسَنُ بَصْرِيٌّ إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا"

"اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر بیمار چاہے تو دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر"

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا، حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً- أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً- ثُمَّ رَكَعَ" (صحیح البخاری کتاب تقصیر الصلاۃ رقم الحدیث ۱۱۱۸)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضعیف ہو گئے تو قراءت قرآن نماز میں بیٹھ کر کرتے تھے پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے اور پھر تقریباً تیس چالیس آیات پڑھ کر رکوع فرماتے۔"

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ مقصود ہے کہ اگر کسی عذر سے آدمی بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اور حالت نماز میں اس عذر سے صحت یابی حاصل ہو جائے تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر ادا کر سکتا ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی واقع نہ ہو گی اور نہ ہی نماز کا دوہرانا ضروری ہو گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ويظهر لي أن مراده أن من افتتح الصلاة قاعداً ثم استطاع القيام، كان له إتمامها قائماً ان شاء بأن يبني على ما صلى۔۔۔۔۔" (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱۱)

"میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہے کہ جو آدمی کسی عذر سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور پھر نماز کے اندر اس کو اس عذر سے صحت حاصل ہو جائے تو اس پر تمام نماز کا اعادہ واجب نہیں بلکہ جو باقی ہو اس کو پورا کرے یہی قول جمہور کا ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھے کسی عذر کے تحت پھر افاقہ ہونے کے بعد کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے یعنی عذر کے تحت دونوں حالتیں جائز ہیں یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کا اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے پیش فرمایا ہے، اس کا بھی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فيه جواز الركعة الواحدة بعضها من قيام وبعضها من قعود وهو مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة وعامة العلماء۔۔۔۔“

”یعنی اس حدیث میں جواز ہے کہ رکعت کا بعض حصہ قیام میں ہو اور بعض حصہ بیٹھ کر ادا ہو (یعنی یہ جائز ہے) اور یہی مذہب ہمارا اور امام مالک رحمہ اللہ، ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور عام اہل علم کا ہے“۔ (شرح مسلم للنووی، ج٣، ص٢٥٢)

امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی مریض ہے اور وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور پھر اسی اثنا میں اسے قوت حاصل ہو جائے تو وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے۔

ابن القاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”يصلي مضطجعاً أو قاعداً، ثم يخفف عنه المريض فيجد قوة انه يقول في الباقي“ (المدونة، ج١، ص٨٠)

”(کوئی شخص) لیٹے ہوئے نماز پڑھے یا بیٹھ کر، پھر جب مرض میں تخفیف پائے اور (قیام کی) قوت پائے تو وہ باقی نماز کھڑے ہو کر ادا کرے“۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس حدیث سے یہ استدلال ہے کہ جو کوئی نماز کی ابتداء لیٹے ہوئے کرے پھر استطاعت ہونے پر بیٹھ جائے یا کھڑا ہو جائے تو وہ نماز کو پورا کرے، جس حال پر وہ تھا (یعنی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں ہے)“۔

(شرح قسطلانی، ج٣، ص٥٢٩)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب التهجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ الْمَرِيضِ

مریض بیماری میں نماز تہجد ترک کر سکتا ہے

"عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبًا، يَقُولُ: اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ"

(صحیح بخاری، کتاب التہجد، رقم: ۱۱۲۴)

"سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سے سناوہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو ایک یا دو رات (نماز تہجد کے لیے) نہ اٹھ سکے"

"فيه جندب رضی اللہ عنہ: يقول احتبس جبريل علیہ السلام على النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقالت امرأة من قريش أبطاء عليه شيطانه فنزلت "والضحى ° والليل اذا سجى ° ماودعك ربك وما قلى °"

"سیدنا جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام (ایک مرتبہ چند ایام کے لیے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (وحی لے کر) نہیں آئے تو قریش کی ایک عورت (ام جمیل ابولہب کی بیوی) نے کہا کہ اب اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے سے دیر لگائی۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی "والضحى ° والليل اذا سجى ° ماودعك ربك وما قلى °"۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد رقم الحدیث ۱۱۲۵)

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور حدیث میں یہاں مناسبت مشکل ہے، دراصل یہ حدیث اپنی پچھلی حدیث کا تتمہ ہے اور وہ حدیث بھی الاسود بن قیس سے روایت ہے اور دونوں کو مفہوم ایک دوسرے سے مناسبت رکھتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والظاهر ان الأسود حدث به على الوجهين فحمل عنه كل واحد مالم يحمله الاخر، وحمل عنه سفيان الثوري الامرين فحدث به مرة هكذا و مرة هكذا" (فتح الباری ج ۴ ص ۹)

"جو ظاہر ہے وہ یہ کہ اسود نے دو طریقوں سے روایت کو بیان کیا ہے، اور جو سفیان نے بیان کیا دو امر پر ہے تو ایک کو اس طرح سے بیان کیا اور دوسرے کو کچھ اس طرح سے بیان کیا۔ (یعنی سفیان رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں کو مختلف بیان کیا ہے حالانکہ دونوں کا تعلق ایک ہی مخرج کے ساتھ ہے)"

مزید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ واضح کر دیں کہ حدیث ایک ہی ہے اس کے مخرج کے اتحاد کی وجہ سے اگرچہ سبب مختلف ہیں، لیکن قصہ ایک ہے"۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے آپ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مطابقة للترجمة من حيث ان هذا من تتمة الحديث السابق، ويدفع بهذا قاله ابن التين: ذكر احتباس جبريل علیہ السلام، فى هذا الباب ليس فى موضعه، وذالك لأن الحديث واحد لا تحاد مخرجه، وان كان السبب مختلفاً" (عمدة القارى. ج۷، ص۲۵۸)

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"ان هذه الزيادة أيضاً داخلة فى تلك القصة ولو حمل رواية محمد بن كثير ايضاً على ذالك لصح استدلال به فتدبر وتأمل" (شرح ابواب البخارى. ص۲۱۵)

"یعنی یہ زیادتی (انگلی زخمی ہونے کی) داخل اس قصے میں (جس حدیث کا ذکر ابتدا میں ہوا) اگر روایت محمد بن کثیر سے ہی لی جاتی تو استدلال صحیح ہوتا پس غور کریں"۔

• اب ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو راتوں تک تہجد نہ پڑھی اسکی وجہ بھی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک میں سخت تکلیف تھی۔

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"قال كنت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى غار فدميت إصبعه فقال: هل انت الا اصبع دميت وفى سبيل الله مالقيت"

(رواه ترمذى من طريق ابن عيينة عن الأسود)

"میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا کہ آپ کی انگلی پر پتھر لگا تو خون نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ایک انگلی ہو اللہ کی راہ میں تمہیں مار لگی اور خون آلود ہوئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین راتوں کا قیام نہیں کیا تکلیف کی وجہ سے اور اسی اثنا میں جبریل علیہ السلام بھی کوئی وحی لیکر نہیں آئے تو ایک عورت نے کہا کہ آپ کے شیطان نے آپکو چھوڑ دیا تو یہ سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی"۔

دیکھئے تفصیل کے لیے (ضیاء السارى للامام عبدالله بن سالم البصرى ج۱۰ ص۲۷۱ و فتح البارى لابن حجر ج۳ ص۸)

وہ عورت کون تھی؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"فهى ام جميل العوراء بنت حرب بن امية بن عبد شمس بن عبد مناف وهى أخت ابى سفيان بن حرب وامرأة ابى لهب" (فتح البارى ج۳ ص۹)

"یعنی وہ عورت ام جمیل ابولہب کی بیوی تھی"

امام ابن العجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذه المرأة هى زوجة أبى لهب ام جميل واسمها العوراء" (التوضيح لمبهات الجامع الصحيح. ص۲۸)

"یہ عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی اور اس کا نام عوراء ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ یوں ہے کہ دونوں احادیث کا مخرج ایک ہی ہے یعنی نبی کریم ﷺ انگلی کے درد کی کثرت میں رات کا قیام نہ کر سکے اسی حالت میں جبریل علیہ السلام بھی وحی لیکر نہیں آئے تو ابو لھب کی بیوی نے یہ گستاخی کی کہ آپ ﷺ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا تو جواباً اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی۔

فائدہ:

بعض مفسرین نے بیان کیا کہ یہ عورت جس نے کہا کہ آپ کے رب نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا ہے وہ سیدہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو اسماعیل القاضی نے (الاحکام) میں اور امام طبری نے اپنی تفسیر میں اور امام ابوداؤد نے اعلام النبوۃ میں ذکر فرمایا ہے اور ان تمام طرق میں عبداللہ بن شداد بن الھاد ہیں اور وہ صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان تک اسناد صحیح ہے۔ (دیکھئے تفسیر الطبری ج ۱۲ ص ۶۲۳، فتح الباری ج ۴ ص ۸)

مگر ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا یہ لفظ خدیجہ رضی اللہ عنہا تک درست نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"المتنکرۃ فی الخبر"

"یعنی اس خبر میں نکارت ہے جو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں"

بہت خوبصورت بات کہی صاحب متواری نے آپ رقمطراز ہیں کہ!

"ولا یصح عن خدیجۃ رضی اللہ عنہا ولا یقتضیہ ایمانھا وفضلھا فقد کان من شأنھا ان تثبت وناھیك بحدیثھا اول الوحی وقولھا" واللہ لایخزیك اللہ ابداً" (المتواری ص ۱۲۲)

"یہ خبر درست نہیں ہے ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اور نہ ہی اس چیز کا تقاضا کیا جاسکتا ہے ان کے ایمان اور فضیلت کے سبب اور یقیناً انکی شان یہ ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والی ہیں جیسا کہ (بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں پہلی وحی کا ذکر ہے کہ) امی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا"۔

لہذا ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس قسم کی بات سوچی بھی نہیں جاسکتی جو بات صحیح ہے اور پایہ ثبوت تک پہنچی وہ یہی ہے کہ ابولھب کی بیوی نے نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی تھی۔

بَابُ طُولِ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب رات کی نماز کے قیام کا لمبا ہونا

"عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِالسِّوَاكِ"　(صحیح البخاری کتاب التهجد رقم الحدیث ۱۱۳۶)

"سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز تہجد پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو صاف کرتے اپنے منہ مبارک کو مسواک سے"

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ رات کی نماز کا لمبا ہونا اور دلیل کے طور پر حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک سے اپنے منہ مبارک کو صاف کرتے تھے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ باب میں "القیام" کا لفظ ہے جس کے معنی کھڑے ہونا قیام کرنا کے ہیں اور حدیث میں لفظ جو ہے وہ "قام" کے ہیں قام کے معنی بھی کھڑے ہونے کے ہیں لہذا یہ لفظی مناسبت ہے جو یہاں سے ظاہر ہوئی۔ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کی گئی ایک انواع ہیں، مذکورہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں لفظی مطابقت موجود ہے۔ کیونکہ ترجمۃ الباب میں "قیام" کا لفظ موجود ہے اور حدیث میں "قیام" کا لفظ مذکور ہے۔ لہٰذا مطابقت کا یہ پہلو بھی یہاں سے واضح ہوتا ہے۔

صاحب عمدۃ القاری فرماتے ہیں۔

"باب ہے رات کی نماز میں لمبا قیام اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کا ذکر موجود ہے اور تہجد کی نماز رات کو درازی سے ادا کی جاتی ہے اور درازی قیام سے ہوا کرتی ہے"۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۷۷)

بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور آپکی ہمیشہ یہ عادت مبارک تھی کہ تہجد کی نماز میں آپ علیہ السلام لمبا قیام فرمایا کرتے تھے اور نیز تہجد کا لفظ بھی جاگنے پر دلالت کرتا ہے تو اس حدیث میں طول قیام ثابت ہوا اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ طول قیام کو مسواک پر قیاس کیا ہو۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۴ ص ۱۸)

امام کرمانی رحمہ اللہ نے ایک اور طریقے سے مناسبت کی کوشش فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"ويحتمل أن البخاري أراد بهذ الحديث استحضار حديث حذيفة الذى اخرجه مسلم وهو 'انه صلى الله عليه وسلم قرأ البقرة والنساء وال عمران فى ركعة ولم يذكره لأنه ربما يقع للبخارى على شرطه وربما ظن أن تلك الليلة التى رؤى يشوص فاه فيها هى الليلة التى صلى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ ـ ـ ـ" (الكواكب الدرارى، ج٦، ص١٨٢)

"امام کرمانی کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جس حدیث کا ذکر حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے یہ وہی حدیث ہو سکتی ہے جس کو امام مسلم نے صحیح میں ذکر فرمایا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۃ البقرۃ، سورۃ النساء اور آل عمران کی تلاوت فرمائی۔ ممکن ہے کہ امام بخاری نے جو حدیث مسواک کی ذکر فرمائی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان کے گمان کے مطابق مسلم کی حدیث ہی کا حصہ ہو"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اگر امام کرمانی کے اس احتمال کو مان لیا جائے تو تطبیق اور مناسبت واضح ہوئی کہ جس رات نبی کریم ﷺ نے مسواک دیر تک کی اسی رات قیام بھی بہت طویل فرمایا۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"باب ہے رات کی نماز میں درازی کے قیام پر اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تہجد کے لیے قیام کا ذکر موجود ہے اور تہجد کی نماز رات کی درازی سے ادا کی جاتی ہے اور درازی طول قیام سے ہوتی ہے۔(عمدة القاری، ج۷، ص۱۸۶)

میں کہتا ہوں کہ اس کی سب سے آسان مناسبت یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ مسواک کا اتنا زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے تو لازماً جب مسواک دیر تک کرتے ہونگے تو آپ کارات کا قیام بھی بالاولی بہت لمبا ہوتا ہوگا یہ بھی ایک مناسبت کا بہترین نکتہ ہے۔

ابن الملقن رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں میں مناسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وحديث حذيفة: كان اذا قام للتهجد من الليل يشوص فاه بالسواك وهذا سلف في الطهارة لكن لا مناسبة له هنا۔۔۔" (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، ج۹، ص۶۲)

"حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کہ جب آپ علیہ السلام تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے منہ مبارک کو مسواک سے صاف کرتے، یہ حدیث کتاب الطھارۃ (رقم: ۲۴۵) میں گزر چکی ہے۔ لیکن ترجمۃ الباب سے یہاں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ رات کے وقت مسواک کرنا قیام کے طول اور قصر کے دلیل نہیں ہے۔ ہاں! دوسری حدیث جو صحیح مسلم میں ہے "میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک رات (تہجد) کی نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے قرات شروع فرمائی۔ سورۃ البقرہ سے۔۔۔ اس حدیث میں لمبے قیام کا ذکر ہے۔ (مسلم، برقم: ۷۷۲) گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اشارہ فرما رہے ہیں اس حدیث کی طرف اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسواک کرنا نماز کا کمال اور فضیلت میں ہے"۔

ابن الملقن کی صراحت اور تطبیق سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ دن کی نماز میں مسواک کرتے تھے جس میں آپ ﷺ کا قیام مختصر ہوتا تھا تو لازمی بات ہے کہ رات کی نماز میں آپ مسواک لازماً استعمال فرماتے ہوں گے۔ جس میں قیام طویل ہوا کرتا تھا، یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

لمبے قیام، رکوع اور سجود کی فضیلت:

"وروی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انه رای فتیً یصلی قد أطال صلاته، فلما انصرف قال من يعرف هذا؟ قال رجل أنا، قال عبدالله: لو كنت اعرفه لأمرته ان يطيل الركوع والسجود فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول: " اذا قام العبد يصلی اتی بذنوبه فجعلت علی راسه وعاتقه فكلما ركع وسجد تساقطت عنه" (شرح معانی الآثار ۱/۴۷۷، ابو نعيم فی الحلية ۶/۹۹-۱۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ لمبی نماز پڑھ رہا تھا، جب اس نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا اسے کوئی جانتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اسے جانتا ہوتا تو اسے کہتا کہ اپنے رکوع اور سجود کو لمبا کرو کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی بندہ قیام کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر اور گردن پر آجاتے ہیں، پھر جب وہ رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو گناہ اس سے جھڑ جاتے ہیں"۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي السَّفَرِ

سفر میں چاشت کی نماز پڑھنے کا بیان

"عَنْ مُوَرِّقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَتُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَعُمَرُ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لاَ إِخَالُهُ" (صحیح البخاری کتاب التہجد رقم ۱۱۷۵)

"مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں؟ کہا نہیں پھر میں نے کہا کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ؟ کہا نہیں پھر میں نے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ آپ نے پڑھی ہو"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ چاشت کی نماز کا سفر میں پڑھنا اور دلیل کے طور پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر فرماتے ہیں جو کہ نفی پر محمول ہے۔ مگر یہاں پر امام بخاری رحمہ اللہ بڑے دقیق انداز میں جس مسئلہ کا استنباط پیش کیا ہے وہ ایک بہترین تطبیق ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔

"فحمله الخطابي على غلط الناسخ، وابن المنير: على انه لما تعارضت عنده احاديثها نفياً كحديث ابن عمر هذا واثباتا كحديث ابي هريرة في الوصية بها نزل حديث النفي على السفر وحديث الاثبات على الحضر ويؤيد بذالك انه ترجم لحديث ابي هريرة بصلاة الضحى في الحضر مع ما يعضده من قول ابن عمر لو كنت مسبحا لأتممت في السفر قاله ابن حجر"

"یعنی خطابی نے اس باب کو ناقل کی غلطی پر محمول کیا ہے اور ابن المنیر کا کہنا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک نفی اور اثبات کی احادیث میں تعارض تھا اس کو انہوں نے اس طرح دور کیا کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جس میں (چاشت کی نماز) کی نفی ہے سفر پر محمول کیا اور حدیث ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کو جس میں وصیت کا ذکر ہے [1] اور جس سے اثبات ہو رہا ہے، اسکو

[1] یہ حدیث اسطرح سے ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی میں ان کو کبھی نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں (۱) ہر ماہ تین روزے رکھنا (۲) چاشت کی نماز پڑھنا (۳) سونے سے قبل وتر پڑھنا۔ (صحیح بخاری کتاب التہجد رقم ۱۱۰۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضر پر محمول کیا ہے۔ اس امر کی اس سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ حدیث ابو هریرہ رضی اللہ عنہ پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ''صلاۃ الضحیٰ فی الحضر'' کا باب منعقد فرمایا ہے اور نفی کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ جو انہوں نے فرمایا اگر میں سفر میں نفل پڑھتا تو نمازوں کو ہی پورا کیوں نہ کر لیتا، پس معلوم ہوا کہ نفی سے مراد انکا سفر میں نفی کرنا ہے مطلق نہیں''۔

لہذا شیخین کی بھی نفی سفر ہی پر محمول ہے۔ لہذا علامہ قسطلانی کے مفید قول سے مطابقت کے کئی پہلو اجاگر ہوئے۔

دوسرا نکتہ بھی قابل غور ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے واضح کیا آپ فرماتے ہیں۔

''وفی الجملة لیس فی أحادیث ابن عمر هذه ما یدفع مشروعیة صلاۃ الضحی، لأنه نفیه محمول علی عدم رؤیة لا علی عدم الوقوع فی نفس الامر أو الذی نفاه صفة مخصوصة کما سیأتی نحوه فی الکلام علی حدیث عائشة۔

قال عیاض وغیرہ: انما أنکر ابن عمر ملازمتها واظهارها فی المساجد وصلاتها جماعة، لا انها مخالفة للسنة ویؤید ما رواه ابن ابی شیبة عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه رای قوما یصلونها فأنکر علیهم ان کان ولا بد ففی بیوتکم''

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۸۔۴۷)

''یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے چاشت کی نماز کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لیے کے یہ نفی ان کی عدم رؤیت پر محمول ہے یعنی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اس سے یہ مراد نہیں کہ فی الواقع ہی آپ نے یہ نماز نہیں پڑھی اور یا یہ نفی خاص صفت پر محمول ہے یعنی ان کو مسجد کے ساتھ لازم رکھنا اور جماعت کے ساتھ پڑھنا درست نہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں کلام آئے گا جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

قاضی عیاض وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا در اصل اس کو مسجد یا جماعت کی صورت میں ادا کرنے پر ہے نہ کہ سنت کی مخالفت کی وجہ سے اور اس کی تائید ابن ابی شیبہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ (مسجد میں) چاشت ادا کر رہے ہیں تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا اگر پڑھنی ہے تو گھروں میں ادا کرو۔

شیخ بدر الدین بن جماعۃ (المتوفی ۷۳۳) رقمطراز ہیں:

''سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں سفر کی حالت میں تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس بات پر مؤید ہے کہ وہ نفل سفر میں نہیں پڑھتے اور کہتے تھے کہ اگر میں نفل پڑھوں گا تو مکمل پڑھوں گا''۔

(مناسبات تراجم البخاری لابن جماعۃ، ص ۵۳)

لہذا جن احادیث میں انکار ہے وہ سب اسی امر پر محمول ہیں کہ گھروں میں چاشت کو ادا کرو اور ساتھ ہی ساتھ یہ قاعدہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر حدیث ہر صحابی تک نہیں پہنچتی لہذا جب کسی صحابی سے اثبات کی دلیل مہیا ہو جائے تو عمل کے لیے کافی ہوتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صاحب ضیاء الساری رقمطراز ہیں:

"وفی الجملة لیس فی احادیث ابن عمر هذه مایرفع مشروعیة صلاة الضحی، لأن نفیه محمول علی عدم رؤیته، لاعلی عدم الوقوع فی نفس الأمر" (ضیاء الساری، ج۱۰، ص۳۲۹)

"حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں اشراق کی نماز کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ نفی عدم رؤیت پر محمول ہوتی ہے اور حقیقتاً وہ نفی امر (کسی چیز کے ہونے پر) عدم وقوع کی دلیل نہیں ہوتی"۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واما حدیث ابن عمر، ونفیه المطلق فوجه إیراده هنا ان البخاری حمله علی السفر خاصة، لان قد ثبت صلاتها فی الحضر من حدیث ابی هریرة وغیره، اوصانی خلیلی بها، فاذا حمل حدیث ابن عمر علی السفر کان جمعاً بین الاحادیث، واذا حمل علی الاطلاق وقع تعارض والاختلاف، فالجمع أولی۔۔۔۔"

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج۹، ص۱۸۲)

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے وہ نفی ہے مطلق کی، امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہاں صرف سفر پر خاص ہے، (یعنی نماز اشراق کا سفر میں ادا کرنا) کیونکہ یقیناً حضر میں اشراق کا ادا کرنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے منقول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جیسا (صحیح بخاری، رقم ۱۱۷۸) میں حدیث ہے کہ مجھے میرے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی (اس میں اشراق کا ذکر ہے) لہٰذا اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا اطلاق سفر پر کیا جائے تو دونوں احادیث میں جمع و تطبیق کی صورت بنتی ہے۔ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مطلق کیا جائے گا تو تعارض و اختلاف واقع ہو جائے گا (جو کہ مناسبت نہیں ہے لہٰذا) جمع کی صورت اولیٰ ہے"۔

فائدہ:

ایک اصولی قاعدے کو دامن گیر فرمالیں کہ علوم حدیث کا ذخیرہ ایک وسیع علم ہے جو وحی پر مشتمل ہے، اس علم کو حاصل کرنے والے ہر صدی میں پیدا ہوئے ہیں علوم حدیث کے علم کی وسعت کا اندازہ اس زاویہ سے بھی لگا سکتے ہیں کہ ہر حدیث ہر صحابی یا محدث تک نہیں پہنچی لیکن اس کے باوجود بھی مجموعی اعتبار سے احادیث کا ذخیرہ محفوظ تر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک لمبی چوڑی فہرست ہے جن کے پاس تمام احادیث کا نہ پہنچنا ثابت ہے، اور جوں ہی ان تک احادیث کی رسائی ہوئی انہوں نے اپنی آراء کو چھوڑ کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع فرمالیا، خطیب البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۲) اپنی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں باب قائم کرتے ہیں۔

"ذکر ما روی من رجوع الصحابة عن ارائهم التی رأوها الی احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعوها ووعوها"

(الفقیه والمتفقه للخطیب البغدادی، ص۳۸۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یعنی اس بات کا ذکر کہ صحابہ کرام اپنی آراء سے رجوع فرمالیا کرتے تھے جب ان تک احادیث پہنچتی جب اسے سنتے اور حفظ کرتے۔"

خیر القرون میں ہمیشہ سنت ہی کو مقدم رکھا گیا ہے۔ تمام مسائل کے حل کے لیے صحابی کی جماعت سے لے کر آپ محدثین کرام رحمہم اللہ تک نظر دوڑایئے، ان کے نزدیک تمام قیاسات اور آراء پر مقدم نبی کریم ﷺ کا فرمان ہی ہوا کرتا تھا، لیکن جب زمانہ نے کروٹ بدلی اور بعد کے لوگ پیدا ہوئے جو فقاہت کے نام سے اپنے مذموم عقائد کی برتری میں مصروف ہوگئے بس اس کے بعد اسلام میں ایسے چور دروازے کھولے گئے جو آج تک بند نہ ہو سکے۔ سنت کے دفاع اور محدثین کے منہج کے بارے میں واقعات کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔(الطیوریات لشیخ ابی طاهر السلفی رحمہ اللہ، ذم الکلام وھلہ للامام الھروی رحمہ اللہ)

اب ہم اس مسئلے پر دلائل دیں گے جس سے یہ واضح ہوگا کہ تمام احادیث کا ذخیرہ ہر صحابی تک نہیں پہنچا اور جب صحیح حدیث کی صحابہ تک رسائی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی آراء وقیاس کو حدیث کی وجہ سے ترک کردیا کرتے تھے، مثلاً:

1. سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک انگلیوں کی دیت کے بارے میں احادیث نہیں پہنچیں سوان تک اس کتاب سے خبر دی گئی جو کتاب نبی کریم ﷺ نے ابن حزم کے لیے لکھوائی تھی جس میں یہ حدیث تھی کہ ہر انگلی کے بدلے دس اونٹ ہیں جب یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو۔

فأخذه وترکه امره الاول

"پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے حکم سے رجوع کیا اور حدیث پر عمل کیا"

(دیکھئے مصنف عبدالرزاق ج ۹ رقم ۱۷۷۰۶)

2. ابو جوزاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے براہ راست سنا کہ آپ بیع صرف کا حکم دیتے تھے[1] (یعنی اسے جائز کہتے تھے) اور ان سے یہ قول روایت کیا جاتا ہے چنانچہ میں ان سے مکہ جاکر ملا اور عرض کیا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے (صرف کے جواز سے) رجوع کرلیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! وہ قول میری اپنی رائے تھی۔ اور یہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بیع صرف سے منع کیا ہے۔(سنن ماجہ ابواب التجارات رقم ۲۲۵۸)

3. سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے جہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے دیت عاقلہ کو ملے گی۔ اور عورت کو اپنے خاوند کی دیت (خون بہا) سے ترکے والا حصہ نہیں ملے گا، یہاں تک کہ سیدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھ کر بتایا کہ نبی

---

[1] بیع صرف اس بیع کو کہتے ہیں کہ جب ایک ہی جنس ہو مثلاً کھجور کے بدلے کھجور سونے کے سونا تو کمی بیشی سود نہیں ہوا کرتی۔ مزید تفصیلی بحث کے لیے راقم کی کتاب "صحیح مسلم میں بظاہر دو احادیث میں تطبیق" کا مطالعہ بے حد انشاء اللہ مفید ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ نے اشیم ضبابی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کے خاوند کی دیت سے ترکہ دلوایا تھا (اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع فرمالیا تھا)۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الدیات رقم الحدیث ۲۶۴۲)

4 سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دادی کے میراث کے قائل نہ تھے پھر انہیں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ نے دادی کو چھٹہ حصہ دیا تھا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث کے مطابق فیصلہ دیا اور اپنے فیصلے کو چھوڑ دیا۔

(سنن الترمذی ۴/۴۱۹ وابو داؤد فی سننہ ۳/۳۱۷)

5 عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مجوسی کے جذیہ کا ذکر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں ان کے مسئلے میں تو انہیں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے وہ طریقہ اختیار کرو جو اہل کتاب سے کرتے ہو۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع فرمالیا۔ (موطا امام مالک ۱/۲۵۳ باب جذیۃ اہل الکتاب والمجوسی)

نوٹ: یاد رہے یہاں صرف جذیہ کے بارے میں مجوسیوں کا حکم اہل کتاب کا ہے ہر عمل کا نہیں۔

6 سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیع[1] صرف حدیث کا علم نہ تھا انہیں اس حدیث کی خبر دی سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں حدیث سنی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البیع باب الربا سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ رقم ۱۸)

7 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا اگر میں جنبی ہو جاؤں اور پانی نہ پاؤں تو کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا ایسی صورت میں نماز نہ پڑھو۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر المؤمنین کیا آپ کو یاد نہیں میں اور آپ سفر میں تھے ہمیں غسل کی ضرورت پڑھی پانی نہ تھا آپ نے نماز نہ پڑھی اور میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر نماز پڑھ لی۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ سارا ماجرہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے یہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتا پھر ان پر پھونک مارتا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے مزید یاد نہیں۔ (رواہ البخاری فی "التیمم" رقم ۳۳۸)

8 طلاق ثلاثہ کے بعد عورت کا اپنے خاوند جس سے طلاق ہوئی اس کے گھر میں نہ اسکی عدت ہے اور نہ ہی خاوند کے ذمہ اس عورت کا نان ونفقہ وسکنی ہے یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی یہاں تک کہ انہیں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے خبر دی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۵۵۰)

9 سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تین بار اجازت مانگی نہ ملنے پر واپس لوٹ گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کیوں واپس لوٹ گئے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کی انہیں حدیث سنائی جو کہ انکے علم میں نہ تھی اور اس مسئلے کی حدیث ان تک ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پہنچائی۔ (صحیح البخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم ۷۳۵۳)

10 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مسئلہ املاص[2] کی حدیث موجود نہ تھی تو آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ آپ ﷺ نے

---

[1] بیع صرف کے معنی گزر چکے ہیں۔

[2] املاص الامر اۃ اس بچے کو کہتے ہیں جو عورت کے رحم میں ولادت سے قبل ہی گر جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں ایک غلام یا کنیز دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب الدیات رقم الحدیث ۶۹۰۵)

⓫ حج تمتع کی حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچی تھی، مسئلہ یہ ہے کہ جس کے پاس ہدی نہ تھی ان کا احرام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھلوا دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود احرام نہیں کھولا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہدی تھی یہ مسئلہ عمر رضی اللہ عنہ سے مخفی رہا اور پھر آپ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب المنٰلث رقم الحدیث ۱۵۵۹ اعلام الموقعین لابن القیم ج ۲ ص ۴۰)

⓬ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا نام ''محمد'' رکھنے کے قائل نہ تھے یہاں تک کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابو محمد رکھی تھی۔

(معجم الصحابة للابن قانع رقم ۱۷۰۸ الاصابة فی تمیز الصحابة ۲/۷۷۵)

⓭ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت ابو بکر رضی اللہ نے یہ آیات پڑھیں۔

''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ------'' (آل عمران ۳/۱۴۴)

''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ'' (الزمر ۳۹/۳۰)

جب یہ آیات پڑھی گئیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''واللہ کأنّی ما سمعتها قط قبل وقتی هذا''

''اللہ قسم میں نے گویا کہ اس سے قبل یہ آیات سنی ہی نہیں تھیں''

(صحیح البخاری کتاب الجنائز رقم ۱۲۴۲)

⓮ حدیبیہ کے روز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کو مطلق مکّے میں داخل ہونے کا حکم دیا اور اس داخلے کا سال متعین نہیں فرمایا یہ بات عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات واضح فرمائی ان پر۔

(صحیح البخاری کتاب الشروط رقم ۲۷۳۱-۲۷۳۲)

⓯ عمر رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا بھی علم نہ تھا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس جگہ تم سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر آپ اسی جگہ پر ہو تو مت نکلو وہاں سے، اس حدیث کے بارے میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور حدیث کی طرف رجوع فرمایا۔ (صحیح البخاری کتاب الطب رقم ۵۷۲۹)

⓰ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر حمل کی مدت کی کم سے کم مقدار کا مسئلہ مخفی رہا یہاں تک کہ ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے واضح کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (الاحقاف ۴۶/۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''عورت کا حاملہ ہونا اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس (۳۰) ماہ ہے''

﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ (البقرۃ ۲/۲۳۳)

''مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائیں''

یعنی بچے کی کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ احقاف کی آیت میں تیس ماہ کا ذکر ہے یعنی چوبیس ماہ دودھ پلانے کے اور چھ ماہ حمل کے اس وضاحت کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا۔

(مؤطا امام مالك ۲/۸۲۵ ابن شیبه فی تاریخ المدینه ۳/۹۷۷ سنن الکبری للبیهقی ۷/۴۴۲)

17 سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے جواباً فرمایا کہ بہن کو آدھا اور بیٹی کو بھی آدھا ملے گا، اس فتوے کا ذکر پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ اگر میں بھی وہی فتویٰ دوں جو ابو موسیٰ نے دیا ہے تو میں سیدھے رستے سے بھٹک جاؤں گا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس مسئلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی کو آدھا ملے گا، پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اس طرح دو تہائی ہو جائے گی اور پھر جو باقی بچے گا وہ بہن کو ملے گا۔ اس کے بعد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع فرمایا۔ (صحیح البخاری کتاب الفرائض رقم ٦٧٣٦)

18 ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نہ پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے روز پالتو گدھوں کو حرام قرار دیا ہے اور اسکے حرام ہونے کی دلیل براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی بحث کی ساتھ انکو واضع کیا اور وہ قائل ہو گئے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی رقم ٤٢٢٦)

19 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا نکاح ہوا اور بغیر ہم بستری کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو کیا وہ عورت عدت گزارے گی، کیا اسے مہر دیا جائے گا کیا وہ عورت وراثت میں شامل ہو گی؟ اس مسئلے کے بارے میں انہیں علم نہ تھا صحابی معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو عدت کا بھی حکم دیا مہر کا بھی حکم دیا اور وراثت میں شمولیت کا بھی۔ (سنن ابی داؤد کتاب النکاح رقم ۲۱۱۴)

20 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا کہ حائضہ اور نفاس والی عورتیں حیض و نفاس کے خون بند ہونے تک انتظار کریں اور پاک ہونے پر طواف وداع کر کے رخصت ہوں، مگر جب انہیں یہ حدیث پتہ چلی کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں کو واپس لوٹنے کی اجازت دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلک سے رجوع کر لیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب المناسك ۲۰۰۴، البیهقی فی المدخل ۲۵، الفقیه والمتفقه ۱/۲۰۷، مسند احمد ۳/۴۱۶)

21 سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث مخفی رہی جس میں یہ حکم ہے کہ جب نماز میں شک ہو جائے (یعنی دو رکعت پڑھیں یا چار رکعت) تو انہیں اس حدیث کی خبر دی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"إنه یطرح الشك ویبنی علی ما استیقن"

(مسند احمد ۳/۷۲، الدارمی ۱۵۰۳، ابن ماجہ ۱۲۱۰)

22 محرم کو احرام سے قبل خوشبو لگانا درست نہ تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا اور اس سے خوشبو آرہی تھی رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ خوشبو کو تین بار دھوئے۔

(صحیح بخاری کتاب الحج رقم ۱۵۳۹)

اس حدیث میں جو خوشبو دھونے کا واقعہ ہے یہ پہلے کا ہے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے احرام باندھنے کے وقت، احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگائی اور احرام کھولنے کے وقت طواف افاضہ کرنے سے پہلے بھی۔

(ابن ماجہ رقم ۲۹۲۶)

یہ حدیث جس کی راویہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو نہیں پہنچی۔

(دیکھئے مجموع فتاوی ابن تیمیة ج ۲۰ ص ۲۲۷)

23 عثمان رضی اللہ عنہ کے علم یہ حدیث نہ تھی کہ بیوہ عورت کہاں عدت گزارے گی چنانچہ انہیں فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے ان کے شوہر کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کے مطابق فیصلہ دیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الطلاق رقم ۲۳۰۰)

24 سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مخفی رہی کہ احرام کہ حالت میں وہ جانور حرام ہے جو شکار کیا گیا ہو حتی کہ انہیں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کی خبر دی۔ (صحیح مسلم کتاب الحج رقم ۱۱۹۰)

25 سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زندیق لوگوں کو آگ میں جلوایا حتی کہ انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھی۔

(صحیح البخاری کتاب استتابہ المرتدین رقم ۶۹۲۲)

26 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پاگل عورت لائی گئی آپ نے مشورے کے بعد اس عورت کو سنگسار کے حکم سنا دیا حتی کہ انہیں علی رضی اللہ عنہ ملے اور آپ نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تین لوگ مرفوع قلم ہیں (یعنی ان پر کوئی گناہ نہیں) مجنون حتی کہ وہ عقل والا ہو جائے بچے سے حتی کہ وہ جوان ہو جائے، سوتے ہوئے سے یہاں تک کہ وہ جاگ نہ جائے، عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر رجوع کر لیا، اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔ (صحیح ابن خزیمہ رقم ۱۰۰۳)

27 رکوع میں ہاتھ کو گھٹنے پر رکھنا سنت ہے حتی کہ گھٹنوں کو پکڑنا اور یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچی کہ تطبیق منسوخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اب ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اسے پکڑنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

دیکھئے (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، سنن الترمذی رقم ۲۵۸ مع تحفۃ)

قال ابوعیسی الترمذی وحمل ھذا علی أن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لم یبلغہ النسخ

28 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ تک یہ حدیث نہ پہنچی تھی جس میں زمین کو بٹائی پر دینے کی ممانعت تھی حتی کہ انہیں اس حدیث کی خبر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے دی[1] (سنن ابن ماجہ کتاب البیوع رقم ۲۳۹۴۔ ۲۳۹۵)

29 نبی کریم ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اس وقت فرمایا کہ جب آپ محرم نہ تھے مگر یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھی اور انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں ان سے نکاح فرمایا۔ (زاد المعاد. ج ۴ ص ۱۰۱۶)

30 فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی مگر یہ حدیث فضل بن عباس رضی اللہ عنہ پر مخفی رہی حتی کہ انہیں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اسکی خبر دی۔ (صحیح البخاری کتاب المناسک۔ کتاب الذکاۃ رقم ۱۴۸۳)

31 نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ میں اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث سنائی جو کبار صحابہ پر مخفی رہی کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جہاں انبیاء کا انتقال ہوتا ہے وہیں ان کو دفنانا چاہیے۔

(صحیح سیرۃ الانبیاء ص ۷۲۴)

32 مہر کی زیادتی کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ پر مسئلہ مخفی رہا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپکی بیٹوں کا کیا مہر تھا انہیں ایک عورت نے خبر دی اور یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء: ۲۰)

(رواہ سعید بن منصور فی سننہ ۵۹۸، ابو یعلی فی مسندہ الکبیر ۷۵۷، والحدیث ضعیف انظر الارواء للالبانی ۳۴۸/۲)

33 عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عنقریب (قرب قیامت میں) بنی قحطان سے ایک حکمران اٹھے گا (یعنی ایک قحطانی عرب کا بادشاہ ہوگا) اس حدیث کا علم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہ تھا یہاں تک کہ یہ حدیث انہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب. رقم: ۳۵۰۰)

34 خلافت فاروقی کے دور میں ایک روز سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں اپنے اشعار سنا رہے تھے جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں روکنا چاہا تو حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل کے جواز کے لیے حدیث پیش کی۔ (الحدیث والمحدثون. ص ۱۵۵)

35 جو شخص جنبی ہو اور فجر کا وقت ہو تو وہ غسل کرے اور روزہ رکھ لے، لیکن یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھی

---

[1] مزارعت سے جو ممانعت یہاں وارد ہے یہ احادیث تنزیہ اور استحباب پر محمول ہے یا چند ممنوعات وجوہات کی بناء پر مطلق نہیں تفصیل کے لیے دیکھئے ارواء الغلیل حدیث ۱۴۷۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حتی کہ اس حدیث کو ام المؤمنین عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا۔(الحدیث والمحدثون، ص۱۵۵)

36 عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ شکار کا گوشت ہدیہ کیا گیا (حالت احرام میں) تو آپ نے نوش فرما بالیا مگر علی رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی (جس کا علم انہیں نہ تھا) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو لوٹا دیا تھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا تھا)۔

(الحدیث والمحدثون، ص ۴۹)

37 سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تک یہ حدیث نہ پہنچی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال ورثہ میں تقسیم نہ ہو گا بلکہ وہ صدقہ ہو گا۔ انہیں اس حدیث کی خبر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الخمس، رقم الحدیث ۳۰۹۲)

38 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "کعبے کا خزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا۔۔۔" یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچی جس کا ذکر امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا۔ (صحیح مسلم، رقم ۱۳۳۳)

39 مسح علی الخفین کی حدیث امی عائشہ رضی اللہ عنہا تک نہیں پہنچی، یہاں تک کہ انہیں علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور بعد میں آپ رضی اللہ عنہا نے رجوع بھی کیا۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۳۲، کتاب الآثار للشیبانی: ۱/۲۲)

یہ چند واقعات صحابہ کے مبارک دور سے ہم نے نقل کئے ہیں جو اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہونگے کہ ہر حدیث ہر صحابی تک نہیں پہنچی۔ وباللہ التوفیق

بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي، تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلَا بَأْسَ

اگر نمازی سے کوئی کہے کہ آگے بڑھ جا، ٹھہر جا اور وہ آگے بڑھ جائے یا ٹھہر جائے تو کوئی قباحت نہیں

"عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُوا أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا"

(صحیح البخاری کتاب العمل فی الصلاۃ رقم ۱۲۱۵)

"سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز اس طرح پڑھتے کہ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی گردنوں سے باندھے رکھتے اور عورتوں کو (جو مردوں کے پیچھے جماعت میں شریک رہتی تھیں) کہہ دیا جاتا کہ جب تک مرد حضرات پوری طرح سمٹ کر بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سر (سجدے سے) نہ اٹھانا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں ایک دوسرے سے تقدیم وتاخیر کرنا اور ایک دوسرے کے فعل کا انتظار کرنا جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اس لیے کہ آپ نے عورتوں کو مردوں کا انتظار کرنے کا حکم دیا اور یہ مستلزم ہے اس بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو کہ مرد تقدیم کریں اور عورتیں اُن سے تاخیر کریں یعنی مرد پہلے سر اٹھائیں اور عورتیں پیچھے سر اٹھائیں یہی وجہ ہے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کی۔(دیکھئے فتح الباری ج ۳ ص ۷۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یہ بات عورتوں کو حالت نماز میں کہی گئی یا نماز سے پہلے۔ شق اول سے معلوم ہوا کہ نمازی کو مخاطب کرنا اور نماز کے لیے کسی کا انتظار کرنا جائز ہے اور شق ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں انتظار کرنا جائز ہے۔ مزید آپ فرماتے ہیں:

”ومحصل مراد البخاری ان الانتظار ان کان شرعیاً جاز والا فلا“

”حاصل کلام یہ ہے کہ کسی کا انتظار کرنا اگر شرعی ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں“۔(فتح الباری، ج۴، ص۷۶)

علامہ سندھی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ لازم نہیں ہے کہ یہ نماز میں ہی کہا جائے اور نہ ہی حدیث میں اس کی کوئی دلالت موجود ہے۔ بلکہ وہ ایک عام قل ہے چاہے نماز میں ہو یا نماز سے خارج“ (حاشیه السندی، ج۱، ص۲۱۰)

بدر الدین بن جماعہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”فقد أفاد المسألتین، خطاب المصلی، وامساك المصلی المریض بما لا یضر لأنه قیل لهن قبلن ولم ینکر علیهن وان کان الخطاب لهن قبل الصلاة فقد أفاد جواز الانتظار لأن النبی ﷺ لم ینکر علیهن فی أمرهن بذالك ولعله کان هو الأمر به فنبی، واذا کان الانتظار جائز فطلبه جائز والاصغاء الیه جائز“ (مناسبات تراجم البخاری، ص۵۴)

ابن الملقن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”فیه: جواز سبق المأمون بعضهم لبعض فی الافعال ولا یضر ذالك“

”اس حدیث میں اس کا جواب ہے کہ مقتدی اگر افعال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں تو (نماز) پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا“۔(التوضیح، ج۹، ص۳۱۱)

مزید آپ ترجمۃ الباب اور حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یقیناً یہ جائز ہے کہ (غیر نمازی) کہے عورتوں سے اپنے سر نہ اٹھانا جب تک کہ مرد حضرات نہ بیٹھ جائیں اور اس کی مثل حدیث: خواتین جلدی کرتیں اپنی جگہ سے ہٹنے کی جب کہ وہ نماز پڑھ چکی ہوتیں۔

ان تمام اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ اگر نمازی یا غیر نمازی، نمازی سے کہے آگے بڑھ جاؤ تو اس صورت میں اگر نمازی آگے بڑھ جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔

قلت: جیسا کہ تحویل قبلہ کے بعد مسجد میں نماز ہو رہی تھی اور غیر نمازی نے تحویل کی خبر پہنچائی اور لوگوں نے اسی حالت میں قبلہ تبدیل کر لیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کے اس فعل پر نکیر بھی نہیں کی۔ لہٰذا اس واقع سے بھی ترجمۃ الباب کی تائید ہوتی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علامہ وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں:

اس حدیث میں کہا ہے کہ عورتوں سے یہ اس وقت کہا جاتا جب وہ نماز میں ہوتیں۔ تو باب کا مطلب حدیث سے نکلنا دشوار ہے اور اس کی توجیہہ یوں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ گو لفظ میں دو احتمال ہوتے ہیں جب بھی وہ اس سے دلیل لیتے ہیں اور یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ عورتوں سے یہ نماز کی حالت میں کہا گیا ہو اور جب عورتوں سے یہ نماز کی حالت میں کہا گیا ہو اور جب عورتوں سے کہا گیا کہ تم اپنے سر اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے نہ بیٹھ لیں تو مردوں کا عورتوں سے آگے بڑھنا بھی اس سے نکل آیا۔ (تیسیری الباری، شرح صحیح البخاری، ج۱، ص۷۱۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے پر یا پیش کردہ حدیث پر دو احتمالات ہوتے ہیں تو آپ ترجمۃ الباب کے ذریعے اس میں سے ایک احتمال کا ذکر بھی فرمادیا کرتے ہیں۔

مزید اگر غور کیا جائے تو امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب سے احناف کا رد ہے کیونکہ احناف کے نزدیک اگر مصلی کو تقدم یا تاخر کا حکم دیا جائے اور نمازی نے اس کا اتباع کر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (دیکھئے تفصیل کے لامع الدراری، ج۴، ص۲۰۰) اور باقی ائمہ کے نزدیک اس کے کہنے پر عمل کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

ایک اشکال کا جواب:

یہاں اشکال وارد ہوتا ہے کہ "قیل للنساء" تو خارج نماز تھا، جیسا کہ امام قسطلانی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا۔ ارشاد الساری ج۲، ص۱۳۱۷۔ اسی طرح سے صاحب او جزالمسالک نے بھی ذکر فرمایا "الابواب والتراجم، ج۳، ص۱۵۲) تو پھر امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمہ کس طرح ثابت ہوگا؟ کیونکہ بظاہر حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورتوں سے نماز کی حالت میں کہا جائے؟

جواب: حدیث میں دونوں احتمال ثابت ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال "بکل المحتمل" ہے۔ یعنی لفظ میں اگر احتمال ہوتے ہیں تب بھی امام بخاری رحمہ اللہ اس سے استدلال فرما لیتے ہیں۔ پس یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ عورتوں سے نماز کی حالت میں کہا گیا ہو "لا ترفعن" لہٰذا اس صورت میں دونوں مسئلے ثابت ہو گئے۔ مردوں کا عورتوں سے تقدم اور عورتوں کا انتظار۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الجنائز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوئِهِ بِالْمَآءِ وَالسِّدْرِ

میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا اور وضو کرانا

"وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهُ، وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: الْمُسْلِمُ لاَ يَنْجُسُ حَيًّا وَلاَ مَيِّتًا، وَقَالَ سَعِيدٌ: لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهُ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ لاَ يَنْجُسُ" (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۵۳)

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بچے کو خوشبو لگائی پھر اس کی نعش اٹھا کر لے گئے اور نماز پڑھی۔ پھر وضو نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مسلمان نجس نہیں ہوتا، زندہ ہو یا مردہ۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر (سعید بن زید رضی اللہ عنہ) کی نعش نجس ہوتی تو میں اسے چھوتا ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مومن ناپاک نہیں ہوتا"۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب میں غسل، وضو اور بیری کے پتوں کا ذکر ہے مگر حدیث میں صرف خوشبو اور نماز کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے بقیہ الفاظ کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جس کا اشارہ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ کو سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مرنے کی خبر ملی۔ وہ گئے اور ان کو غسل اور کفن دیا۔ خوشبو لگائی اور گھر میں آکر غسل کیا اور کہنے لگے میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے نہ کہ مردے کو غسل دینے کی وجہ سے۔

لہٰذا یہاں سے بخوبی طور پر مناسبت ظاہر ہو رہی ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے جب انہیں غسل دیا تو لازماً اس میں بیری کے پتے بھی ہوں گے اور وضو بھی کروایا ہوگا۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے بعد والی حدیث جو ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں واضح طور پر بیری کے پتوں کا ذکر موجود ہے۔ ممکن ہے کہ پہلی روایت سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس روایت کے ضعف کی طرف ہو جس میں یہ ذکر ہے کہ جو غسل دے میت کو وہ بھی غسل کرے اور دوسری حدیث سے بیری کے پتوں کا جواز ثابت فرما رہے ہوں۔ واللہ اعلم۔ ابن الملقن رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وقصد البخاری بما صدر به الباب من أن المؤمن لا ینجس ان غسله لیس لکونه نجساً ولذالك غسل بالماء والسدر مبالغة فی التنظیف۔۔۔ ثم الذی علیه جمهور العلماء أن غسل المیت لا یجب الغسل وحمله لا یوجب الوضؤ وحدیث 'من غسل میتاً فلیغتسل ومن حمله فلیتوضا' قد علمت کلام الحاکم انه مختلف فیه"

"امام بخاری رحمہ اللہ کا قصد باب سے یہ ہے کہ مومن نجس نہیں ہوتا، اس کا غسل دینا اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسی طرح بیری کے پتوں سے غسل دینا یہ نظافت میں زیادتی کے لیے ہے۔۔۔ جمہور علماء اسی طرف گئے ہیں کہ جو میت کو غسل دے اس پر غسل نہیں ہے اور جو جنازے کو اٹھائے اس پر وضو واجب نہیں ہے اور جس حدیث میں ہے کہ مردے کو غسل دینے والا غسل کرے اور اٹھانے والا وضو کرے یقیناً اس میں امام حاکم کا کلام مختلف فیہ ہے"۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذه الترجمة مشتملة على امور الاول: في غسل الميت، هل هو فرض أو واجب أو سنة؟۔۔۔"

(عمدة القاري، ج۶، ص۴۹)

یہ ترجمۃ الباب مشتمل ہے امور پر، پہلا میت کے غسل کے بارے میں کہ کیا وہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے؟ ہمارے اصحاب نے کہا کہ وہ واجب ہے، احیاء پر سنت اور اجماع کے مطابق "شرح وجیز" میں ہے کہ (میت کو) غسل دینا اور اس کی تکفین اور اس پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے اجماع کے مطابق اور اسی طرح سے امام نووی (شارح مسلم) نے اجماع نقل کیا ہے کہ غسل فرض کفایہ ہے اور بعض نے امام نووی کے اس قول کا انکار کیا ہے اور اسے شدید ذہول قرار دیا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب قائم فرمانا کئی امور پر مشتمل ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غسل میت کو دینا اور ساتھ ہی ساتھ میت کو غسل دینے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

محمد ذکریا کاندھلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"كأنه اشار إلى رد ما ورد في الغسل من غسل الميت ووضوء من حمله، وقد اختلف العلماء في الغسل والوضوء كما ذكره الحافظان ابن حجر والعيني في اثر ابن عمر الآتي" (الابواب والتراجم، ج۲، ص۱۶۸-۱۶۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں گویا کہ اشارہ فرمایا ہے اور رد فرمایا ہے ان حضرات کا جو میت کے غسل دینے پر غسل اور میت کو اٹھانے پر وضو کو ضروری گردانتے ہیں۔ یقیناً علماء کا میت کو غسل اور وضو دینے پر اختلاف ہے جس کا ذکر دونوں حافظوں نے فرمایا، ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو آ رہا ہے۔

فائدہ:

مردے کو غسل دینے پر غسل کرنے کے بارے میں بعض علماء کا یہ مؤقف بھی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے، ابو حفص بن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نے منسوخ کر دیا کہ "آپ پر غسل نہیں ہے جب آپ مردے کو نہلائیں۔ آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھوں کو دھو لیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔

❶ البدر المنير لابن الملقن، ج۲، ص۵۲۲ تا ۵۴۳

❷ العلل المتناهية، ج۱، ص۳۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❸ العلل للدارقطني، ج۳، ص۱۴۶

❹ المجموع للنووي، ج۲، ص۲۳۲

❺ الناسخ والمنسوخ لابن شاهين، رقم ۳۸، ۳۹

❻ الخلافيات للبيهقي، ج۳، ص۲۲۳

❼ البدر المنير لابن الملقن، ج۴، ص۶۵۷ تا ۶۶۰

❽ نيل الاوطار للشوكاني، ج۱، ص۲۳۸

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلَّى وَالْمَسْجِدِ

نماز جنازہ عید گاہ میں اور مسجد میں (ہر دو جگہ جائز ہے)

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ الْيَهُودَ، جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا: فَأَمَرَ بِهِمَا، فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ" (صحیح البخاری کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۳۲۹)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے ہم مذہب ایک مرد اور عورت کا جنہوں نے زنا کیا تھا، مقدمہ لے کر آئے، آپ علیہ السلام کے حکم سے مسجد کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ کے پاس انہیں سنگسار کر دیا گیا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں اشارہ فرمایا کہ جنازہ کی نماز عید گاہ اور مسجد دونوں میں جائز ہے مگر دلیل کے طور پر جو حدیث پیش کی ہے وہ سنگسار کے بارے میں ہے کہ دو زانیوں کو مسجد کے پاس سنگسار کیا گیا۔ اس میں مطابقت کے بہت دقیق پہلو ہیں۔ پہلی بات پر غور فرمائیں کہ عید گاہ اور مسجد کا حکم ایک ہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لم يتعرض المصنف لكون الميت بالمصلى أو لأن المصلى عليه كان غائباً وألحق حكم المصلى بالمسجد بدليل ما تقدم في العيدين وفي الحيض من حديث أم عطية ۔۔۔۔۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۴۳)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے میت کا عید گاہ میں ہونا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ میت وہاں موجود نہ تھی بلکہ غائب تھی اور عید گاہ کا حکم تو مسجد کے ساتھ ملحق ہے ساتھ حدیث ام عطیہ کے کہ حیض والی عورتیں عید گاہ سے کنارے پر رہیں سو یہ دلیل ہے اس کی کہ مسجد اور عید گاہ کا حکم ایک ہے جس چیز سے مسجد میں پرہیز کرنا ضروری ہے اس سے عید گاہ میں بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرہیز کرنا ضروری ہوگا"۔

مندرجہ بالا حدیث کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے واضح طور پر حدیث پیش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں نماز پڑھائی لہذا جب عیدگاہ میں نماز ہو سکتی ہے تو مسجد میں نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھا جا سکتا؟

اور جہاں تک تعلق ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث کی جس میں سنگسار کا حکم ہے تو اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یوں ہوگی کہ وہ دونوں مرد و زن مصلی جنازہ کے قریب رجم کئے گئے جو مسجد نبوی کے اندر تھا۔ یہیں سے مطابقت ظاہر ہوتی ہے کہ باب سے جواز ثابت ہو گیا۔ لہذا جو نماز جنازہ ہوتی ہوگی وہ مسجد ہی میں ہوتی ہوگی اور یہی مناسبت ہے ترجمۃ الباب سے حدیث کی کتب احادیث میں واضح طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا ثابت ہے۔

امام عبداللہ سالم البصری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وقد روى ابن ابي شيبة وغيره: أن عمر صلى على ابن بكر في المسجد، وأن صهيباً صلى على عمر في المسجد وزاد في روايته: ووضعت الجنازة في المسجد تجاه المنبر، وهذا يقتضي الاجماع على جواز ذالك"

(ضياء الساري، ج١١، ص٢٥٢)

یعنی ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی اور عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ادا فرمائی اور دوسری روایت میں ہے کہ جنازہ منبر کے سامنے مسجد میں رکھا گیا اور یہ اس بات کے اقتضاء ہونے کا اجماعی جواز ہے۔

فائدہ:

نماز جنازہ بلا کراہیت مسجد میں ادا کرنا جائز ہے جس کی واضح دلیل امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے آپ فرماتی ہیں۔

"لما توفي سعد بن ابي الوقاص دخلوابه المسجد حتى اصلى عليه فانكر واذالك عليها فقالت والله لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابني بيضاء في المسجد سهيل وأخيه رواه مسلم وفي رواية ماصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على سهيل بن ابيضاء الافي جوف المسجد۔ (رواه الجماعة الاالبخاري)

"سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے پر انہوں نے فرمایا کہ اسے مسجد میں داخل کرو یہاں تک کہ میں بھی ان پر جنازہ ادا کروں۔ لوگوں نے اس پر کچھ انکار کیا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی پر نماز جنازہ مسجد میں ادا کی تھی"۔

ایک اور روایت میں صراحت ہے کہ ان کی نماز جنازہ بیچ مسجد میں ادا کی گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

"والحديث يدل على جواز ادخال الميت فى المسجد والصلاة عليه فيه وبه قال الشافعى واحمد واسحاق والجمهور"

"حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اور جنازے کا داخل کرنا جائز ہے۔ امام شافعی، احمد، اسحاق اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے"۔

جہاں تک تعلق ہے میت کے ناپاک اور پاک ہونے کا تو صحیح مسلم میں واضح طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔ لہذا مومن ناپاک نہیں ہوتا چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ ہو۔

بنو بیضاء تین بھائی تھے۔ سہل، سہیل اور صفوان ان کی والدہ کو بطور وصف بیضاء کہا گیا ہے۔ ان کا نام رعد تھا اور انکے والد کا نام وہب بن ربیعہ قریشی فہری تھا۔

صاحب مرعاۃ عبید اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حق یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہیت درست ہے اور افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر پڑھی جائے کیوں کہ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عیدگاہ میں پڑھا ہے"۔ تفصیل کے لیے مرعاۃ المفاتیح دیکھیے۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد میں جنازہ ادا کرنا بلا کراھیت جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔ جیسا کہ امام ماوردی نے صراحت کی ہے"۔ (التوضیح. ج۱۰. ص۱۱. روضة الطالبین: ۱۳۱/۲. الحاوی: ۵۰/۳)

ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر مسجد میں نماز پڑھی۔ (التوضیح، ج۱۰، ص۱۲)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے جنازہ مسجد میں پڑھا، پھر اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔ (ابو دلؤد. ۳۱۹۱)

امام خطابی نے اس روایت کو ضعیف گردانا ہے۔ (معالم السنن: ۲۷۲/۱)

اس پر احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی قول ہے۔ (المسائل بروایة عبداللہ، ص۱۴۶)

ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا یہ خبر باطل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور یہ خبر کس طرح سے صحیح ہوگی؟ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سہیل رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔ (المجروحین: ۳۶۳/۱)

ابن ماجہ میں "فلیس علیه شیئ" کے الفاظ ہیں اور شرح السنۃ میں "فلا اجرله" کے الفاظ وارد ہیں، جو صحیح الفاظ ہیں وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں "لا شیئ لہ" یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں۔(دیکھئے الاحکام الوسطی. ج۲، ص۱۴۱)

امام ابو عمر فرماتے ہیں:

"والصلاۃ فی المسجد قول جمهور اهل العلم، وهی السنة المعمول بها فی الخليفتين۔۔۔"

(الاستذکار لابن عبدالبر، ج۸، ص۲۷۲،۲۷۳)

"نماز جنازہ کی ادائیگی مسجد میں جائز ہے، یہ قول جمہور اہل علم کا ہے اور یہ سنت بھی ہے۔ کیونکہ اس پر دونوں خلفاء (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا عمل رہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شیخین کے اس عمل کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهذا يقتضى الاجماع على جواز ذالك"

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خلفاء کے جنازے مسجد میں ادا کرنے کا عمل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا اجماعی طور پر جائز ہے۔

لہٰذا ان اقتباسات سے واضح ہوا کہ وہ حدیث جس میں "فلا اجر لہ" وغیرہ کے الفاظ ہیں درست نہیں ہیں اور جس میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کے لیے کچھ نہیں تو یہاں سے مراد یہ ہوگا کہ اس پر کچھ گناہ نہیں۔۔۔ کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ جس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہو وہ کام اجر سے خالی ہو۔

بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتَى

برے مردوں کی برائی بیان کرنا درست ہے

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" (صحیح البخاری کتاب الجنائز رقم ۱۳۹۴)

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو لہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ سارے دن تجھ پر بربادی ہو۔ اس پر یہ آیت اتری "تبت یدا ابی لهب وتب" یعنی ٹوٹ گئے ابولھب کے ہاتھ اور وہ خود ہی برباد ہو گیا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں یہ فرمایا کہ برے مردوں کا شر والا ذکر کرنا جائز ہے اور دلیل کے طور پر جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ ابولہب کے بارے میں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابولہب تیرے ہاتھ ٹوٹیں اور تو برباد ہو، ترجمۃ الباب اور حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناسبت یہاں بڑے دقیق انداز میں ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو لہب کے بارے میں واضح کیا کہ وہ شر پسند اور کافر و فاجر بھی تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے شر کا ذکر کیا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹیں جب نزول کی طرف دیکھا جاتا ہے تو اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی کہ سارا دن تجھ پر بربادی ہو جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے لیے بربادی کا ذکر فرمایا۔ بلاشبہ یہ آیت ابو لہب (اللہ کی لعنت ہو اس پر) کی زندگی میں نازل ہوئی مگر قرآن مجید جو کہ قیامت تک کے لیے ہے ابو لہب کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس آیت میں اس کی برائی کا ذکر پڑھیں گے تو جب اس کی برائی اور شر پسندی کا ذکر اس کے مرنے کے بعد بھی قرآن میں پڑھا جا رہا ہے تو معلوم ہوا کہ شریر لوگوں کے شر کا ذکر کرنا جائز ٹھہرا تاکہ لوگ اس سے نصیحت کو حاصل کریں اور یہاں شریر لوگوں سے مراد کافر ہیں۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

والظاهر أن البخاری جری علی عادته فی الاستنباط الخفی والحالة فی الظاهر الجلی علی سبق الأفهام الیه علی ان الایة مرتبة وهی تسمیة المزموم، وتغبیب الغیبة وخصوصاً فی الکتاب العزیز الذی یبقی ولا یفنی اخرالدهر۔

(المتواری ص ۱۲۸)

"یعنی ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق یہاں پر بہت خفی استنباط فرمایا ہے اور ابو لہب کے مسئلہ کا جو مذموم ذکر ہے وہ اسکی غیبت ہے اور خصوصاً یہ کتاب عزیز میں مرقوم ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے قیامت تک"

محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عقب باب النهی عن سب الأموات بهذا الباب اشارة الی أن الأموات الشرار مستثنیٰ عنه کما هو دأبه فی أکثر الابواب" (الابواب والتراجم لصحیح البخاری. ج۲. ص۳۲۸)

"مردوں کو برا کہنے کی ممانعت اس باب کے ساتھ ہے اور اس باب میں اشارہ ہے کہ جو مردے شریر ہوتے ہیں وہ (پچھلے باب کے عموم سے) مستثنیٰ ہیں جیسا کہ اکثر ابواب میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے"۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ترجمۃ الباب سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مردوں کو برا کہنا منع ہے سوائے ان کے جو شریر ہوں"۔

(ارشاد الساری. ج۲. ص۱۵۶)

مزید لکھتے ہیں کہ:

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لعنت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ برے مردو کی برائی بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہے۔

اور یہ مخفی نہیں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے کیونکہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور ان دنوں ابن عباس رضی اللہ عنہ یا تو پیدا نہیں ہوئے تھے یا پھر چھوٹے تھے۔

لیکن یاد رکھا جائے کہ مراسیل صحابہ حجت ہیں۔ اہل علم اسی طرف گئے ہیں کہ صحابی کا مرسل روایت بیان کرنا صحیح ہوگا۔ کیونکہ صحابی نے بلواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا یا پھر بلاواسطہ کسی دوسرے صحابی سے الغرض ہر بیان میں صحابہ کرام حدیث بیان کرنے میں سچے ہوتے ہیں۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فذكر شرار الموتى من اهل الشرك خاصة جائز لانه لا شك فيه انهم مخلدون فى النار" (التوضيح. كتاب الجنائز. ج١٠، ص٢٠٧)

"پس شریر مردوں کا ذکر کرنا جو مشرک ہوں جائز ہے، کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ مشرک لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخی ہیں (لہٰذا ان کا شر لوگوں کو بتانا جائز ہے)"۔

شارحین کی وضاحت سے واضح ہوتا ہے کہ ابولہب جو کہ بدترین صفت کا حامل تھا اس کے بارے میں قرآن نے عیب کا ذکر فرمایا جو کہ اس کے کفر کو لوگوں کے سامنے واضح کرنا ہے۔ لہٰذا جب اس کی برائی بیان مرنے کے بعد جائز ہوئی تو ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی واضح ہوئی۔

اشکال:

یہاں اشکال وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابولھب کے اصلی نام کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا تو کس طرح اللہ تعالیٰ اس کے شرکیہ نام سے اسے مخاطب کرتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ لوگ اسے پہچانتے ہی کنیت سے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ اس کی کنیت کا ذکر کیا تاکہ لوگ اسے پہچان جائیں۔ (تفصیل کے لیے کشف المشکل، ج ۲، ص ۲۲۳ کا مطالعہ فرمائیں)۔

فائدہ:

سورت لھب اس وقت نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ!

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعراء:۲۱۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیت مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم ملا، آیت مبارکہ تکمیل کے لیے نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے اہم ترین جگہ کو استعمال فرمایا، جسے صفا پہاڑی کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام اقرباء کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا ان لوگوں میں ابو لہب بھی موجود تھا جب نبی کریم ﷺ کی دعوت اس نے سنی تو اپنی زبان سے گستاخانہ الفاظ نکالے اور کہا ''تیری خرابی ہو کہ سارا دن تو نے ہمیں اسی بات کے لیے اکٹھا کیا ہے؟ ''اس کے اس جملے پر جس کا ذکر کتب احادیث میں ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ لہب کا نزول فرمایا، جس میں دفاعی الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا منہ توڑ جواب دیا گیا کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ برباد ہو۔ اب غور طلب حجیت حدیث کا نکتہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے سورۃ شعراء کی آیت کی مطابق اپنے رشتہ داروں کو ڈرایا اس موقع پر ابو لہب نے گستاخی کی اس گستاخی کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ اب احادیث میں جس گستاخی کا ذکر موجود ہے دفاعی طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سورۃ لہب میں دیا۔ اگر احادیث کا حجت ہونا ثابت نہ ہوتا تو ہرگز قرآن مجید اس گستاخی کا جواب نہ دیتا جس کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ فافھم!

فائدہ نمبر ۲:

قرآن مجید کو کسی بھی زاوایئے سے آزمائیں یہ کتاب ہر امتحان میں پوری اترتی ہے۔ موجودہ دور میں سائنسدان نے ایک اصطلاح متعارف کروائی ہے جسے (Falsification Test) کہا جاتا ہے۔ یعنی جب سائنسدان کسی چیز کی تحقیق پیش کرتا ہے تو ساتھ ہی اس کی تردید کے لیے تین تردیدی امتحان بھی پیش کرتا ہے اگر اس تردیدی عمل سے میری تحقیق غیر ثابت ہوئی تو اسے مانے بغیر ہی رد کر دیا جائے گا۔ اس تحقیق کو سائنسی اصطلاح میں (Falsification Test) کہا جاتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی ادیان و مذاھب ہیں کوئی بھی اس تردیدی امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکا، لیکن دین اسلام واحد دین ہے جو اس امتحان میں بھی کامیاب ہوا۔ اس کی کئی مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں اوراق اجازت نہیں دیتے بس صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔

سورت لہب نبی کریم ﷺ کے چچا ابو لہب کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ نبی کریم ﷺ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو عقیدہ توحید کی دعوت دی تو آپ کے چچا ابولہب نے شدید مخالفت کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو کفر کی موت اور جہنم کی بشارت سنائی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ سورت ابولہب کے مرنے سے آٹھ یا دس سال قبل نازل ہوئی اور قرآن مجید نے کئی سال پہلے ہی یہ خبر نشر کردی کہ ابولہب کو جب بھی موت آئے گی وہ کفر پر ہی ہو گی۔

قارئین کرام! غور فرمائیں ایک مرتبہ بھی اگر ابولہب لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنی زبان سے کلمہ شہادت ادا کر لیتا تو قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجید کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے بہت تھا۔ مگر چونکہ یہ کلام بشری کا م نہیں ہے اس لیے آٹھ سال کے عرصے میں اس کے ذہن میں یہ خیال تک پیدا نہ ہوا کہ میں اس طرح سے قرآن کی شدید تکذیب کر سکتا ہوں۔ بائں طور پر یہ واضح ہے کہ اس سورت کو وہ خود بھی جانتا تھا لیکن آٹھ سال یا دس سال کے بعد ابو لہب نے کفر ہی پر دم توڑا یہ قرآن مجید کا واضح چیلنج ہے جسے ہم (Falsification Test) کہتے ہیں۔ اس ٹیسٹ پر قرآن مجید اور صحیح حدیث کے علاوہ دنیا کی کوئی کتاب پوری نہیں اترتی۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ایسے متعدد پیمانے اور تردیدی امتحانات پیش کرتے ہیں جسے صرف قرآن مجید یا احادیث رسول ﷺ ہی عبور کر سکتے ہیں۔ باقی تمام ادیان اس قسم کے پیمانے کو عبور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ قرآن اور صحیح حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ

جو شخص خودکشی کرے اسکی سزا کا بیان

"عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ"

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین پر ہونے کی جھوٹی قسم قصداً کھائے تو وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے اپنے لیے کہا ہے اور جو شخص اپنے آپ کو دھاردار چیز سے ذبح کرے اسے جہنم میں اسی ہتھیار کے ساتھ عذاب ہوتا رہے گا"۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز رقم ۱۳۶۳)

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ جو شخص خودکشی کرے اس کی سزا کا بیان اور حدیث میں اس کی سزا کا ذکر وارد ہوا ہے۔

دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے مبہم باب قائم فرمایا کہ خودکشی کرنے والے پر نماز پڑھی جائے یا نہ۔ ابن المنیر فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی امر میں توقف ہوتا ہے اس پر مبہم باب قائم فرماتے ہیں۔ گویا کہ وہ طریق اجتہاد پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں اور امام مالک سے منقول ہے کہ قاتل نفس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور اس کا تقاضہ ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام بخاری کی یہی منشا ہے۔ سنن نسائی کی حدیث میں اس امر کا اشارہ ملتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا لیکن میں اس کا جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (سنن النسائی، رقم: ۱۹۶۴) لہٰذا آپ ﷺ نے جنازے کی نماز نہیں پڑھی، مگر صحابہ نے پڑھ لی۔ اس سے مراد یہ ہوا کہ بطور عبرت کے جو امام ہو یا متقی وہ نماز نہ پڑھے باقی لوگ پڑھ لیں کیونکہ خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشی کرنے والا خارج ملت نہیں ہے اسی مسئلے پر امام نووی رحمہ اللہ نے بھی صحیح مسلم میں ایک باب قائم کیا ہے۔
جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ خودکشی کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"جمہور کا رجحان اس طرف ہے کہ اس پر نماز پڑھی جائے گی اور یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے پر جنازہ نہیں پڑھا تاکہ لوگوں کے لیے تنبیہ کا باعث ہو۔" (منة المنعم. ج۲. ص۷۸)

اس مسئلے پر دلالت ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ ابن عساکر میں فرماتے ہیں:

"ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں کو سخت تکلیف پہنچی اور انہوں نے افطار نہیں کیا اور اسی حالت میں مر گئی تو کیا میں اس پر نماز پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اس پر نماز پڑھو اور یقیناً تمہاری ماں نے اپنے تئیں اپنے آپ کو قتل کیا۔" (تاریخ دمشق، ج۹، ص۱۰۴)

لہذا تاریخ ابن عساکر کی مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوا کہ جو شخص خودکشی کرتا ہے اس کی نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔

محمد ذکریا کاندھلوی لکھتے ہیں:

"ویؤید مذهب الجمهور ما تقدم من رواية النسائي: "اما انا فلا أصلي"۔

(ابواب والتراجم لصحيح البخاري. ج۲. ص۲۲۵)

جمہور کے مذہب کی تائید مذکورہ حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا ذکر سنن نسائی میں ہے کہ "لیکن میں نہیں پڑھوں گا"۔

امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"واجاب الجمهور عن هذا الحديث بأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يصل عليه بنفسه زجراً للناس عن مثل فعله، وصلّت عليه الصحابة..." (المنهاج. ج۷. ص۴۷)

یعنی جمہور نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ لوگوں پر تنبیہ ہو جائے (کہ یہ گناہ سخت ترین ہے) اور اس پر صحابہ نے نماز پڑھی یہ بالکل اسی طرح سے ہے کہ مقروض کی نمازِ جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ادا کی لیکن صحابہ نے ادا کی کیونکہ یہ تنبیہ لوگوں کو ہو جائے جو قرض کی ادائیگی میں تساہل برتتے ہیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"أجمع الفقهاء وأهل السنة ان من قتل نفسه لا يخرج بذالك من الاسلام، وانه يصلى عليه واثمه عليه ويدفن في مقابر المسلمين، ولم يكره الصلاة عليه الاعمر بن عبد العزيز والاوزاعي في خاصة أنفسهما، والصواب: قول الجماعة، لانه ﷺ بين الصلاة على المسلمين، ولم يستثن منهم أحدا فيصلى على جميعهم: الاخيار والاشرار، الا الشهداء الذين اكرمهم وبعد بالشهادة"

(شرح ابن بطال . ج۳، ۲۴۹/۳. التوضيح شرح الجامع الصحيح ج۱۰. ص۱۳۷)

"یعنی اہل سنت اور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو خودکشی کرے وہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔ اس پر نماز پڑھی جائے گی اور (خودکشی کرنے کا) گناہ اسی پر ہوگا اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوگا، اور ایسے لوگوں پر کسی نے بھی نماز جنازہ پڑھنے پر کراہت نہیں کی سوائے عمر بن عبدالعزیز اور امام اوزاعی کے اور یہ صرف ان دونوں کے ساتھ ہی خاص ہے (یعنی اور کوئی اس کا قائل نہیں) اور صحیح یہ ہے کہ جو جماعت کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں پر نماز پڑھنے کو واضح کیا اور آپ ﷺ نے اس حکم میں کسی کو مستثنیٰ نہیں قرار دیا۔ پس سب پر نماز پڑھی جائے گی، چاہے وہ برے ہوں یا نیک، سوائے شہداء کے جن پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا شہادت کے ذریعے"۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ وقت کا امام خودکشی کرنے والے کی نماز نہ پڑھے اس کی جگہ پر دوسرے لوگ نماز پڑھ لیں تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام اور اہل فضل کے لیے کراہیت ہے کہ وہ (خودکشی کرنے والے پر) نماز پڑھیں اور اسی طرح سے ہر کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہے یہ زجر ہے ان پر پس نبی کریم ﷺ نے اس پر نماز نہیں پڑھی جس نے اپنے تئیں قتل کر دیا نیزے کے ذریعے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح. ج۱۰، ص۱۳۷. تحفۃ الفقہاء. ج۱. ص۲۴۸، ۲۴۹. الاختیار. ج۱. ص۱۶۹)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

امام قرطبی رحمہ اللہ نے یہاں ایک اشکال وارد فرمایا ہے کہ مرتے وقت کافر ہو گیا ہوگا۔ اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے اس پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ کیونکہ جو مسلم ہوتا ہے اگر وہ خودکشی بھی کرلے تو تمام علماء کے نزدیک اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سنن النسائی میں وضاحت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا فرمان موجود ہے:

"انا فلا اصلی علیه"

"مگر میں نہیں پڑھوں گا اس پر نماز"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل یہاں پر صحابہ کو منع نہیں کیا جارہا کہ وہ نہ پڑھیں بلکہ آپ علیہ السلام نے صرف اپنے لیے فرمایا تھا کہ میں نہیں پڑھوں گا۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھ لی۔

محمد بن علی الاتیوبی حفظہ اللہ قمطراز ہیں:

"فدل على انه مسلم وليس بكافر، وأما تركه ﷺ الصلاة عليه مع كونه مسلماً، زجراً بغيره لئلا يتجاسروا بقتل أنفسهم" (ذخيرة العقبى في شرح المجتبى، ج١٩، ص٢٦٤٢٦٥)

"یعنی یہ دلیل ہے کہ وہ (خودکشی کرنے والا) مسلمان تھا نہ کہ کافر۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر نماز نہیں پڑھی اس کے مسلمان ہوتے ہوئے اس لیے کہ لوگوں کو تنبیہ ہو جائے تاکہ وہ اپنے تئیں اپنے آپ کو قتل نہ کریں"۔

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہوئی کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ عام آدمی تو پڑھ لیں مگر اہل فضل اور امام وقت نہ پڑھیں۔ یہی منشاء ہے ترجمۃ الباب کی۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الزکاۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ لَا يَقْبَلُ اللهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ

اللہ تعالیٰ چوری کے مال میں سے خیرات نہیں قبول کرتا اور وہ صرف پاک کمائی سے قبول کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ○﴾ (البقرۃ: ۲۶۳)

"بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں (اس شخص کو جسے صدقہ دیا گیا ہے) اذیت دی جائے اللہ بڑا غنی اور بردبار ہے" (صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ)

حدیث اور باب میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ کا قصد باب قائم کرنے پر یہ ہے کہ چوری کے مال میں سے اللہ تعالیٰ خیرات کو قبول نہیں کرتا اور آیت پیش کی کہ "بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجے میں (اس شخص کو جسے صدقہ دیا گیا ہے) اذیت دی جائے۔

مندرجہ بالا آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب چور چوری کے مال میں سے خیرات کرے گا تو جن لوگوں پر خیرات کرے گا ان کو جب اس کی خبر ہوگی تو وہ تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور انہیں ایذا پہنچے گی۔ مثلاً سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حرام کمائی سے کسی نے دودھ پیش کیا آپ نے اسے نوش فرمالیا، جب معلوم ہوا کہ اس کی کمائی حرام کی تھی تو آپ نے قے کر دیا، جس کے سبب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچی۔

امام عبداللہ بن سالم البصری فرماتے ہیں۔

قلت: تلك الصدقة۔ ای التی من الغلول۔ یتبعها یوم القیمة الأذی بسبب الخیانة

"یعنی وہ صدقہ جو چوری کے مال سے کیا گیا ہو اس کے سبب قیامت میں تکلیف دی جائے گی خیانت کی وجہ سے"

(ضیاء الساری ج ۱۲ ص ۲۳۰)

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق بہت خفی استنباط فرمایا ہے۔ قرآن کی آیت کے مطابق صدقہ باطل ہوگا جب کہ اس کے ساتھ تکلیف پہنچانا ہو اور غلو بھی تکلیف ہی کا پہنچانا ہے جب کہ توازن ہو صدقہ کے ساتھ تو بطریق اولی (غلو کی وجہ سے) صدقہ باطل ہوگا"۔ (ضیاء الساری۔ ج۱۲۔ ص۲۳۰۔ المتواری۔ ص۱۲۹)

بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ نے بھی اسی مطابقت کی طرف موافقت فرمائی ہے کہ تکلیف دینے سے صدقہ باطل ہوتا ہے تو غلو کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مال سے صدقہ کرنا اس سے بھی زیادہ تکلیف کا سبب ہے اور صدقہ کا باطل ہونا بھی اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

(مناسبات تراجم البخاری. ص۵۵)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''لفظ الصدقات، وان كان أعم من ان يكون من الكسب الطيب ومن غيره لكنه مقيد بالصدقات التي من الكسب الطيب بقرينة سياق: ولا تيمموا الخبيث''

''لفظِ صدقہ اگرچہ یہ عام ہے چاہے وہ پاکیزہ کمائی سے کیا جائے یہ اس کے سوا کسی اور کمائی سے لیکن (یہاں) صدقات سے مراد مقید ہے وہ صدقہ جو پاکیزہ مال سے کیا گیا ہو یہی سیاق کا قرینہ ہے، اور نہ ارادہ کرو خبیث کا (یعنی خبیث مال کا پاک مال میں ملانے کا)''۔

لہٰذا ترجمۃ الباب اور آیت میں مناسبت یہ ہوگی کہ جب چور اُسے چوری کے مال سے صدقہ کرے گا تو صدقہ لینے والے کو اس کی خبر ہو جائے گی کہ اسے چوری کے مال سے صدقہ کیا گیا ہے تو اسے تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا آیت مبارکہ میں بھی تکلیف کا ذکر ہے۔ بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں اذیت دی جائے۔ لہٰذا ترجمۃ الباب میں بھی تکلیف کا ذکر موجود ہے اور آیت میں بھی یہیں سے ترجمۃ الباب اور آیت میں مناسبت ہے۔

بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

خیرات میں ریا (دکھلاوا) کرنا

''لِقَوْلِهِ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى} [البقرة: ٢٦٤] إِلَى قَوْلِهِ {وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ}'' (صحيح البخاري كتاب زكوة باب الصدقة)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہیں اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (جس نے تمہارا صدقہ لیا ہے اسے) ایذا دیکر برباد نہ کرو جیسے وہ شخص (اپنے صدقات برباد کر دیتا ہے) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتا (سے) اللہ کے ارشاد اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمۃ اللہ نے ریاکاری کی وجہ سے اعمال کی بربادی ٹھیک اسی طرح مراد لی ہے جس طرح کافر کا عمل آخرت میں فائدہ مند نہ ہوگا اسی طرح سے ریاکار کا وہ عمل جو اس نے ریاکاری کرتے وقت کیا اس کا بھی عمل مقبول نہ ہوگا کیوں کہ وہ بھی اپنا عمل غیر کو دکھلانے کی وجہ سے کر رہا ہے آیت مبارکہ میں جو مثال دی گئی ہے کہ۔

''سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اسکو بالکل صاف

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرہ بھی ہاتھ نہ لگے گی"

یہ مثال ریاکار اور کافر دونوں پر مکمل طور چسپاں ہوتی ہے کیوں کہ قیامت کے روز دونوں کے ہاتھ خالی ہونگے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ترجمۃ الباب میں ان آیات ہی پر اکتفا فرمایا اور آیات میں احسان جتلانے اور ایذا دینے کو ریاکار کافروں کے صدقے کے ساتھ تشبیہ دے کر انکی انتہائی قباحت پر دلیل دی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

"یعنی اگر دکھانے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے پتھر پر دانہ بویا جب زوردار مینہ برسا تو صاف ہو گیا اور اب اس میں کچھ نہیں اگتا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاکاری خیرات کو باطل اور ضائع کر دیتی ہے۔ اگر ریاکاری کی نیت سے خرچ کرے تو مطلق کچھ ثواب نہیں ملتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تشبیہ دی ہے مطلب ثواب صدقہ کرنے والے کی جو ریاکاری کرے اور مشبہ بہ مشبہ سے اقوی ہوتا ہے۔ پس ریاکاری کرنے والا لامحالہ اس سے بھی گیا گزرا ہوگا۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی"۔ (فتح الباری۔ ج۳۔ ص۲۵۴)

بَابٌ تُؤْخَذُ الصَّدَقَةُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

مالداروں سے زکوۃ وصول کی جائے اور فقراء پر خرچ کردی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ، فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ [ص:۱۲۹]. فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ"

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ رقم الحدیث ۱۴۹۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزہ اور دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ دینا ضروری قرار دیا ہے۔ یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں یہ ثابت فرمایا کہ امیروں سے زکوۃ وصول کر کے اسے کہیں بھی فقراء پر خرچ کیا جاسکتا ہے حالانکہ حدیث جو پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اغنیاء سے مال لیا جائے اور وہیں کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔

حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔امام عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قال الإسماعیلی: ظاهر حدیث الباب أن الصدقة تردّ علی فقراء من اخذت من أغنیائهم" (ضیاء الساری ج ۱۳ ص ۹)

"حدیث: باب سے ظاہر ہے کہ صدقہ وہیں لوٹایا جائے جہاں کے اغنیاء سے لیا جائے۔"

ابن المنیر فرماتے ہیں۔

اختار البخاری جواز نقل الزکوۃ من بلد المال لعموم قوله فتردّ علی فقرائهم لان ضمیر یعود للمسلمین فای فقیر منهم ردت فیه الصدقة فی ای جهة کان فقد وافق عموم الحدیث۔ (ضیاء الساری ج ۱۳ ص ۹)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے جو مسئلہ اختیار فرمایا ہے کہ اس میں جواز ہے کہ زکوۃ کی نقل مکانی کی جائے کیوں کہ یہ عموم ہے کہ محتاجوں کی طرف اس مال کو لوٹایا جائے (امام بخاری رحمہ اللہ نے) ضمیر (فتردعلی فقرائهم) سے مراد للمسلمین یعنی مسلمانوں کی طرف لوٹایا ہے یعنی فقیر مسلمان کہیں بھی ہوں اُن تک وہ حصہ لوٹایا جائے۔"

محدث الکبیر مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"والظاهر عندی عدم النقل الافقد المستحقون لها اوتکون فی النقل مصلحة انفع واهم من عدمه واللہ تعالیٰ اعلم" (مرعاۃ، ج۳، ص۴)

"یعنی میرے نزدیک یہ ظاہر ہے کہ مال کو دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے مگر مستحق لوگ مفقود ہوں یا پھر نقل میں کوئی مصلحت ہو"

امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نقل مکانی زکوۃ کی درست ہے وہ اس امر کو بغیر مشروط کے قبول فرماتے ہیں جیسا کہ باب سے واضح ہے اور عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ اسے مشروط گردانتے ہیں، مگر نقل مکانی زکوۃ میں ہم آہنگی موجود ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے علامہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب (السیل الجرار، ج۱ ص ۸۳۲)(فقه الزکاۃ للقرضاوی ج ۲ ص ۸۰۹-۸۲۰ الفصل الرابع: نقل الزکاۃ إلی غیر بلد المال)

لہذا باب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہوئی کہ کیا زکوۃ کی نقل مکانی درست ہوگی؟ تو جواز اسکی ممانعت پر ہے یہ بھی کہا گیا کہ جب سخت ضرورت ہو تو دوسرے شہر میں زکوۃ کی تو نقل مکانی بھی درست ہوگی۔امام بخاری رحمہ اللہ نے مطلق جواز کو اختیار فرمایا ہے کہ زکوۃ فقیروں کو دی جائے سے مراد ہر وہ ضرورت مند ہیں جو مسلمان ہوں۔

امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ کا فرمان "حیث کانوا" (خواہ وہ کہیں بھی ہوں) ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا غرض بیان امتناع کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی جہاں کے امیروں سے وصول کیا جائے وہیں کے فقراء میں تقسیم ہو الا یہ کہ نقل مکانی کرنا جائز ہو (یعنی دوسری جگہ زیادہ مسلمان محتاج اور فقراء ہوں)۔ (شرح الکرمانی، ج۸، ص۳۹)

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت دیتے ہوئے محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اصل الخلاف فی أن الشراح الشافعية مالوا إلى أن مرجع ضمير "حيث كانوا" الاغنياء والشراح الحنفية مالوا إلى ان المرجع الفقراء" (الابواب والتراجم لصحيح البخاری، ج۲، ص۲۹۲)

اصل اختلاف یہ ہے کہ وہ شارحین جو شافعیہ ہیں انہوں نے 'حیث کانوا' کی ضمیر مالداروں کی طرف کی ہے اور وہ شارحین جو حنفیہ ہیں انہوں نے اس کی ضمیر محتاجوں کی طرف کی ہے۔

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ نظر آتا ہے کہ مسلمان فقراء جہاں بھی ہوں ان تک مال کو پہنچایا جائے۔

یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث کی مناسبت ہے۔ مزید دیکھئے (المتواری علی ابواب البخاری ص ۱۲۲)

بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ

جو مال سمندر سے نکالا جائے (اس کا کیا حکم؟)

وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ: ليس العنبر بركاز انما هو شيئ دسره البحر

وقال الحسن: في العنبر واللؤلؤ الخمس، وانما جعل النبي صلی اللہ علیہ وسلم في الركاز الخمس ليس في الذي يصاب في الماء

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنبر کو رکاز نہیں کہہ سکتے عنبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے"۔

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز میں پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي البَحْرِ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً، فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، فَرَمَى بِهَا فِي البَحْرِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَإِذَا بِالخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا»، فَذَكَرَ الحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ المَالَ" (صحیح البخاری کتاب الزکوۃ رقم الحدیث ۱۴۹۸)

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسرے نبی اسرائیل کے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اس کو دے دیا۔ اب جس نے قرض لیا تھا وہ سمندر پر گیا کہ سوار ہو جائے اور قرض خواہ کا قرض ادا کردے۔ لیکن سواری دستیاب نہ تھی۔ آخر اس نے قرض خواہ تک پہنچنے سے ناامید ہو کر ایک لکڑی لی اسے کریدا اور ہزار اشرفیاں اس میں بھر دیں اور اس لکڑی کو سمندر میں پھینک دی۔ اتفاق سے قرض خواہ کسی کام کے لیے باہر نکلا سمندر پر پہنچا تو ایک لکڑی دیکھی اور اس کو گھر میں جلانے کے خیال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے لے آیا پھر پوری حدیث بیان کی جب لکڑی کو چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمانے کی سعی کی کہ دریا میں سے جو اشیاء ملیں عنبر موتی وغیرہ ان میں زکوۃ نہیں اور جن حضرات نے ایسی چیزوں کو رکاز میں شامل کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس ذیل میں یہ اسرائیلی واقعہ پیش فرمایا جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

قال الاسماعیلی: لیس فی هذا الحدیث شیئ یناسب الترجمة، رجل اقترض قرضاً فارتجع قرضه، وكذا قال الراودی حدیث الخشبة لیس من هذا الباب فی شیئ واجاب عبدالملك بأنه اشار به الی ان كل ما القاه البحر جاز اخذه ولا خمس فیه۔۔۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۳)

"یعنی اسماعیلی نے کہا کہ اس حدیث اور باب میں کوئی وجہ مناسبت نہیں ہے ایسا داؤدی نے بھی کہا کہ حدیث خشبہ کو (لکڑی جس میں روپیہ ملا) اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ عبدالملک نے ان حضرات کو جواب دیا کہ اس کے ذریعے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ اشارہ فرمایا کہ ہر وہ چیز جسے دریا باہر پھینک دے اس کا لینا جائز ہے اور اس میں خمس نہیں ہے اس لحاظ سے حدیث اور ترجمۃ الباب میں مناسبت موجود ہے"۔

مزید حافظ ابن حجر راقم ہیں کہ:

فذهب الجمهور إلى انه لایجب فی شیئ

"یعنی جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دریا سے جو چیزیں نکالی جائیں ان میں زکوۃ نہیں ہے"۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے استشہاد کچھ یوں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ دلیل لی کہ دریا میں جو بہہ کر چیز آجائے اس کا لے لینا درست ہے۔ کیونکہ اس شخص نے اس لکڑی کو لے لیا اور اس میں موجود اشرفیاں بھی لے لیں۔ حالانکہ اس کو یہ یقین نہ تھا کہ یہ لکڑی یا اشرفیاں میری ہیں اس پر بعضوں نے یہ اعتراض کیا کہ لکڑی کے اندر خط ہوگا جو قرض دار نے بھیجا ہوگا، پس اشرفیاں تو اس نے پہچان لی ہوں گی کہ میرا ہی مال ہے۔ اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ لکڑی سے دلیل اخذ کی جائے کیونکہ جب اس نے لکڑی لی تھی تو اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ میرا مال ہے اور جب لکڑی کا لینا درست ہوا جو دوسرے کی ملک تھی تو جو چیز خود دریا میں پیدا ہوا اور کسی کی ملکیت بھی نہ ہو جیسے عنبر وغیرہ جو اور چیزیں ہوتی ہیں سمندر میں تو اس کا لینا بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ (المتواری علی ابواب البخاری۔ ص ۱۲۴)

لہٰذا جمہور علماء بھی اسی طرف گئے کہ سمندر سے نکلنے والے موتی وغیرہ پر زکوۃ نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی مسئلے کی طرف وضاحت فرمائی۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

لطیفہ:۔ ان رجلاً رأی النبی ﷺ فی النوم فقال له: اذهب إلی موضع کذا فاحضره فان فیه رکازاً فخذه لك ولا خمس علیك فیه، فلما أصبح ذهب الی ذالك الموضع فحفره فوجد الرکاز فیه فاستفتی علماء عصره فأفتوه بأنه لا خمس علیه لصحة الرؤیا، وأفتی العز بن عبد السلام بأنه علیه خمس۔ (شرح الزرقانی ج۲ ص۱۳۹)

''ایک شخص نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور آپ نے اسے فرمایا کہ فلاں جگہ جاؤ اور اسے کھود و اس میں رکاز (یعنی وہ مال جو زمین میں دبا ہو خزانہ وغیرہ) ہے اور اسے لے لو اور اس پر زکوۃ خمس نہیں ہے تم پر، پھر صبح ہوتے ہی وہ شخص اس جگہ پر پہنچا اور اسے کھودا تو اس میں خزانہ پایا۔ پھر اس نے اپنے وقت کے علماء سے فتوی پوچھا (کہ آیا اس پر زکاۃ ہے کہ نہیں کیوں کہ خواب میں نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا) تو علماء نے جواب دیا کہ خواب کی صحت کی وجہ سے مال پر خمس نہیں ہے، پھر العز بن عبد السلام سے اس بابت فتوی پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس مال پر زکاۃ ہو گی (کیوں کہ صحیح حدیث سے دین کا حکم ثابت ہوتا ہے کسی کے خواب سے نہیں)''۔

یاد رکھیے! دینی احکامات کا منبع اور سرچشمہ صرف و صرف قرآن و حدیث ہی ہیں کسی کے خواب سے کبھی بھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کے خوابوں کی وجہ سے دین اسلام کے کسی حکم کو چھوڑا جائے گا۔ انہیں خوابوں کے بل بوتے پر کئی صوفیوں نے دین کو بازیچہ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا خواب میں آنا اور غیر محرم عورت کے پیٹ اور منہ پر اپنا ہاتھ پھیرنا یہ تمام قسم کے واقعات لغو اور بے بنیاد ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ پر کھلا جھوٹ ہے، جس سے بندے پر توبہ لازم ہے۔ بے بنیاد واقعات محمد ذکریا صاحب کی کتاب فضائل درود اور تبلیغی نصاب میں دیکھیے، مزید ''نزهة المجالس و منتخف النفائس'' یہ کتاب ایسی ہے جس کے بارے میں برہان الدین محدث دمشق نے اس کتاب کو پڑھنے سے منع کیا ہے اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے مطالعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ دیکھیے ''کتب حذر منها العلماء''۔ خواب کے ذریعہ کسی شرعی حکم کا استنباط ہو سکتا ہے کہ نہیں اس بارے میں الشیخ ابی طاہر السلفی کی معرکۃ الاراء کتاب ''الطیوریات'' کے محقق رقمطراز ہیں:

''ان الرؤیا المنامیة لا تؤخذ منها الأحکام الدینیة، وانما تعرض علی کتاب الله و سنة رسوله علیه السلام۔۔۔۔''

(حاشیة الطیوریات، ج۲، ص۷۷۷)

''خوابوں سے کسی بھی شرعی احکامات کو اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل خواب کو قرآن و حدیث پر پیش کیا جائے، پھر اگر قرآن و حدیث اس کی موافقت کریں تو اس صورت میں قرآن و حدیث پر ہی عمل ہوگا، نہ کہ خواب پر، اور اگر خواب ان کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے گا (یعنی اس کی کوئی حیثیت نہ ہو گی)''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب العمرة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

آدمی جب (سفر سے) اپنے شہر پہنچے تو گھر رات میں نہ جائے

"عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا"

(صحیح البخاری کتاب العمرۃ رقم الحدیث ۱۸۰۱)

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر سے) گھر رات کے وقت اترنے سے منع فرمایا۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا حدیث کو کتاب النکاح میں بھی ذکر فرمایا ہے دراصل یہاں پر امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جب بندہ کسی لمبے سفر سے گھر کو لوٹے تو رات کے وقت گھر نہ جائے کیوں کہ حدیث کے الفاظ جس کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں ذکر فرمایا کہ۔

اذا قدم احدکم لیلاً فلا یاتین أهله طروقاً حتی تستحد المغیبة و تمتشط الشعثة۔

(صحیح مسلم کتاب الإمارۃ رقم الحدیث ۴۹۲۸)

"یعنی جب تم میں سے کوئی رات کو آئے تو اپنے گھر میں گھسا نہ چلا جائے (بلکہ ٹھہرے) یہاں تک کہ پاکی حاصل کرے وہ عورت جس کا خاوند سفر میں تھا اور کنگھی کرے وہ عورت جسکے بال الجھے ہوئے ہوں"۔

مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ رات کے وقت جانے کی ممانعت اس حکمت کاملہ پر مبنی ہے کہ عورت اپنی پاکی اور ستھرائی کو اختیار کر لے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ راقم ہیں۔

والعلة فی ذالك أنه ربما يجد أهله على غير أهبة من التنظيف والتزين المطلوب من المرأة، فيكون ذالك سببًا النفرة أو يجدها على غير حالة مرضية، والستر مطلوب بالشرع۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۵۲۹)

"یعنی اس میں علت یہ ہے کہ بسا اوقات آدمی اپنی بیوی کو اس حالت میں پائے جو صفائی تنظیف والی حالت نہ ہو کہیں ایسا نہ ہو (کہ اچانک جانے سے) اس سبب سے میاں بیوی میں نفرت پیدا ہو جائے یا پھر مرد اپنی بیوی کو ایسی حالت میں پائے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو (گھر میں رات کو نہ جانے کا مقصد یہ ہے کہ) شریعت میں ستر مطلوب ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن تطرق النساء لیلاً، فطرق رجلان کلاھما وجد مع امرأتہ رجلا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو سفر سے لوٹنے والے کو گھر جانے سے منع فرمایا، دو آدمیوں نے (حدیث کی مخالفت کی) اور رات کے وقت گھر گئے تو اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پایا۔

یہ مخالفت کی سزا ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو منع فرمایا ہے اس کا سبب صرف مرد وزن میں محبت کو برقرار رکھنا ہے۔

نیز بخاری کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہے کہ "یخونھم أو یطلب عثراتھم" یعنی وہ خیانت پکڑنے کو یا قصور ڈھونڈنے والا۔

لیکن یہ الفاظ صحیح مسلم میں وارد ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ رقم ۱۹۲۸)

اس روایت میں مذکورہ اضافہ کی وجہ سے امام بخاری نے کتاب النکاح کے باب میں یہ الفاظ "ان یطرق الرجل أھلہ لیلا یخونھم أو یطلب عثراتھم" کے الفاظ بڑھائے ہیں۔

یخونھم: باب تفعیل سے ہے۔ خون۔ تخوینا کسی کو خیانت کی طرف منسوب کرنا، اس میں ضمیر فاعل "رجل" اور ضمیر مفعول "اھل" کی طرف راجع ہے۔

لہذا مطلب یہ ہے کہ آدمی رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس اس اندیشہ کی وجہ سے نہ آئے کہیں وہ انہیں خیانت کی طرف منسوب کرنے لگے یا ان کی لغزشوں کو تلاش کرنے لگے۔ یعنی ممکن ہے کہ گھر والے اچھی حالت میں نہ ہوں اور رات کو اچانک آنے والا انہیں دیکھ کر انہیں خائن سمجھے اس وجہ سے رات کو اچانک نہیں آنا چاہیے۔ جیسا کہ مسند ابی عوانہ میں مروی ہے کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اچانک رات کے وقت اپنے گھر گئے تو انہیں غلط فہمی ہو گئی۔ دیکھئے تفصیل کے لیے (فتح الباری ج ۹ ص ۴۲۶۔۴۲۵)

لہذا مذکورہ بالا حدیث میں احتیاط کی وجہ سے یہ ان کے اقدام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ میاں بیوی میں کسی بھی وجہ سے کوئی خلش، رنجش یا کراہیت پیدا نہ ہو۔

علامہ عینی رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روکنا تنزیہی طور پر ہے نہ کہ حرام"۔

مزید فرماتے ہیں:

"بغیر اطلاع دیے ہوئے جانا یہ قباحت پیدا کر سکتا ہے کہ ان کے آپس میں جدائی یا بغض کا سبب بن جائے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے یہ خبر دی جو ہمیشہ آپس میں محبت اور الفت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے (تو وہ گھر والوں کو اطلاع کردے)"۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری. ج۱۰. ص۱۹۹۲۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب فضائل المدينة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

جو شخص مدینہ سے نفرت کرے

''أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: تَتْرُكُونَ الْمَدِيْنَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ - يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ، يُرِيدَانِ الْمَدِيْنَةَ، يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا''

(صحیح البخاری کتاب فضائل المدینۃ رقم الحدیث ۱۸۷۴)

''سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے پھر وہ ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ پھر وہاں وحشی جانور، درند بسنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ قبیلہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک کر لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ ترجمۃ الباب میں مذکور ہے کہ جو شخص مدینے سے نفرت کرے، اور جو باب کے تحت حدیث پیش کی ہے کہ لوگ مدینہ کو بہتر حال میں چھوڑ جائیں گے اور وہ وقت ایسا ہو گا کہ مدینے میں صرف وحشی جانور اور درندے بسیں گے لہذا مناسبت کچھ اس طرح ہے کہ قبل از قیامت لوگ مدینے کو چھوڑ جائیں گے اور اسے ویران کر دیں گے اور جو اس کو چھوڑ کر جائے گا وہ ''من رغب'' میں شامل ہو گا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔ ایک حدیث کے مطابق جس کا امام مالک رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ تم چھوڑ دو گے مدینہ کو اچھے حال میں یہاں تک کہ آئے گا اس میں کتّا یا بھیڑیا تو پیشاب کیا کرے گا مسجد کے کھمبوں یا منبر پر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس زمانے میں مدینہ کے پھلوں کو کون کھائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جانور بھوکے ہوں گے پرندے یا درندے۔ (رواہ ملك فی ''الموطا'' عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ فی کتاب الجامع ص ۶۱۹)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المختار أن هذا الترك يكون في اٰخر الزمان عند قيام الساعة۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۹)

''(مدینہ کا ویران ہونا) یہ قیامت سے قبل کا زمانہ ہو گا''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الظاهر أن هذا الترك يكون في اٰخر الزمان''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یعنی مدینہ کا ویران ہونا یہ آخری زمانے میں ہوگا''۔ (المفہم۔ ج۳، ص۵۰۱)

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہ ہوئی کہ لوگ مدینے کو ویران کر دیں گے حتی کہ اس میں وحشی جانور اور درندے بسنے لگیں گے اور وہ وقت قیامت کے قریب ہوگا۔ لہٰذا جو لوگ اسے ویران کر دیں گے ان کا ذکر ترجمۃ الباب میں کیا گیا ہے اور ویران ہونے کا ذکر حدیث میں ہے، یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

فائدہ:

مذکورہ بالا حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔ سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں آپ حدیث کے الفاظ نقل فرماتے ہیں کہ:

''یترکون المدینۃ علی خیر ماکانت''

''مدینہ کو لوگ چھوڑ دیں گے اس وقت مدینہ کی بہتر حالت ہوگی''

جب یہ الفاظ ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تو آپ نے ان الفاظ کا انکار فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں:

''اعمر ماکانت''

یعنی مدینہ کو جب چھوڑیں گے تو اس وقت بہت زیادہ آباد ہوگا۔ کیوں کہ اگر آپ یہ فرماتے کہ جب مدینہ چھوڑ دیں گے تو اس وقت مدینہ بہترین حالت پر ہوگا تو لازم آتا ہے کہ یہ زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہو کیوں کہ بہترین زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی تھا۔ یہ بات ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کو یاد آگئی تو آپ نے فرمایا۔

''صدقت والذی نفسی بیدہ''

''کہ آپ نے سچ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے''۔

(تاریخ المدینہ المنورہ لا بن شبہ ج۱ ص۲۷۷ سندہ حسن)

محترم قارئین! یہ روایت واضح ان لوگوں کا رد کرتی ہے جو ذخیرہ احادیث پر یہ طعن و شکنی کرتے نظر آتے ہیں کہ روایت بالمعنی میں کئی اغلاط راویان حدیث سے سرزد ہوئیں۔ یہ واضح دلیل ہے روایت بالمعنی کی طرف اصلاح کی اگر غور کیا جائے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لفظ کا مطلب درست ہو سکتا تھا کہ بہترین حالت سے دینوی حالت مراد لی جائے، مگر لفظ حدیث چونکہ عام ہیں اسی لیے دینی اور دیناوی دونوں کا احتمال موجود تھا لہٰذا صحابی نے دوسرے صحابی کے الفاظ کی اصلاح فرمادی۔

اس مبّین دلیل سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کا مکمل طور پر خیال رکھا کرتے تھے۔ کیوں کہ شریعت میں روایت بالمعنی بیان کرنا درست ہے اس کی کئی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔

محدثین کرام نے روایت بالمعنی کو درست قرار دیا ہے مگر ساتھ ساتھ اس اجازت کے ساتھ کئی مضبوط شرائط بھی عائد فرمائی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن سے غلطی کا احتمال صفر کے درجے تک پہنچ جاتا ہے، مزید روایت بالمعنی اس راوی سے قبول کرتے جو الفاظ و معانی و مطالب کو مکمل طور پر جاننے والا ہوتا۔اہل علم نے روایت بالمعنی پر کئی ایک شروط لگائی ہیں۔

”روایت بالمعنی کی شرائط:

روایت بالمعنی کی اجازت محدثین نے مطلق طور پر نہیں دی جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص امام سخاوی رحمہ اللہ المتوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں۔

لا تجوز له الرواية بالمعنى مطلقاً، قاله طائفة من المحدثين والفقهاء والأصوليين من الشافعية وغيرهم۔ (فتح المغيث ج ۳ ص ۱۳۲)

”یعنی راوی کو روایت بالمعنی کی اجازت مطلق نہیں ہے۔ محدثین فقہاء اور اہل اصولین شافعیہ اور انکے علاوہ کی جماعت کا یہی کہنا ہے“۔

راوی اپنی روایت میں بہت محتاط ہو کہ وہ جملہ کو آگے پیچھے نہ کرنے والا ہو اور نہ ہی خفیف کو ثقیل اور ثقیل کو خفیف بنانے والا ہو۔علوم الحدیث کی کتب میں محدثین نے روایت بالمعنی کی مندرجہ ذیل شرائط عائد فرمائی ہیں۔

۱: اس حدیث کے الفاظ تعبدی نہ ہوں۔ جیسے اذکار دعائیں، اذان وغیرہ

۲: راوی حدیث عربی لغت سے بہترین آگاہی رکھتا ہو۔

۳: حدیث کے معنی و مطالب سے اچھی طرح معلومات و آگاہی رکھتا ہو اگرچہ اسے بعینہ الفاظ یاد نہ ہوں لیکن متبادل الفاظ میں اس حدیث کے معنی مکمل داخل ہوں۔

۴: جو حدیث از قسم جوامع الکلم ہو اس میں روایت بالمعنی نہ کرے۔

۵: راوی شرعی احکامات کے مقاصد و غایات سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔

روایت بالمعنی کی تفصیل کے لیے ان کتب کی طرف مراجعت کیجیے۔

❶ فتح المغیث، ج۳، ص ۱۳۳تا۱۴۰

❷ الاحکام فی اصول الاحکام، ج ۲، ص ۷٦

❸ الکفایۃ فی علم الراویۃ، ص ۱۹۸

❹ مقدمۃ ابن الصلاح

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کتاب الصوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ

روزہ دار کا غسل کرنا

"وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا"

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح اٹھے کہ تیل لگا ہوا ہو اور کنگھا کیا ہوا ہو"۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب اغتسال الصائم)

باب اور حدیث میں مناسبت:

بظاہر ترجمۃ الباب اور اثر میں مناسبت مشکل ہے دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ان لوگوں کا رد فرمارہے ہیں جو روزے دار کو غسل کرنا مکروہ جانتے ہیں۔

ابن المنیر فرماتے ہیں:

ردّ علی من کرہ اغتسال الصائم، لأنه ان کرهه خشية وصول الماء حلقه، فالعلّة باطلة بالمضمضة، وبالسواك وبذوق القدر ونحو ذالك۔

وان کرهه للرفاهية فقد استحب السلف للصائم الترفه، والتجمل بالترجل والادهان واجازوا الكحل وغير ذالك۔ (المتواری ص ۱۳۷)

"امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا ہے جنھوں نے روزہ دار کے لیے غسل کو مکروہ رکھا ہو کیوں کہ اگر منہ میں پانی جانے کے ڈر سے مکروہ رکھا ہے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے بھی اس کا ڈر رہتا ہے۔ اگر اس لیے مکروہ رکھا ہے کہ روزہ میں زیب وزینت اور آرائش اچھی نہیں تو سلف نے کنگھی کرنا، تیل ڈالنا روزہ دار کے لیے جائز رکھا ہے"۔

لہذا مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ اکثر بندہ تیل اور کنگھی غسل کے بعد ہی کرتا ہے ممکن ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ بات ثابت کرانے کی سعی فرمائی امام بخاری رحمہ اللہ نے۔

صاحب اَوجز المسالک لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ نے جو یہاں اثر (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کا نقل فرمایا ہے کہ قیاس کی ایک نوع ہے جو نص پر دلالت کرتی ہے۔ اچھے کپڑے، حمام میں جانا (بغیر غسل) کلی کرنا، تیل لگانا، مسواک وغیرہ کرنا یہ تمام اشیاء روزہ دار کے لیے جائز ہیں تو بالاولی اس کے لیے غسل بھی جائز ہوا"۔ (الابواب والتراجم. ج۲. ص۵۰۴)

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مناسبة للترجمة من جهة ان الادهان من الليل يقتضى استصحاب اثره فى النهار۔۔"

(فتح الباری، ج۴، ص۱۹۳)

مناسبت اثر اور ترجمۃ الباب میں کچھ اس طرح ہے کہ رات کو تیل لگانے کا تقاضہ ہے اس بات کو کہ اس کا اثر دن میں باقی رہے اور وہ تر کرتا ہے دماغ کو اور نفس کو طاقت دیتا ہے۔ اور یہ غسل سے کئی درجے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ نہانے کی ٹھنڈک ایک ساعت تک رہتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے بخلاف تیل لگانے کے کہ اس کا اثر بہت دیر تک قائم رہتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی مناسبت کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ غسل سے روکنے والوں کا شاید مذہب یہ ہے کہ روزے دار پراگندہ حال میں رہے جس طرح حج کی کیفیت میں ہوتا ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد رد کرنا ہے اس شخص کا جو کہتا ہے کہ روزے میں نہانا مکروہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو ترجمۃ الباب قائم فرمایا اور ذیل میں جس اثر کو پیش کیا ہے یہ دونوں روزے دار کے لیے غسل کرنے پر جواز ہیں نہ کہ ممانعت۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لأن الترجمة فى جواز الاغتسال لافى منعه وكذالك اثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فى الجواز لا فى المنع" (عمدة القارى، ج۱۱، ص۲۰)

ترجمۃ الباب غسل کے جواز پر ہے اس کے نفی پر نہیں ہے اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے جواز ہی کے لیے پیش کیا ہے نہ کہ ممانعت کے لیے۔

بَابُ صِيَامِ الْبِيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

ایام بیض کے روزے یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں میں رکھنا

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: «صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ" (صحيح البخارى كتاب الصوم رقم ۱۹۸۱)

"ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہینے کی تین تاریخوں میں روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی تھی اسی طرح چاشت کی دو رکعتوں کی بھی وصیت فرمائی تھی اور اس کی بھی کہ سونے سے پہلے میں وتر پڑھ لیا کروں"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ایام بیض کے متعلق قائم کیا ہے مگر حدیث میں ایام بیض کے کوئی الفاظ وارد نہیں اور یہاں الفاظ میں موافقت بھی نہیں ہے۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

علامہ عبدالحق الہاشمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اورد البخاری فی الباب حدیث ابی ہریرۃ، قال الامام ابن بطال والاسماعیل، لیس فی الحدیث الذی اورد البخاری فی ہذا الباب مایطابق الترجمۃ، لأن الحدیث مطلق فی ثلاثۃ أیام من کل شہر، وابیض مقیدۃ بما ذکر"

"وأجیب بأن البخاری رحمہ اللہ جزی علی عادتہ فی الایماء الی ماورد فی بعض طرق الحدیث من التصریح بأیام البیض" (لب اللباب فی تراجم والابواب. ج۲، ص۸۵)

"امام بخاری نے باب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث وارد فرمائی ہے، امام ابن بطال اور اسماعیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وہ الفاظ نہیں ہیں جس کا ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ یعنی ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث مطلق تین روزوں پر دلالت کرتی ہے ہر ماہ اور ایام بیض کے روزے مقید ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اشارہ فرمایا ہے اس حدیث کے بعض طرق کی جانب جس میں (ان تین روزوں کا ذکر) تصریح کے ساتھ ایام بیض سے کیا گیا ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لیس فی الحدیث الذی أوردہ البخاری فی ھذا الباب مایطابق الترجمۃ، لأن الحدیث مطلق فی ثلاثۃ ایام من کل شہر والبیض مقیدۃ بما ذکر، وأجیب بأن البخاری جری علی عادتہ فی الإیماء الی ما ورد فی بعض طرق الحدیث۔۔۔ (فتح الباری ج۵ ص ۲۸۴)

"امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا ہے اس کی مطابقت پر حدیث نہیں ہے، کیوں کہ حدیث میں مطلق ہر ماہ تین دن کے روزوں کا ذکر ہے اور ایام بیض مقید ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کو احمد اور نسائی اور ابن حبان نے نکالا ہے"۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاء أعرابی إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأرنب قد شواھا، فأمرھم أن یا کلوا وأمسك الاعرابی فقال: مامنعك أن تأکل فقال أنی اصوم ثلاثۃ ایام من کل شہر، قال ان کنت صائما فصم الغر، ای البیض

(سنن النسائی کتاب الصید والذبائح رقم ۴۳۱۰. إرواء الغلیل. ج۴، ص۱۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفی بعض طرقہ عند النسائی

ان کنت صائماً فصم الغر، ای بیض۔ (سنن النسائی کتاب الصیام رقم ۲۴۲۷)

"ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جو بھنا ہوا خرگوش لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بھی کھاؤ، اس نے کہا میں ہر ماہ تین دن روزے رکھتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر تو روزے رکھتا ہے تو سفید دنوں میں یعنی ایام بیض میں رکھا کر"۔

اس حدیث سے واضح باب اور حدیث میں مطابقت قائم ہوگئی کہ باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جو ایام بیض کا ذکر فرمایا ہے یہ سنن النسائی اور ابن حبان کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں واضح ایام بیض کے روزوں کا ذکر ہے یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت معلوم ہوتی ہے۔

امام ابن المنیر رحمہ اللہ نے بھی قریب قریب یہی مناسبت دی ہے۔ دیکھئے (المتواری ص ۱۳۹)

شیخ بدرالدین بن جماعہ قمطراز ہیں کہ:۔

"ترجم بأيام البيض وذكر الثلاثة مطلقاً من كل شهر۔۔۔" (مناسبات تراجم البخاری۔ ص۵۸)

ترجمۃ الباب میں ایام بیض کے الفاظ ہیں اور حدیث میں ہر ماہ تین روزے مطلق ذکر کیے گئے ہیں۔ امام بخاری کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ تین روزے ایام بیض ہی کے ہیں جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے۔

لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب البیوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ النِّسَاءِ

عورتوں سے خرید و فروخت کرنا

"قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِي وَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ. فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ" (صحیح البخاری کتاب البیوع رقم ۲۱۵۵)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ اما بعد لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ (خرید فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جس کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہو گی۔ خواہ سو شرطیں یہ کیوں نہ لگائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی شرط حق اور مضبوط ہے۔ (اور اعتبار بھی اسی کا ہے)

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ عورتوں سے خرید و فروخت کرنا اور دلیل کے طور پر بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ذکر فرمایا ہے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "اشتری و اعتقی" یعنی تم خرید کر آزاد کر دو۔ لازماً جو امی عائشہ سے خریدے گا تو اس کے لیے عورت سے خریدنا درست ٹھہرا پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومطابقة حديث ابن عمر للترجمة في قوله: "سَاوَمَت" فامنا ساومت أهل بريرة، وهو البيع والشراء بين الرجال والنساء" (عمدۃ القاری، ج۸، ص۴۵۸)

"یعنی ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت اس قول سے ہے کہ "قیمت لگا رہی تھیں" (یعنی امی عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قیمت لگا رہی تھیں تاکہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں) پس امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے قیمت لگائی بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں سے اور یہی ہے "البیع والشراء بین الرجال والنساء" کہ مردوں اور عورتوں میں بیع کا ہونا"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

”ترجمۃ الباب سے مناسبت کچھ یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آپ بریرہ کو خرید لیں اور یہ خطاب امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھا۔ بیع میں شراء بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب ان کے مالکوں سے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خریدا۔

(ارشاد الساری. ج۴. ص۲۵۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اورد فیہ حدیث عائشۃ وابن عمر فی قصۃ شراء بریرۃ، وشاھد الترجمۃ قولہ: مابال رجال یشترطون لیست فی کتاب اللہ، لاشعارہ بأن قصۃ المبایعۃ کانت مع رجال۔۔۔“ (فتح الباری. ج۴. ص۳۷۰)

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی کو (ایک مرد سے) خریدا اور آپ علیہ السلام نے اس کو جائز رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اس کو خرید لے اور شاھد ہے اس کے لیے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرائط طے کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں، اس واسطے یہ مشعر ہے اس چیز کے ساتھ کے خرید وفروخت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھی۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

فائدہ نمبر ۱:

مندرجہ بالا حدیث سے امام الفقہاء والمحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی اہم مسائل ثابت فرمائے ہیں، جس کا ذکر مختلف ابواب کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے تھے کہ ولاء کی شرط باطل ہے اور یہ اصول مشہور تھا کہ اہل بریرۃ سے بھی مخفی نہ تھا پھر جب انہوں نے اس شرط کے بطلان کو جاننے کے باوجود اس کی اشتراط پر اصرار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہدید کے طور پر مطلق امر فرمادیا کہ بریرۃ کو خرید لیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ“ (تم جو چاہو عمل کرو،)(فصلت: ۴۰-۴۱) یہ بطور تہدید فرمایا گیا ہے گویا آپ نے فرمایا کہ ان کے لیے ولاء کی شرط لگالو وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس شرط سے ان کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اس مسئلے کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اشارہ سے بھی ہوتی ہے کہ لوگوں کا کیا حال ہے وہ ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت نہیں، پس ایسی جملہ شروط باطل ہیں خواہ وہ ان کو نافذ بھی کیا جائے مگر اسلامی قانون کی رو سے ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔ (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار. ج۵. ص۲۲۶. ۲۲۷)

فائدہ نمبر ۲:

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہیں اور جو علم آپ ﷺ نے دیا کہ "ولاء اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے" اب اگر غور کیا جائے تو یہ شرط جو آپ علیہ السلام نے لگائی ہے یہ شرط قرآن میں نہیں ہے بلکہ حدیث رسول اللہ ﷺ میں ہے لہذا آپ ﷺ کے الفاظ سے بایں طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت میں کتاب اللہ کا اطلاق صرف قرآن مجید پر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کتاب پر ہوتا ہے جو دو گتوں میں "بین الدفتین" ہو بلکہ کتاب اللہ کا اطلاق شریعت کے تمام قوانین پر ہوتا ہے چاہے وہ قرآنی بیان میں ضم ہوں یا وہ حدیثی بیانات ہوں۔ امت مسلمہ میں علم کی کمی بے انتہا ہے اور صحیح حدیث کی معرفت بے انتہا پست ہے ان حالات میں عام و خاص الا ماشاء اللہ کا یہیں عقیدہ اور نظریہ ہے کہ کتاب اللہ کا اطلاق صرف قرآن مجید پر ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس گہرائی اور بصیرت کی نگاہ سے غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ "کتاب اللہ" کا حکم مکمل شریعت پر لگتا ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ دوسری حدیث جس کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری ہی میں کرتے ہیں کہ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے۔ دوسرے نے بھی یہی کہا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ آپ ﷺ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں۔ دیہاتی نے کہا کہ میرا لڑکا اس کے ہاں مزدور تھا۔ پھر اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ قوم نے کہا کہ تمہارے لڑکے کو رجم کیا جائے گا۔ لیکن میں نے اپنے لڑکے کے اس جرم کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دے دی۔ پھر میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے ملک بدر کر دیا جائے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ ہی سے کروں گا۔ باندی اور بکریاں تمہیں واپس لوٹادی جاتی ہیں۔ البتہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے ملک بدر کیا جائے گا اور اے انیس اس عورت کے گھر جاؤ اور اسے رجم کردو (اگر وہ زنا کا اقرار کرلے) چنانچہ انیس گئے اور اسے رجم کر دیا (کیوں کہ اس نے زنا کا اقرار کر لیا تھا)۔

(صحیح البخاری کتاب الصلح رقم ۲۶۹۵)

مذکورہ بالا واقعہ کی طرف نگاہ دوڑانے سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا کہ "بکریاں اور باندی کو لوٹا لیا جائے" یہ حکم پورے قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے اور آپ ﷺ نے حلفیہ طور پر یہ فرمایا تھا کہ میں تم میں ضرور کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کا اطلاق قرآن مجید کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر بھی ہوتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کتاب اللہ سے رسول اللہ ﷺ نے (واللہ اعلم) اللہ کا حکم مراد لیا ہے۔ اگرچہ وہ حکم کتاب اللہ (قرآنِ مجید) میں بالتصریح مذکور نہیں ہے۔ لیکن ہم نے رسول اللہ ﷺ کا حکم کتاب اللہ (قرآنِ مجید) کے ساتھ قبول کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس سے تمہیں منع کرے تو باز آجاؤ۔ لہٰذا جب وہ (رسول اللہ ﷺ کی پیروی) کتاب اللہ کی وجہ سے ہے تو آپ ﷺ کا حکم قبول کرنا بھی واجب ہوا۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ کا ہر فیصلہ جو آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے صادر فرمایا پس وہ کتاب اللہ کے ساتھ ہے، اگرچہ وہ حکم کتاب اللہ (قرآن مجید میں) بالتصریح مذکور نہ ہو۔

(ذم الكلام وأهله للهروى. ج۲. ص۹۱)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں بارہ ماہ کی تعداد کے بارے میں فرمایا کہ " فی کتاب اللہ "(التوبہ۹/۳۶) کہ یہ بارہ مہینوں کی گنتی کتاب اللہ میں موجود ہے۔ حالانکہ مکمل قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں بارہ مہینوں کی گنتی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کی جگہ احادیث رسول ﷺ میں بارہ ماہ اور مزید حرمت ہوالے چار مہینوں کی بھی گنتی اور اسکی ترتیب ہمیں موصول ہوتی ہے۔ مذکورہ آیت سے بھی حدیث کا مبینہ طور پر کتاب اللہ ہونا ثابت ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کہیں اور طرف التفات کرنا محض ہٹ دھرمی ہی ہوگی۔

محمد بن ابو بکر الرازی مسائل رازی میں فرماتے ہیں۔

وانما هو أمر أنزله الله فى كتبه على ألسنة رسله۔ (مسائل الرازى ص ۱۱۴)

"یہ ایک حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل کیا اپنے رسول ﷺ کی زبان پر"۔

یعنی یہ حکم حدیث کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والمراد بكتاب الله اى بحكمه، اذ ليس فى الكتاب ذكر الرجم، وقد جاء الكتاب بمعنى الفرض "

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح. ج۱۷. ص۲۹)

" یہاں پر کتاب اللہ سے مراد (قرآن نہیں ہے بلکہ) اللہ کا حکم مراد ہے جبکہ رجم کا حکم قرآن میں موجود نہیں ہے، اور یقیناً کتاب سے مراد فرض ہے (یعنی رجم کا حکم بھی اللہ کا حکم ہے مگر قرآن میں نہیں ہے سنت میں موجود ہے)"۔

محمد اسمعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بعض آیات قرآن عزیز میں اس طرح مذکورہ ہوئی ہیں کہ قرآن کا مفہوم حدیث کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یہ قرآن کی آواز ہے جو ضرورت حدیث کو ثابت کر رہی ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن مجید ضرورت حدیث کو ثابت فرماتا ہے۔ منکرین حدیث سے مودبانہ استدعا ہے کہ بحیثیت طالب علم قرآن میں اس طریق پر بھی غور کی تکلیف گوارا کریں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ دلوں کو کھول دے اور قوت فہم کو استفادہ کا موقع ملے۔

"إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ.... الاية " (التوبہ۹/۳۶)

"تحقیق گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب اللہ میں جس دن اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ان میں چار مہینے حرام ہیں"۔

ان چار ماہ کا ذکر قرآن میں اجمالاً آیا ہے ان میں لڑائی جھگڑے کی ممانعت فرمائی گئی ہے ان میں ابتداء لڑائی حرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لیکن قرآن میں بارہ مہینوں کے نام مذکورہ ہیں اور نہ چار ماہ کا کوئی تفصیلی ذکر موجود ہے۔ یہ تذکرہ احادیث میں ملتا ہے یا عرب کی تاریخ میں معلوم نہیں ہمارے اہل قرآن کون سا مقدس ذخیرہ قبول فرمائیں گے۔

(حجیت حدیث از محمد اسمعیل سلفی رحمہ اللہ ص ۱۶۷)

قلت: تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ قرآنی بیان سے اور تاریخی حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اہل عرب مہینوں کی گنتی آگے پیچھے کردیتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ!

﴿إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ (التوبة:۳۷)

''مہینوں کا آگے پیچھے کرنا کفر ہے''

لیکن اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنت کے مجموعے کے بارے میں اور اسکی صداقت پر قرآن نے برملا اعلان فرمادیا کہ وہ ہر قسم کی تبدیلی و تغیرات سے محفوظ ہوں گی اور قیامت تک قرآن کی طرح ہدایت کا سرچشمہ رھیں گے، مگر اس کے باوجود تاریخ پر اعتبار کیا جاسکتا ہے لیکن احادیث پر نہیں تعجب ہے ایسی تنگ نظری پر۔

بہت سارے لوگوں کو یہ بھی مغالطہ لگ گیا کہ کتاب کہتے ہی اسی شئی کو جو ضخامت میں ہو کیوں کہ عہد نبوی میں احادیث کو کسی ایک کتاب کی صورت میں مدون نہیں کیا گیا (حالانکہ بعین یہی اعتراض قرآن پر بھی وارد ہوتا ہے) اسی لیے کتاب کا حکم احادیث پر صادر نہیں آتا۔

جب سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اپنا خط بھیجا تو قرآن یوں ارشاد فرماتا ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا إِنِّيٓ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَٰبٌ كَرِيمٌ ۝٢٩﴾ (النمل ۲۸/۲۷)

''یہ میری کتاب (خط) لے جا اور انکی طرف پھینک دے''

پھر جب یہ خط انکو دیا گیا تو بلقیس نے کہا!

﴿يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا إِنِّيٓ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَٰبٌ كَرِيمٌ ۝٢٩﴾ (النمل ۲۹/۲۷)

''اے اہل دربار میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے''

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ ضروری نہیں ہے کہ کسی ضخیم شئی کو ہی کتاب کا نام دیا جائے اسی کتاب کی مزید صراحت سورۃ انعام میں کچھ اس طرح سے ہے۔

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝﴾

(الانعام۶/۷)

''اور اگر ہم اتارتے آپ کی طرف کتاب کو نازل کرتے کاغذ پر پھر یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھوں کر بھی دیکھ لیتے تو جن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے کفر کیا ہے یہی کہتے ہیں کہ یہ صاف جادو ہے"۔

مذکورہ آیت میں بھی "قرطاس" "کاغذ" کو کتاب کہا گیا ہے لہذا منکرین حدیث کا یہ شوشہ کہ وحی ہمیشہ کتاب کی صورت میں نازل ہوتی ہے باطل ٹھہرا۔۔ دراصل کتاب کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کسی چیز کا حکم دیا گیا ہو یا کسی چیز کو فرض کیا گیا ہو یہ تمام اقسام قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث رسول اللہ ﷺ پر بھی وارد ہوتی ہیں۔

عربی زبان کی معرکہ آراء کتاب لسان العرب میں ابن منظور رقمطراز ہیں۔

وقال، كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَيْ فَرَضْنَا، وَمِنْ هٰذَا قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لِرَجُلَيْنِ احْتَكَمَا إِلَيْهِ۔۔۔۔

(لسان العرب ج ۱۲ ص ۲۳)

"یعنی یوں کہا کہ ہم نے ان پر لکھ دیا اس میں یعنی (لکھنے سے مراد) فرض کیا ہم نے اور یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان جب دو شخص فیصلے کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ضرور تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یا اپنے بندے پر اتارا ہے (ابن منظور کہتے ہیں) یہ جو فیصلہ تھا رجم کے بارے میں اور اس کا حکم قرآن میں وارد نہیں۔۔۔۔ اور یہ بھی کیا گیا ہے (کتاب کے معنی) کسی چیز کو فرض کرنا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یا کسی چیز کا حکم جس کو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے بیان کیا گیا ہو۔ (یعنی وہ بھی کتاب یہ کا حکم رکھتی ہے)"۔

ابن منظور کی وضاحت نے واضح کیا کہ ہر وہ شئی کتاب ہے جس میں کسی چیز کا حکم دیا گیا ہو یا کسی چیز کو فرض کیا گیا ہو چاہے وہ قرآن میں لکھا ہوا ہو یا احادیث رسول اللہ ﷺ میں۔

ابن اثیر رحمہ اللہ کتاب اللہ کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں۔

بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ "جو کوئی ایسی شرط عائد کرے جو کتاب اللہ میں نہیں" یعنی وہ حکم کتاب میں نہیں اور نہ ہی موجب پر اسکی قضا ہو کتاب میں، کیوں کہ کتاب اللہ (سے مراد) نبی کریم ﷺ کی اطاعت مراد ہے اور جان لو کہ سنت قرآن کا بیان ہے۔ اور یقیناً نبی کریم ﷺ نے ولاء اسی کو قرار دیا جو آزاد کرے اور یہ ولاء کا حکم قرآن میں مذکورہ نہیں ہے۔ (یعنی حدیث میں ہے اور یہ بھی کتاب اللہ ہے)۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۴ ص ۱۲۸)

امام ابن الاثیر رحمہ اللہ نے بھی واضح فرمایا کہ کتاب سے مراد حکم، فرض کے ہیں اور اسکا اطلاق قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت پر بھی ہوتا ہے۔

شہاب الدین أبو عمرو "القاموس الوافی" میں فرماتے ہیں۔

"کتاب سے مراد مجموعہ، رسائل، کتابیں، قرآن مجید، توراۃ، انجیل۔۔۔۔۔ احکامات اور آپ ﷺ کا فرمان "کہ میں ضرور تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا"۔ (یہ واقعہ عسیف ہے جس کو بخاری نے روایت کیا)۔"

(القاموس الوافی. ص ۹۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہاب الدین ابو عمرو نے بھی کتاب کی وضاحت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا ذکر فرمایا جس میں یہ ہے کہ میں تم دونوں میں کتاب اللہ سے ضرور فیصلہ کروں گا۔ یعنی حدیث بھی کتاب اللہ میں شامل ہے۔

مصباح اللغات میں ہے:

"الکتاب، جس میں لکھا جائے، خط، صحیفہ، فرض، حکم، اندازہ، ہر وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی"۔

(مصباح اللغات ص ۷۲۳)

یہی الفاظ المنجد میں بھی نقل کیے گئے ہیں۔ (دیکھئے المنجد ص ۸۶۰)

یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ایک منکرین حدیث کا سرچشمہ غلام احمد پرویز نے بھی نہ کیا بلکہ وہ بھی اس کا معترف رہا۔ مسٹر پرویز صاحب فرماتے ہیں:

"کتاب کے معنی فیصلہ اور حکم کے بھی آتے ہیں"۔ (لغات القرآن، ص ۱۴۱۴)

حیرت کی بات ہے کہ کتاب کے معنی حکم اور فیصلہ کو آپ پرویز بھی مانتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مکمل اسوہ انسانیت کے لیے نمونہ ہے جو کہ مکمل طریقے سے قرآن مجید میں مذکور نہیں بلکہ اس کے کئی ایک پہلو سنت رسول (احادیث رسول ﷺ) میں اجاگر ہیں۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود بھی اس حقیقت سے انحراف چہ معنی وارد ہے؟

لہذا ان اقتباسات سے واضح ہوا کہ کتاب سے مراد حکم اور فرائض ہیں جس میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ بھی شامل ہے۔ مزید تفصیل کے لیے چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

❶ مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ ایک صحابی طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے صدقہ کے متعلق کچھ لکھنے کی گزارش کی تو آپ ﷺ نے اسکی گزارش کو قبول فرمالیا لہذا ان صحابی کا بیان ہے کہ!

"فَكَتَبَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هٰذَا الْكِتَابَ" (مسند احمد ج ۲ ص ۲۲)

"پس ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ کتاب لکھوائی"

مندرجہ بالا حدیث میں بھی ایک حکم کو لکھوانے پر اسے کتاب کہا گیا ہے لہذا اس حدیث سے واضح ہوا کہ جس میں فرض، احکامات ہوتے ہیں اسے کتاب کہا جاتا ہے۔

❷ موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"عِنْدَنَا كِتَابُ مَعَاذٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ"

(سنن الدارقطنی کتاب الزکوۃ رقم ۱۸۹۸)

"ہمارے پاس معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک کتاب ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے لکھوائی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اس نوشتہ میں صرف صدقہ کے مسائل درج تھے اس کے باوجود اس نوشتہ کو کتاب کا نام دیا گیا کیوں کہ اس میں فرائض واحکامات تھے۔

❸ قال عبد الله بن عكيم اتا نا كتاب النبي ﷺ ان لا تنفعوا من الميتة بإهاب۔ (سنن النسائی کتاب الفرع والعتیرہ رقم ۴۲۴۹، سنن الترمذی کتاب اللباس رقم ۱۷۲۹، صحیح ابن حبان ۱۲۷۸، مسند عبد بن حمید ۴۸۸)

عبداللہ بن عکیم [1] کہتے ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کی کتاب آئی کہ مردے کے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔

مذکورہ حدیث میں بھی صرف ایک حکم لکھا ہوا تھا جس کو راوی نے کتاب کے نام سے تعبیر فرمایا۔

فائدہ نمبر ۳:

اسی باب کے تحت حدیث نمبر "۲۱۵۶" میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ "حسان بن ابی عبّاد" ہیں، جن کے متعلق امام ابن عدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے حسان دو ہیں ایک حسان بن حسان البصری اور دوسرے حسان بن ابی عباد البصری۔ دیکھیے ابن عدی کی کتاب "أسامی من روی عنهم البخاری فی جامعه الصحیح، ص۱۱۷" دراصل یہ وہم ہے جو انہیں ہوا ہے۔ کیونکہ حسان بن حسان بن ابی عباد ہیں۔ علامہ علاء الدین مغلطائی (المتوفی ۷۶۴ھ) نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ حسان ایک ہی ہیں دو نہیں ہیں۔

(دیکھیے اکمال تهذیب الکمال، ج۴، ص۶۱)

ابن عدی رحمہ اللہ نے امام بخاری کے شیوخ حسان بن حسان کو حسان بن ابی عباد سے الگ ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ (یہ دونوں) ایک ہی آدمی ہیں۔

آپ کا مکمل نام "حسان بن حسان البصری" ابو علی بن ابی عباد ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف دو احادیث نقل فرمائی ہیں۔ (هدی الساری الفصل التاسع. ص۵۵۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حسان بن حسان سے دو احادیث روایت نہیں کیا۔ بلکہ آپ سے تقریباً چھ احادیث صحیح بخاری میں روایت کی ہیں۔ علامہ مغلطائی فرماتے ہیں روی عنہ محمد بن اسماعیل ستۃ احادیث، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ سے چھ احادیث روایت کی ہیں۔ تلاش کے بعد الحمد للہ میں نے ان چھ احادیث کو پایا ہے۔ ان سے روایات امام بخاری رحمہ اللہ درج ذیل مقامات پر فرمایا ہے ایک کا ذکر ہم کر چکے ہیں، باقی پانچ احادیث یہ ہیں:

---

[1] عبداللہ بن عکیم صحابی نہ تھے مگر آپ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں ایمان لا چکے تھے لیکن آپ ﷺ سے سماعت نہیں فرمائی امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أدرك زمن النبي ﷺ ولا يعرف له سماع صحيح"۔ (تاریخ الکبیر ۳۶۱۰)
لیکن آپ نے کبار صحابہ سے سماعت فرمائی ہے اور بڑے بڑے مشائخ سے روایت کرتے ہیں، یقیناً انہوں نے یہ کتاب ضرور کسی صحابی سے سنی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (ذخیرۃ العقبیٰ ج۳۳ ص۳۸، ارواء الغلیل ۱/۷۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① کتاب البیوع، رقم الحدیث ۲۱۵۶، باب الشراء والبیع مع النساء

② کتاب الوصایا، رقم الحدیث ۲۷۴۶، باب اذا أومأ المریض برأسه إشارة بینة جازت

③ کتاب المغازی، رقم الحدیث ۴۰۴۸، باب غزوۃ احد

④ کتاب العمرۃ، رقم الحدیث ۱۷۷۸، باب کم اعتمر النبی ﷺ

⑤ کتاب الاستئذان، رقم الحدیث ۶۲۹۶، باب اغلاق الابواب باللیل

بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَةَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ

اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر کے رکھنا بائع کو منع ہے اسی طرح ہر جاندار کے تھن میں

”قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا: إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ“

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، رقم الحدیث: ۲۱۴۸)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”(بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آ کر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں، چاہے تو جانور کو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صاحب کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدل دے دے“۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں یہ اشارہ فرمایا کہ اونٹ، بکری اور گائے کے تھن میں دودھ جمع کر کے رکھنا بائع کو منع ہے اور مزید اضافہ فرمایا کہ ”ہر جاندار کے تھن میں“ لیکن جو حدیث پیش کی ہے وہ اونٹ اور بکری کے الفاظ کے ساتھ کی ہے۔ لہٰذا مناسبت ترجمۃ الباب اور حدیث میں کچھ اس طرح سے ہو گی کہ تھنوں میں دودھ جمع کر کے بیچا ہی اسی لیے جاتا ہے کہ خریدنے والا جانور کو صحت مند محسوس کرے، جب حلال جانور بکری، گائے، اونٹنی وغیرہ کے تھنوں میں دودھ جمع کرنے کی ممانعت ہے حالانکہ وہ حلال ہیں تو پھر کیوں کر دوسرے جاندار کو اس طرح بیچنا حلال ہو سکتا ہے؟ جبکہ تھنوں میں دودھ جمع کر کے فروخت کرنا خریدنے والے کو دھوکے میں ڈالتا ہے۔ یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت قائم ہو گی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

احناف نے مندرجہ بالا حدیث کو قیاس کے خلاف شمار کر کے فقیہ امت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر بہتان لگایا کہ وہ غیر فقیہ تھے۔ حالانکہ اسی حدیث کو امام بخاری صحیح البخاری کتاب البیوع رقم الحدیث ۲۱۴۹ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل فرمایا ہے جو احناف کے نزدیک فقہی مرتبہ پر فائز ہیں۔

دراصل مسئلہ فقاہت اور غیر فقاہت کا نہیں اس مسئلے پر ہم آگے بحث کریں گے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقہی ہیں یا وہ علماء احناف جو اس غلط نظریہ کے ترویج کرتے ہیں۔ اصل بات صرف اتنی ہے کہ یہ حدیث جو حدیث مصراۃ کہلاتی ہے یہ احناف کے مسلک کے خلاف ہے اور اصول کرخی صفحہ ۱۶-۱۵ میں واضح لکھا ہے کہ جو قرآن مجید کی آیت حنفی مذہب کے خلاف ہوں گی وہ منسوخ ہوں گیں اور جو احادیث خلاف ہوں گیں تو وہ تاویل طلب ہوں گی۔

لہٰذا یہ بھونڈا اصول، اصولِ کرخی میں موجود ہے اسی اصول کی پاسداری کرتے ہوئے علمائے احناف نے صحابی کا لحاظ تک نہ کیا۔

اناللہ واناالیہ راجعون

اصول شاشی مع احسن الحواشی میں صاف طور پر لکھا ہے کہ:

"ثم اعلم ان روایة غیر الفقیه انما لایقبل عنه مخالفة القیاس" (اصول شاشی مع احسن الحواشی، ص۷۶)

"یعنی جان لیں کہ غیر فقیہ کی روایت قبول نہ ہوگی جب کہ وہ قیاس کی مخالفت کرے گا"۔

محترم قارئین! اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث کے راوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صرف اس لیے قبول نہیں کیا جا رہا کہ یہ حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے اور مزید یہ کہ مسلک کے دفاع کی وجہ سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر فقیہ قرار دیا گیا ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب؟ حالانکہ مندرجہ بالا حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو صحیح بخاری میں رقم کی گئی ہے اس کے فوراً ہی بعد اس صحابی سے حدیث مصراۃ نقل کی گئی جو احناف کے نزدیک فقیہ ہیں۔ احسن الحواشی میں لکھا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

"انه معروف بالفقه والاجتهاد" (احسن الحواشی، ص۷۶)

"یقیناً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فقہ اور اجتہاد میں معروف ہیں"۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کسی بھی طریقے سے غیر فقیہ نہ تھے اور نہ ہی کسی مسلمان کو یہ زیب دیتا ہے کہ صحابی کو ان القابات سے پکارے۔۔۔ یاد رکھیں قیاس اور اجتہاد اگر نصوص کے خلاف ہوں گے تو وہ ہرگز قبول نہ ہوں گے کیوں کہ قیاس اور اجتہاد نصوص کے تابع ہیں۔ نصوص قیاس اور اجتہاد کے تابع ہرگز نہیں ہیں۔ شریعت میں ایسے ان گنت مسائل ہیں جو بظاہر قیاس و عقل کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخالف نظر آتے ہیں، کیاان تمام احادیث کو احناف چھوڑنے کے لیے تیار ہیں؟

مثلاً: ابن عبد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"رأیت علی بن ابی طالب انه یمسح علی ظهور قدمیه، یقول: لولا أنی رأیت رسول الله ﷺ یمسح ظهورهما، لظننت أن بطونهما أحق" (مسند حمیدی، ج۱، ص۲۶۔ ذم الکلام واهله، ج۲، ص۲۰۵)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے اوپر مسح کرتے اور کہتے کہ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح نہ کرتے دیکھا ہوتا تو میں یہی گمان کرتا کہ اس کے نیچے مسح کرنے کا زیادہ حق ہے"۔

اس حدیث سے واضح قیاس کارد ہوتا ہے کہ لازمی سی بات ہے بظاہر اسی جگہ مسح کیا جائے جس جگہ نجاست کا اندیشہ ہو مگر یہ حدیث واضح قیاس کے خلاف ہے۔ اب کیا احناف امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو فقیہ قرار دیں گے یا غیر فقیہ؟

غور کرنے سے یہ نتیجہ واضح طور پر اخذ ہوتا ہے کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مکمل طور پر قیاس کے مطابق ہے اور مزید یہ ہے کہ ان کی بیان کردہ حدیث کو قیاس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ ٹکسالی سند سے روایت کی گئی ہے اور مرفوع حدیث ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے احناف کارد کرتے ہوئے صاف طور پر لکھا ہے آپ فرماتے ہیں:

"وقد اخذ بظاهر هذا الحدیث جمهور أهل العلم وأفتى به وابن مسعود و ابوهريرة ولا يخالف لهم من الصحابة وقال به من التابعين ومن بعدهم من لا يحصى عدده۔۔۔" (فتح الباری، ج۴، ص۴۵۸)

"اور یقیناً اس حدیث کے ظاہر سے جمہور اور اہل علم نے فتویٰ دیا ہے اور ابن مسعود اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما (سے یہ حدیث وارد ہے) اور نہ ہی کسی صحابی سے ان کی مخالفت ثابت ہے اور نہ ہی تابعین میں اور جو ان کے بعد ہیں (یعنی کسی سے بھی اس حدیث کی مخالفت ثابت نہیں ہے) جن کا شمار کرنا ممکن نہیں"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی صراحت سے بایں طور پر واضح ہوتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی اگر یہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو صحابہ میں کوئی نہ کوئی ضرور ان کی مخالفت کرتا۔ مگر قرائن ودلائل کی روشنی میں ہمیں ایسی کوئی چیز نہیں ملتی نہ ہی صحابہ میں کسی نے ان کی حدیث (حدیث مصراۃ) کو منسوخ سمجھا اور نہ ہی مرجوح اور راجح کا قول نقل کیا۔ یہ تمام بہانے احناف کی قسمت میں آئے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وتعقب بأن حديث المصراة أصح منه باتفاق فكيف يقدم المرجوح على الراجح" (فتح الباری، ج۴، ص۴۵۹)

"تعقب یہ ہے کہ حدیث مصراۃ بالاتفاق بالکل صحیح ترین حدیث ہے۔ پھر کس طرح سے (اور کیوں) مرجوح کو راجح پر مقدم کیا جائے؟"

(یعنی جب حدیث صحیح ہے تو راجح مرجوح کی بحث فضول ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید حافظ ابن حجر احناف کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ومنهم من قال هو خبر واحد لا يفيد الا الظن، وهو مخالف لقياس الاصول المقطوع به فلا يلزم العمل به، وتعقب بأن التوقف فی خبر الواحد انما هو فی مخالفة الأصول لا فی مخالفة قياس الاصول، وهذا الخبر انما خالف قياس الاصول بدليل ان الاصول الكتاب والسنة والاجماع والقياس، والكتاب والسنة فی الحقيقة هما الاصل، والآخران مردودان إليهما، فالسنة اصل والقياس فرع فكيف يرد الاصل بالفرع؟ بل الحديث الصحيح اصل بنفسه فكيف يقال ان الاصل يخالف نفسه“ (فتح الباری، ج۵، ص۳۱۴)

”(جو حدیث مصراۃ کو نہیں مانتے) ان میں سے (یہ بہانا بھی تراشتے ہیں کہ) یہ حدیث خبر واحد ہے اور یہ قیاس اصول کے بھی خلاف ہے پھر کس طرح سے یہ قابل عمل ہوگی؟ بات یہ ہے کہ حدیث مصراۃ اصول کے خلاف ہے (جو احناف کے بنائے ہوئے ہیں) نہ کہ قیاس اصول کے خلاف ہے (جو حقیقتاً اصول ہیں) اور یہ خبر کہ (حدیث مصراۃ قیاس کے خلاف ہے) یہ اصول ہی قیاس اصول کے خلاف ہے کیونکہ اصل اصول تو قرآن و سنت، اجماع اور (جو ان اصولوں کے مطابق اصول میں شمار ہونگیں وہ)۔ (یاد رکھیں) قرآن و حدیث ہی حقیقت میں اصل ہیں اور باقی (تمام اصول) انہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ پس سنت اصل ہے اور قیاس فرع ہے۔ پھر کس طرح سے اصل کو فرع کی طرف لوٹایا جائے؟؟ بس حدیث (مصراۃ) اپنے اعتبار سے بالکل صحیح ہے، پھر یہ کس طرح سے کہا گیا ہے کہ اصل خلاف ہے اپنے ہی (اصول کے)۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ان اقتباسات سے برملا طور یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ حدیث مصراۃ صحیح الاسناد اور ٹکسالی سند سے مروی ہے اس حدیث کو قیاس پر نہیں پرکھا جائے کیونکہ یہ حدیث اس مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

حدیث مصراۃ صرف سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے صحابہ نے بھی اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وفی الباب عن انس و رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

(جامع ترمذی مع التحفة، ج۲، ص۲۴۴، نزهة الالباب فی قول الترمذی وفی الباب، ج۲، ص۱۹۵۲)

”اس باب میں انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی روایت آتی ہے“۔

محدث عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی تخریج ابویعلی الموصلی نے کی ہے اور ”رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی تخریج امام احمد رحمہ اللہ نے باسناد صحیح کی ہے۔ اور اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے جس کی تخریج ابوداؤد و طبرانی نے کی ہے اور عمرو بن عوف المزنی کی حدیث کی تخریج امام بیہقی نے ”الخلافیات“ میں کی ہے جیسا کہ فتح

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الباری میں مذکور ہے۔(تحفة الاحوذی. ج۲. ص۲۴۴)

مزید اس روایت کو امام طبرانی نے بھی نقل فرمایا ہے اپنی مایہ ناز تصنیف "المعجم الکبیر" میں اس حدیث کے ذکر کے بعد علامہ ھیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے رجال ثقات ہیں۔ دیکھیے مجمع الزوائد للھیثمی، ج۴، ص۱۰۸)

امام ذھبی رحمہ اللہ احناف کے رد میں فرماتے ہیں:

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حفظ اور اداء و بیان حدیث میں سب سے فائق تھے۔ انہوں نے حدیث مصراۃ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہی میں روایت فرمائی ہیں۔ پس ہم پر لازم ہے کہ اس پر عمل پیدا ہوں کیونکہ یہ اصل خود ایک اصل ہے"۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی. ج۲. ص۵۱۲)

علامہ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ بیع مصراۃ کی حدیث کا دفاع کرتے ہوئے احناف پر احتجاجاً فرماتے ہیں:

"ان من ردّ حدیث ابی ھریرة رضی اللہ عنہ فی المصراة، المتفق علیه: لانه لم یکن کابن مسعود وغیرہ من فقھاء الصحابة، فلا یؤخذ بما رواہ مخالفاً للقیاس، فقد آذی قائله به نفسه، وفی حکایته غنیّ عن تکلّف الرد علیه، ولا قول لاحد مع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائناً من کان، وأیا کان، ومن کان واذا جاء نھراللہ، بطل نھر معقل، واین القیاس وان کان جلیاً من السنة المطھرة؟ انما یصار الیه عند فقد الاصل من الکتاب والخبر، لامع وجود واحد منھما"

"جس نے مصراۃ کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث کو اس واسطے رد کیا کہ وہ ابن مسعود وغیرہ کی طرح فقہاء صحابہ میں سے نہ تھے، چنانچہ ان سے وہ چیز نہ لی جائے جو قیاس کے خلاف ہو تو اس کے قائل نے خود اپنے آپ کو اذیت میں مبتلا کیا ہے۔ اس کی حکایت اس حدیث کے تکلف رد سے غنی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مقابلے میں کسی کا قول قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ بلا امتیاز اس چیز کے کہ اس کا کہنے والا کون ہے؟ اس نے کیوں اور کہاں کہا ہے؟ ایک مثال ہے کہ "اذا جاء نھراللہ بطل نھر معقل"[1] تو پھر سنت مطھرہ کے مقابلے میں قیاس کیا شئے ہے؟ خواہ وہ کتنا بھی جلی کیوں نہ ہو؟ اس کی طرف تو صرف اس وقت رجوع کیا جائے گا جب کہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی اصل نہ پائی جاتی ہو۔ نہ کہ ان میں سے کسی ایک کے وجود کے ساتھ"۔ (قواعد التحدیث. ص۹۸)

لہٰذا اہل علم نے مکمل طور پر حدیث مصراۃ کا دفاع فرمایا ہے۔ مثلاً

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کئی اعتراضات اور شکوک و شبہات کے جوابات دیے جو حدیث مصراۃ پر اٹھائے جاتے ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ احناف کی یہ سراسر غلطی ہے کہ انہوں نے قیاس کی وجہ سے صریح حدیث کی مخالفت کی۔ احناف نے جو تاویلات پیش کی ہیں کہ یہ حدیث 'ظن' ہے، خبر واحد ہے، قیاس کے خلاف ہے، اصولوں کے خلاف ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ تھے ان تمام شبہات کا رد

---

[1] مجمع الامثال للمیدانی ص۵۸، یعنی جب اللہ کی نہر آگئی تو معقل کی نہر باطل ہوگئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قال أنصار الحدیث: کل ما ذکرتموہ خطأ، والحدیث موافق الاصول الشریعة وقواعدها ولو خالفها لکان أصلاً بنفسه، کما ان غیرہ أصل بنفسه واصول الشرع لا یضرب بعضها ببعض، بل یجب اتباعها کلها ویقر کل منها علی أصله وموضعه فانها کلها من عنداللہ الذی أتقن شرعه وخلقه وما عدا هذا فهوا الخطاء الصریح۔۔۔" (اعلام الموقعین، ج۲، ص۲۲۱، مجموع الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیه، ج۲۰، ص۵۵۶)

ان دلیلوں کے جوابات:

انصار حدیث کہتے ہیں کہ تم نے جو کچھ بیان کیا ہے سب خطا ہے۔ حدیث شرعی اصول اور شرعی قواعد اور عقل سلیم کے مطابق ہے اگر بالفرض وہی ہو جو تم کہتے ہو تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث خود ایک شرعی اصل ہے۔ آخر اصول شرعی تمہارے بنائے ہوئے تو نہیں۔ حدیث و قرآن میں ان کا بیان ہوگا پس یہ حدیث صحیح ہے تو اسی کو اصول ماننا پڑے گا۔ یہ تو محض ناممکن ہے کہ اصول شرعیہ ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔ یہی حال کتاب اللہ میں ہے۔ دونوں چیزیں پوری واجب الاتباع ہیں۔ ہر ایک اصل و فرع اپنی اپنی جگہ حق ہے۔ کسی ایک کو دوسرے سے ٹکرانا حرام محض ہے۔ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ غلطی سے، بھول سے پاک ہے۔ خطا وہ ہے جو قرآن و حدیث کے سوا ہو نہ وہ جو قرآن و حدیث میں ہو۔ اب تم اپنے بیان کردہ غلط اصول و فروع کی تفصیلی تردید سنو۔ اللہ تمہیں توفیق خیر دے۔

پہلی دلیل:

تم نے پہلی وجہ جو بیان کی ہے ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے؟ کہ صرف یہی دو وجہیں کسی چیز کے لوٹانے کا باعث بنتی ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی وجہ نہیں۔ تم واللہ! اس پر کوئی ایک دلیل چھوٹی سے چھوٹی بھی پیش نہیں کر سکتے۔ جب تم عاجز ہو گئے تو اب ہم تمہیں بتلاتے ہیں کہ کسی صفت کے نہ ہونے کے عیب کے سوا اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن سے بیع مردود ہو سکتی ہے۔ مثلاً تبدیلی اور دھوکہ اگر ہو تو چیز واپس کر دی جائے گی گو صفت کم نہ ہو گو چیز میں عیب نہ ہو۔ عیب کی وجہ سے رد کرنے سے زیادہ یہ وجہ رد ہے۔ بیچنے والا کبھی تو اپنی چیز کو اپنے قول سے بیان کرتا ہے کبھی اپنے فعل سے پس اس کے خلاف جو وصف ظاہر ہو وہ یقیناً دھوکے میں اور فریب میں ہے اور تبدیل میں ہے اس لیے گاہک کو اختیار ہے کہ اس برائی کے ظاہر ہونے کے بعد اگر چاہے چیز کو لوٹا دے اور بیع کو فسخ کر دے۔ بالفرض یہ حکم شریعت میں نہ بھی ہوتا تاہم قیاس صحیح کا تقاضا بھی یہی تھا عدل و انصاف کا منشاء بھی یہی تھا۔ خریدار نے اس کی بات پر اطمینان کر کے چیز لی ہے اسے اگر اس کی فریب کاری کا اسی وقت علم ہو جاتا تو یہ ہرگز اسے نہ خریدتا۔ پس تدلیس اور دھوکے کے ساتھ اس بیع کو لازم کر دینا یہ تو خریدار پر ستم ڈھانا ہے جس سے اللہ کا دین یقیناً پاک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کی دلیل لیجیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ سودا لے کر آنے والوں سے جو شخص آگے بڑھ کر کوئی چیز خرید لے حالانکہ نہ اب تک وہ بازار میں پہنچے نہ اب تک انہیں بازار کا بھاؤ معلوم ہوا ہے تو جب وہ یہاں پہنچیں اور بھاؤ تاؤ معلوم کریں اور اس میں انہیں خسارہ نظر آئے تو انہیں اختیار ہے کہ اپنا سودا واپس کر لیں، دیکھیے نہ عیب ہے نہ صفت میں کمی ہے اور واپسی کا حکم ہو رہا ہے، صرف دھوکے فریب اور چال کی وجہ سے، پھر تمہارا یہ قول کہ بیع کے واپس کرنے کی صرف یہی دو وجہیں ہیں کس قدر جھوٹ اور لغو ہے۔

دوسری دلیل:

جو آپ نے بیان فرمائی ہے کہ نفع اس کا ہے جس کی ذمہ داری ہو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ حدیث میں مروی ہے لیکن دودھ روکے ہوئے جانور والی حدیث کا یہ حکم اس حدیث سے بھی زیادہ صحیح ہے تو پھر وجہ کیا کہ ایک حدیث کو مان کر اس سے زیادہ صحت والی حدیث کو نہ مانا جائے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ خراج کا لفظ حدیث میں ہے کہ خراج ذمہ داری پر ہے خراج نام ہے غلہ کا مثلاً غلام جو نفع لائے۔ جانور کا جو کرایہ ملے وغیرہ لیکن لونڈی سے جو اولاد ہو، جانور سے جو دودھ نکلے اس کا نام خراج ہے ہی نہیں۔ پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں کہ تم ایک کو دوسری سے ٹکرانے بیٹھ گئے اور اپنے گھریلو مسئلے کے ثبوت کے لیے کلام رسول ﷺ کی تردید میں لگ گئے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر غلہ پر ہی اس کا قیاس کر نامان لیا جائے تو بھی ہم کہتے ہیں کہ وہ نفع جو بوقت بیع موجود نہ تھا بلکہ بیع ہو چکنے کے بعد خریدار کے قبضے میں آکر یہ نفع ہوا ہے اور وہ چیز جو بوقت بیع موجود تھی جس پر عقد بیع ہوا ہے اسی کا ایک جزو وہ چیز تھی اسے اور اُسے تم نے ایک کیسے کر دیا؟ چوتھا جواب: کون تمہارے کان میں کہہ گیا کہ یہ ایک صاع عوض ہے اس دودھ کا جو خریداری کے بعد پیدا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ عوض ہے اس دودھ کا جو بوقت عقد بیع جانور کے تھن میں موجود تھا۔ پس اسے خریدار کے ذمے ڈالنا ہی عین قیاس ہے۔

تیسری دلیل:

تم نے جو تیسری دلیل بیان کی ہے کہ دودھ کے بدلے دودھ دینا چاہیے تھا اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔اس صورت میں جنسیت اور مثلیت بالکل محال ہے، جو دودھ تھن میں ہے وہ محفوظ ہے جو دودھ نکال لیا گیا وہ غیر محفوظ ہے۔ پس محفوظ چیز کی مثلیت و جنسیت غیر محفوظ چیز کو بتلانا کس قدر عقلمندی ہے؟ اسے تم آپ سمجھ لو بشرطیکہ شریعت کے خلاف عقل کو خرچ کرتے کرتے وہ بالکل معدوم نہ ہو چکی ہو۔ پس اگر شریعت اس محفوظ دودھ کے بدلے یہ غیر محفوظ دودھ دلواتی تو یہ سراسر عدل وانصاف اور عقل و خرد کے خلاف ہوتا اور بائع پر یہ ظلم ہوتا جسے شریعت ناپسند رکھتی ہے۔ کاش کہ یہ عقل کے کچے اسے بھی سوچتے کہ بوقت عقد جو دودھ تھا اور جو لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا اس کا صحیح اندازہ دودھ نکالنے کے بعد کیسے ہو سکتا ہے؟ جب نہیں ہو سکتا تو پھر یہ کہنا صرف ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر تیر اندازی کرنا ہے کہ اس کے برابر دودھ دے دے۔ برابری ناممکن ہے اور کمی بیشی سود میں داخل ہے کیونکہ برابری قائم نہیں رہ سکتی۔ اب اگر یہ کہا جاتا کہ اس دودھ کا اندازہ کر لیا جائے تو پھر مصیبت اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ کچھ اندازہ لگاتا اور وہ کچھ اور ہی لگاتا۔ دن رات مسلمانوں میں جوتی پیزار ہوتی رہتی۔ شارع علیہ السلام کے حکم کے قربان جائیں رُواں رُواں ان پر فدا ہو جنھوں نے یہ سب جھگڑے مٹانے کے لیے ایک قانون مقرر کر دیا کہ نہ یہ کچھ بول سکے نہ وہ۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ دودھ کے بدلے کھجوریں دلوانے میں بھی ایک خاص حکمت ہے۔ اہل مدینہ کی خوراک جیسے دودھ تھا ویسے ہی کھجوریں بھی تھیں۔ پس ایک کو دوسرے کے بدلے دلوا دیا۔ یہ وجہ بھی ہے کہ جیسے دودھ ناپ کی چیز ہے کھجوریں بھی ناپ کی چیز ہیں۔ شارع علیہ السلام کی حکمتوں کو ہماری عقلیں کہاں پا سکتی ہیں؟ اگر تم غور کرو تو دیکھو گے کہ اگر اناج دلوایا جاتا تو اس میں بھی بائع پر ایک مشقت تھی، کہاں اسے صاف کرتا، جب پسواتا کب روٹی پکتی کب کھائی جاتی۔ پس شریعت نے کھجوریں مقرر کیں کہ جیسے دودھ بلا مشقت پی لیا جاتا ہے کھجوریں بھی بلا تکلیف کھالی جاتی ہیں۔ پس دودھ سے قریب تر یہی چیز ہے۔ اس پر اگر ان میں سے کوئی بول اٹھے کہ اچھا صاحب اگر کسی جگہ کھجور وہاں کے لوگوں کی خوراک میں داخل نہ ہو تو؟ ہم کہتے ہیں گو بعض کے نزدیک کھجوریں ہی ضروری ہیں، لیکن بعض کا فتویٰ ہے کہ نہیں وہاں والوں کی جو خوراک ہو وہ دے دے تاکہ مقصود کا حل بآسانی ہو جائے جیسے کہ حضور ﷺ نے فطرے میں پانچ قسم کے اناجوں کا نام لے دیا کہ ہر جگہ والے اپنے ہاں کی خوراک دے سکیں۔ شریعت کے اصول و قواعد سے ملتی چیز یہی ہے اور یہ کوئی انوکھی تخصیص بھی نہیں، نہ بے دلیل ہے پس اعتراض کوئی چیز نہ رہا۔ ان کا پانچواں اعتراض ضمنی تھا جس کے جواباتِ ضمنی بھی گزر چکے۔ فالحمد للہ!

ان دلائل کے جوابات:

ابن القیم رحمہ اللہ نے احناف کے مذموم اصول کے خلاف اعلام الموقعین میں کئی ایک دلائل دیے اور ان کے بے سرا پا اور بے جوڑ اصولوں کو تار عنکوب سے بھی زیادہ کمزور گردانا ہے۔ دراصل احادیث صحیحہ صریحہ کے رد کے خلاف جتنے بھی یہ اصول ہیں یہ سب کے سب تعصب اور حسد کی وجہ سے فروغ پائے ہیں اور ان جعلی اصولوں کی داغ بیل ڈالی گئی ہے۔ ورنہ ان نے اصولوں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

محترم عبدالقادر حبیب اللہ السندی حفظہ اللہ (تنزیل المدینة النبویة الشہیفة) اپنی کتاب ''دفاع عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ'' میں رقمطراز ہیں:

''قلت هكذا رد حافظ علی الحنفية فی رد حديث ابی هريرة المرفوع وأثر ابن مسعود ولموقوف عليه ولم يكن القياس الجلی أو الخفی عند ابن مسعود ولا عند الصحابة جميعاً وانما هو اصطلاح جديد قال به من قال من

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اصحاب الرأی متاثرین بما جاءهم من منطق الیونان، وفلسفهم الطاغیة المادیة" (دفاع عن ابی هریرۃ، ص ۱۰۲)

"میں کہتا ہوں (حبیب اللہ) اسی طرح سے حافظ رحمہ اللہ نے احناف کا رد کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کے ذریعے جو ان تک موقوف ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک قیاس جلی اور قیاس خفی کی کوئی حیثیت نہ تھی اور نہ دیگر صحابہ کے نزدیک۔ دراصل یہ اصطلاح (جس کے ذریعے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث رد کی جا رہی ہے) یہ نئی اصطلاح ہے جو کہ اصحاب رائے کی ایجاد ہے جو کہ یونانی فلسفہ اور مادی طواغیت سے متاثر ہو کر بنائی گئی ہے۔۔۔"

اس مسئلے میں کوئی تردد نہیں ہے کہ یہ تمام اصطلاحات ظن کی بحث، اخبار احاد سے استدلال کا اخذ نہ کرنا، راوی کا فقیہ ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب احناف اور متاخرین متعصب کی ایجاد کردہ ہیں، جن کی سلف سے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ باقی رہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقاہت کے بارے میں تو اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کئی ایک علماء نے ان کے مسائل سے شدید اختلاف کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵ھ) نے اپنی کتاب "المصنف" میں ایک سو چوبیس مسائل کا ذکر کیا ہے جس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو حدیث کے خلاف ثابت فرمایا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقام اپنی جگہ مگر علم، زھد، تقوی، ورع میں ہرگز وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت آپ کا حافظہ یہ روشن چاند کے مانند ہے یہ وہی صحابی ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی جس کا ذکر امام حاکم نے المستدرک حاکم میں فرمایا ہے۔

لہٰذا صحابی رسول کے لیے اپنی زبان کو دستِ درازی سے بچانا چاہیے۔ شریعت کا کوئی مسئلہ اگر آپ کی سوچ اور سمجھ سے بالا تر ہو تو اسے رد کرنے کی جگہ یا اس کی تاویل دینے کے بجائے اپنی سوچ کو اس کے تابع کر دینا چاہیے۔ یہ تو حدیث مصراۃ ہے اگر احناف کے ان مسائل کا ہم ذکر کریں جو کہ کسی بھی طریقے سے عقل سلیم کے مطابق نہیں اور نہ ہی کسی شرعی تقاضوں کے مطابق ہے تو پھر ہم سے شکوہ کیا جائے گا اور اس کے دفاع کے لیے ایسے حیلوں اور بہانوں کا سہارہ لیا جائے گا جس کا نہ سر ہو گا اور نہ ہی پیر۔ لیکن پھر بھی ایسے مسائل ذکر کرنے والے فقیہ ہوں گے۔۔۔۔

علامہ برجندی مشہور قاضی خان کے متعلق سیدنا انور شاہ کی رائے یہ ہے:

"ان کا مقام صاحب ھدایہ سے بھی اونچا ہے"۔ (فیض الباری: ۱/۱۸۶)

اب ذرا قاضی خاں صاحب کی فقاہت اور دینی خدمت دیکھیے۔

"رجل قال لا مرأته ان لم یکن فرجی أحسن من فرجك فأنتِ طالق، وقالت المرأۃ ان لم یکن فرجی احسن من فرجك فجاریتی حرۃ، قال للشیخ الامام أبوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ ان کان قائمین عند المقالة برّت المرأۃ، وحنث الزوج وان کانا قاعدین بر الزوج وحنثت المرأۃ لأن فرجها حالة القیام احسن من فرج الزوج والامر علی العکس حالة القعود" (قاضی خان: ۱/۴۲۱، باب التعلیق)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم غور فرمائیں اس مسئلے میں قاضی خاں صاحب کی کونسی فقاہت دکھلائی دیتی ہے کیا یہ دینی مسائل کا حل ہے یا پھر اسلام کو بازیچہ اطفال بنانے کی جستجو؟

مزید سنیے:

”رجل تزوج امرأة وطلقها من ساعة فجاءت بولد على تمام ستة أشهر من وقت النكاح كان الولد ولده عندنا خلفاً لزفر“ (قاضی خان: ۳۱۵/۱)

حنفی علماء ان مسائل کو کھینچ تان کر ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ مگر حقیقت پسند مزاج اور منصف سوچ کا حامل ان معاذیر سے ہر گز مطمئن نہیں ہوگا۔

ایسے ان گنت مسائل ہیں اوراق اجازت نہیں دیتے ورنہ ہم ان مسائل کا ذکر یہاں کرتے۔ راوی کے فقیہ ہونے کی شرط کو قاضی عیسیٰ ابن ابان نے اچھالا ہے اور اس تیز ترین چھری سے صحابہ کی مرویات کو بھی ذبح کر دیا گیا اور ان کے یہ اصول احادیث کے لیے مستقل خطرہ بن گئے۔ اس قسم کے خطرات کو پیدا کرنے والے اور اس آگ کو ہوا دینے والے 'بشر مریسی ۳۲۸ھ، قاضی عیسیٰ بن ابان ۲۲۱ھ، قاضی بشر بن ولید کندی ہیں۔ بشر مریسی وہی شخص ہے جنھوں نے مامون کے دربار میں شیخ عبدالعزیز کنانی سے خلق قرآن پر مناظرہ کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ان کے بارے میں انکشاف فرماتے ہیں جو کہ تعجب کے لائق ہے:

”اخبرت عن يحيىٰ بن ايوب قال كنت اسمع الناس يتكلمون في المريسي فكرهت ان أقدم عليه حتى اسمع كلامه لأقول فيه بعلم فأتيته فاذا هو يكثر الصلاة على عيسىٰ بن مريم عليهما السلام فقلت له انك تكثر الصلاة على عيسىٰ عليه السلام۔ فأهل ذالك هو ولا أراك تصلي على نبينا ونبينا افضل منه؟ فقال لى ذالك كان مشغولاً بالمرأة والمشط والنساء“ (كتاب السنة، ج۱، ص۲۰)

”یحییٰ بن ایوب فرماتے ہیں یہ لوگ بشر مریسی کے متعلق باتیں کرتے تھے۔ میں نے ذاتی علم کے بغیر کوئی اقدام مناسب نہ سمجھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سیدنا مسیح علیہ السلام پر بہت درود پڑھتا تھا۔ میں نے کہا یقیناً سیدنا مسیح علیہ السلام درود کے اہل ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ ان سے زیادہ افضل ہیں۔ اس نے کہا وہ شیشہ، کنگھی اور عورتوں میں ہی مشغول رہتے تھے“۔

اندازہ کیجیے اس قسم کے عقائد اور نظریات کے آدمی کو کیا کہا جائے گا؟ کیا یہ زندیقیت نہیں ہے؟ اس کے زندیق ہونے کے بارے میں ”الفوائد البهية، صفحہ ۲۶، الجواهر المضيئة، ج۱، ص ۱۶۴“ میں بھی موجود ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بشر بن غياث المريسي مبتدع ضال لا ينبغي أن يروى عنه تفقه على أبي يوسف فبرع وأتقن علم الكلام ثم جرد القول بخلق القرآن وقال قتيبة بشر المريسي كافر“ (ميزان الاعتدال، ج۱، ص۱۵۰)

”یعنی بشر مریسی بدعتی گمراہ ہے، اس سے روایت درست نہیں۔ امام ابو یوسف سے فقہ پڑھی۔ مہارت کے بعد خلق

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا قائل ہو گیا، اور قتیبہ نے کہا کہ مریسی کافر ہے"۔

محترم قارئین! اندازہ لگائیے، راوی کے فقیہ ہونے کی شرط جن بزرگوں نے لگائی ہے ان کی فقاہت کا حال کیا ہے۔ جو خود زندیق ہو، اس کے اصول کیونکر حجت ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود احناف کے نزدیک یہ لوگ معتبر ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے امام صاحب کا مسلک مضبوط ہو رہا ہے۔

حافظ ذھبی رحمہ اللہ ایک عبرتناک واقعہ رقم فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ ہم جامع منصور میں بیٹھے تھے کہ خراسان کا ایک حنفی نوجوان آیا اور اس نے مصراۃ (دودھ روکا ہوا جانور جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں) کے بارے میں سوال کیا۔ جواب دینے والے نے جواب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مصراۃ کے بارے میں حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اسے جواب دیا تو حنفی نوجوان کہنے لگا ابو ہریرہ کی حدیث تو مقبول نہیں ہوتی۔ قاضی ابو طیب کہنے لگے ابھی وہ اپنی بات مکمل کر نہیں پایا کہ مسجد کی چھت سے ایک بڑا سانپ گرا جسے دیکھ کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، تو لوگوں نے اسے کہا کہ توبہ کرو، توبہ کرو۔ چنانچہ اس نوجوان نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں، تو سانپ غائب ہو گیا اور اس کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آیا"۔

(تاریخ الاسلام للذھبی، ج ۴، ص ۳۵۴، سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۶۱۹)

حافظ ذھبی رحمہ اللہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد اس کی صحت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اسنادھا أئمة"

"یعنی سند کے تمام رواۃ امام ہیں"۔

مذکورہ بالا واقعہ میں کئی نصیحت کے پہلو ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہتے ہیں انہیں اس واقعہ سے نصیحت کو حاصل کرنا چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ تھے اور آپ کی منزلت اور شان رفعت والی تھی۔ آپ کا مقام بلند تھا، آپ احادیث مبارک کے بیان کرنے میں مکمل احتیاط اور صدق سے کام لیتے ہیں۔ متاخرین نے جو بھی باطل شرائط عائد کی ہیں صاحب دراسات اللبیب نے بڑے احسن انداز سے مختصراً ان شرائط کی گرفت فرمائی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

1. فقہ راوی کو تحمل اور صدق روایت میں کوئی اثر نہیں۔
2. صحابہ میں یہ امکان ہی نہیں کہ روایت بالمعنی میں ایسی غلطی کریں جس سے حدیث کا مقصود فوت ہو جائے۔
3. جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ضبط کرنے کی کوشش فرماتے ہیں وہ کیونکر معنی ادا کرنے میں غلطی کریں؟
4. وہ لوگ اہل زبان تھے ان سے ادائے معنی میں غلطی کا احتمال کہاں ہو سکتا ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسا دانشمند آدمی جس کی طرف بوقت ضرورت تبادلہ ایسے فقہاء صحابہ رجوع فرماتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❺ نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں حفظ کے لیے دعا فرمائی تھی جس کا اثر یہ ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس کے بعد نسیان نہیں ہوا۔

❻ جو لوگ صحیحین کے رجال کے خصائص کو جانتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ ان میں ادنیٰ اور معمولی آدمی بھی نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی غلط تعبیر نہیں کر سکتا۔

❼ آخر میں صاحب دراسات اللبیب فرماتے ہیں:

"ولهذا قال شيخ الحنفية صاحب الكشف والتحقيق في التحقيق: ولم ينقل عن أحد من السلف اشتراط الفقه من الراوي فثبت انه قول مستحدث بمثل هذا لا ينسب الى ابي حنيفة رحمه الله" (دراسات اللبیب، ص ۲۱۶-۲۱۵)

شیخ ابن ہمام جو احناف میں محقق ہیں اور صاحب کشف اور کرامات بھی ہیں، فرماتے ہیں فقہ راوی کی شرط ائمہ سلف میں کسی سے بھی منقول نہیں۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ من گھڑت اصول ہے ایسی بات امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

درحقیقت فقہ راوی کی شرائط یہ بعد کے لوگوں نے ایجاد کی ہیں۔ متقدمین میں اس کا کوئی نشان تک نہ تھا۔

مزید جب ہم غور کرتے ہیں اور تحقیق کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ "حدیث مصراۃ" ہر اعتبار سے محقق ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے تم میں بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طریقے سے ادا کرے۔ اب اگر کسی نے دودھ والا جانور خریدا اور اسے واپس کر دے تو جو دودھ اس نے استعمال کیا اس کی جگہ ایک صاع کھجور دے دے۔

اگر غور کیا جائے تو یہاں پر دودھ کی جگہ کھجوریں اس لیے دی جا رہی ہیں دودھ جو استعمال ہوا اچھے طریقے سے اس کے عوض کی ادائیگی ہو جائے۔ کیونکہ دودھ سے زیادہ کھجوروں میں انسانی جسم کے فوائد ہیں۔

دودھ اور کھجور کے فوائد جدید تحقیقات کی روشنی میں:

دودھ کے چھ فوائد ہیں جسے میڈیکل سائنس نے پروف کیا:

Vitamine:	A
V	D
V	E
V	K
V	B
V	C

1) Glowing Skin.
2) Heathing Bones and teeth
3) Muscles

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4) Weight loss
5) Less stress
6) Healthy Body

یہ چھ فوائد دودھ کے ہیں، اب کھجور کے فوائد دیکھیے۔

کھجوروں کے استعمال سے صحت کے فوائد:

❶ کھجور کولیسٹرول سے آزاد ہیں اور بہت کم چربی پر مشتمل ہے۔ کھجور وٹامن اور معدنیات سے مالا مال ہیں۔

❷ وہ مالا مال ہے پروٹین، غذائی ریشہ اور بی 1، بی 2، بی 3 اور بی 5 کی دولت کے ساتھ ساتھ وٹامن اے 1 اور سی سے بھی۔

❸ یہ عمل انہضام کے نظام کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے۔ جیسا کہ یہ انتہائی گھلنے والے اور نہ گھلنے والے ریشہ اور امینوایسڈ مختلف قسم پر مشتمل ہے۔

❹ کھجوریں بہترین توانائی کا ذخیرہ ہے کیونکہ یہ مشتمل ہے قدرتی شکر، گلوکوس، سکروس اور فرکٹوز۔ کھجوریں کیلوری میں بہت کم ہیں اور صحت کے لیے انتہائی موزوں ہیں۔

❺ تواریخ پوٹاشیم سے بھرپور ہیں اور سوڈیم میں کم۔ یہ ایک صحت مند اعصابی نظام کو منظم میں مدد کرتا ہے۔ تحقیق سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ پوٹاشیم کی ایک خاص حد تک مقدار فالج کے خطرے کو کم کر سکتی ہے۔ کھجوریں ایل ڈی ایل کولیسٹرول کی مقدار کو کم کرنے میں مدد بھی کرتی ہے۔

❻ کھجوریں اعلیٰ آئرن مواد ہے اور انیمیا کے علاج میں بہت مفید ہیں۔ مریض بہت سی کھجوریں کھا سکتے ہیں اچھی صحت کے لیے۔ کھجوروں میں فلورین ہوتا ہے جو دانتوں کے گرنے کے عمل کو آہستہ کر دیتا ہے۔

❼ یہ قبض میں مبتلا لوگوں کی بھی مدد کرتی ہے۔ رات میں کھجور بھگودیں اور اس کو پانی کے ساتھ لینا بہت سے فائدے بڑھا دیتا ہے۔

❽ یہ کسی کی جنسی صلاحیت کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے۔ ایک مٹھی کھجور رات کو بکری کے دودھ میں بھگودیں اور صبح ان کھجوروں کو پیس لیں دودھ میں اور اس میں شہد اور الائچی پاؤڈر ملا کے پی جائیں۔

❾ کھجوریں مدد کرتی ہیں وزن بڑھانے میں اور فائدہ مند ہے ان لوگوں کے لیے جو بہت زیادہ دبلے پن کا شکار ہیں۔

❿ پیٹ کے کینسر کا علاج۔ بہترین چیز یہ ہے کہ اس کا کوئی برا اثر نہیں ہوتا جسم پر اور یہ مکمل قدرتی ہے جو کہ ادویات سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ یہ نظر بڑھانے میں بھی مدد دیتی ہے اور رات کے اندھے پن کو کم کرنے میں بھی۔

مزید اگر ہم تحقیق کرتے ہیں تو برلن یونیورسٹی کے شعبہ فارمالوجی کے ڈاکٹروں نے کھجوروں کے استعمال پر طویل تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر روزانہ حاملہ خواتین کو کھجوریں استعمال کروائی جائیں تو اس کا اثر حاملہ کے تمام اعضاء پر مثبت پڑے گا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہی بچے کو تقویت پہنچتی ہے۔ جو خواتین حمل کے دوران کھجور کا استعمال کریں گی ان کے حمل کی پیچیدگیاں ختم ہو جائیں گی اور وضع حمل کے خطرات کم ہو جائیں گے۔ (Science and our world)

بقائی میڈیکل یونیورسٹی کی ڈاکٹر شیریں اعجاز نے صحافیوں کو بتایا کہ انہوں نے اسّی (۸۰) ماؤں کو کھجور کھلانے کا تجربہ کیا، جس کے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔ بقائی میڈیکل کی ٹیم روزانہ انہیں گھر گھر جا کر سات کھجوریں کھلاتی ہے انہوں نے بتایا کہ اس تجربے کو کھجور پروجیکٹ کا نام دیا گیا ہے۔ پیدائش ہوئی تو وہ وزن کے لحاظ سے پہلے بچے سے ۸ کے جی زیادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ کھجور کھانے والی ماں کا بچہ ۴۰ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد فشار خون اور ذیابطیس سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۰۰ گرام کھجور میں پائے جانے والی غذائی اجزاء پر تحقیق:

غذائی اجزاء	مقدار	غذائی اجزاء	مقدار
حرارے	۳۱۹	کیلشیئم	۱۵ ملی گرام
لحمیات	۹،۳ گرام	فاسفورس	۳۰ ملی گرام
چکنائی	۰۸ گرام	لوہا	۱،۳ ملی گرام
نشاستہ دار اجزاء	۲،۳۸ گرام	تھایامین	۰،۰۷ ملی گرام
ریشہ	۱،۷ گرام	ربوفلیوین	۰،۰۵ ملی گرام
راکھ	۱،۱ گرام	نائیاسین	۶،۰ ملی گرام
وٹامن سی	۶ ملی گرام		

(سنت نبوی ﷺ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں، ج ۳، ص ۲۸۱)

الحمدللہ ان تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حدیث مصراۃ بالکل صحیح ہے اور صحابی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اعلیٰ قسم کے فقیہ ہیں ہم احادیث کی روشنی میں ہر اس اصول کو کچل دیں گے جو صحابی رسول پر افترا کرنے اور حدیث رسول ﷺ کے رد کرنے کے لیے ایجاد ہوا۔ ان شاءاللہ

محترم قارئین! ہم نے اپنی تحریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث مصراۃ ہر اعتبار سے ٹکسالی ہے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان آجائے تو ہمیں بغیر کسی قیل و قال کے اسے تسلیم کرنا چاہیے اسی میں اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضا اور آخرت کی کامیابی کا راز ہے۔

حدیث مصراۃ پر مزید معلومات کے لیے ان کتب کی طرف مراجعت فرمائیں:

سیر اعلام النبلاء، ج۲، ص۶۱۹.	فتح الباری، ج۴، س۳۶۱-۳۶۰
عون المعبود، ج۳، ص۲۸۴	تحفة الاحوذی، ج۲، ص۲۲۴-۲۲۵
مصنف عبدالرزاق، ج۷، ص۲۵۳	اعلام الموقعین، ج۲، ص۲۸۴
کتاب الام للشافعی، ج۷، ص۱۶۲	شرح نووی، ج۲، ص۵
کنز العمال للهندی، رقم۹۹۷۶	المحلی لابن حزم، ج۹، ص۶۷
المغنی لابن قدامة، ج۳۳، ص۱۳۵	مختصر المزنی، ج۲، ص۱۸۴
حجة الله البالغة، ج۲، ص۱۱۱	التعلیقات السلفیة علی النسائی، ج۲، ص۲۰۰

اتحاف السامع للشیخ ابی الحارث نادر بن سعید بن مبارك

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب المناسک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورۃ مائدہ میں)

﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (المائدۃ:۹۷)

"اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت والا گھر اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا اور اس طرح حرمت والے مہینے کو بنایا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان: اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے"۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یخرب الکعبۃ ذو السویقتین من الحبشۃ۔ (صحیح البخاری کتاب المناسک رقم الحدیث ۱۵۹۱)

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کردے گا"

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ [ص:۱۴۹]، فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ" (صحیح بخاری. کتاب المناسک. رقم الحدیث ۱۵۹۲)

"امی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے قبل مسلمان عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، عاشورا ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان (کے روزے) فرض کر دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا" اب جس کا جی چاہے عاشورا کا روزہ رکھے جس کا جی چاہے چھوڑ دے"

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ آیت مبارکہ میں بیت اللہ کو امن کی جگہ قرار دیا ہے،اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک مسلمان بیت اللہ کو آباد رکھیں گے تو وہ انکے واسطے امن کی جگہ ہوگی اور جب دنیا سے ایمان والے رخصت ہو جائیں گے اور زمین پر ایک بھی سجدہ کرنے والا نہ ہوگا تو کعبہ کو پتلی پنڈلیوں والا حبشی ڈھادیگا۔ یہ حدیث قرب قیامت کی عین نشانی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد (قرآن پاک کی آیت میں لفظ) قیاما سے قواما ہے۔یعنی جب تک کعبہ موجود رہے گا تب تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین قائم رہے گا۔ یہی نکتہ ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو لانے میں کہ اخیر زمانے میں کعبہ خراب ہو جائے گا اور حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہمیشہ لوگ دین پر قائم رہے گے جب تک کہ کعبہ کا حج کرتے رہیں گے اور قبلے کی طرف منہ کرتے رہیں گے"

مزید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واجیب بأن ذالك محمول علی أنه يقع في اخر الزمان قرب قيام الساعة حيث لا يبقى في الارض احد يقول الله الله كما ثبت في صحيح مسلم "لا تقوم الساعة حتى يقال في الارض الله الله" (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۹)

"یہ حدیث قرب قیامت آخری زمانے پر محمول ہے جس وقت ایک شخص بھی زمین پر اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ ہوگا"۔

جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا باقی ہوگا۔

امام کرمانی رحمہ اللہ نے بھی یہی توجیہ دی ہے کہ یہ قرب قیامت کا مسئلہ ہے جب دنیا بگڑ جائے گی۔ دیکھئے (الکواکب الدراری ج ۸ ص ۹۰)

اب یہاں یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرب قیامت میں یہ حادثہ واقع ہوگا تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے ہوگا یا ان کی وفات کے بعد۔ محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اختلفوا فيه هل هو في زمن عيسىٰ أو عند قيام الساعة حين لا يبقى أحد يقول: الله الله؟"

(الابواب والتراجم۔ ج ۲۔ ص ۳۲۸)

"اس پیشن گوئی میں اختلاف ہے کہ کیا یہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا یا پھر قیامت کے قیام کے وقت جب کہ زمین پر کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا؟"

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان خرابه يكون بعد رفع القرآن من الصدور والمصاحف، وذالك بعد موت عيسى عليه السلام وهو صحيح۔

(ذخیرۃ العقبیٰ ج ۲۵ ص ۱۶۸، فتح الباری ج ۳ ص ۲۵۹)

یعنی یہ خرابی اس وقت واقع ہوگی جب لوگوں کے سینوں سے قرآن اور مصحف کو اٹھالیا جائے گا اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا اور یہ صحیح ہے۔

یعنی بیت اللہ میں امن اس وقت تک قائم رہے گا جب تک ایمان والے سرزمین پر باقی رہیں گے ان کے بعد زمین سے امن اٹھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیا جائے گا اور حبشی بیت اللہ کو ڈھادے گا۔

دوسری حدیث جو امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کی ترجمۃ الباب سے مناسبت کچھ اس طرح سے ہوگی کہ حدیث میں عاشورا کے دن کعبہ پر پردہ ڈالنے کا ذکر موجود ہے، جس سے کعبہ کی عظمت ثابت ہوئی ہے جو کہ ترجمۃ الباب کا اصل مقصد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فانه يفيد أن الجاهلية كانوا يعظمون الكعبة قديماً بالستور ويقومون بها" (فتح الباری. ج۴. ص۲۹۱)

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جاہلیت کے ایام میں لوگ ہمیشہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے کہ اس پر غلاف پہناتے تھے اور اس کا ادب کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سال عاشوراء کے دن اس کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔ پس یہیں سے مطابق ہے حدیث اور ترجمۃ الباب کی۔

ابن المنیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

"انما ادخل خبر ذی السویقتین تحت الترجمة بالاية ليبيّن ان الامر المذكور مخصوص بالزمن الذی شاء الله فيه الامان، واذا شاء رفعه عند خروج ذی السويقتين ثم شاء اعادہ بعد" (المتواری. ص۱۴۳)

"پتلی پنڈلیوں والی کی حدیث کا تعلق ترجمۃ الباب کی آیت سے اس امر کو واضح کرتی ہے کہ (جب پتلی پنڈلیوں والا کعبہ کو ڈھادے گا) تو وہ زمانہ مخصوص ہوگا (یعنی قرب قیامت کے وقت) جس میں اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ اس میں امان ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو امن کو اٹھالے گا اور جب چاہے گا واپس لوٹادے گا (امن کو)"۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

ایک شدید اشکال وارد ہوتا ہے حدیث پر کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ (العنکبوت ٦٧)

"کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنائی ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرم کو امن کی جگہ قرار دی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس جگہ کو کوئی ڈھادے؟

اس کے جواب کے لیے ہم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری کی طرف مراجعت کرتے ہیں جس میں آپ نے بہت عمدہ طریقے سے اس اشکال کا جواب دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ولأن الله حبس عن مكة الفيل ولم يمكن أصحابه من تخريب الكعبة ولم تكن اذا ذاك قبلة، فكيف يسلط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علیها الحبشة بعد ان صارت قبلة للمسلمین؟ وأجیب بأن ذالك محمول علی انه یقع فی اخر الزمان قرب قیام الساعة حیث لایبقی فی الارض الله الله ولهذا وقع قبل ذالك فیه من القتال وغزو أهل الشام له فی ذمن یزید بن معاویة ثم من بعده فی وقائع کثیرة من أعظمها وقعة القرامطة بعد الثلاثمائة فقتلو من المسلمین فی المطاف من لایحصی کثرة وقلعوا الحجر الاسود فحولوه إلی بلادهم ثم أعادوه بعد مدة طویلة، ثم غزی مرارً بعد ذالك کل ذالك لایعارض قوله تعالی'' أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا '' لأن ذالك انما وقع بأیدی المسلمین فهو مطابق لقولهﷺ'' ولن یستحل هذا البیت الا اهله'' فوقع ما اخبربه النبیﷺ وهو من علامات نبوته، ولیس فی الآیة مایدل علی استمرار الامن المذکور فیها۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۹)

''یعنی اللہ تعالی نے ہاتھی والوں کو مکہ سے روکا اور کعبے کو ڈھانے کی قدرت نہ رکھ سکے اور پہلے کبھی بھی آج تک ایسا نہیں ہوا پھر حبشہ کعبہ پر کس طرح غالب آجائیں گے بعد اس کے کہ اس پر مسلمانوں کا قبلہ ہو چکا ہے؟ سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ محمول ہے اخیر زمانے پر کہ یہ معاملہ قرب قیامت واقع ہوگا جب کہ زمین پر کوئی اللہ تعالی کا نام لینے والا نہ ہوگا۔ اور اس سے قبل بھی (بیت اللہ) میں کئی بار لڑائیاں ہو چکی ہیں سب سے بڑی لڑائی قرامطہ کی ہے جو تین سو ہجری کے بعد واقع ہوئیں کہ قرامطہ کعبے پر چڑھ آئے اور طواف کی جگہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا جس کا کوئی شمار نہیں اور حجر اسود کو اٹھا کر اپنے ملک میں لے گئے پھر عرصے طویل کے بعد اسکو دوبارہ نصب کیا گیا پھر اس کے بعد بھی کعبہ میں کئی بار لڑائیاں ہوئیں اور یہ سب اس آیت کے مخالف نہیں اس لیے کہ یہ تمام حادثات مسلمانوں کے ہاتھوں سے واقع ہوئے نہ کہ کافروں کے ہاتھوں اور (اگر غور کیا جائے) تو آیت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو دلالت کرے اس پر کہ اس میں ہمیشہ امن رہے گا۔

قلت:

قرآن مجید کی آیت عام حکم پر دال ہے لیکن جو حدیث ہے وہ قرب قیام کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ ایک (Specific) خاص مسئلہ ہے کیوں کہ پہلے جتنے واقعات نمودار ہوئے وہ سب قرب قیامت نہ تھے لیکن نبی کریمﷺ نے جس واقعہ کی پیشن گوئی فرمائی ہے وہ قرب قیامت وقوع پذیر ہوگا لہذا قرآن و صحیح حدیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے۔

بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

کعبہ پر غلاف چڑھانا

''عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جَلَسْتُ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لاَ أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلاَ بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ. قُلْتُ: إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلاَ، قَالَ: «هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا"

(صحیح البخاری کتاب المناسک رقم الحدیث ۱۵۹۴)

"ابو وائل کہتے ہیں کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں بلکہ سب کو نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کردوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھیوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی انہی کی پیروی کر رہا ہوں (اسی لیے میں انکو تقسیم نہیں کر رہا)"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا باب قائم فرمایا اور دلیل کے طور پر آپ رحمہ اللہ نے کعبہ کے اندر کے سونے چاندی کا ذکر فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا۔

ووجهها انه معلوم أن الملوك في كل زمان كانوا يتفاخرون بكسوة الكعبة برفيع الثياب المنسوجة بالذهب وغيره كما يتفاخرون بتسبيل الاموال لها۔۔۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۴)

"یعنی اس رو سے یہ معلوم ہے کہ بادشاہ لوگ اپنے اپنے زمانے میں فخر کرتے تھے کعبہ کے غلاف پر جو عمدہ اور سونے چاندی سے بنا ہوا کرتا تھا جس طرح سے فخر کرتے تھے مالوں پر جب عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اندر کے مال جو سونا اور چاندی تھے اسے تقسیم کرنا درست سمجھا تو کعبہ پر غلاف بھی خرچ کرنا درست ٹھہرا اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب کعبہ پر لوگ غلاف چڑھائیں یعنی جب صدقہ کرنا غلاف کا درست ٹھہرا تو بالاولی اسے خرید کر یا بنوا کر کعبہ پر چڑھانا بھی درست ٹھہرا۔ یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

بدر الدین بن جماعہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وجه مناسبة حديث عمر للترجمة ان الكعبة لم يزل معظمة ومقصداً بالهدايا والأموال تعظيما لها۔ فالكسوة من باب التعظيم لها أيضا لما فيها من تعظيم ذالك في النفوس وتميزها به عما سواها، حديث مشعر بجواز قسمتها كغيرها من اموال المصالح" (مناسبات تراجم البخاری، ص ۶۰)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت دیتے ہوئے چھ احتمالات کا ذکر فرماتے ہیں، ایک مناسبت آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دی کہ:

”انه یحتمل أن یکون اخذه من قول عمر رضی الله عنه، لا اخرج حتی اقسم مال الکعبة، فالمال یطلق علی کل ما یتمول به فیدخل فیه الکسوة“ (عمدۃ القاری. ج۹. ص۳۴۲)

”یعنی امام بخاری ؒ نے عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے طرق کی طرف اشارہ فرمایا کہ ”آپ نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کعبہ کا مال تقسیم نہ کردوں۔ یعنی کعبے کے اندر جو بھی مال ہے اور باہر غلاف ہے سب جب تک تقسیم نہ کردوں گا یہاں سے نہیں جاؤں گا“۔

ابن الملقن فرماتے ہیں:

”شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا ارادہ اس حدیث کی طرف ہو جو اپنی عادت کے موافق آپ استنباط فرماتے ہیں ابن ماجہ میں ’مال الکعبۃ‘ کعبہ کا مال کا بیان موجود ہے جو اسی مسئلے میں داخل ہے اور تائید ہوتی ہے نبی کریم ﷺ کے اس قول سے کہ آپ نے فرمایا ’وھل لك من مالك الا ما لبست فابلیت‘ یعنی آپ کا مال وہی ہے جو آپ نے پہنا اور استعمال کرلیا“۔

(التوضیح، ج۱۰، ص۳۴۵)

یعنی امام کو (اختیار ہے) کہ وہ بیت المال کے مصارف کے لیے تجارت کرے یا کسی کو عطا کرے اور احتجاج پکڑا ہے جس کا ذکر الازرقی نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہر سال کعبہ کا غلاف اتارتے اور اسے تقسیم کرتے حاجیوں پر۔

(اخبار مکۃ للفاکھی. ج۵. ص۲۳۲)

اس تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ غلاف کعبہ بھی ان اموال میں ہے جس کو صحابہ کرام بیچ کر غریبوں میں تقسیم کرتے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

فائدہ:

بیت اللہ پر غلاف ڈالنے کا رواج بہت قدیم ہے اور یہ کئی ایک دلائل سے ثابت ہے لیکن اس مسئلہ پر اختلاف ہے کہ سب سے قبل کعبہ کو کس نے غلاف پہنایا تھا؟

1. روایت کے مطابق سب سے قبل اسمعیل علیہ السلام نے پہنایا تھا۔
2. بعض مورخین کا کہنا ہے کہ کعبہ کو غلاف سب سے پہلے حمیر کا بادشاہ اسعد ابو کرب نے پہنایا تھا۔
3. بعض روایات کے مطابق قریش جب خانہ کعبہ کے متولی ہوئے تو عام چندہ سے اس کا نیا غلاف سالانہ تیار کرا کر کعبہ کو پہناتے تھے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

4. سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ نبیلہ بنت حرام نے قبل از اسلام ایک غلاف چڑھایا تھا۔
5. سن ۸ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی چادر کا غلاف ڈالا۔
6. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روایت کے مطابق ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی غلاف پہنایا۔
7. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب مصر فتح ہوا تو آپ نے قباطی مصری کا جو کہ بیش قیمت کپڑا ہے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔
8. سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہی عمل رہا۔
9. سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک غلاف ۱۰ محرم کو اور دوسرا قباطی کا ۲۹ رمضان کو چڑھادیا گیا۔
10. خلیفہ مامون رشید نے اپنے عہد خلافت میں تین غلاف بھیجے۔
11. ۱۶۰ھ میں اس کا پھر پورا اہتمام کیا سلطان مہدی عباسی نے کعبہ میں کئی غلاف دیکھے تو آپ نے اسے اتروانے کا حکم دیا اور آئندہ صرف ایک غلاف کی اجازت دی۔
12. عباسی حکومت کے بعد ۶۵۹ھ میں شاہ یمن ملک مظفر نے اس خدمت کو انجام دیا۔
13. کعبہ کے اندرونی حصے میں غلاف کے دستور کو ملک ناصر حسن چرکسی نے ۷۶۱ھ میں ابتداء کیا۔
14. اس کے بعد ملک الاشرف ابو نصر سیف الدین سلطان مصر نے ۸۲۵ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبے کے لیے روانہ کیا۔
15. اس کے علاوہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک بن مروان کے دور میں بھی غلاف کعبہ کا اہتمام ہوا تھا۔
16. نتیلہ بنت جناب ام العباس بن عبدالمطلب سے بھی کعبے پر غلاف چڑھانے کا ذکر ملتا ہے۔
17. اب یہ غلاف حکومت سعودیہ کے زیر اہتمام تیار ہوتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:

1. اخبار مکة وفتوحها للفاکهی
2. المؤتلف والمختلف للدارقطنی
3. اخبار مکة للازرقی
4. التوضیح لابن الملقن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْخُطْبَةِ فِي أَيَّامِ مِنًى

منٰی کے دنوں میں خطبہ سنانا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ۔ (صحیح البخاری کتاب المناسک رقم ۱۷۳۹)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے بتلایا کہ میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ میں نے خود سنا تھا''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

یہ یوم عرفہ کا خطبہ تھا اور منی کا خطبہ بعد والا ہے جو دسویں تاریخ کو دیا تھا اس میں صاف یوم النحر کی وضاحت موجود ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فهذا الحديث الذی وقع فی الصحيح انه صلی اللہ علیہ وسلم خطب به يوم النحر وقد ثبت انه خطب به قبل ذالك يوم عرفه

''یعنی صحیح بخاری کی حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ آپ نے یوم النحر میں خطبہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سے پہلے آپ نے خطبہ یوم عرفات میں بھی پیش فرمایا تھا''۔

حاشیۃ السندی میں ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کے دو جواب دیے گئے ہیں۔امام سندھی رقمطراز ہیں:

''بأن يقال أيام منى يشمله أيضاً تغليباً، أو باعتبار أن ابتداء يوم عرفة يكون بمنى''

(حاشية السندی. ج۱. ص۲۹۹)

امام سندھی کی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم عرفہ کی ابتداء منٰی سے ہوتی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی کا خطبہ دیا تو لازماً عرفات کا خطبہ بھی دیا ہوگا۔لہٰذا یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔

لہذا جب یہ دونوں خطبات آپ نے دیئے تو منٰی کا بھی خطبہ ثابت ہو گیا جو بہت ضروری خطبہ ہے۔

دونوں کو خطبہ کے نام سے یاد کیا کیوں کہ دونوں خطبوں کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بأن البخاری أراد ان يبين أن الراوی قد سماها: ''خطبة'' كما سمى التی وقعت فی عرفات خطبة''۔

(ارشاد الساری. ج۳. ص۲۸۵)

''امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ (منی کے دن کو) خطبہ کا نام دیا۔راوی نے جس طرح (عرفات کے دن) خطبہ کو خطبہ کے نام سے موسوم کیا گیا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا دونوں خطبہ ہی تھے یوم عرفہ کی ابتداء منیٰ سے ہوئی جب کہ عرفات کا خطبہ بھی انتہائی ضروری تھا۔ پس ترجمۃ الباب اور حدیث میں یہیں سے مناسبت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب فی الاجارة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب استیجار الرجل الصالح

کسی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا

وقال الله تعالىٰ: "اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ"

اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اچھا مزدور جس کو تو رکھے وہ ہے جو زوردار، امانت دار ہو"۔

عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِي رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ" (صحیح بخاری۔ کتاب الاجارۃ۔ رقم الحدیث: ۲۲۶۰)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا کرے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب تین اجزاء پر قائم ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں کسی نیک مرد کو مزدوری پر لگانے کے مسئلے پر قائم فرمایا ہے اور جو آیت مبارکہ پیش فرمائی ہے اس سے باب کی مناسبت ظاہر ہے، مگر حدیث جو پیش کی ہے اس میں "اجارہ" کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال الاسماعیل: لیس فی الحدیثین جمیعاً معنی الاجارۃ وقال الداؤدی: لیس حدیث الخازن الأمین من هذا الباب لأنه لا ذکر للاجازۃ فیه"

"علامہ اسماعیلی اور داؤدی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ: امام بخاری رحمہ اللہ اس باب اجارۃ میں یہ حدیث کیوں لائے؟ جب کہ حدیث مذکورہ میں اجارہ کا کوئی بھی ذکر نہیں ہے۔یاد رہے کہ ترجمۃ الباب تین اجزاء پر قائم ہے:

1۔ نیک مرد کو مزدوری پر لگانا۔

2۔ الخازن الامین یعنی خزانچی جو امین ہو۔

3۔ اس کو استعمال نہ کیا جائے جو خود ارادہ رکھتا ہو۔

پہلے جزء کے لیے قرآن مجید کی آیت پیش فرمائی جس سے مناسبت واضح ہے۔

دوسرے جزء کے لیے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش فرمائی، جس کے بارے میں امام اسماعیلی اور داؤدی نے اعتراض کیا ہے۔

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کے لیے اور ان دونوں بزرگوں کے اعتراض کو دور کرنے کے لیے علامہ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انما اراد البخاری ان الخازن لا شیئ له فی المال وانما هو أجیر" (فتح الباری۔ ج۵، ص۳۷۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد وہ خازن ہے کہ جمع شدہ مال میں اس کی اپنی کوئی چیز نہ ہو اور ظاہر ہے کہ وہ اجیر ہی ہوا کرتا ہے"۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ودخول هذا الحديث فى باب الإجارة للاشارة الى أن خازن مال الغير كالأجير لصاحب المال"

(الکواکب الدراری، ج۱۰، ص۹۷)

"امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب میں اس حدیث کا داخل کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خازن وہ ہوتا ہے جو غیر کے مال پر رکھا جاتا ہے جیسے کہ مزدور صاحب مال کے لیے"۔

بعین قریب قریب یہی مناسبت ابن بطال رحمہ اللہ نے بھی دی ہے، آپ رقمطراز ہیں:

"انما ادخله فى هذا الباب، لأن من الستوجر على شيئ فهو امين فيه، وليس عليه شيئ من ضمان ان فسد او تلف، الا ان كان بتضييعه" (شرح ابن بطال، ج۶، ص۳۸۵)

ان اقتباسات سے واضح طور پر ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔

ترجمۃ الباب کا تیسرا جزء جسے علامہ عبدالحق الہاشمی رحمہ اللہ نے "لب اللباب" میں ذکر فرمایا کہ:

"تیسرے جزء کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ان الفاظوں کے ساتھ ہے:

"ومن لم يستعمل من اراده" (لب اللباب، ج۲، ص۱۸۷)

ضروری وضاحت:

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش فرمارہے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو اجیر بننے کے لیے پیش کرے اور دوسرا شخص اس کو اجیر رکھنے سے انکار کرے تو اس کی اصل بھی سنت میں موجود ہے۔

لیکن یہ قانون نہیں ہے، بسا اوقات اگر کوئی شخص خود درخواست کرے تو اس کی درخواست قبول بھی کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

﴿ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾ (یوسف: ۱۲/۵۵)

صاحب الابواب والتراجم لکھتے ہیں کہ:

"وقد سأل بعض اصحاب النبى ﷺ الامامة فقال: اجعلنى امام قومى، فقال أنت امامهم واقتد بأضعفهم" (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۳۱)

"یقیناً بعض نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہمیں اپنی قوم کا امام مقرر کردیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ان کے امام ہیں اور ان کے ضعیف ترین کی اقتدا (رعایت) کرنا"۔ (الابواب والتراجم، ج۲، ص۲۶۵) واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب من استأجر أجيراً فبيّن له الأجل ولم يبيّن له العمل

ایک شخص کو ایک میعاد کے لیے نوکر رکھ لینا اور کام بیان نہ کرنا

لقوله تعالیٰ: ﴿إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ٱبْنَتَيَّ هَٰتَيْنِ﴾ إلى قوله ﴿وَٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٢٨﴾﴾

(صحیح بخاری. کتاب الاجارۃ باب من استأجر اجیراً۔۔۔)

"سورۃ قصص میں اللہ تعالیٰ نے (شعیب علیہ السلام کا قول یوں) بیان فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو لڑکیوں میں سے کسی کا تم سے نکاح کر دوں" آخر آیت ﴿وَٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٢٨﴾﴾ تک"

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور حدیث میں بظاہر کوئی اشکال نظر نہیں آتا کیونکہ ترجمۃ الباب میں نوکر رکھ کر کام نہ بیان کرنے پر دلیل ہے اور ذیل میں امام بخاری رحمہ اللہ جس آیت کریمہ سے استدلال کو اخذ فرما رہے ہیں اس میں بھی شعیب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کو نوکری پر تو رکھ رہے ہیں مگر یہ طے نہیں کر رہے کہ آپ کیا کام کریں گے۔ مگر کچھ حضرات نے باریکی کے ساتھ ترجمۃ الباب پر اعتراض وارد کیا ہے۔ علامہ مہلب فرماتے ہیں:

"ليس في الاية دليل على جهالة العمل في الاجارة لأن ذالك كان معلوماً بينهم وانما حذف ذكره للعمل به"

(فتح الباری. ج۵، ص۳۸۲)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کا عقد اجارہ میں جہالت عمل پر اس آیت کے ذریعے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ عمل تو ان دونوں حضرات کے مابین معلوم تھا (بکریاں چرانا، کھیتی کرنا وغیرہ) اسی وجہ سے اس کو آیت مذکورہ سے حذف بھی کیا گیا"۔

ابن المھلب رحمہ اللہ کا جواب دیتے ہوئے ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رد المهلب عليه ترجمته بأن العمل كان معلوماً عندهم بالعادة، وظن البخاري انه اجاز ان يكون العمل مجهولاً، وليس كما ظن، انما اراد البخاري أن التنصيص على العمل باللفظ غير مشترط وأن المتبع المقاصد لا الالفاظ" (المتواری علی الابواب البخاری. ص۲۵۶)

"ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود جہالت عمل کے جواز کو بتلانا نہیں ہے، بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ عقد اجارہ کے جواز کے لیے صراحت عمل کو بتلانا ضروری نہیں ہے اور یہ بھی قابل اتباع مقاصد ہوا کرتے ہیں نہ کہ الفاظ"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب الوكالة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اذا باع الوکیل شیئاً فاسداً فبیعه مردود

اگر وکیل کوئی ایسی چیز بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع واپس کی جائے گی

”عَنْ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ . قَالَ : جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ أَيْنَ هٰذَا ؟ قَالَ بِلَالٌ : كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ : أَوَّهْ أَوَّهْ ، عَيْنُ الرِّبَا ، عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ، ثُمَّ اشْتَرِهِ“ (صحیح بخاری. کتاب الوکالۃ. رقم الحدیث:۲۳۱۲)

”ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور (کھجور کی ایک عمدہ قسم) لے کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ کہاں سے لائے ہو؟“ انہوں نے کہا ہمارے پاس خراب کھجور تھی، اس کی دو صاع، اس کی ایک صاع کے بدلے میں دے کر ہم لائے ہیں تاکہ ہم یہ آپ کو کھلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”توبہ! توبہ! یہ تو سود ہے بلکہ عین سود ہے۔ ایسا نہ کیا کر البتہ (اچھی کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو (خراب) کھجور بیچ کر (اس کی قیمت سے) عمدہ خریدا کر۔“

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور حدیث میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں بیع فاسد کو لوٹانے کا ذکر فرمایا ہے جبکہ حدیث میں لوٹانے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”ولیس فیه تصریح بالرد بل فیه اشعار به، ولعله اشار بذالك الی ما ورد فی بعض طرقه۔۔۔“

(فتح الباری. ج۵. ص۴۲۱۔ عمدہ القاری. ج۱۲. ص۲۱۸)

”یعنی اشکال کا جواب یہ ہے کہ بظاہر ترجمۃ الباب کے متعلق جو حدیث پیش فرمائی ہے اس میں واپس لوٹانے کا صراحتاً کوئی ذکر نہیں ہے۔ شاید کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس طرق کی طرف اشارہ فرما رہے ہوں جس کا ذکر امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں فرمایا ہے جو کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ ”ھذا الربا فردوہ“ لہٰذا مذکورہ حدیث میں صراحتاً رد کرنے کا ذکر موجود ہے“۔

اگر بخاری شریف کی مذکورہ روایت پر بھی غور کیا جائے تو متن میں الفاظوں کی مناسبت ترجمۃ الباب سے قائم ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مطابقة الحدیث للترجمة تفهم من قوله: ’عین الربا لا تفعل‘ لأن من المعلوم ان بیع الربا مما یجب رده“

(عمدہ القاری. ج۱۲. ص۲۱۸)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"یعنی ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت ان الفاظ میں ہیں 'یہ عین سود ہے آپ ایسا نہ کرو' ان الفاظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کی بیع اس کا پھیرنا واجب ہوتا ہے"۔

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان 'عین الربا' یعنی اگر کوئی شخص ایسی بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع لوٹادی جائے گی اور (مزید یہ کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان 'اوہ' اس کے فسخ ہونے کی دلیل ہے"۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج۱۵، ص۲۰۲)

اور یہ لفظ 'اوہ' اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اس بیع کے مردود ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ بیع کرنے والے کے لیے یہ بہت زیادہ فکر اور حزن کی بات ہے۔

عبداللہ سالم البصری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اوہ، کلمة بمعنی التذکر والتحزن، ومنه ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ﴾ (التوبہ: ۱۱۴)

"قال ابن التین: انما تاوہ لیکون أبلغ فی الزجر" (ضیاء الساری، ج۱۷، ص۵۲۸)

ان شارحین کے اقتباسات پر یہ واضح ہوا کہ باب اور حدیث میں مناسبت کس طرح سے ہے۔ ترجمۃ الباب اسی پر دال ہے کہ بیع فاسد مردود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق صحیح حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس میں واضح طور پر بیع کے مردود ہونے کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

فائدہ:

حقیر کا چند سال قبل کراچی میں "عین الربا" کی حدیث پر مباحلہ ہوا تھا اور الحمد للہ، اللہ کی توفیق اور اسی کی مدد سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ناچیز اور حقیر بندے کی حدیث کے دفاع کے لیے ثابت قدمی اور نصرت عطا فرمائی۔ پہلے حقیر کی معترض سے تحریری گفتگو ہوئی۔ معترض کے ڈیڑھ صفحہ کے اعتراض پر اللہ کی توفیق سے حقیر بندے نے (30) تیس صفحات پر ایک پر علمی نقد فرمایا جو کہ طالب علم اور شائقین کے لیے مفید ہے۔ ہم ذیل میں معترض کا سوال اور ساتھ اس کا جواب مکمل طور پر نقل کیے دیتے ہیں۔ تاکہ حدیث "عین الربا" کے بارے میں تمام اعتراضات کے جوابات طالب علم تک پہنچ جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح مسلم کی دو متعارض احادیث

❶ صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۰۸۳ جلد ۴، صفحہ ۲۱۵:

''ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ برنی (کھجور کی عمدہ قسم ہے) کھجور لے کر آئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہاں سے لائے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس خراب قسم کی کھجور تھی تو دو صاع اس کے دے کر میں نے ایک صاع اس کا آپ کے کھانے کے لیے خرید ا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افسوس یہ تو عین سود ہے۔ ایسا مت کر لیکن تو کھجور خرید نا چاہے تو اپنی کھجور بیچ ڈال پھر اس کی قیمت کے بدلے دوسری کھجور خرید لے۔

❷ صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۰۹۰، جلد ۴، ص ۲۱۸:

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ربا نہیں ہے نقد میں''۔

❸ صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۰۸۹، جلد ۴، ص ۲۱۸/۲۱۷:

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھ سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سود ادھار میں ہے''۔

صحیح مسلم کی ان تینوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔ کیونکہ حدیث ۴۰۸۳ میں کھجور کے نقد لین دین کو عین ربا قرار دیا گیا ہے جبکہ حدیث ۴۰۹۰ میں لکھا ہے ''ربا نہیں ہے نقد میں'' اور۔۔۔ اسی طرح حدیث ۴۰۸۹ میں لکھا ہے ''سود ادھار میں ہے'' یعنی سود نقد میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۰۶۱، جلد ۴، صفحہ ۲۰۹/۲۱۰)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ منع کرتے تھے سونے کو سونے کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے مگر برابر برابر نقد، پھر جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو ربا ہو گیا۔ یہ سن کر لوگوں نے جو لیا تھا پھر دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی وہ خطبہ پڑھنے لگے کھڑے ہو کر ''کیا حال ہے لوگوں کا؟ جناب رسول خدا ﷺ سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ کے پاس حاضر رہے اور آپ کی صحبت میں رہے''۔ پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور قصہ بیان کیا بعد اس کے کہا ہم تو وہ حدیث ضرور ہی بیان کریں گے جو جناب رسول خدا ﷺ سے سنی اگرچہ معاویہ کو برا معلوم ہو یا یوں کہا اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذلت ہو میں پرواہ نہیں کرتا''۔

کاتب وحی خلیفۃ المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس خطبہ سے واضح ہو گیا کہ سود نقد میں نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نقد سودے کو سود نہیں سمجھا بلکہ انہوں نے اس میں سود سمجھنے والوں کے مؤقف کے خلاف واضح طور پر ممبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اپنی تعجب اور حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ کیا حال ہے لوگوں کا؟ جناب رسول خدا ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ کے پاس حاضر رہے اور آپ کی صحبت میں رہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میرے مؤقف کے حق میں فیصلہ کن ثابت ہوئی ہے اور میں نے اسی بات پر مباہلہ کا چیلنج دیا تھا کہ سود نقد میں نہیں ہے اور مسلم شریف کی دو حدیثوں میں واضح تضاد موجود ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ واضح خطبہ کی موجودگی میں متضاد حدیث کی تاویل کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

حدیث پر کامل عبور رکھنے والے محققین علمائے کرام ربا کے متعلق مسلم شریف کی دو متضاد حدیثوں (کھجور والی اور نقد والی حدیث) پر مزید تحقیق کریں۔ اس بات کو ضرور یاد رکھیں کہ قرآن شریف کی آیتوں (سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۷۸/۲۷۹/۲۸۰) میں صرف اور صرف اُدھار والے سُود کا ذکر ہے۔ جبکہ پورے قرآن میں نقد میں سود کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ قرآن کی روشنی میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحیح ثابت ہوتے ہیں۔

صحیح مسلم میں بظاہر دو متعارض احادیث میں تطبیق

بعض لوگ سرسری طور پر احادیث کے مطالعہ کے بعد جب انہیں حدیث کے صحیح معنی آشکارا نہیں ہوتے تو وہ جھٹ سے اسے قرآن مجید کیخلاف یا دو صحیح احادیثوں کو متصادم قرار دے کر باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں جو کہ جہالت اور انکار حدیث کی سازش میں ہاتھ بٹانے کے مترادف ہے، صحیح مسلم کے بارے میں خود امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لیس کل شیئ عندی وضعتہ ھھنا انما وضعت ھھنا ما أجمعوا الیہ

(صحیح مسلم باب التشھد فی الصلاۃ)

"میں صحیح مسلم میں ہر وہ حدیث نہیں لکھتا جو میرے نزدیک صحیح ہے مسلم میں تو صرف وہ احادیث لکھی ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے"۔

غور فرمائیں صحیح مسلم کی تمام تر صحیح احادیث پر امت کا اجماع ہے اور صحابہ سے لے کر آج تک بڑے بڑے احادیث کے فن میں ماہر گزرے اور وہ صحیح مسلم کی احادیث پر عمل کرتے رہے اور اسے حق سمجھتے رہے لیکن آج سینکڑوں سال بعد ایک شخص کو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حدیث صحیح نہیں اور وہ اس کا خوب اعلان کرتا پھرتا ہے غور کیجئے آج سے قبل جو بھی ان احادیث کو صحیح مانتے تھے کیا وہ سب گمراہ تھے؟ یا ان کو وہ بات سمجھ میں نہ آئی آج ایسے شخص کو سمجھ میں آگئی جو عربی متن پڑھنے کے بھی قابل نہیں۔

قارئین کرام! یہ سب کچھ ذہنوں کی اختراعات ہیں بخاری و مسلم میں جو مرفوع اور متصل احادیث ہیں ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اب ہم یہاں مسلم کی وہ روایات نقل کئے دیتے ہیں جنہیں ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ٹھہرا کر رد کر دیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مسلم کتاب المساقات میں حدیث ذکر فرماتے ہیں:

"عن اسامة بن زید رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: لا ربا فیما کان یداً بید"

(صحیح مسلم: ج4ص219 کتاب البیوع)

"اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ربا (سود) نہیں ہے نقداز نقد میں"۔

مذکورہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقداز نقد میں سود نہیں ہوتا لیکن اس کے خلاف دوسری حدیث جو کہ صحیح مسلم کتاب البیوع المساقات والمزارعات میں نقل فرمائی گئی ہے:

"عن ابی سعید رضی اللہ عنہ یقول جاء بلال رضی اللہ عنہ بتمر برنی فقال له رسول اللہ من این ھذا؟۔۔۔۔"

(صحیح مسلم ج4ص215)

"ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ برنی (میں ایک عمدہ قسم کی) کھجور لے کر آئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کہاں سے لائے بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس خراب قسم کی کھجور تھی تو دو صاع اس کو دے کر میں نے ایک صاع اس کا آپ کے کھانے کیلئے خریدا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس یہ تو عین سود ہے ایسا مت کر لیکن جب تو کھجور خریدنا چاہے تو اپنی کھجور بیچ ڈال پھر اس کی قیمت کے بدلے دوسری کھجور خرید لے"۔

پہلی حدیث سے بظاہر معلوم ہوا کہ نقداز نقد سود نہیں۔ لیکن دوسری حدیث جو بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ ثابت کر رہی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے نقد ہی سودا کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے عین سود قرار دیا لہٰذا ان دونوں احادیث میں سے کس حدیث کو سچا مانا جائے گا کونسی حدیث کو عمل کے قابل سمجھا جائے گا۔

جواب: اگر سرسری طور پر قرآن مجید کا بھی مطالعہ کیا جائے تو وہاں بھی اس طرح کے اعتراضات کے انبار لگ جائیں گے اسی لئے قرآن مجید نے اعلان فرمایا کہ:

"اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے"۔ (النحل آیت 43)

لہٰذا اپنی اٹکل کے گھوڑے دوڑانے سے بہتر یہی ہے کہ اہل فن کی تصریحات اور ان کے علم سے فوائد حاصل کئے جائیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ دونوں صحیح اور اپنی جگہ درست ہیں کیونکہ ان دونوں احادیث کا تعلق اپنے موقع اور محل کے ساتھ ہے۔ وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ نقداز نقد سود نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جنس مختلف ہوں اگر جنس میں تبدیلی ہوگی تو سود کی شکل بن سکتی ہے جیسا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک اور حدیث موجود ہے جو ان دونوں احادیث کا مقام اور محل کو اپنی جگہ صحیح ثابت کرتی ہے۔ اور وہ حدیث ان دونوں کے تعارض کو دور کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ التمر بالتمر، الحنطة بالحنطة، والشعير بالشعير، والملح بالملح، مثلا بمثل، يدا بيد، فمن زاد أو استزاد فقد أربى، الا ما اختلف ألوانه"۔

(صحيح مسلم كتاب المساقات رقم الحديث 1588)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیچو کھجور کو کھجور کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے برابر برابر نقد از نقد پھر جو کوئی زیادہ دے یا زیادہ لے تو سود ہو گیا مگر جب قسم بدل جائے (تو زیادہ اور کمی درست ہے)"۔

غور فرمائیں بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف ہرگز نہیں کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ نے دو صاع گھٹیا کھجور دے کر ایک صاع اچھی کھجور خریدی لہٰذا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث نے یہ واضح کر دیا کہ نقد از نقد میں قسم کی تبدیلی نہیں ہے تو زیادہ دے کر کم چیز خریدنا عین سود ہے اور بلال رضی اللہ عنہ نے بھی زیادہ کھجور دے کر کم کھجور خریدا اسی تبدیلی کیلئے رسول اللہ ﷺ نے اسے عین سود قرار دیا، اگر بلال رضی اللہ عنہ جنس کی تبدیلی کے ساتھ سودا کرتے مثلاً گیہوں کے بدلے نمک یا جو کے بدلے گیہوں خریدتے تو سود نہ ہوتا یہی مراد ہے ان دونوں احادیث کی لہٰذا ان میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے۔ اب ان دونوں احادیث میں بخوبی تطبیق قائم ہوگئی اور کسی قسم کا کوئی تعارض باقی نہ رہا اس کے باوجود اگر کوئی تعارض پیش کرے اور وہ یہ کہے کہ مجھ پر الہام ہوا ہے تو یہ الہامی بشر نہ ہوگا بلکہ یہ الہامی گرگٹ تو ضرور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حدیث صحیحہ دین کا اساسہ ہے اس کے خلاف الہام نہیں بلکہ وسوسات ہوا کرتے ہیں جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ مزید سنیے:

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"۔۔فاذا اختلف هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد"

"جب قسم بدل جائے (مثلاً گیہوں جو کے بدلے) تو جس طرح چاہے بیچو (کم و بیش) پر نقد ہونا ضرور ہے۔"

اب اس حدیث نے نقد از نقد سود نہیں ہے کو واضح کر دیا کہ جنس میں تبدیلی ہو اور نقد سودا ہو تو سود نہیں ہے اگر قسم ایک ہے اور کمی بیشی ہے تو عین سود ہے۔

تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ نقد از نقد سود نہیں اس سے مراد جب جنس مختلف ہوں اور بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں نقد از نقد ہی سودا ہوا تھا تو وہ سود اس لئے قرار دیا گیا کہ وہ جنس ایک ہی تھی کیونکہ ابو ہریرہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کی حدیث نے خلاصہ کر دیا اگر جنس ایک ہی ہو تو اسکی کمی بیشی ربا سود ہوا کرتی ہے۔

اب ہم اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کریں گے۔

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ایک قرآن مجید کی آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بنیادی قاعدہ سے ایک پہلی جماعت کا طالب علم بھی واقف ہے، بظاہر کسی حدیث کو دیکھ کر اگر دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتی ہے تو وہ ضروری نہیں کہ واقعتاً ہی وہ تعارض ہو کیونکہ اس قسم کا ظاہری تعارض تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے کہ دو آیات بظاہر ایک دوسرے کے خلاف دکھائی دیتی ہیں۔ مگر تیسری آیت ان دونوں کے تعارض کو رفع کرتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۝﴾ (هود: ١٠٦-١٠٧)

"لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہونگے وہاں چیخیں گے چلائیں گے وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین برقرار ہیں۔"

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے برقراری تک کافروں کو دوزخ میں رہنے کا اعلان فرمایا، مگر دوسری آیت ان جہنمیوں کے بارے میں کچھ اور اعلان کرتی نظر آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝﴾ (البقرۃ: ٣٩)

"اور جو انکار کر کے ہماری آیات کو جھٹلائیں وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

سورۃ البقرۃ کی آیت اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہے کہ جہنمی لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے وہ کافر جہنم سے کبھی بھی نہ نکل پائیں گے، مگر سورۃ ھود کی آیت ان جہنمی لوگوں کو ہمیشہ کا عذاب نہیں بلکہ آسمان و زمین کے قائم رہنے تک عذاب کی دعید سنا رہی ہے، بظاہر ان دونوں آیات میں تعارض موجود ہے، اور اگر کوئی مستشرق بھی اس معترض کی طرح یہ رٹ لگائے اور یہ رٹہ لگاتا جائے کہ میں چیلنج کرتا ہوں تمام علماء کو کہ وہ ان دونوں آیات کے تعرض کو دور کریں، جب علماء جواب دیں تو وہ کہے کہ میں نہ مانوں میرے نزدیک تو تعارض ہے۔۔۔ تو بتائیے اب کس طرح اس مستشرق کو سمجھایا جائے؟ حالانکہ دونوں آیات میں جو بظاہر تعارض ہے اس تعارض کو تیسری آیت رفع کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ ۖ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝﴾ (ابراہیم: ٤٨)

"جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔"

سورۃ ابراہیم کی آیت مبارکہ نے ان دونوں آیات کے تعارض کو رفع کر دیا کہ قیامت کے وقت ان آسمانوں اور زمینوں کو تبدیل کر دیا جائے گا یعنی سورۃ ھود میں جس آسمان اور زمین کا ذکر کیا گیا ہے وہ دنیاوی نہیں بلکہ وہ آسمان اور زمین ہونگے جن کو دائمی اللہ تعالیٰ برقرار رکھے گا اسی بات کو قرآن مجید کے شارح سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا (جن کی حدیث میں معترض کو تعارض جابجا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظر آتا ہے) جن کو قرآن کی تبیان تفسیر اور اس کے خلاصہ کے منصب پر اللہ تعالیٰ نے خود فائز فرمایا آپ ﷺ کی حدیث ہے:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جب آسمان وزمین بدل دیئے جائیں گے تو لوگ اس دن کہاں ہونگے؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "صراط پر" یعنی پل صراط پر۔(صحیح مسلم، صفة القيامة)

قارئین کرام! آپ نے پڑھا اور سمجھا کہ بظاہر دونوں آیات میں تعارض تھا مگر تیسری آیت نے ان دونوں آیات میں مناسبت اور تطبیق صحیح فرمادی۔

بعینہٖ اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نقداز نقد میں سود نہیں ہے اور دوسری حدیث کہ بلال رضی اللہ عنہ نے دو صاع برنی کھجور دے کر جو گھٹیا تھیں ایک صاع اچھی کھجور خریدلی آپ ﷺ نے فرمایا عین سود ہے حالانکہ یہ سودا بھی نقد ہو رہا ہے۔ بظاہر ان دونوں احادیث میں تعارض موجود ہے جس طرح قرآن مجید میں بظاہر تعارض تھا۔ مگر تیسری حدیث نے اس تعارض کو دور فرمادیا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> "بیچو کھجور کو کھجور کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے برابر برابر نقد از نقد پھر جو کوئی زیادہ لے تو سود ہو گیا مگر جب قسم بدل جائے (مثلاً کھجور گیہوں کے بدلے جو نمک کے بدلے وغیرہ۔ تو زیادہ اور کم درست ہے)"۔

اس تیسری حدیث نے واضح کیا کہ جب جنس ایک ہو یعنی کھجور کھجور کے بدلے جو جو کے بدلے اور اس میں کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہو گا اور اگر جنس تبدیل ہوگی تو کمی بیشی جائز ہے نقد پر لہٰذا واضح ہوا کہ جس حدیث میں یہ فرمایا گیا کہ نقد میں سود نہیں اس سے مراد وہ تجارت ہے جو جنس کی تبدیلی کے ساتھ ہوگی اور بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث اس پر دال ہے کہ اگر جنس مختلف نہ ہوں تو کمی بیشی نقد میں بھی سود ہوگی۔

اس نکتہ کو بھی یادرکھا جائے جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ سود ادھار میں ہے اس حدیث کا ایک اور حصہ بھی ہے جس میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق اجناس کی تبدیلی کے ساتھ مشروط ہے، اور اس کا تعلق ہرگز ایک جنس والی حدیث سے نہیں ہے۔ (جیسے بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث) کیونکہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا ہے "گیہوں کو جو اور سونے کو چاندی کے بدلے بیچنا کیسا ہے؟" (یعنی مختلف اجناس ہوں) تو آپ ﷺ نے فرمایا "لا ربا الا فی النسیة" سود ادھار میں ہے۔ دیکھیے امام سرخسی کی (المبسوط، ج ۱۲) اب اس حدیث سے بایں طور پر واضح ہو گیا کہ سود ادھار میں ہے کا تعلق جنس کی تبدیلی کے ساتھ مشروط ہے۔

اب اسے زبردستی بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث سے متصادم ٹھہرا کر اسے رد کردینا یہ صرف نفس کی اتباع اور اپنے مذموم عقائد کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آبیاری ہی ہے۔

یہ ہے جواب ان احادیث کا جنہیں معترض سمجھنے سے قاصر رہے یا وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتے اللہ بہتر جانتا ہے دلوں کے حالات کو ہم تو یہی کہیں گے :

ان كنت تدرى فتلك مصيبة

وان كنت لا تدرى فالمصيبة اعظم

دو معروف صحابی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی ابتداء میں اس بات کے قائل تھے کہ نقد سودے میں سود نہیں ہوا کرتا۔ مگر جب ان تک حدیث پہنچی تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا، امام مسلم ذکر فرماتے ہیں :

"عن ابی نضرة قال سئلت ابن عمر وابن عباس عن الصرف فلم یریا به بأساً فانی لقاعد عند أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ فسألته عن الصرف فقال ما زاد فهو ربا فانكرت ذالك لقولهما فقال لا أحدثك الا ما سمعت من رسول الله ﷺ جاء صاحب نخلة بصاع من تمر طيّب وكان تمر النبی ﷺ هذا اللّون فقال له النبی ﷺ انّی لك هذا؟ قال انطلقت بصاعين۔۔۔۔" (رواہ مسلم کتاب المساقات رقم الحدیث ۴۰۶۳)

"ابو نضرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا صرف کے بارے میں (یعنی سونے چاندی کی بیع کو سونے چاندی کے بدلے یعنی ایک ہی جنس ہو) انہوں نے اس بیع میں کوئی قباحت نہیں دیکھی (اگرچہ کمی بیشی ہو بشر طیکہ نقد از نقد ہو) پھر میں بیٹھا تھا ابو سعید رضی اللہ عنہ کے پاس ان سے میں نے پوچھا صرف کو۔ انہوں نے فرمایا کہ جو زیادہ ہو وہ ربا ہے۔ میں نے اس کا انکار کیا بوجہ ابن عمر اور ابن عباس کے کہنے پر۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھ سے نہیں بیان کرونگا مگر جو سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے پاس ایک کھجور والا ایک صاع عمدہ کھجور لے کر گیا (یہ اسی حدیث سے ملتا جلتا مفہوم ہے جس کا معترض نے انکار کیا ہے جو بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مسلم شریف میں نقل کیا گیا ہے) اور رسول اللہ ﷺ کی کھجور اس قسم کی تھی تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ کھجور کہاں سے لا یا وہ بولا میں دو صاع کھجور لے کر گیا اور اس کے بدلے ایک صاع اس کھجور کو خریدا۔ کیونکہ اس کا نرخ بازار میں ایسا ہی ہے اور اس کا نرخ ایسا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خرابی ہو تیری، سود دیا تو نے۔ جب تو ایسا کرنا چاہے تو اپنی کھجور کسی اور شے کے بدلے بیچ ڈال پھر اس شے کے بدلے جو کھجور تو چاہے خرید لے۔ ابو سعید رضی اللہ نے کہا تو کھجور جب کھجور کے بدلے دی جائے تو اس میں سود ہو تو چاندی جب چاندی کے بدلے دی جائے (کم زیادتی کے ساتھ) تو اس میں سود ضرور ہوگا) اگرچہ نقد از نقد ہو) ابو نضرہ نے فرمایا کہ پھر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس کے بعد انہوں نے بھی منع کیا (کہ اگر جنس ایک ہی ہے اور اس میں کمی زیادتی ہے چاہے وہ نقد پر ہو تو وہ جائز نہیں) اور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں گیا۔ لیکن مجھ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالصہباء نے حدیث بیان کی انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا مکے میں تو آپ نے بھی اس بیع کو مکروہ جانا۔ (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے موقف کو حدیث ملتے ہی تبدیل کر دیا)۔"

بلکہ امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک الحاکم میں یہاں تک حدیث کا اضافہ کیا ہے کہ:

"انه رجع عن ذالك لما ذكر له ابو سعيد حديث الذي في الباب واستغفر الله وكان ينهي عنه اشد۔"

"جب ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث (ابن عباس رضی اللہ عنہ) تک پہنچی تو آپ نے اللہ سے استغفار کیا اور (اپنے سابقہ موقف سے) سختی سے روکتے۔"

امام حازمی نے مزید نقل فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا:

"كان ذالك برائيي وهذا ابو سعيد الخدري يحدثني عن رسول الله ﷺ فتركت رأيي الى حديث رسول الله ﷺ" (نيل الاوطار، ج٥، ص٢٥٠)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (نقد از نقد سودے پر سود نہیں ہوتا جب ایک جنس ہو) یہ میری رائے تھی اور ابو سعید رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث رسول ﷺ بیان فرمائی ہے اور میں اپنی رائے کو ترک کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے لیے۔"

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے زیاد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے جو ابن عباس کے غلام تھے۔ آپ نے فرمایا:

"فرجع عن الصرف قبل ان يموت بسبعين يوماً" (مصنف عبدالرزاق، رقم: ١٤٥٤٨)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیع صرف سے اپنے انتقال سے ستر (٧٠) روز قبل رجوع فرمایا۔"

امام طبرانی نے معجم الکبیر میں فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیع صرف کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے اور فرماتے "استغفر الله واتوب اليه من الصرف"۔

ڈاکٹر واھبۃ الذھیلی حفظہ اللہ نے فرمایا کہ اسامہؓ والی حدیث کہ "سود ادھار میں ہے" اور وہ حدیث جو ایک جنس کے ساتھ ہو اور کمی بیشی ہو سود ہے۔ ان دونوں احادیث پر سود کے حکم پر تابعین کا اجماع ہے۔ (الفقة الاسلامية، ج٥، ص٣٤٢)

اس حدیث نے واضح طور پر صحابہ کا اپنے موقف سے رجوع کرنا ثابت ہو گیا الحمد للہ کیونکہ صحابہ کا موقف صحیح حدیث ہوا کرتا ہے یہ لوگ حدیث کے مقابلے میں قیاس یا ایک صحابی حدیث کے مقابلے میں کسی دوسرے صحابی یا شخص کی بات کو قبول نہیں کرتے تھے بلکہ حدیث ملنے پر تمام قیاسات کو ترک کر کے حدیث کو قبول فرماتے اور اس کے مطابق عمل کرتے۔

قارئین کرام غور فرمایئے جس حدیث پر معترض نے چیلنج کیا اس موقف سے صحابہ کرام نے رجوع کر لیا تھا اور وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ عبادہ بن صامت ابو سعید الخدری اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہم کی احادیث کو قبول فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت خوبصورت بات کہی امام نووی رحمہ اللہ نے آپ فرماتے ہیں:

"معنی ما ذکرہ أولاً من ابن عمر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ: أنهما كانا يعتقد أنه لا ربا فيما كان يداً بيد، وأنه يجوز بيع درهم بردهمين، ودينار بدينارين۔۔۔۔۔ وكان معتمدهما حديث أسامة بن زيد "انما الربا في النسيئة" ثم رجع ابن عمر وابن عباس عن ذالك حين بلغهما حديث ابي سعيد، كما ذكره مسلم من رجوعهما صريحاً وهذه الاحاديث التي ذكرها مسلم تدل على أن ابن عمر وابن عباس لم يكن بلغهما حديث النهي عن التفاضل في غير النسيئة فلما بلغهما رجعا اليه۔" (الدیباج، ج۴ص۱۳۶)

"پہلے ابن عمر اور ابن عباس کا یہ مذہب تھا کہ جب نقد از نقد بیع ہو تو کمی بیشی ربا نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایک ہی جنس ہو اور جائز رکھتے تھے ایک ہی درھم کی بیع کو دو درہم کے بدلے اور ایک دینار کی دو دینار کے بدلے اور ایک صاع کھجور کو دو صاع کھجور کے بدلے اور اسی طرح گیہوں اور تمام ربوی اجناس میں وہ کم و بیش بیچنا جائز رکھتے تھے۔ بشرطیکہ دست بدست ہو اور جو ادھار ہو وہ ربا ہو گا پھر ان دونوں صحابہ نے رجوع کر لیا کیونکہ ممانعت والی حدیث ان تک نہیں پہنچی تھی جب پہنچ گئی تو دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا۔"

ان احادیث اور اقتباسات سے یہ بات مترشح ہوئی ہے کہ ابن عمر اور ابن عباس یہ دونوں کبار صحابہ رضی اللہ عنہما نے اپنے موقف کو تبدیل کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے بہت بڑے عالم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قرآن کے علم کی دعا دی تھی اور یہ دعا قبول ہوئی جس کی پاداش میں آپ صحابہ میں بہت بڑے مفسر قرآن مشہور ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود جب حدیث آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کیا جیسا کہ معترض نے اعتراض کیا کہ پورے قرآن میں نقد میں سود کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ ابن عباس جو مفسر قرآن اور عالم قرآن تھے آپ نے فوراً حدیث کی طرف رجوع کیا اور اپنے موقف کو تبدیل فرمایا۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ قرآن کی صحیح منشاء اور تعبیر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی ذم ہے۔

نوٹ: ہم آگے معترض کو قرآن مجید کی آیت کے بارے میں بھی جواب دیں گے۔ ان شاء اللہ

یہ اس بات کی مبین دلیل ہے کہ صحیح احادیث کی طرف رجوع کرنا ایمانداری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ اگر معترض اپنے موقف کو تبدیل نہ کرے گا تو وہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ "ابن عباس، ابن عمر، عبادہ بن صامت، ابوہریرہ، بلال، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہم یہ سب غلط موقف پر تھے جو کہ سراسر زیادتی ہے کیونکہ صحابہ کرام نے واضح فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جب صحابی گواہی دے رہا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو وہ واضح کر رہا ہے کہ وہ حدیث رسول ہی ہے اور آپ بخوبی جانتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ حدیث پر اپنی جانوں کو نچھاور فرمایا کرتے تھے۔ اور خصوصاً جب وہ حدیث بیان کرتے تو وہی الفاظ یا مفہوم بیان کرتے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب ہم آتے ہیں معترض کی اس دلیل کی طرف جو کہ انہوں نے

❶ ابوہریرۃ

❷ ابوسعید

❸ ابن عباس

❹ ابن عمر

❺ عبادہ بن صامت

❻ عمر رضی اللہ عنہم

کی احادیث کے رد میں پیش کی ہے۔

معترض اپنے موقف "کہ سود نقد میں نہیں ہے" کو ثابت کرنے کیلئے ایک حدیث کو پیش کرتے ہیں (یہاں اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ معترض نے جو حدیث اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہے وہ بھی مسلم کی ہے اور جو رد کر رہا ہے وہ بھی صحیح مسلم کی ہی ہے بس بات اتنی سی ہے کہ جو حدیث ان کے ذہن میں آگئی وہ صحیح اور جو ان کے ذہن اور مؤقف کے خلاف ہوگی وہ متعارض ہوگی یعنی پرکھنے کا توازن اور معیار ان کی ناقص عقل ٹھہری۔۔۔ حالانکہ حدیث کو پرکھنے کا فن اسماء الرجال بھی ہے اس فن کے مطابق بھی دونوں احادیث سند کے اعتبار سے بے غبار اور قوی الاسناد ہیں۔ معترض لکھتا ہے:

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا "میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ منع کرتے تھے سونے کو سونے کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے مگر برابر برابر نقد پھر جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو ربا ہوگیا" یہ سن کر لوگوں نے جو لیا تھا پھیر دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی وہ خطبہ پڑھنے لگے کھڑے ہو کر "کیا حال ہے لوگوں کا؟ جناب رسول اللہ ﷺ سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ کے پاس حاضر رہے اور آپ کی صحبت میں رہے۔ پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور قصہ بیان کیا بعد اس کے کہا ہم تو وہ حدیث ضرور ہی بیان کریں گے جو رسول اللہ ﷺ سے سنی اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا معلوم ہو یا یوں کہا۔ اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذلت ہو میں پرواہ نہیں کرتا۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کتاب المساقات میں ذکر فرمایا ہے، معترض اس حدیث سے اپنا موقف ثابت کرنا چاہ رہا ہے کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ نے جو حدیث بیان کی (کہ نقد میں بھی سود ہو سکتا ہے) اس کے خلاف انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا اور ان کے قول کو حدیث سمجھ کر فیصلہ کن قرار دیا اور جو صحابی صراحتاً کہہ رہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور معترض اس کو قبول کرنے سے رک رہے ہیں کیونکہ یہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ سے عبادۃ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صامت نے سنی رد ہوگئی اس لئے کہ معترض کے موقف کے خلاف ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو بات کہہ رہے ہیں وہ حدیث نہیں بیان کر رہے مگر ان کا قول ہے اور وہ مقبول ٹھہرا کیوں کہ وہ معترض کے موقف کی تائید میں ہے۔ اگر ہم حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مابال رجال یتحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث قد کنا نشھدہ ونصحبه فلم نسمعها منه۔"

یعنی کیا حال ہے لوگوں کا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کرتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی لیکن ہم نے یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ ہم نے یہ حدیث نہیں سنی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث جس کا ذکر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں یہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھی چنانچہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ہر حدیث کا علم ہر صحابی کو نہ ہوا اور نہ ہی ہر حدیث کا ادراک ہر صحابی کو ہو سکا۔ ایک مشہور حدیث کہ دیت میں تمام انگلیاں برابر ہیں۔ یہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی اپنی امارت کے وقت پہنچی، اس سے قبل ان کو اس حدیث کا علم نہ تھا۔ (دیکھیے فتوی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ج ۲، ص ۴۳۶)

حتی کہ کبار صحابہ، خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب احد تک بھی تمام احادیث کا پہنچنا ثابت نہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے، مزید دلائل کے لیے اعلام الموقعین، ج ۴، صفحہ ۱۹ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ لہٰذا اسی طریقے سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک بھی یہ حدیث نہیں پہنچی تھی، اس لیے وہ اس کا انکار کر رہے تھے۔

چیلنج:

میرا تمام معترضین کو چیلنج ہے کہ وہ امیر معاویہ کے اس قول کو حدیث ہونا ثابت کر دیں کیونکہ معترض یہی ثابت کر رہا ہے کہ یہ حدیث ہے جیسا کہ اس نے اپنے خط یا اقتباسات میں تحریر کیا ہے (یاد رکھا جائے جن صحابہ نے یہ روایت کیا ہے کہ ربا نہیں ہے نقد میں اس حدیث کا تعلق اجناس کی تبدیلی کے ساتھ مشروط ہے۔ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا تعلق ایک ہی جنس پر سودے کے ساتھ ہے۔ ایک ہی جنس میں اگر کمی بیشی ہوگی یہ سود ہوگا اور اس کو سود نہ قرار دینے پر کوئی حدیث نہیں اسی لئے معاویہ رضی اللہ عنہ دلیل مہیا نہ کر سکے اور ہمارا چیلنج بھی اسی مسئلے کیساتھ خاص ہے کہ امیر معاویہؓ سے وہ حدیث ثابت کریں کہ ایک جنس میں اگر بیع ہو نقد از نقد تو کمی بیشی ہرگز سود نہیں ہوتی۔) ہم یہ بات بہت رسوخ سے کہہ رہے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی حدیث نقل نہیں کی بلکہ وہ ان کی ایک رائے تھی جو کہ حدیث نا معلوم ہونے کی واضح دلیل ہے، کئی ایسے صحابہ کرام موجود ہیں جنہیں کئی مسائل کا علم یا احادیث کا علم نہ ہو سکا اور بعد میں ان تک احادیث کو پہنچایا گیا اور انہوں نے رجوع کیا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اس بات کا اعتقاد رکھے کہ ہر صحیح حدیث ہر ائمہ یا معیّن امام تک پہنچی تو وہ فحش اور قبیح غلطی کر رہا ہے۔

(رفع الاعلام، ص ۲۳۸)

میرے خیال سے معترض اس بات سے بھی ناواقف ہونگے کیونکہ یہ علم حدیث سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے میرا ایمان یہ ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی امتی، حتی کہ بڑی سے بڑی ہستی کی بھی بات نہیں مانی جائے گی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی اتباع لازمی ہوگی۔ اور آپ کے فیصلے کا نفاذ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (النساء: ۶۵)

"سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ! یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔"

آیت مذکورہ نے یہ واضح کیا کہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کا ہی چلے گا اور جو آپ کے فیصلے سے روگردانی کرتا ہے وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

ہمیں تمام اقوال پر رسول اللہ ﷺ ہی کے اقوال کو ترجیح دینی ہوگی اب ہم یہ واضح کریں گے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عدم حدیث کی وجہ سے آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا کیونکہ عبادہ بن صامت حدیث بیان کر رہے تھے اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے موقف کی حدیث ہوتی تو وہ اپنے موقف کی تائید کے لئے حدیث کا سہارا لازمی لیتے یا حدیث پیش کرتے۔ مذکورہ مسئلے میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا قول واضح ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ بیان فرما رہے تھے اور امیر معاویہ حدیث نہیں بلکہ اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔

جی وہ اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے اور یہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حدیث کے مقابلے میں کسی کی بھی رائے قبول نہ ہوگی بلکہ رائے کو چھوڑ دیا جائے گا اور حدیث رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا جائے گا یہی رسالت کا حق ہے۔

قبیصہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے جو (بیعت عقبہ میں) انصار کے نمائندے تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں روم کے علاقے میں جہاد کیا۔ (وہاں) انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے سونے کی ڈلیوں کے بدلے دیناروں کا اور چاندی کی ڈلیوں کے بدلے درہموں کا لین دین کر رہے ہیں۔ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سود کھا رہے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر نہ اس میں زیادتی ہو اور نہ ادھار" سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو الولید میرے خیال میں سود وہی ہے جو ادھار ہو"۔

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور آپ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھے (اس جہاد سے سلامت) واپس لے گیا تو میں اس علاقے میں نہیں رہوں گا جہاں مجھ پر آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت ہو۔ جب وہ جہاد سے واپس ہوئے (تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام جانے کے بجائے) مدینہ جا پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو الولید آپ یہاں کیوں تشریف لائے؟ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ بھی بیان فرما دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو الولید اپنے علاقے میں واپس چلے جایئے اللہ برا کرے اس علاقے کا جس میں آپ اور آپ جیسے افراد نہ ہوں اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا عبادہ رضی اللہ عنہ پر آپ کی کوئی حکومت نہیں اور عبادہ نے جو کچھ کہا ہے (یعنی جو حدیث نقل کی ہے) لوگوں سے اسی کے مطابق عمل کراؤ، کیونکہ (شریعت) کا حکم یہی ہے۔

نوٹ: خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔

مذکورہ حدیث نے واضح کر دیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ صرف رائے تھی اگر وہ اپنی رائے سے بات نہ کرتے تو فرماتے کہ میرے پاس بھی حدیث رسول ﷺ ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ سننا کہ یہ آپ کی رائے ہے اور پھر اس کے بعد آپ کا خاموش ہونا مبین دلیل ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے موقف کی کوئی دلیل نہ تھی۔۔۔اور حدیث کے آخری الفاظ جس میں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو اسی کے مطابق عمل کراؤ جو عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی ہے اور یہی (شریعت) کا حکم ہے لہٰذا اب عمر رضی اللہ عنہ نے بھی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے موقف کے اتباع کرنے والے ہو گئے کیونکہ عبادۃ رضی اللہ عنہ کے پاس واضح حدیث رسول ﷺ موجود تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دلیل نہ تھی وہ صرف اپنی رائے کا اظہار فرما رہے تھے۔ ❶

اب فیصلہ قارئین آپ کیجئے کہ حدیث رسول ﷺ پر ایمان لائیں کہ معترضین کی طرح قیاس و آراء پر کیوں کہ دین قرآن و صحیح

---

❶ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ اور کاتبین وحی میں شمار تھے ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ تمام صحابہ کی توقیر اور عزت کریں اور صحابہ کے لئے کسی قسم کی خلش دل میں پیدا نہ کریں کیونکہ یہ وہ پاکیزہ جماعت تھی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیث کا رد کرنے والے نہ تھے یہ واقعہ عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا اس لئے پیش آیا کہ اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث موجود نہ تھی اگر آپ کے پاس حدیث موجود ہوتی تو آپ کبھی بھی اپنی رائے کو مقدم نہ کرتے بلکہ حدیث رسول ﷺ کو مقدم رکھتے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت اونچے اور عظیم ہیں ان کیلئے رائے کے دانے کے برابر بھی دل میں خرابی پیدا کرنا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ (محمد حسین میمن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا نام ہے آراؤں اور قیاسوں کا نام نہیں ہے۔

الحمدللہ ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ معترضین نے دھڑلے سے جس موقف پر مباھلہ کا اعلان کیا ہے وہ موقف ہی رائے پر قائم ہے۔ معترض سو مرتبہ ہمارے پیش کردہ دلائل کو پڑھیں اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح حدیث قبول کرنے والا بنے خاماخاہی حدیث کے خلاف قیاس اور انکل کے گھوڑے نہ دوڑائے ان کو اس فعل پر شہرت ضرور ملے گی مگر اللہ کی ولایت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ولایت صرف نبی کریم ﷺ کی بات کو قبول کرنے میں اور آپ ﷺ کی اتباع میں ہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے نبی ﷺ فرمادیں کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

قارئین کرام کئی صحابہ ایسے ہیں جن تک احادیث نہ پہنچیں بظاہر ان کا فتویٰ حدیث کے مطابق نہ ہوتا مگر جوں ہی حدیث کے علم کا انہیں ادراک ہوتا وہ فوراً بغیر کسی چوں چرا کے اپنے موقف سے رجوع کرتے۔ ایک قاعدہ یہاں ذکر کرتا چلوں کہ اگر کوئی صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فلاں حدیث نہیں سنی اور اسی مسئلہ میں دوسرے صحابی یہ کہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنی ہے تو بات اس صحابی کی مانی جائے گی جو یہ کہتا ہے کہ میں نے سنی ہے کیونکہ جس صحابی نے انکار کیا تو وہ ایک عذر ہے کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ سے نہیں سنا۔ لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث نہیں سنی جس کا علم عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا مگر عبادہ بن صامت نے نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کو سنا تو بات اب ان کی قبول کی جائے گی کیونکہ علم ان کے پاس ہے۔ اور صحابہ نبی کریم ﷺ کے پاس چوبیس گھنٹے ساتھ نہیں ہوا کرتے تھے۔ یہ بات تو واضح ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہر وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں ہوتے تھے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ معاش اور گھریلو مصروفیات بھی ہوا کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ ہر حدیث ہر صحابی تک نہیں پہنچتی۔ میرے خیال سے معترض چاشت کی نماز کے تو قائل ہونگے؟ اگر ان کو اس میں کوئی تعارض نظر نہ آیا ہوگا تو۔۔۔۔ مگر امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"ما صلی رسول اللہ ﷺ الضحیٰ قط فی حضر ولا سفر" (صحیح البخاری، ج۱، ص ۱۹۷)

"میں رسول اللہ ﷺ کو صلاۃ الضحیٰ (چاشت) کی نماز کبھی بھی پڑھتے نہیں دیکھا۔"

اب اگر معترض کو یہ کہا جائے کہ آپ چاشت کی نماز کے اگر قائل ہیں تو امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا لہٰذا چاشت کی نماز درست نہیں اور میں مباہلہ کا اعلان کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ بات درست ہوگی؟؟

ہر گز نہیں کیوں کہ دانائی حکمت کی یہی سب سے بڑی دلیل اور تقاضا ہے کہ شرعی دلائل پر غور کیا جائے کیونکہ عدم ذکر سے عدم شئی لازم نہیں آتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالکل اسی طرح سے امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم نہ ہونے کی وجہ سے چاشت کی نماز کا نہ ہونا ثابت نہ ہوگا کیونکہ جو انہوں نے دیکھا سو وہ بیان کر دیا اور جو دوسرے صحابہ نے دیکھا تو انہوں نے بیان کر دیا۔ ام ھانی رضی اللہ عنہا نے چاشت کی نماز کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھتے دیکھا۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ام ھانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا اور پھر آٹھ رکعت (چاشت) کی نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، رقم:۱۱۷۶)

لہٰذا ام ھانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا سو انہوں نے اس حدیث کو آگے پہنچا دیا۔

اب ہم یہاں مزید وضاحت کیلئے چند مثالیں پیش کرتے ہیں جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ کئی احادیث کئی صحابہ کے علم میں موجود نہ تھیں ان کے علم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ مثلاً:

❶ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ کا تیمم کے بارے میں واقعہ معروف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ اگر میں جنبی ہو جاؤں اور پانی نہ پاؤں تو کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا ایسی صورت میں نماز نہ پڑھو۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں میں اور آپ سفر میں تھے ہمیں غسل کی ضرورت پڑی پانی تھا، آپ نے نماز نہ پڑھی اور میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر نماز پڑھ لی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ سارا ماجرہ کہہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے یہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتا پھر ان پر پھونک مار کر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے مزید یاد نہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم کتاب التیمم رقم ۳۲۸)

❷ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر دادی کی میراث والی حدیث نہیں پہنچی یہاں تک کہ انہیں مغیرہ بن شعبہ نے یہ حدیث سنائی۔ (موطأ امام مالک ۲/۵۱۳)

❸ عمر رضی اللہ عنہ کو انگلیوں کی دیت کی حدیث معلوم نہ تھی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد انہیں ال عمرو بن حزم کی کتاب سے دلیل ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام انگلیاں دیت کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ (سنن البیہقی ج ص)

❹ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ حدیث موجود نہ تھی کہ کسی کے گھر جاؤ تو تین مرتبہ اجازت چاہو حتی کہ انکو ابو موسی نے اس حدیث کی خبر دی۔ (صحیح بخاری رقم ۷۳۵۳)

❺ طلاق ثلاثہ کے بعد عورت کا اپنے خاوند جس سے طلاق ہوئی اس کے گھر میں نہ اس کی عدت ہے اور نہ ہی اس کے خاوند پر عورت کا نفقہ اور سکنی ہے یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی۔ (صحیح مسلم رقم)

ایسے انگنت مسائل موجود ہیں جن کا علم صحابہ کو نہ تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں یا آپ کے بعد صحابہ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے صحابی کے ذریعے احادیث کا ادراک ہوا لیکن یہی بات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صادر آتی ہے کہ آپ کو اس حدیث کا علم نہ تھا جس کا علم عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کو تھا یہ قاعدہ اہل اصولیین کے نزدیک متفقہ ہے کہ اگر ایک صحابی کسی مسئلہ میں انکار کرتا ہے اور دوسرا صحابی اقرار کرتا ہے تو بات ان صحابی کی مانی جائے گی جو اثبات میں بیان کرتے ہیں کیونکہ جو صحابی انکار کر رہے ہیں انہیں اس حدیث کا علم نہ ہو سکا اور جن صحابی کو اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے اسے بیان کر دیا۔ ❷

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان جلیل وقدر صحابہ میں شمار ہوتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت قریب اور آپ کے جانشین تھے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات یاد رکھیں کہ اگر وہ کوئی حدیث بیان کرتے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوتی تو وہ لازماً اس کا حوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے اور اگر ان کی رائے ہوتی تو معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی اختیار کرتے جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سامنے خاموشی اختیار کی کیونکہ وہاں آپ کی رائے تھی اور جہاں آپ کی رائے نہ ہوتی تو وہاں واضح کر دیتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے مثلاً:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب کچھ لوگوں کو عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً انکار کیا اور فرمایا:

"ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے اور ہم نے یہ نماز پڑھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو رکعتوں کو پڑھنے سے روکا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب رقم ۳۷۶۶)

اب ذرا غور کیجئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ پر جو آپ کی رائے تھی اور وہ الفاظ جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے الفاظ:

"ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی اور ہم نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنی۔"

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ آپ اپنی رائے مجھے بتاتے ہیں اور میں حدیث۔۔۔۔۔

وہ الفاظ جو معاویہ رضی اللہ عنہ نے بالمشافہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو رکعتوں کو پڑھنے سے منع کیا۔

غور کیجئے جس طرح عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ممانعت کی حدیث کا ذکر فرمایا اگر عبادۃ بن صامت کے مقابلے میں ان کے پاس حدیث ہوتی تو وہ بیان کرتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منع کرتے ہوئے سنا۔۔۔۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف رائے پر مبنی تھا اور سیدنا عبادۃ رضی اللہ عنہ کا موقف قوی اور حدیث پر مبنی تھا اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ نے عبادۃ

❷ اس مسئلے کے تفصیلی ادراک کے لیے الاستاذ ڈاکٹر عبدالکریم بن علی کی کتاب "مخالفۃ الصحابی للحدیث النبوی الشریف" کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ جس کو مکتبۃ الرشد للریاض نے شائع کیا ہے۔ اور خطیب بغدادی کی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" بھی اس مسئلہ پر بہترین کتاب ہے۔ جسے مکتبہ دار ابن الجوزی نے شائع کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن صامت رضی اللہ عنہ کے موقف کو نافذ کروایا اور اسے شریعت قرار دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو قاعدہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر حدیث کا ادراک ہر صحابی کو نہیں ہوا اس کی ایک طویل فہرست موجود ہے یہاں استیعاب مقصود نہیں پچھلے اوراق میں میں نے چند نظائر قارئین کی خدمت میں گوش گوار کیے ہیں۔

الحمد للہ ہم نے دلائل اور براہین سے ثابت کر دیا کہ صحیح مسلم کی جن تین احادیث صحیحہ کے بارے میں معترض نے اعتراضات کیے اور زبردستی ان احادیث کو معارض ہونا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہم ان احادیث میں تطبیق اصولوں اور ضوابط کی روشنی میں پیش کر دیتے ہیں۔

ہمارا چیلنج یاد رکھیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو حدیث پر ترجیح دی گئی ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو مرفوع حدیث ہونا ثابت کریں ورنہ اپنے خود ساختہ قول سے رجوع کریں۔

معترض نے قرآن مجید کے بارے میں لکھا ہے کہ قرآن میں نقد میں سود کا کوئی ذکر نہیں۔ قرآن کی روشنی میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحیح ثابت ہوتے ہیں ۔

ماشاءاللہ معترض نے کیا فہم قرآن پایا ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے علم کی دعا دی وہ تو عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث کو قبول کرتے ہیں اور ان کی زبان سے یہ نہ نکلا کہ یہ حدیث قرآن کیخلاف ہے، لیکن معترض کا فہم قرآن اتنا زبردست ہے کہ جو بات صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھ میں نہ آئی وہ انہیں گھر بیٹھے سمجھ میں آگئی۔ ایسا لگتا ہے کہ معترض اگر صحابہ کے دور میں ہوتا تو وہاں بھی مباہلہ کا چیلنج دیتا۔۔۔

محترم قارئین قرآن مجید میں کئی آیات ایسی ہیں جو ذکر کی گئی ہیں لیکن اس کی تشریح اور خلاصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی منصب تھا اور اس منصب پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز کیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل:٤٤)

”یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا آپ اس کے مطالب اور مفاہیم بیان کر دیں“۔

یہاں ”تبیان“ سے مراد وضاحت ہے جس سے مراد قرآن مجید کی آیات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واضح کرینگے۔ یہ وہ منصب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

معترض کا یہ کہنا کہ قرآن شریف کی آیتوں (سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۷۹، ۲۷۸، ۲۷۵-۲۸۰) میں صرف اور صرف ادھار والے سود کا ذکر ہے جب کہ پورے قرآن مجید میں سود کا کوئی ذکر نہیں۔

ان کے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حلال، حرام، نماز کا طریقہ، لین دین کے جملہ مسائل سب کچھ قرآن سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہی اخذ کئے ہیں اسی لئے یہ قرآن سے سود کے تمام مسائل کو اخذ کرنا چاہتے ہیں۔ میں معترض کو وہی کہوں گا جو کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کہا کہ جب اسے حدیث بیان کی گئی تو اس نے کہا:

"ان اللہ یقول فی کتابہ کذا و کذا"

کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں تو اس اس طرح فرماتا ہے۔ تو جواباً سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا غصے کی حالت میں:

"الا اراك تعرض فی حدیث رسول اللہ کان اعلم بکتاب اللہ منك" (ذم الکلام للھروی، ج۲، ص۲۵۹)

کہ میں تمہیں حدیث رسول پیش کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ تم سے بہت زیادہ قرآن کو جاننے والے تھے۔

لہٰذا محترم قارئین! قرآن مجید میں ان گنت ایسے مسائل ہیں جس کے بارے میں صرف اشارہ موجود ہے قرآن میں باقی مکمل تفصیل حدیث ہی کرتی ہے۔

امام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ نے بہت خوبصورت بات کہی آپ فرماتے ہیں:

"قد نص اللہ تعالیٰ تحریم الربا وتوعد علیہ، ولکن ذکر الربا، مجملاً فی القرآن، والتغییر محال علی بیان رسول اللہ ﷺ"

(نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب، ج۵، ص۷)

"اللہ تعالیٰ نے سود کے اور اس کی وعید پر نص ثابت کی ہے اور یقیناً قرآن میں سود کا ذکر اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف چار اشیاء کو ہی حرام قرار دیا ہے، مردار، بہتا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا......﴾

(الانعام: ۱۴۵)

"آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون....."

مندرجہ بالا آیت میں صرف چار اشیاء کے علاوہ نبی پر کسی چیز کو حرام نہیں قرار دیا گیا یعنی ان چار اشیاء کے علاوہ سب کچھ حلال ہے۔

اب معترض سے سوال یہ ہو گا کہ:

کتا، ریچھ، سانپ، بچھو، لومڑی، شیر، چیتا، چوہا کیا یہ جانور حلال ہیں یا حرام؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآنی بیان سے تو یہ حلال ہیں کیونکہ چار اشیاء کے علاوہ کسی چیز کو قرآن نے حرام نہیں قرار دیا اگر آپ کہیں گے کہ یہ حرام ہیں تو پھر وہ حدیث جس میں حرام کردہ چیزوں کی ایک فہرست ہے وہ (معترض کے قاعدہ کے مطابق) قرآن سے متعارض ہوگی اور غیر مقبول ہوگی۔۔(کیونکہ معترض نے قرآن سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآن میں ادھار پر سود کا ذکر ہے نقد پر سود کا ذکر نہیں ہے اسی لئے قرآن پر زیادتی مقبول نہیں، بعینہ اسی طرح قرآنی بیان سے صرف چار اشیاء ہی حرام ہیں اگر حدیث چار کے علاوہ اور اشیاء کو بھی حرام قرار دے رہی ہے تو وہ بھی زیادتی ہوگی جو قبول نہ ہوگا۔ اور اگر یہاں حدیث قبول ہوگی تو کن قواعد و ضوابط کی صورت میں؟ اگر یہاں قواعد و ضوابط پر عمل ہوگا تو سود والی آیت کی تشریح کے لیے حدیث رسول ﷺ کیوں مقبول نہ ہوگی؟؟ اب ہم باقی حرام چیزوں کو کس کھاتے میں ڈالیں گے؟؟ یا پھر نئی اصطلاحات کو وجود دیں گے؟؟)) اور اہل علم کو ایک نئے فتوے سے روشناس کروائیں گے فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے اور اگر آپ حرام کی طرف جائیں تو سمجھ لیں قرآن اجمالاً ذکر کرتا ہے اور حدیث اس کی تشریح کرتی ہے اسی طرح سورۃ بقرۃ میں سود کا حکم اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس کی مختلف انواع پر سنت نے بحث کی ہے اور یہی منصب حدیث کو قرآن نے دیا ہے۔

لطیفہ: ایک منکرین حدیث سے گفتگو ہوئی اس نے کہا کہ قرآن میں گدھے کی حرمت کا ذکر موجود ہے کہ وہ حرام ہے۔ ہم نے کہا کہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ گدھا حرام ہے دلیل کے طور پر منکرین حدیث نے آیت پیش کی کہ:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ (الصف:٥)

ترجمہ: ”جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں“۔

منکر حدیث نے کہا گدھا رجس ہے اسی لئے کفار کے لئے اس کی مثال دی گئی۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر اس کی حرام ہونے کی دلیل یہی ہے (کیونکہ حدیث تو ان کے نزدیک قرآن سے ٹکراتی ہے اس لئے مقبول نہیں) تو پھر بھیڑ، بکری، گائے، سارے چوپائے بھی حرام ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی نے کافروں کیلئے فرمایا:

﴿اولئك كالانعام بل هم أضل﴾

”یہ لوگ تو چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ اس بھی زیادہ گمراہ“۔

تو اللہ تعالی نے کافروں کیلئے چوپایوں کی مثال دی تو اب ان کے قاعدے کے مطابق چوپائے بھی حرام کیوں کہ کافر رجس اور نجس ہے۔

ذرا سوچئے حدیث قرآن مجید کا خلاصہ بیان کرتی ہے اگر اسے چھوڑ دیں گے تو جگہ جگہ پر ایسی مضحکہ خیز غلطیاں کرینگے جن سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآن فہمی نہیں بلکہ شک و شبہات کی آبیاری ہو گی۔۔۔

لہذا ایسی کئی آیات ہیں جن میں اجمالاً ذکر موجود ہیں مگر حدیث نے اسکا خلاصہ اور تفصیل ذکر فرمائی ہے کیونکہ جس سورۃ بقرۃ کی آیت سے معترض حدیث کو رد کرنے کی جستجو کر رہا ہے وہ حدیث ہر گز قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کے احکامات کی تفصیل ہے۔

اگر قرآن مجید میں بقول معترض کے صرف ادھار والے سود کا ذکر ہے تو اگر حدیث نے نقد سود کا ذکر کر دیا تو کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑا؟؟

اور یہ کوئی تناقض نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی اہل علم نے اس حدیث کو تعارض سمجھا قرآن مجید کی آیت سے بلکہ ایسی توان گنت مثالیں موجود ہیں جس کی تفصیل حدیث بتلاتی ہے مثلاً اللہ تعالی نے ان عورتوں کا ذکر فرمایا جن سے آپ نکاح نہیں کر سکتے وہ خواتین آپ کی محرمات میں سے ہیں اللہ تعالی نے جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے وہ یہ عورتیں ہیں۔

❶ تمہاری مائیں ❷ تمہاری لڑکیاں ❸ تمہاری بہنیں ❹ تمہاری پھوپھیاں ❺ تمہاری خالائیں ❻ بھائی کی لڑکیاں ❼ بہن کی لڑکیاں ❽ تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ❾ تمہاری دودھ شریک بہنیں ❿ تمہاری ساس ⓫ تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہے۔ تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ⓬ اور تمہاری صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں ⓭ اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا۔ (النساء: ۲۳)

مذکورہ فہرست میں جو قرآن مجید سے ماخوذ ہے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام عورتیں جن کا ذکر گزر چکا ہے حرام ہیں ان خواتین کے علاوہ باقی سب خواتین حلال ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے بھتیجی، پھوپھی، بھانجی اور خالہ کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ قرآن مجید میں صاف طور پر جن عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی ہے اس فہرست میں یہ مذکور نہیں ہے کہ بھتیجی پھوپھی بھانجی اور خالہ کا نکاح بیک وقت ایک آدمی سے حرام ہے حالانکہ اس مسئلہ پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ حدیث قرآن کی مذکورہ حرام کی ہوئی عورتوں میں مزید اضافہ کرتی ہے۔ اب بتائیں کیا یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے؟ کیا اس پر عمل کیا جائے گا؟؟؟

اگر یہ بھی تعارض لگتا ہے تو آپ تحریری طور پر ہمیں یہ لکھ کر ارسال کریں گے کہ بھتیجی اور پھوپھی، بھانجی اور خالہ کا ایک وقت میں ایک آدمی کے نکاح میں آنا درست ہے اور اگر آپ کا اس حدیث پر عمل ہے تو صحیح مسلم کی حدیث پر عمل کرنے میں کونسی چیز آپ کو مانع ہے۔

اگر اسی طرح سے غور کیا جائے سورۃ البقرۃ میں جو اللہ تعالی کا ارشاد ہے "واحل اللہ البیع وحرم الربا" اللہ تعالی نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔

اس آیت میں بیع اور ربا کو خواہ عام کہا جائے یا مجمل قرار دیا جائے لیکن اس کی جزئیات اور صورتوں کو بیان نہیں کیا گیا۔ بیع کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی خرید وفروخت اور ربا کے معنی بڑھوتری کے ہیں. یہ امر ظاہر ہے کہ جس طرح ہر قسم کی خرید وفروخت جائز نہیں اسی طرح ہر قسم کی بڑھوتری ناجائز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿یا ایھا الذین آمنوا لاتأکلوا الرّبوا اضعافا مضاعفۃ﴾

''اے ایمان والو یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو۔''

بظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سود کی زائد وہ مقدار حرام ہے جو کہ زائد اور کثیر ہو گی کم مقدار حرام نہیں لیکن اس کی پوری کیفیت حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح سے قرآن مجید میں لین دین کے مسائل کا ذکر موجود ہے سورۃ بقرۃ میں لین دین کے مسائل کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿واشھدوا اذا تبایعتم﴾ (البقرۃ:۲۸۲)

''اور خرید وفروخت کے وقت بھی گواہ مقرر کر لیا کرو۔''

آیت مبارکہ کا عموم اس چیز کا متقاضی ہے کہ ہر لین دین میں گواہوں کو مقرر کیا جائے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز اور بڑی سے بڑی چیز کو لینے اور دینے کیلئے گواہ مقرر کئے جائیں؟ کپڑے کی دکان پر جب رمضان کے مہینے میں خصوصاً جب چاند رات ہو تو کیا اس جگہ ممکن ہے ہر خرید وفروخت پر گواہ مقرر کیے جائیں۔

آخر آیت کے عموم کو کون خاص کرے گا کون ہمیں اس کا خلاصہ بتائے گا لازمی امر ہے کہ وہ ذات ہی ان آیات کے بارے میں وضاحت کرے گی جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تبیین کے منصب پر گامزن فرمایا ہے اور وہ ذات آخری نبی محمد ﷺ ہیں.

الحمد للہ یہ بات واضح ہے کہ ہم نے معترض کے اشکال کو علمی بحث کے ذریعے ان کے جوابات مہیا کر دیئے ہیں۔ مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ہم کہتے چلیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس حدیث میں نقداً نقد سودے کو سود قرار دیا ہے، وہ سود دراصل ایک جنس کے ساتھ کمی بیشی پر مبنی تھا۔

دو صاع یا تین صاع کھجور دے کر ایک صاع کھجور لے لی اس بیع میں واضح کمی بیشی اور ناپ تول میں کمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے حدیث جو معترض کو قرآن کے خلاف نظر آئی وہ حدیث بھی الحمد للہ قرآن مجید کے بعین مطابق ہے۔ ❸

❸ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہوگی وہی مقبول ہوگی بلکہ ہر وہ حدیث جس کی صحت ثابت ہو جائے وہ قرآن مجید کی تشریح اور خلاصہ ہی ہوتی ہے۔ ہم نے یہاں صرف معترض کو سمجھانے کے لیے یہ بات کہی ہے ورنہ سلف میں یہ قاعدہ مشہور ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ شرط لگاتی ہو کہ جو بات نبی کریم ﷺ کی بظاہر قرآن کے مطابق ہو تو اسے لے لینی چاہیے اور جو اس کے خلاف بظاہر دکھائی دے تو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ بلکہ قرآن مجید میں حدیث پر عمل کرنے کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ یہاں موقع نہیں ہے ورنہ ان گنت دلائل اس کے موجود ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ ﴾ (الشعراء: ۱۸۱۔ ۱۸۳)

"ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو، اور سیدھی صحیح ترازو سے تولہ کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو، بے باکی کے ساتھ زمین پر فساد نہ مچاؤ۔"

اس آیت میں ناپ تول کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ترازو انصاف کے ساتھ قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھا جائے کہ بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث میں واضح ناپ تول کا فقدان تھا۔ دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلے ایک صاع اچھی کھجور کا سودا کیا گیا۔ مزید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ ﴾
(هود: ۸۵)

"اے میری قوم ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ۔"

مندرجہ بالا آیت میں بھی انصاف کے ساتھ ناپ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چیزیں کم دینے سے روکا گیا ہے۔ واضح رہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے دو صاع کھجور گھٹیا دے کر ایک صاع اچھی کھجور لی۔ اس سودے میں ناپ تول کی کمی واضح ہے اسی علت سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنی کھجوریں آپ بیچ ڈالتے پھر اس کے پیسوں سے اچھی کھجور خریدتے تاکہ ناپ اور تول میں کمی واقع نہ ہو۔ تیسری آیت:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ ﴾
(مطففین: ۱۔ ۳)

"بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ سے بھی بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ سے جو دو صاع کھجوریں لی گئیں وہ زیادہ لی گئیں اور جب دیا گیا تو ناپ تول میں واضح کمی کر دی گئی۔ دو صاع کی جگہ ایک صاع۔

ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ وہ کھجوریں جو بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں وہ گھٹیا تھی اس لیے دو صاع کی جگہ ایک صاع دیا

(الرسالہ امام شافعی) (الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا تو یاد رہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں مطلق طور پر کمی بیشی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کاسانی نے ان آیات کی رو سے بلال رضی اللہ عنہ والی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔ دیکھیے (بدائع الصنائع للکاسانی، ج۴، ص ۴۰۲)

یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث جسے (بیع الفضل) کہا جاتا ہے اس کو ربا (سود) قرار دیا ہے۔ موسوعۃ الفقھیۃ جو کہ کی سینکڑوں کبار علماء کی تالیف ہے ان سب نے اس موسوعۃ میں "بیع الفضل" بلال رضی اللہ عنہ والی حدیث نے دو صاع گھٹیا کھجور دے کر ایک صاع اچھی کھجور خرید لی نقد از نقد کو سود (ربا) میں داخل کیا ہے۔ اور بیع الفضل اور بیع النسیئۃ دونوں کو ربا کے باب میں لا کر سود کا حکم لگایا ہے(الموسوعۃ الفقھیۃ، ج۲۲، ص۵۷)۔ ان دلائل و براہین سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں بلکہ ہر حدیث اپنے محل اور مناسبت کو واضح کرتی ہے۔

اس مختصر سی گفتگو میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح ان آیات کی تفسیر اور صحیح منشاء رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے ذریعے ہی ممکن ہے بعینہٖ اسی طرح سے سود والی آیت کی بھی وہی تشریح معتبر ہوگی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔

اس کے علاوہ ذہنی، سوچ، قیاسات، اٹکل، میرے خیال سے یہ ایسا، تمہارے خیال سے وہ ایسا یہ سب بیکار اور فضولیات ہیں ہمیں تو قرآن مجید کی معارفت بھی ہمارے رسول ﷺ کے ہی ذریعے نصیب ہوئی۔ لہٰذا سلف وصالحین کا یہی متفقہ منہج تھا کہ قرآن مجید کی وہی تفسیر سب سے صحیح ہوگی جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی۔ اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف قیاس اور اپنی رائے سب گمراہی کی دلیل ہے۔

اول آنکس کاین قیاس کہا نمود
پیش انوار خدا ابلیس بود ❶

❶ سب سے پہلے جس نے انوار خدا کے سامنے قیاس پیش کیا وہ ابلیس تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب المساقاة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب فی الشرب

کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا

”عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ“ (صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، رقم الحدیث: ۲۳۵۱)

”نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو پیا، آپ کے دائیں طرف ایک نو عمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور کچھ بزرگ لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: 'اے لڑکے! کیا تو اجازت دیگا کہ میں پہلے یہ پیالہ بڑوں کو دے دو؟' اس پر اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصے کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ نے وہ پیالہ پہلے اسی کو دے دیا“۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

الفاظ حدیث میں لفظ شرب آیا ہے۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شِرب: بکسر الشین، پانی کا حصہ، گھاٹ، پینے کا وقت، اس کی جمع 'أشراب' ہوگی، باب سَمِعَ سے مصدر ہے اور ضمہ اور فتحہ سے بھی پڑھا گیا ہے“ (طلبة الطلبة للنسفی، ص۳۱۲)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے 'جمهرة الامثال، ج۱، ص۸۱۔ مجمع الامثال، ص۴۳“

صاحب مُغرِب رقمطراز ہیں:

”'شِرب' لغۃ شین کے کسرے کے ساتھ ہے پانی کے حصے کو کہتے ہیں اور شرعاً اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے یا اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے اپنے حصہ کی باری کو کہتے ہیں“۔ (المُغرب: ج۱، ص۴۳۶)

لہٰذا ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ اس مقصد کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پانی پر انسانی ملکیت جاری ہو سکتی ہے اور اس کو مملوک بھی بنانا جائز ہے۔ امام ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مراد ان الماء يملك، ولهذا استأذن النبي ﷺ بعض الشركاء فيه، ورتب قسمته يمنة ويسرة۔۔۔“

(فتح الباری، ج۱، ص۱۷)

”یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ پانی پر انسانی ملکیت جاری ہو سکتی اور اس کو مملوک بنانا بھی جائز ہے۔ اس لیے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں آپ ﷺ نے بعض شرکاء سے اس کی تقسیم کے لیے اجازت طلب فرمائی اور اس کی تقسیم کو دائیں اور بائیں جانب مرتب فرمایا، اگر وہ اپنی اباحت پر باقی رہتا تو نہ ہی کسی کی ملک میں داخل ہوتا اور نہ ہی اجازت اور ترتیبِ تقسیم کی ضرورت پیش آتی''۔

علامہ عبدالحق الھاشمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ترجمۃ الباب سے جو مناسبت ہے وہ اس جہت سے ہے کہ پانی کا تقسیم کرنا مشروع ہے کیونکہ خاص کیا گیا ہے ان لوگوں کو جو دائیں جانب ہوا کرتے ہیں یعنی انہی لوگوں سے ابتداء کی جائے تقسیم کے لیے۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب سے مناسبت ہوگی''۔ (لب اللباب فی التراجم والابواب، ج۳، ص۴۳۴)

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ یوں ہوگی کہ حدیث میں دائیں طرف صحابی کے بیٹھنے سے ان کا استحقاق ہو گیا تھا۔ اگر ان کا استحقاق ہی نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ ان سے اجازت طلب کیوں فرماتے؟؟ لہٰذا اگر آدمی پانی کو اپنے تصرف میں لے آئے اپنے مشکیزے وغیرہ میں رکھ لے تو بطریق اولیٰ اس کا استحقاق اس پانی پر ثابت ہو جائے گا اور وہ پانی اس کی ملک ہو جائے گا۔

(فتح الباری، ج۶، ص۶۷)

لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت ظاہر ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ایک اشکال وارد فرمایا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا حدیث پر اشکال:

''فان قلت: لیس فی الحدیث أن القدح کان فیه ماء؟'' (عمدۃ القاری، شرح صحیح البخاری، ج۱۲، ص۲۸۱)

''اس حدیث میں تو اس بات کی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ وہ پیالہ پانی کا تھا، تو اس حدیث سے پانی کی ملکیت کے استحقاق کا مدعی کیسے ثابت ہوا؟''

امام عبداللہ بن سالم البصری الشافعی رحمہ اللہ آپ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''والحدیث الاول لم یذکر فیه الشراب الذی کان فی القدح هل هو ماء او لبن شیب بماء؟ وظاهر الامر انه کان لبناً، ای بل جاء مفسراً فی کتاب الاشربة بأنه لبن'' (ضیاء الساری، ج۱۸، ص۱۵)

''یعنی حدیث اول میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ پیالہ کس چیز کا تھا، یعنی اس میں کیا چیز تھی پانی تھا دودھ تھا یا پانی اور دودھ ملا ہوا تھا؟ جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وہ دودھ تھا جیسا کہ آگے 'کتاب الاشربة' میں ذکر ہے کہ وہ دودھ کا پیالہ تھا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:

دائیں ہاتھ پر جو صحابی تشریف رکھتے تھے وہ کون تھے؟ سنن الترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ (سنن الترمذی، رقم: ۳۴۵۵، وحسنہ الالبانی فی السلسلۃ الصحیحہ ۲۳۴۰، وابن السنی، رقم: ۴۶۸)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وروی من طریق اسماعیل بن جعفر: أخبرنی ابو حازم عن سہل بن سعد قال: اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقدح من لبن وغلام عن یمینہ والأشیاخ امامہ وعن یسارہ ۔۔۔ الحدیث" (التمہید، ج۲۱، ص۱۳۲)

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یقال ان الغلام ھو الفضل بن العباس" (شرح ابن بطال، ج۶، ص۴۹۴)

"یعنی وہ لڑکا فضل بن عباس تھے"۔

برھان الدین سبط ابن العجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضل بن عباس تھے۔ (تنبیہ المعلم بمھمات 'صحیح مسلم'، ص۳۵۰)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت پیش فرمائی اس میں سیدنا ابن عباس سے مراد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

(التمہید، ج۲۱، ص۱۲۳)

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس غلام سے مراد یہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے"۔ (التوضیح، ج۱۵، ص۳۱۱)

علامہ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مراد ہیں"۔ (فتح الباری، ج۶، ص۶۸)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی مراد ہیں کیونکہ یہ قول متعین ہے جیسا کہ مسند ابن ابی شیبہ کی روایت سے صراحت ہوتی ہے"۔ (ارشاد الساری، ج۵، ص۳۴۱)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"لڑکے سے مراد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں"۔ (ارشاد الساری، ج۵، ص۳۴۱، تکملۃ فتح الملہم: ۴/۱۰)

بائیں جانب جو شیوخ تھے وہ کون تھے؟

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا "اشیاخ" میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں"۔ (ارشاد الساری، ج۵، ص۳۴۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والأشیاخ: خالد بن الولید أو منهم خالد" (التوضیح، ج۱۵، ص۴۱۱)

عبداللہ سالم البصری فرماتے ہیں:

" 'الأشیاخ' میں خالد بن ولید شامل تھے" (ضیاء الساری، ج۱۸، ص۱۱)

بعض حضرات نے ابن التین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اگلی روایت میں جو فرمان "عن یمینہ أعرابی" اس سے مراد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔(عمدۃ القاری، ج۱۲، ص۲۸۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے تعقب فرمایا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اعرابی کہنا درست نہیں ہے اور نہ وہ مشائخ کی عمر کو پہنچے تھے۔

لہٰذا اگر دونوں واقعات جو مذکورہ احادیث میں موجود ہیں اور وہ واقعہ جو ترمذی کتاب الدعوات رقم ۳۴۵۵ میں مرقوم ہے اگر ایک ہی ہے تو کوئی اشکال اس میں وارد نہیں ہے۔ مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"وتعقب بأن مثله لا یقال له اعرابی، وکأن الحامل له علی ذالك انه رأی فی حدیث ابن عباس الذی أخرجه الترمذی قال 'دخلت انا وخالد بن الولید علی میمونة۔۔۔ فظن أن القصة واحدة، ولیس کذالك فان هذه القصة فی بیت میمونة وقصة انس فی دار انس فافترقا۔۔۔" (فتح الباری، ج۵، ص۲۷۔۲۸)

بعض حضرات کا یہ گمان ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما والی احادیث کا تعلق ایک ہی واقعے سے ہے تو انہوں نے "اعربی" سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مراد لیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ یہ قصہ تو میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیش آیا اور دوسرا واقعہ جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں پیش آیا۔

اور جہاں تک روایت مذکورہ میں "أشیاخ" میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شمولیت کا مسئلہ ہے تو یہ قصہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کا قصہ ایک ہی ہے تو اس میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شمولیت میں کوئی بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ یہ اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس بات کی کوئی ممانعت نہیں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔

باب فضل سقی الماء

پانی پلانے کے ثواب کا بیان

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: وَاللهُ أَعْلَمُ لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ" (صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ رقم الحدیث: ۲۳۶۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو عذاب ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اُس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی اور وہ عورت اس وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔۔۔اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔۔۔ کہ جب تونے اس بلی کو باندھے رکھا اس وقت تک تونے نہ اسے کچھ کھلایا نہ پلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کے ذریعے یہ ثابت فرمایا رہے ہیں کہ ہر جاندار پر احسان کرنا لازم ہے۔ جانوروں میں چاہے وہ جانور جو حلال ہوں یا وہ حرام ہوں۔ بالغرض ہر ایک کے ساتھ احسان کیا جائے۔۔۔ ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے پانی پلانے کی فضیلت پر اشارہ فرمایا ہے جبکہ حدیث میں پانی پلانے کی فضیلت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ الٹا عذاب کا ذکر موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومناسبت حديث الهرة للترجمة من جهة أن المرأة عوقبت على كونها لم تسقها، فمقتضاه أنها لو سقتها لم تعذب" (فتح الباری. ج۵. ص۴۷)

"بلی والی حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت کچھ اس طرح ہے کہ عورت کو عذاب اس لیے دیا گیا کہ اس نے بلی کو پیاسا رکھا۔ پس اس حدیث کا تقاضا یہ ہوا کہ اگر وہ اسے پیاسا نہ رکھتی تو عذاب نہ دیا جاتا للهذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت موجود ہے"۔

فائدہ:

جس عورت نے بلی کو باندھ کر رکھا وہ مسلمہ تھی یا کافرہ؟

ترجمۃ الباب سے اس کی کوئی وضاحت مع صراحت موجود نہیں ہے کہ وہ عورت مسلمان تھی یا کافرہ یا عذاب اس کو اس کے کفر کی وجہ سے دیا جارہا تھا یا بلی کے قید کرنے کے سبب۔۔۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ عورت کافرہ تھی اور اس کو عذاب اس کے کفر ہی کی وجہ سے دیا جارہا تھا اور اس عذاب میں زیادتی بلی کو بھوکا مارنے کی وجہ سے تھی اور اس کا مومنہ نہ ہونے کی وجہ سے اس زیادتی عذاب کی بھی مستحق ہوئی تھی۔ اگر وہ مومنہ ہوتی تو اس کے صغائر تو کبائر سے اجتناب کی وجہ سے ویسے ہی معاف کر دیے جاتے"۔ (المنہاج شرح صحیح مسلم. ج۱۴. ص۴۶۰)

ابو عیسیٰ ذکریا الانصاری نے فرمایا کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”بلی کے قید کے علاوہ اس کے عذاب کا دوسرا سبب بھی موجود ہے کہ وہ عورت کافرہ تھی“۔

(منحۃ الباری، ج۵، ص۱۳۶)

لہٰذا امام بزار رحمہ اللہ نے مسند بزار اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’البعث والنشور، ص۵۳‘‘ میں ذکر فرمایا ہے کہ:

”ان المرأۃ کانت کافرۃ فاستحقت العذاب بکفرھا و ظلمھا“

”یعنی وہ عورت کافرہ تھی، پس وہ عذاب کی مستحق ٹھہری اپنے کفر اور بلی پر ظلم کی وجہ سے“۔

مجمع الزوائد میں علامہ ھیثمی رحمہ اللہ نے امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل فرمائی ہے کہ وہ عورت کافرہ تھی۔

(مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۲۱)

تنبیہ: صاحب تفہیم البخاری نے ’خشاش الارض‘ کا ترجمہ گھانس پھونس کیا۔ اہل لغت کے نزدیک اس کا معنی گھاس پھونس معروف نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ زمین کے کیڑے مکوڑے کرنا معروف ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”خشاش کیڑے مکوڑے، حشرات الارض، اس کا واحد خشاش ہے“۔ (ارشاد الساری، ج۵، ص۳۵۷)

مجمع البحار میں لکھا ہے:

”خشاش بفتح الخاء الشھر الثلاثۃ وھی ھدام وقیل ضعاف الطیر“ (مجمع البحار لغات الحدیث لفظ (خ) ص۴۸)

مقاییس اللغۃ میں لکھا ہے:

”وخشاش الارض بتثلیث الخاء: الدّواب“

(مقاییس اللغۃ، ج۱، ص۳۰۳، مادۃ ’خشش الصحاح ۳/۱۰۰۴، مادۃ خشش)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب فی الخصومات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِيِّ

قرضدار کو پکڑ کر لے جانا اور مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہونے کا بیان

"عَنْ عَبْدَ اللهِ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ. " قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ قَالَ: لَا تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا. (صحیح بخاری. کتاب الخصومات: رقم ۲۴۱۰)

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت اس طرح پڑھتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کے خلاف سنا تھا۔ اس لیے میں اس کا ہاتھ تھامے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرا اعتراض سن کر) فرمایا: تم دونوں درست پڑھتے ہو" شعبہ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: 'اختلاف نہ کیا کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے قرضدار اور مسلمان یہودی کے جھگڑے کا ذکر فرمایا ہے مگر حدیث میں نہ ہی قرضدار کا کوئی ذکر ہے اور نہ ہی کسی یہودی کا۔۔۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مناسبت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"والمقصود منه هنا قوله: فأخذت بيده فأتيت به رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه مناسب للترجمة"

(فتح الباری: ج۶ص۶۱)

"امام بخاری رحمہ اللہ کا یہاں مقصود یہ ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ پس مناسبت ترجمۃ الباب سے انہیں الفاظ کے ساتھ ہے"۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ترجمۃ الباب سے مطابقت ان الفاظ حدیث میں ہے 'لا تختلفوا' آخر تک وہ اختلاف جس میں ہلاکت ہو وہ جھگڑے سے زیادہ سخت ترین ہے"۔ (عمدۃ القاری: ج۱۲ص۳۶۷)

محمد ذکریا کاندھلوی فرماتے ہیں کہ:

"ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ان الفاظ میں ہے 'فأخذت بيده فأتيت به'۔"

(الابواب والتراجم: ج۳ص۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی صحابی نے ایک دوسرے شخص کو پکڑ کر نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے۔ یہ اختلاف قرآن مجید کی قرأت کے متعلق تھا۔ لہٰذا امام بخاری کا مقصود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح عام حالات میں لڑائی جھگڑا کسی بھی اعتبار سے منع ہے تو بالاولی قرآن مجید کے معاملے میں بھی اختلاف کرنا حرام ہے۔

قلت: ترجمۃ الباب میں الفاظ قرضدار کو پکڑ کر لے جانا اس کی نسبت تو حدیث کے ساتھ شارحین کی وضاحت کے تناظر میں واضح ہوئی۔ مگر ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء جس میں ''یہودی اور مسلمان'' کا ذکر ہے تو کس طرح حدیث کے ساتھ اس کی مناسبت ہوگی۔۔۔؟ غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ بڑے دقیق الفاظوں کے ساتھ ایک اہم مسئلے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ 'من کان قبلکم اختلفوا فاھلکوا' یہ اختلاف کرنے والے کون تھے؟ یہ یہود ونصاری تھے۔ جنہوں نے اختلاف کیا۔ لہٰذا یہاں پر مقصود امام بخاری کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو قرآن میں جھگڑتا نہیں ہے اور اس میں اختلاف کو پیدا نہیں کرتا تو وہ مسلم ہے اور اگر اس میں کوئی اختلاف پیدا کرتا ہے یا پھر وہ آیات میں جھگڑتا ہے تو وہ یہود اور نصاری کی روش کو اختیار کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ جو جس کی اتباع کرے گا اس کا حشر بھی اسے کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا آیات میں جھگڑا کرنا یہود و نصاری کی پیروی کرنا ہے اور جو ان کی پیروی کرے گا تو اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا اور جو اختلاف سے دور رہے گا تو وہ یقیناً مسلمانوں میں شمار ہوگا۔ ممکن ہے دوسرے جزء کا تعلق اس تطبیق کے ساتھ وابستہ ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ:

مذکورہ بالا حدیث میں سبعۃ احرف پر دلیل ہے کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے جس کی اصل نص کتب احادیث میں ملتی ہے۔ آج کے پرفتن دور میں سبعۃ احرف پر بھی اٹیک کیا گیا ہے اور کئی منکرین حدیث کے گروہ نے اس مسئلے کو تختہ مشق بنانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ کتب احادیث میں واضح طور پر ان سات قرأتوں کا ذکر موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے امت کی آسانی کے لیے سات لہجوں کو چنا تاکہ امت بآسانی تلاوت قرآن مجید سے استفادہ کرے۔ لہٰذا ان قراء میں اختلاف کرنا ہرگز نبی کریم ﷺ کو پسند نہ تھا۔ امام ابن حبان نے ایک حدیث کا ذکر فرمایا ہے کہ:

> ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے سورۃ رحمٰن پڑھائی پھر میں مسجد کی طرف نکلا تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ میں نے ایک شخص سے کہا کہ آپ مجھے قرآن پڑھ کر سنائیں۔ پھر انہوں نے اس طرح پڑھا جس طرح میں نہیں پڑھتا۔ میں نے پوچھا اس طرح سے پڑھنا آپ کو کس نے سکھایا؟ تو ان صاحب نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے سکھایا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور وہاں پہنچے اور میں نے نبی کریم ﷺ سے ہم دونوں کی قرأت کے اختلاف کے بارے میں بتلایا پس (یہ سنتے ہی) نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متغیرہ ہو گیا۔۔۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: بات یہ ہے کہ تم سے پہلے لوگ اسی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ پس علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ ہر شخص اسی طرح سے قرآن پڑھے جس طرح سے وہ سکھایا گیا ہے۔

علامہ عینی اسی حدیث کے ذکر کے بعد رقمطراز ہیں کہ:

''پس یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ تمام قراءۃ سبعۃ سے ماخوذ ہیں، پس اس کا اصل قراءۃ سبعہ ہے جس کا ذکر امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں فرمایا ہے''۔(عمدۃ القاری: ج۱۲ ص۳۶۸)

امام طبرانی رحمہ اللہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں:

''جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال: اقرأنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ أقرأنیها زید بن ثابت وأقرأنیها ابی بن کعب۔۔۔'' (معجم الکبیر للطبرانی: ۴۹۳۷)

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا مجھے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم نے ایک سورت مختلف قراءت میں پڑھائی ہے۔ میں ان میں سے کس کی قرأت کو اختیار کروں؟ نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ ہر انسان کو اس طرح پڑھنا چاہیے جس طرح اسے سکھایا گیا ہے وہی طریقہ بہتر ہے''۔

لہٰذا سبعہ احرف کی قرأت امت کے لیے آسانی کو پیدا کرنا ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اسے اپنی زندگی میں ہمیشہ جاری و ساری رکھا۔

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کے سبعہ احرف پر نازل کرنے کا بنیادی مقصد اس امت کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اس امت کے ساتھ نرمی اور آسانی کا معاملہ فرمایا ہے''۔

قارئین! ایک ضروری بات دامن گیر فرمالیجیے، سبعہ احرف کا اختلاف تنوع اور تغایر کا ہے نا کہ تضاد و تناقص کا۔

سبعہ احرف پر درجنوں نہیں بلکہ سلف سے خلف تک سینکڑوں کے تعداد میں کتب لکھی جا چکی ہیں۔ ہم بطور استفادہ ذیل میں چند نام تحریر کیے دیتے ہیں تا کہ طالب ان کتب کی طرف مراجعت فرما سکیں۔

پہلی صدی ہجری:

1۔ وضع رموز الضبط الدالۃ علی الحرکات والتنوین ابو الاسود الدؤلی (م ۶۹ھ)

2۔ منظومۃ فی القراءات از ابراھیم بن محمد بن ابی بکر القاھری (م ۱۶۳ھ)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

3۔ الاختیارات عیسیٰ بن عمر الثقفی (م ۱۴۹ھ)

4۔ اعشار القرآن از قتادہ رحمہ اللہ (م ۱۱۸ھ)

5۔ القراءۃ نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم اللیثی رحمہ اللہ (م ۱۶۹ھ)

6۔ القراءت از عباس بن الفضل الانصاری الواقفی رحمہ اللہ (م ۱۸۰ھ)

تیسری صدی ہجری:

7۔ کتاب الشواذ از ابو العباس احمد بن یحییٰ شیبانی رحمہ اللہ (ت ۲۹۱ھ)

8۔ کتاب الخمسۃ از احمد بن جبیر بن محمد کوفی رحمہ اللہ (ت ۲۵۸ھ)

9۔ قراءۃ ابی عمرو بن العلاء از یحییٰ بن مبارک یزیدی رحمہ اللہ (ت ۲۰۲ھ)

10۔ قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از ابو عمر حفص بن عمرو دوری رحمہ اللہ (ت ۲۴۶ھ)

چوتھی صدی ہجری:

11۔ اختلاف قراءۃ الامصار از محمد بن موسیٰ بن عباس بن مجاھد رحمہ اللہ (ت ۳۲۴ھ)

12۔ المصاحف از ابوبکر عبد اللہ بن سلیمان الاشعث سجستانی رحمہ اللہ (ت ۳۴۸ھ)

13۔ شواذ السبعۃ از ابو طاھر عبد الواحد بن عمر البغدادی رحمہ اللہ (۳۴۹ھ)

14۔ الصحاح فی القراءت از ابوبکر محمد بن حسن بغدادی رحمہ اللہ (۳۵۴ھ)

15۔ السبعۃ فی منازل القراء از ابوبکر احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ (۳۲۴ھ)

پانچویں صدی ہجری:

16۔ معانی القراءت از ابو العباس الاندلسی رحمہ اللہ (۴۱۰ھ)

17۔ المجتبیٰ فی السبعۃ از ابو القاسم عبد الجبار بن احمد طرطوسی رحمہ اللہ (ت ۴۲۰ھ)

18۔ الھدایۃ فی السبعۃ از ابو العباس احمد بن ابی العباس المھدوی رحمہ اللہ (ت ۴۳۰ھ)

19۔ الروضۃ فی العشرۃ از ابو العباس احمد بن ابی العباس المھدوی رحمہ اللہ (ت ۴۳۰ھ)

20۔ بیان السبب الموجب لاختلاف القراءت وکثرۃ للطرق والروایات از ابو عباس احمد بن عماد المھدوی رحمہ اللہ (ت ۴۳۰ھ)

21۔ المقنع فی الرسم از عثمان بن سعید بن عثمان المعروف بالدانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ)

22۔ جامع البیان از عثمان بن سعید ابن عثمان اندلسی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(نوٹ: ان کی مختلف علوم پر تقریباً 120 کتابیں ہیں)

23- المفید فی العشر از ابونصر احمد بن مسرور بغدادی رحمہ اللہ (ت ۴۴۲ھ)

24- التلخیص لأصول قراءۃ نافع بن عبدالرحمن از ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ)

25- معانی الاحرف السبعۃ از ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الرازی رحمہ اللہ (۴۵۴ھ)

چھٹی صدی ہجری:

26- المفتاح از ابومنصور محمد بن عبدالمالک بغدادی رحمہ اللہ (ت ۵۳۹ھ)

27- ارادۃ الطالب از ابومحمد علی بن احمد بغدادی رحمہ اللہ (ت ۵۴۱ھ)

28- کفایۃ کبرٰی از ابوالعز محمد بن حسین واسطی رحمہ اللہ (ت ۵۲۱ھ)

29- کفایۃ فی الست از محمد بن عبداللہ بن علی بن احمد بغدادی رحمہ اللہ (ت ۵۴۱ھ)

30- الایجاز فی القراءات السبع از ابومحمد عبداللہ البغدادی رحمہ اللہ (ت ۵۴۱ھ)

31- المقصد خلاصۃ المرشد از محمد ابن جوزی رحمہ اللہ (ت ۵۹۷ھ)

32- خیرۃ فی العشر از ابوالفتح مبارک بن احمد الواسطی رحمہ اللہ (ت ۵۹۲ھ)

33- المفاتیح از ابوالعلا محمد ابی المحاسن کرمانی رحمہ اللہ (ت ۵۶۳ھ)

34- البھجۃ فی القراءات السبع از ھبۃ اللہ بن یحیٰی بن محمد رحمہ اللہ (۵۸۰ھ)

35- تذکرۃ از ابوالفرج عبدالرحمن بن علی رحمہ اللہ (ت ۵۹۷ھ)

ساتویں صدی ہجری:

36- البرھان فی قراءات القرآن از فخر الدین الرازی رحمہ اللہ (ت ۶۰۶ھ)

37- نثر الدرر فی القراءات از علم الدین ابوالحسن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت ۶۴۳ھ)

38- تقریب البیان فی شواذ القرآن از صفراوی رحمہ اللہ (ت ۶۳۶ھ)

39- الجامع الاکبر والبحر الازخر از ابوالقاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز اسکندری رحمہ اللہ (ت ۶۲۹ھ)

40- مختصر التبصرۃ فی القراءات از ابوجعفر ابن ابی حجۃ رحمہ اللہ (ت ۶۴۳ھ)

41- شرف المراتب والمنازل فی القراءات از محمد بن سلیمان الشاطبی رحمہ اللہ (۶۷۲ھ)

42- الشمعۃ المضیۃ بنشر قراءات السبعۃ المرضیۃ از کمال الدین ابوعبداللہ محمد حنبلی رحمہ اللہ (ت ۶۵۶ھ)

آٹھویں صدی ہجری:

43- الاختیار فی القراءات از احمد بن محمد بن یحیٰی الدمشقی رحمہ اللہ (ت ۷۳۲ھ)

44- الشرعۃ فی القراءات السبعۃ از علامہ جعبری ابواسحاق رحمہ اللہ (ت ۷۳۲ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

45- تحفة البرزة فی القراءات العشرة از محمد عبداللہ بن عبدالرحمن رحمہ اللہ (ت ۷۴۰ھ)

46- الکنز فی القراءات العشر از نجم الدین ابو محمد واسطی رحمہ اللہ (ت ۷۴۰ھ)

47- خلاصة الابحاث فی شرح نہج القراءات الثلاث از علامہ جعبری ابو اسحاق ابراهیم بن عمر رحمہ اللہ (ت ۷۳۲ھ)

48- کنز الامانی فی شرح حرز الامانی از ابراهیم بن عمرو الجبوری رحمہ اللہ (ت ۷۳۲ھ)

49- لذة السمع فی السبع از ابو جعفر احمد بن حسن رحمہ اللہ (ت ۷۲۸ھ)

50- نزهة البررة فی قراءة الأئمة العشرة از علامہ جعبری ابراهیم بن عمر رحمہ اللہ (ت ۷۳۲ھ)

نویں صدی ہجری:

51- مصطلح الارشادات از نور الدین ابو البقا علی بن عثمان بغدادی رحمہ اللہ (ت ۸۰۱ھ)

52- الکفایة فی القراءة از ابو البقاء علی بن عثمان بن القاصح رحمہ اللہ (ت ۸۰۱ھ)

53- مسند القراءات از اسماعیل بن اسحاق ازدی رحمہ اللہ (ت ۸۲۰ھ)

54- سراج القاری از نور الدین بغدادی رحمہ اللہ (ت ۸۰۱ھ)

55- النشر الکبیر فی العشرة از ابو الخیر شمس الدین محمد جزری رحمہ اللہ (ت ۸۳۳ھ)

56- طبقات القراء الصغری از ابو الخیر شمس الدین محمد جزری رحمہ اللہ (ت ۸۳۳ھ)

57- طبقات القراء الکبری از ابو الخیر شمس الدین محمد جزری رحمہ اللہ (ت ۸۳۳ھ)

58- القراءات از محمد بن محمد بن مرزوق العیلی التلمسانی رحمہ اللہ (ت ۸۴۲ھ)

59- شرح الطیبة من القراءات العشر لابن الجوزی از ابو القاسم محمد بن محمد النویری رحمہ اللہ (ت ۸۵۷ھ)

60- نظم القراءات العشر از فتح الدین محمد بن عبدالرحمن الشافعی رحمہ اللہ (ت ۸۶۰ھ)

دسویں صدی ہجری:

61- بلوغ الامانی فی قراءة ورش از شہاب الدین احمد بن بدر الدین الطیبی رحمہ اللہ (ت ۹۸۹ھ)

62- لفنون القراءات از ابو العباس محمد بن بکر قسطلانی رحمہ اللہ (ت ۹۲۳ھ)

63- الدر النثیر فی قراءة ابن کثیر از جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ)

64- منظومة القراءات از احمد بن احمد الدمشقی رحمہ اللہ (ت ۹۸۱ھ)

65- اجازة بالقراءات از محمد بن بدر الدین بن محمد رضی الدین رحمہ اللہ (ت ۹۸۴ھ)

گیارہویں صدی ہجری:

66- القول النص فی روایة حفص از محمد بن حمدان الموصلی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: یہ گیارہویں صدی ہجری میں زندہ تھے۔

67- الاصول المختصرۃ عن القراءات السبع از سیف الدین بن عطاء اللہ رحمہ اللہ (ت ۱۰۲۰ھ)

68- القراءات الاربع الزائدۃ علی العشر از سلطان بن احمد مزاحی رحمہ اللہ (ت ۱۰۷۵ھ)

69- النکت الوذعیۃ علی شرح الجزریۃ از زین العابدین بن محی الدین بن ذکریا انصاری رحمہ اللہ (ت ۱۰۶۸ھ)

70- حل الجزریۃ از عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ رحمہ اللہ (ت ۱۰۵۲ھ)

بارہویں صدی ہجری:

71- القصیدۃ المهذبیۃ از علی بن محمد بن سلیمان المنصوری رحمہ اللہ (ت ۱۱۳۴ھ)

72- اتحاف فضلاء البشر بالقراءات الاربع عشر از احمد بن محمد دمیاطی عرف البناء رحمہ اللہ (ت ۱۱۱۷ھ)

73- زبدۃ العرفان فی وجوہ القرآن از حامد بن عبدالفتاح الرومی رحمہ اللہ

74- احکام النون الساکنۃ از علی بن سلیمان المنصوری رحمہ اللہ (ت ۱۱۴۳ھ)

تیرہویں صدی ہجری:

75- الفوائد المعتبر از علامہ محمد بن احمد شمس معروف بہ علامہ متولی رحمہ اللہ (ت ۱۲۱۳ھ)

76- ہبۃ المنان منظومۃ فی القراءات از محمد بن خلیل الطباخ رحمہ اللہ (ت ۱۲۵۰ھ)

77- توضیح المقام از علامہ محمد بن احمد معروف بہ علامہ متولی رحمہ اللہ (ت ۱۲۱۳ھ)

چودہویں صدی ہجری:

78- الرحیق المختوم از حسن بن خلف رحمہ اللہ (ت ۱۳۴۲ھ)

79- تحفۃ الابرار از احمد بن عبدالسلام الصفصافی رحمہ اللہ (ت ۱۳۴۴ھ)

80- الفتح الربانی فی القراءات السبع من طریق حرز الامانی از محمد البیعری الدمنهوری رحمہ اللہ (ت ۱۳۳۵ھ)

محترم قارئین! ہم نے پہلی صدی ہجری سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک ان کتب اور اہل علم کے اسماء درج کیے ہیں جنہوں نے ''سبعہ احرف'' پر اٹھنے والے اعتراض کے جوابات دیے۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہر صدی میں سبعۃ احرف کو ایک بہت بڑا مقام حاصل تھا۔ عصر حاضر میں جو دانشور اور محققین حدیث وقراءات کے انکاری ہیں ان تمام حضرات کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ہر صدی میں مسلمانوں کی ان قراءات کو حجت مانتی چلی ہے جو کہ تواتر کی واضح دلیل فراہم کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الشہادات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِي

جو اپنے تئیں چھپا کر گواہ بنا ہو اس کی گواہی درست ہے

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، جَاءَتْ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي، فَأَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ: أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ، وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ، وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ، فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ: أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

(صحیح بخاری. کتاب الشہادات. رقم: ٢٦٣٩)

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی پھر انہوں نے مجھے طلاق دے دی اور قطعی طلاق دے دی۔ پھر میں نے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ لیکن اس کے پاس تو (شرمگاہ) اس کپڑے کی گانٹھ کی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا 'کیا آپ رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہیں؟' لیکن آپ اس وقت تک ان سے نکاح نہیں کر سکتیں جب تک آپ عبدالرحمن کا اور وہ آپ کا مزہ نہ چکھ لے۔ اس وقت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ دروازے پر اپنے لیے (اندر آنے کی) اجازت کا انتظار فرما رہے تھے۔ انہوں نے کہا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! کیا اس عورت کو نہیں دیکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس طرح کی باتیں زور زور سے کہہ رہی ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اپنے تئیں چھپ کر گواہ بنانے کو جائز قرار دیا ہے اور حدیث جو نقل فرمائی ہے اس میں ترجمۃ الباب سے موافقت موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والغرض منه إنكار خالد بن سعيد على امراة رفاعة ما كانت تكلم به عند النبي صلى الله عليه وسلم مع كونه محجوباً عنها خارج الباب، ولم ينكر النبي صلى الله عليه وسلم عليه ذالك" (فتح الباری ج ٦ ص ٢١٢)

"یعنی ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ دروازے کے باہر تھے، عورت کے سامنے نہ تھے باوجود اس کے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے ایک قول کی نسبت اس عورت کی طرف کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خالد رضی اللہ عنہ کے اپنے تئیں چھپ کر گواہی دینے پر) کوئی اعتراض نہیں کیا"۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت خالد رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی گفتگو کے بارے میں انکار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ وہ کس طرح نبی کریم ﷺ سے بات کر رہی ہے اور اس شہادت پر نبی کریم ﷺ نے انہیں نہیں روکا اور خالد رضی اللہ عنہ کا انکار ان کی آواز کی وجہ سے تھا جو انہیں سنائی دے رہی تھی۔ لہٰذا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے تئیں گواہی چھپا کر دی اس عورت کی"۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۳)

علامہ عبدالحق الھاشمی الھندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے مناسبت کی غرض یوں ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا تھا اس خاتون کا جو نبی کریم ﷺ سے کلام کر رہی تھیں اور اس وقت خالد رضی اللہ عنہ دروازے کے پیچھے تھے (ان کی اس گواہی پر) نبی کریم ﷺ نے انکار نہیں کیا پس خالد رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی آواز پر اعتماد کیا یہاں تک کہ اس کے (اس فعل سے) انکار کیا"۔

(لب اللباب فی تراجم والابواب، ج ۳ ص ۳۴۴)

بعض حضرات نے شھادۃ المختبیٔ کا انکار کیا ہے۔ ابن الملقن رقمطراز ہیں:

"فاختلف العلماء فی شهادة المختبئ، فروی عن شریح والشعبی (عبدالرزاق: ۸/۳۵۵، وابن ابی شیبة: ۴/۳۳۲) والنخعی أنهم کانوا لا یجیزونها وقالوا انه لیس بعدل حین اختبأ من یشهد علیه وهو قول ابی حنیفة والشافعی"

(معرفة السنن والاثار: ۱۴/۳۴۵)

یعنی علماء نے مختبیٔ کی شہادت پر اختلاف کیا ہے، پس شریح، الشعبی اور نخعی سے مختبیٔ کی شہادت کا انکار موجود ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ (مختصر الطحاوی، ص ۳۳۶)

امام مالک "شهادة المختبئ" کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جب آدمی عورت پر گواہی دے پردے کے پیچھے اور وہ اس عورت کو جانتا بھی ہو اور اس کی آواز پہچانتا بھی ہو تو (اس صورت میں) اس کی گواہی جائز ہوگی"۔

اور مزید آپ فرماتے ہیں:

"یقیناً لوگ امہات المؤمنین کے پاس جایا کرتے تھے (دینی مسائل کے دریافت کے لیے) اور ان حضرات اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے درمیان پردہ حائل ہوا کرتا تھا۔ پس وہ حضرات امہات المؤمنین سے سنا کرتے اور ان سے احادیث بیان کیا کرتے تھے"۔ (النادر والذیادات، ج ۸ ص ۲۵۸)

لہٰذا اس دلیل سے مختبیٔ کی شہادت کی قبولیت کی واضح دلیل فراہم ہوتی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

کتب احادیث میں تین قسم کے واقعات اسی نوعیت کے ملتے ہیں جن کی وجہ سے کئی حضرات نے ان واقعات کو ایک ہی شمار کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو کہ غلط ہے۔

ایک واقعہ جو مذکورہ حدیث میں موجود ہے، دوسرا واقعہ بعین اسی نوعیت کا مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی آیت 'فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ' کے نزول میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ آیت عائشہ بنت عبدالرحمن بن عتیک کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ اپنے چچازاد رفاع بن وہب کے نکاح میں تھیں، رفاعہ بن وہب نے انہیں تین طلاقیں دیں تو انہوں نے عبدالرحمن بن زبیر سے شادی کی، عبدالرحمن نے انہیں دی تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں کہ عبدالرحمن نے مجھے جماع کے بغیر ہی طلاق دے دی۔ اب کیا میں پہلے شوہر کے پاس جا سکتی ہوں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "نہیں"۔

(الدر المنثور: ۱/۲۸۳، فتح الباری، ج ۹ ص ۵۸۱)

بعض حضرات نے ان دو واقعات کو ایک ہی شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فالواضح من سیاقه انها قصة اخری وان کلاً من رفاعة القرظی و رفاعة النضری وقع له من زوجة له طلاق فتزوج کلاً منهما عبدالرحمن بن الزبیر فطلقها قبل ان یمسها فالحکم فی قصتهما متحد مع تغایر الاشخاص"

(فتح الباری، ج ۹ ص ۵۸۱)

"سیاق سے واضح یہ ہے کہ مذکورہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔ کیونکہ پہلا واقعہ رفاعہ بن سموال کی بیوی کا ہے اور دوسرا واقعہ رفاعہ بن وہب کا ہے اور دونوں عورتوں نے دوسری شادی عبدالرحمن بن زبیر سے کی"۔

حافظ صاحب کے اقتباسات سے واضح ہوا کہ مذکورہ دونوں واقعات مختلف ہیں مگر ان میں اشتراک اس بات کا ہے کہ دونوں خاتون نے نکاح عبدالرحمن بن زبیر سے کیا تھا۔

تیسرا واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ:

"ایک عورت جس کا نام 'غُمیصاء' یا 'رُمیصاء' تھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اپنے شوہر کی شکایت کرنے کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہے، تو اس کے شوہر نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یہ جھوٹ بولتی ہے۔ دراصل یہ اپنے پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لیس ذالك لها حتیٰ تذوق عسیلته" (الدر المنثور: ۱/۲۸۴)

گفتگو کا حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ تینوں واقعات الگ الگ ہیں جن کا ذکر مختلف کتب احادیث و تفاسیر میں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب الجزية والموادعة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهِ وَإِثْمِ مَنْ لَمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

مشرکوں سے مال وغیرہ پر صلح کرنا، لڑائی چھوڑ دینا اور جو کوئی عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ

اور (سورۃ انفال میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ:

"اگر کافر صلح کی طرف جھکیں تو، تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے"

"عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ إِلَى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا، فَأَتَى مُحَيِّصَةُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِي دَمِهِ قَتِيلًا فَدَفَنَهُ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا، فَقَالَ: أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ، قَالَ: فَتُبْرِيكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ، فَقَالُوا: كَيْفَ نَأْخُذُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَعَقَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ" (صحیح البخاری۔ کتاب الجزیۃ والموادعۃ۔ رقم: ۳۱۷۳)

"سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیبر گئے۔ ان دنوں (خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی) صلح تھی۔ پھر دونوں حضرات جدا ہو گئے ان کے بعد محیصہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں وہ خون میں لوٹ رہے ہیں۔ کسی نے انہیں قتل کر ڈالا۔ خیر محیصہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔ پھر مدینہ آئے، اس کے بعد عبدالرحمن بن سہل (عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی) اور مسعود کے دونوں بیٹے محیصہ اور حویصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے گفتگو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو آپ میں بڑے ہوں وہ بات کریں' عبدالرحمن عمر میں سب سے چھوٹے تھے وہ خاموش ہو گئے اور محیصہ اور حویصہ نے بات شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگ اس پر قسم کھا سکتے ہو کہ جس شخص کو تم قاتل کہہ رہے ہو اس پر تمہارا حق ثابت ہو سکے۔ ان لوگوں نے عرض کیا ہم ایک ایسے معاملے میں کس طرح قسم کھا سکتے ہیں جس کو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر کیا یہود تمہارے دعوے سے اپنی براءت اپنی طرف سے پچاس قسمیں کھا کر کر دیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ کفار کی قسموں کا ہم کیسے اعتبار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کر دی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

بظاہر ترجمۃ الباب اور حدیث میں کسی قسم کی مناسبت نظر نہیں آتی، ترجمۃ الباب عہد کو توڑ دینے کے گناہ پر دلالت کرتا ہے جبکہ حدیث میں اس کے گناہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دراصل ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں، پہلے جزء سے مناسبت ظاہری ہے مگر دوسرے جزء سے مناسبت مشکل ہے۔

پہلا جزء جس سے واضح مناسبت ہے وہ ان الفاظوں کے ساتھ ہے، ترجمۃ الباب میں ہے:

"باب الموادعة والمصالحة مع المشركين بالمال وغيره"

اس کا تعلق حدیث سے یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

"ترجمۃ الباب سے حدیث کا تعلق یوں ہے کہ حدیث میں ہے 'وهي يومئذ صلح'

(فتح الباری: ۷/۲۲۵، عمدۃ القاری، ۱۵/۱۴۱)

لہٰذا پہلے جزء کی مناسبت ظاہر ہے، مگر ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء 'واثم من لم يف بالعهد' یعنی جو عہد کو پورا نہ کرے اس کا گناہ۔ لہٰذا اس جزء کا حدیث کے ساتھ کوئی تعلق دکھلائی نہیں دیتا۔

علامہ عبدالحق الہاشمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أشار الامام البخاري بإيراد الاية إلى ان الأية تدل على مشروعية المصالحة مع المشركين ثم ذكر البخاري في الباب حديث سهل بن ابي حثمة ، والغرض منه قول: انطلق الى خيبر، وهي يومئذ صلح، وتمام المناسبة تؤخذ من قوله: فعقلوه النبي ﷺ من عنده ، لانه مصالحة مع المشركين بالمال وأما قوله: (واثم من لم يف بالعهد) فليس في حديث الباب يشعر به قاله الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ"

(لب اللباب، ج ۳ص ۷٦)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا آیت مبارکہ کے ذریعے کہ آیت دلالت کرتی ہے مشرکین کے ساتھ مصالحہ پر۔ پھر ذکر فرمایا ابو خیثمہ والی حدیث سے ترجمۃ الباب میں مناسبت یوں ہے کہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور وہ دن صلح کے تھے اور مناسبت مکمل طور پر یہاں سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے دیت ادا کی تھی۔ لہٰذا یہیں سے مشرکین کے ساتھ مصالحت کی دلیل اخذ ہوتی ہے مال سے۔

اور یہ قول کہ 'جو اپنے عہد کو پورا نہ کرے اس کا گناہ' پس اس میں کوئی حدیث کی مناسبت نہیں ہے اسی بات کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے"

جہاں تک تعلق ہے ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کی مناسبت کا تو حقیر اس بات کی طرف پہنچا ہے کہ اللہ کی توفیق سے کہ امام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخاری رحمہ اللہ دراصل ذہن کی مشق کرانا چاہتے ہیں۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ دوسری احادیث کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جس میں ایفائے عہد نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعیدیں موجود ہیں، مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم فرماتے ہیں:

"باب اثم من قاتل معاهداً"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: "لم یرح رائحة الجنة"

"باب دعاء الامام علی من نکث عهداً"

"باب ذمه المسلمين"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

"من اخفر مسلماً فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين"

"باب اثم من عاهد ثم غدر"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

"اربع خلال من کن فيه کان منافقاً خالصاً"

"باب اثم الغادر"

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ ان تمام روایات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جس میں عہد کے توڑنے والے پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔

لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الجهاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

جہاد اور شہادت کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا

" وَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي بَلَدِ رَسُولِكَ "

"عمر رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی اے اللہ! مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں شہادت کی موت نصیب فرما"۔

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ- وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ- فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ، أَوْ: مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، شَكَّ إِسْحَاقُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ- كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ- قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ، فَهَلَكَتْ" (صحیح البخاری کتاب الجھاد رقم الحدیث ۲۷۸۸)

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے (یہ انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر سے جوئیں نکالنے لگیں، اس عرصے میں آپ سو گئے، جب بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے بیان کیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح سے جارہے ہیں گویا کہ وہ تخت نشین بادشاہ ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرمادیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اس لشکر میں شامل کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمادی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ اس مرتبہ بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لیے جارہے ہیں۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی فرمایا انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے میرے لیے دعا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیجئے کہ مجھے بھی ان میں کر دے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ پہلے لشکر میں ہیں۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے انہیں نیچے گرا دیا اور اسی حادثے میں انکی وفات ہو گئی''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا شھادت کی دعا کرنا اور ساتھ ہی عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کا ذکر فرمایا جو کہ بعین باب سے مطابقت رکھتا ہے مگر ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ باب میں شہادت کی تمنا کا ذکر ہے اور حدیث ام حرام رضی اللہ عنہا میں غزوہ کی تمنا کا ذکر ہے اسی لیے علامہ ابن التین رحمہ اللہ نے یہ اشکال وارد کیا ہے کہ !

یہ حدیث اور ترجمۃ الباب کے درمیان مناسبت نہیں ہے۔ کیوں کہ باب میں تمنائے شہادت وارد ہوا ہے اور حدیث میں تمنائے غزوہ کا ذکر ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲)

علامہ العینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بأن الثمرة العظمى من الغذو هي الشهادة، وقيل: حاصل الدعا بالشهادة أن يدعو الله۔۔۔۔۔

(عمدة القاری ج ۱۴ ص ۱۲۶)

''یعنی تمنا غزوہ ثمرۃ عظمی شہادت ہی ہے کیوں کہ جہاد میں شرکت کا اصل مقصد شہادت فی سبیل اللہ کا حصول ہے۔

یعنی غزوہ میں شمولیت کی دعا کا عین مقصد ہی شہادت کا حصول ہے لہذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

ابن المنیر فرماتے ہیں۔

وجه دخول هذه الترجمة الفقه ان الظاهر من الدعاء بالشهادة يستلزم طلب نصر الكافر المسلم واعانة من يعصه الله على من يطيعه۔۔۔۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲)

''وجہ دخول کی اس ترجمہ کی فقہ میں یہ ہے کہ ظاہر شہادت کی دعا سے لازم پکڑتا ہے طلب نصرت کافر کو مسلمان پر اور اللہ کے فرمان کی مدد کرنے کو اس کے فرمانبردار پر یعنی اس لیے کہ مسلمان تو اسی وقت ہی شہید ہوتا ہے جب کہ کافر غالب ہوں لیکن حاصل مقصود اصل یہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ بلند درجہ جو شہادت کے حاصل ہونے میں ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ کی وضاحت سے بھی یہ واضح ہوا کہ شہادت دراصل کافروں کے خلاف لڑنے میں ہے ام حرام رضی اللہ عنہا نے غزوہ کی تمنا کی اور وہ بھی کافروں کے خلاف تھا۔

مزید ابن المنیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس امر پر خاص طور سے اس لیے تنبیہ فرمائی ہے کہ شہادت کی دعا کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کافروں کا غلبہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں۔ لیکن چونکہ یہ صورت مقصود نہیں ہوتی اس لیے اگر کوئی آدمی اپنے لیے شہادت کی دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ مقصد عظیم کو حاصل کرنے کے لیے غیر مقصود کو برداشت کیا جا سکتا ہے اور کفار کا غلبہ مطلوب اور مقصود نہیں بلکہ غیر مقصود و غیر مطلوب ہے۔ لہٰذا مقصد عظیم کے لیے اس غیر مقصود کو گوارا کر لیا جاتا ہے"۔ (فتح الباری. ج٦. ص١٠)

ابن الملقن رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"وقولها 'ادع الله ان يجعلني منهم' فيه تمنى الغزو والشهادة وهو موضع تبويب البخارى الشهادة للرجال والنساء وانما فيه تمنى الغزو لا تمنى الشهادة كذا قاله ابن التين" (التوضيح. ج١٧. ص٣٤٠)

"ام حرام رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کو یہ کہنا کہ 'اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے اس گروہ میں کر دے' اس میں غزوہ اور شہادت کی تمنا اور وہ موضع ہے ترجمۃ الباب کی کہ 'شہادت طلب کرنا مرد اور عورتوں کا اور اس میں یقیناً غزوہ کی تمنا کا ذکر ہے نہ کہ شہادت کا جس کا ذکر ابن تین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے"۔

علامہ عبدالحق الہاشمی العمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقيل: ليس فى الحديث تمنى الشهادة وانما فيه تمنى الغزو ويجاب: بأن الشهادة هى الثمرة العظمى المطلوبة فى الغزو" (لب الباب فى تراجم والابواب. ج٣. ص٤٢٢)

"کہا گیا ہے کہ حدیث میں شہادت کی تمنا کا ذکر نہیں ہے، اس میں غزو کی تمنا کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ: شہادت بہت بڑا ثمرہ ہے جو غزوہ میں ہی حاصل ہوتا ہے"۔

یعنی جو شخص غزو میں شامل ہوگا وہی شخص شہادت کے رتبے پر فائز ہوگا۔

لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

فائدہ: ام حرام رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟:

بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں یا وہ رضاعی والدہ تھیں۔ امام ابن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

أظن أن ام حرام أرضعت رسول الله ﷺ أو اختها أم سليم فصارت كل منهما أمه او خالة من الرضاعة۔

(فتح الباری ج ١١ ص ٩٢)

"میرے خیال سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا یا انکی بہن ام سلیم رضی اللہ عنہا نے لہٰذا ان دونوں حالتوں میں ام حرام رضاعی والدہ ہوئیں یا رضاعی خالہ"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ بن ابراھیم فرماتے ہیں:

انما استجاز رسول اللہ ﷺ أن تفلی ام حرام راسہ لانہا کانت ذات محرم من قبل خالاتہ۔

''دراصل بات یہ ہے کہ جائز رکھا رسول اللہ ﷺ نے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کرنا اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کی خالہ تھیں''۔

ابن وھب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ام حرام احدی خالات النبی ﷺ من الرضاعۃ فلذالک کان یقبل عندھا وینام فی حجرھا وتفلی راسہ۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۹۲)

''ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں اسی لیے آپ ﷺ ان کے پاس قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور ان کی گود میں سر رکھتے تھے اور وہ آپ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھیں''۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میرے خیال سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو دودھ پلایا تھا اور کسی مسلم کو شک نہیں کہ وہ آپ علیہ السلام کی محرم تھیں''۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج۴، ص۴۸۴)

یحییٰ بن ابراہیم بن مزین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے سر مبارک سے ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی جوں نکالا کرتی تھیں، کیونکہ وہ آپ کی محرم تھیں۔ کیونکہ ام عبد المطلب بنو نجار میں سے تھیں، ابن وھب فرماتے ہیں ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خالاؤں میں سے تھیں''۔ (التمھید، ج۱/۲۲۶، ۲۶۷)

ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ام حرام آپ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں''۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وہ آپ کے والد کی خالہ تھیں یا آپ کے دادا کی''۔(شرح ابن بطال، ج۵/۱۰)

ابن الملقن فرماتے ہیں کہ:

''ابن الجوزی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ بعض حفاظ سے آپ نے سنا، ام سلیم حضرت آمنہ کی رضاعی بہن تھیں''۔

(التوضیح شرح الجامع الصحیح، ج۱۷، ص۲۲۵)

بعض اہل علم (جو نبی کریم ﷺ اور ام حرام رضی اللہ عنہا کے رضاعی رشتے کے قائل نہیں انہوں نے) یہ جواب دیا کہ رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ اپنی شہوت پر قابو رکھنے والے تھے اپنی بیویوں سے تو کیوں کر آپ ﷺ اجنبی عورت سے اپنے آپ کو نہ روک سکتے ہوں؟ لہٰذا جب اپنی ازواج مطہرات پر اتنا قابو تھا تو غیر محرم پر آپ کو بہت ہی زیادہ قابو کی قوت تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کان النبی ﷺ معصوما یملک أربه عن زوجته فکیف عن غیرها مما هو المنزه عنه، وهو المبرأ عن کل فعل قبیح۔

''یعنی آپ ﷺ اپنی ازواج پر نفس پر قابو رکھتے تھے تو غیر عورتوں پر آپ کا زیادہ قابو تھا نفس پر کیونکہ نبی کریم ﷺ قبیح فعل سے مبرا تھے''۔ (فتح الباری، ج۱۱، ص۹۲)

بعضے اہل علم نے یہ جواب دیا کہ صحیح تربات یہ ہے کہ غیر محرم عورت کے پاس آپ ﷺ کا جانا یہ آپ ﷺ کا خاصہ تھا یعنی اس کی اجازت صرف آپ ﷺ کو ہی تھی باقی کسی کو نہ تھی کیوں کہ آپ ﷺ معصوم عن الخطاء تھے۔ محمد علی ایتھوپین نے بھی اپنی تفصیلی گفتگو میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے''۔ (دیکھئے ذخیرۃ العقبی ج۲۶ ص۲۹۱)

لیکن اس کے کئی اور بھی مناسبت کے پہلو ہیں جس کو کئی اہل علم نے ذکر کئے ہیں۔

اس بحث کی ابتداء میں ہم نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں یہ وہ جواب ہے جس سے کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا کیوں کہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ!

''انه ﷺ لا یدخل علی احد من النساء الا علی ازواجه الا علی ام سلیم'' (فتح الباری ج۱۱ ص۹۲)

''یعنی نبی کریم ﷺ کسی عورت کے پاس داخل نہ ہوتے سوائے اپنی ازواج یا ام سلیم کے ہاں (جو آپ ﷺ کی رضاعی والدہ یا رضاعی خالہ تھیں)''۔

بعض اہل علم نے اس روایت کی توجیہ یہ دی ہے کہ ممکن ہوگا کہ آپ ﷺ جب ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر گئے ہوں تو آپ ﷺ ان کے ساتھ اکیلے نہ ہوں بلکہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے خاوند، ولد، یا انکا خادم ساتھ ہو۔۔۔۔

یہ احتمال اس صورت میں ہوگا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ آپ ﷺ کی وہ محرم نہ تھیں اگر آپ ﷺ کی وہ محرم ہیں تو پھر اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ اگر کوئی غیر محرم عورت کے ساتھ آپ ﷺ خلوت کرتے تو اس عورت کے ساتھ اسکا محرم ہونا ثابت ہے جیسا کہ صحیح البخاری میں مرقوم ہے کہ ایک انصاری عورت کے ساتھ جب اسکو مسئلہ پوچھنا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے خلوت فرمائی۔ (صحیح البخاری رقم ۵۲۳۴)

لیکن صحیح البخاری میں یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ ''ومعها صبی لها'' کہ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب رقم ۳۷۸۶)

لہٰذا اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی خلوت میں اکثر غیر محرمات کے محرم بھی ہوا کرتے تھے لیکن یہ ضروری

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ نہیں ہے راجح قول یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ خاصہ تھا کہ آپ غیر محرم سے خلوت کر سکتے تھے جیسا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"والذی وضح لنا بالأدلة القوية ان من خصائص النبی ﷺ جواز الخلوة بالاجنبية والنظر اليها، وهو جواب الصحيح عن قصة أم حرام رضی اللہ عنہا دخوله عليها ونومه وعندها وتفليتها رأسه ولم يكن بينهما محرمية ولا زوجية"۔ (فتح الباری ج۷ ص۲۵۴)

"جو بات قوی دلائل سے واضح ہے وہ یہ ہے کہ غیر محرم کے ساتھ خلوت اور اس کی طرف دیکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے اور یہی جواب صحیح ہے (دلالت کرتا ہے) قصہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا کہ آپ ﷺ کا وہ سر دیکھا کرتی تھیں اور آپ ﷺ انکے ہاں آرام فرمایا کرتے تھے اور (اس وقت) آپ کے اور ان کے علاوہ کوئی اور درمیان میں محرم نہیں ہوتا تھا"۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عن بعض العلماء أن هذا مخصوص برسول الله او يحتمل انه كان قبل الحجاب" (عارضة الاحوذی، ج۷، ص۱۳۶)

"یعنی بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ یہ خاصہ تھا نبی کریم ﷺ کا یا پھر یہ احتمال ہے کہ یہ واقعہ قبل از حجاب کا ہے"۔

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسی جواب کو راجح قرار دیا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے تھا کہ آپ ﷺ اجنبی عورت سے خلوت کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جو بات ہمارے نزدیک واضح ہے قوی دلائل سے (وہ یہ ہے کہ) اجنبی عورت سے خلوت کرنا اور اس کی طرف دیکھنا نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے"۔ (الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۲۴۷)

"سراج الدین ابن الملقن رحمہ اللہ نے جو کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے استاذ ہیں آپ نے بھی یہی نقل کیا ہے اپنے بعض مشائخ سے"۔ (الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۲۴۸)

قاضی ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کو فتنہ اور فساد میں واقع ہونے سے مامون ہونے کی وجہ سے اس بات کی اجازت تھی کہ اجنبیات سے خلوت کریں"۔ (عمدۃ القاری، ج۱۴، ص۸۶)

اہل سنت والجماعت کا متفقہ قاعدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوا کرتے ہیں۔ اگر کوئی نبی کسی عورت سے خلوت بھی کرے اسکے باوجود بھی وہ اپنے تقوے اور پاکبازی میں بے انتہا اونچا ہوا کرتا ہے۔

کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو خصوصی طور پر معاصیتوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور یہ فعل صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی بات ملحوظ خاطر رکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق ام حرام اس لشکر میں شامل تھیں جس کو جنت کی بشارت دی گئی۔ لہٰذا جنت کی بشارت والی خاتون جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ بھی اپنی نیکی اور پاکدامنی میں کمال کی تھیں۔ کیونکہ جنت کی بشارت ایسے ہی نہیں ملتی۔۔۔

لہذا گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں نبی کریم ﷺ کا جانا اور خلوت کرنا یہ صرف پیارے نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا اور آپ ﷺ سے بڑھ کر پوری دنیا میں کوئی بھی تقوے والا نہیں۔

فائدہ نمبر ۲:

حدیث کے مختلف طرق میں تعارض موجود ہے۔ مختلف شارحین نے مختلف توجیہات دی ہیں۔ حدیث کے مذکورہ بالا ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پہلے سے تھیں۔ لیکن آئندہ جو روایت آرہی ہیں ان روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں بعد میں آئیں۔ چنانچہ "باب غزوۃ رکوب البحر" میں محمد بن یحییٰ بن حبان بن انس کے طریق میں ہے کہ:

"فتزوج بها عبادة، فخرج بها إلى الغزو" (صحيح البخاري، رقم: ٢٨٩٥)

اسی طرح باب "غزوۃ المرأۃ فی البحر" میں ابو طوالۃ عن انس کی روایت میں ہے "فتزوجت عبادۃ بن الصامت" ہے (صحیح البخاری، رقم: ۲۸۷۷)۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں صراحت کے ساتھ "محمد بن یحییٰ بن حبان عن انس" ہی کے طریق میں "فتزوجت بها عبادۃ بعدہ" (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۴۹۳۵)

تعارض میں تطبیق:

شارحین حدیث نے مندرجہ بالا تعارض کے تین جوابات دیے ہیں:

❶ علامہ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے پہلے ان سے نکاح کیا ہو بعد میں طلاق واقع ہو گئی ہو۔ پھر ام حرام رضی اللہ عنہا نے عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا ہو اور ان کی غزوہ احد میں شہادت کے بعد دوبارہ عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا ہو۔

❷ قاضی عیاض رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اس تعارض کا جواب دیا کہ جن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبادہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پہلے آئیں ان میں یہ خبر ہے کہ جو واقعہ بعد میں ہوا ہو گا اس کی خبر دی گئی۔

❸ امام مزی رحمہ اللہ نے لکھا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا اولاً عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بعد پھر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ان کا نکاح ہوا۔ بعینہ اسی بات کی تائید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔

(فتح الباری، ج٦، ص٤٦، شرح صحیح مسلم للنووی، ج٢، ص١٣٦، تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج٢٥٤، ص٣٢٩، فتح الباری، ج١١، ص٤٣)

بَابُ عَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْقِتَالِ

جنگ سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا

وقال أبو درداء " انما تقاتلون بأعمالكم وقوله:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۞ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ۞﴾ (الصف ٢-٤)

"ابودرداء نے کہا کہ تم لوگ اپنے (نیک) اعمال کے ساتھ جنگ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بنا کر ایسے جم کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی ٹھوس دیوار ہیں"۔

"سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: أَسْلِمْ، ثُمَّ قَاتِلْ، فَأَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ، فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيرًا" (صحيح البخاری کتاب الجهاد رقم الحديث ٢٨٠٨)

"رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا اسلام قبول کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا پہلے اسلام قبول کرو، چنانچہ وہ اسلام لائے پھر جنگ میں شریک ہو گئے اور شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عمل کم کیا مگر اجر بہت زیادہ پالیا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المطابقة بين الترجمة وبين هاتين ظاهر الاية قوله: "يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۞" لكن وجهه على الجملة ان الله تعالىٰ عاتب من قال انه يفعل الخير ولم يفعله ثم اعقب ذالك بقوله: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا" (الصف ٤) فأثنى على من وفى وثبت، ثم قاتل۔ (المتواری ص ١٥٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"آیات اور ترجمہ الباب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی دو آیتوں میں اس شخص پر عتاب فرمایا جو یہ کہے کہ میں اچھا کام کروں گا پھر نہ کرے۔ اور اس کے بعد آیت "ان اللہ یحب الذین۔۔۔۔۔" میں اس شخص کی تعریف فرمائی جو میدان جنگ میں ثابت قدمی دکھائے اور پھر قتال کرے۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں اس آدمی کی مدح ہے جو کہے بھی اور کر کے بھی دکھائے، اور اس کا قول جہاد کی تیاری کے سلسلے میں قتال سے قبل عمل صالح ہے جس کو اس نے قتال پر مقدم کیا ہے"۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

والمقصود من ذكر هذه الاية لفظ "صفاً" أي صافين أنفسهم أو مصفوفين، أو هو عمل صالح قبل القتال۔

(الكواكب الدراري ج ۱۲ ص ۸۴)

"مقصود آیت میں "صف" کا لفظ ہے کہ وہ صف بناتے ہیں اور ان کا قتال سے قبل صف بندی کرنا عمل صالح ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ جو حدیث ذکر فرمائی ہے یہ حدیث بھی اسی مسئلہ پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ قتال سے قبل اسلام قبول کرنا عمل صالح ہے"۔

علامہ گنگوہی رقمطراز ہیں:

"ان الصالح يوجر في عمله ما يؤجر الفاسق، فوجب تقديم العمل للصالح ليؤجر اكثر مما يوجر دونه و دلالة الرواية ظاهرة، فان الاسلام من العمل الصالح وقد امر بتقديمه" (لامع الدراري، ج۷، ص۲۱۷)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمے سے یہ ہے کہ صالح اور دیندار شخص کو اس کے اعمال کا جو اجر دیا جاتا ہے وہ فاسق کو نہیں دیا جاتا۔ اس لیے عمل صالح کو مقدم رکھنا چاہیے تاکہ دوسرے سے زائد اجر کا حامل ہو۔ لہٰذا حدیث باب کی دلالت اس پر بالکل ظاہر ہے کیوں کہ اسلام عمل صالح ہے اور حدیث میں اس کی تقدیم کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ بدر الدین بن جماعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وجه مطابقة الاية للترجمة ان الله تعالى ذم الذين يقولون مالا يفعلون۔۔۔ الذين قالوا وعزموا وقاتلوا لأن القول في طلب الجهاد والعزم عليه عمل صالح مقدم عليه" (مناسبات تراجم البخاري، ص۸۶ طبع ہند)

"ترجمہ اور آیت میں مناسبت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ آیت میں ان کی مذمت فرمائی ہے جو کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔۔۔ وہ لوگ جو (پختہ) عزم کرتے ہیں قتال کا یہ کہ قول طلب جہاد کے لیے اور اس کا عزم کرنا یہ عمل صالح ہے (قتال پر) مقدم ہے"۔

علامہ عبدالحق الہاشمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ومطابقة الترجمة فی قوله: اسلم ثم قاتل، فأسلم ثم قاتل، فانه بالعمل الصالح، بل بأفضل الاعمال قبل القتال" (لب للباب فی تراجم والابواب، ج۲، ص۳۳۰)

"ترجمۃ الباب سے مطابقت اس قول میں ہے کہ :(نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا تھا) اسلام لے آؤ پھر قتال کرو، پس وہ (پہلے) اسلام لایا اور پھر قتال میں شریک ہوا، پس یقیناً وہ عمل صالح ہے (قتال سے قبل) بلکہ افضل اعمال ہے قتال سے قبل"۔

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کا جو قول ہے کہ تم اپنے اعمال کی بدولت ہی قتال کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک اور اچھے کام کی توفیق دیتا ہے اور اس کی وجہ سے قتال میں کامیابی ہوتی ہے اور اس میں خیر و برکت ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تعلیق کو محدث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی "کتاب الجهاد" میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ بنایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں:

"عن سعید بن عبدالعزیز عن ربیعة بن یزید، أن ابا درداء قال ایها الناس، عمل صالح قبل الغزو فانما تقاتلون بأعمالكم" (تغلیق والتعلیق، ج۳، ص۴۳۱)

"سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! عمل صالح غزوے سے قبل ہے کیونکہ تم لوگ قتال کرتے ہو اپنے اعمال ہی کے ذریعے"۔

مزید لکھتے ہیں:

عن سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید ان اباالدرداء قال : ایها الناس عمل صالح قبل الغزو فانما تقاتلون بأعمالكم۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ اثر کے پہلے حصے کو تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ بنایا اور دوسرے حصے کو تعلیق کی صورت میں نقل فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "عن سعید بن عبدالعزیز عن ربیعۃ بن یزید عن ابی الدرداء" کے طریق میں انقطاع ہے، کیوں کہ ربیعہ بن یزید کا سماع سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، جبکہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے طریق میں ربیعۃ بن یزید اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان "ابن حبلس" کا واسطہ ہے اور اس میں صرف "انما تقاتلون بأعمالكم" کا ذکر ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حصے کو جو متصل ہے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا اور جو حصہ منقطع سند کے ساتھ مذکور ہے اس کو ترجمہ میں ذکر فرما دیا۔

مزید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اشارة إلى انه لم يغفله" (فتح الباری ج٦ ص ٢٠)

"یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس سے غافل نہ تھے"

فائدہ نمبر ا:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ان ان کتب کا حوالہ دیا ہے جسے پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یقیناً صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بہت سی ایسی کتب کے حوالے دیے ہیں جن کی نظیر نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ لکھنے میں غفلت کا شکار نہیں تھے۔ محدث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے خود آپ کی تحقیق اور آپ کے حوالوں کے بارے میں معترف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے معلقات و متابعات پر ایسے ایسے حوالہ دیتے ہیں جن سے یہ بات روشن ہوتی ہے کہ آپ کے حافظے میں کتب خانے اور ذخیرہ کتب کے حوالے محفوظ تھے۔ آپ کی حاظر دماغی اور آپ کی علمیت کا اندازہ تو قارئین آپ کر ہی چکے ہوں گے لیکن یہاں پر آپ مزید امام بخاری رحمہ اللہ کے حافظے کے معترف ہوں گے اور داد دیے بغیر نہ رہیں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے متابعات اور شواہدات پر جو حوالے دیے ہیں چند حوالے ہم یہاں درج کیے دیتے ہیں:

(١) أربعين للحاكم (٢) كتاب الاعتقاد للبيهقي (٣) غرائب مالك للدارقطني (٤) جزء القاري (٥) الأمثال للرامهرمزي (٦) كتاب العلم للمروزي (٧) شرح السنة للبغوي (٨) فوائد ابو القاسم التنوخي (٩) كتاب الشريعة لابن أبي داود (١٠) مسند عبد الحميد الحماني (١١) أمالي لابن منده (١٢) جزء حسن بن علي (١٣) فوائد القزويني (١٤) معرفة الصحابة لابن منده (١٥) بشرانيات (١٦) كتاب الصلوة لجعفر الفريابي (١٧) أمالي محاملي (١٨) جزء أبي نعيم (١٩) أربعين لأبي الفتوح الطائي (٢٠) جزء محمد بن عثمان بن كرامه (٢١) معجم كبير للطبراني (٢٢) تاريخ صغير للبخاري (٢٣) جزء الذهلي (٢٤) الجزء الثاني من فوائد (٢٥) ابن أخي ميمي (٢٦) مسند لمحمد بن هارون الروياني (٢٧) فوائد الخليلي (٢٨) كتاب الصيام ليوسف بن يعقوب الفضي (٢٩) كتاب الخراج يحيىٰ بن آدم (٣٠) فوائد أبو علي بن خزيمة (٣١) جزء أبو مسعود الرازي (٣٢) جزء أبو العباس بن نجيح (٣٣) مسند أحمد بن حنبل (٣٤) صحيح ابن خزيمة (٣٥) صحيح ابن حبان (٣٦) كتاب الأموال لأبي عبيد (٣٧) مصنف عبد الرزاق (٣٨) مسند بزار (٣٩) معجم أوسط طبراني (٤٠) دارقطني (٤١) كتاب الإيمان لابن منده (٤٢) أمالي ابن البحتري (٤٣) الأحاديث المختارة للحافظ الضياء (٤٤) نسائي (٤٥) أبو داؤد (٤٦) ابن ماجه (٤٧) جزء أبي مسعود الرازي (٤٨) مسند أبي للجوزي (٤٩) تفسير ابن أبي حاتم (٥٠) مسند مسدد (٥١) المتفق للجوزي (٥٢) مستخرج أبي نعيم (٥٣) مسلم شريف (٥٤) صحيح أبي عوانه (٥٥) ترمذي (٥٦) سنن كبرىٰ بيهقي (٥٧) مسند حميدي (٥٨) مسند إسحاق بن راهويه (٥٩) طحاوي (٦٠) مستخرج إسماعيلي (٦١) جامع سفيان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثوری (۶۲) موطا إمام مالك (۶۳) كتاب بر الوالدين للبخاری (۶۴) مستدرك حاكم (۶۵) مسند عبد بن حميد (۶۶) كامل ابن عدی (۶۷) صحيفة همام (۶۸) مسند دارمی (۶۹) تاريخ كبير للبخاری (۷۰) تفسير طبرانی (۷۱) مسند ابن أبي عمر عدنی (۷۲) مسند سراج (۷۳) رباعيات أبو بكر الشافعي (۷۴) محامليات (۷۵) زهريات (۷۶) معجم صغير طبرانی (۷۷) غيلانيات (۷۸) مسند أحمد (۷۹) مسند الشافعي (۸۰) حلية الأولياء لأبي نعيم (۸۱) كتاب الترهيب لأبي الشيخ (۸۲) مسند أبو بكر ابن أبي شيبة (۸۳) تفسير ابن جرير طبری (۸۴) جزء أبي الجهم (۸۵) مسند أبي داود الطيالسی (۸۶) الأدب المفرد (۸۷) مصنف ابن أبي شيبة (۸۸) مخلصيات (۸۹) كتاب الجهاد لابن أبي عاصم (۹۰) طبقات ابن سعد (۹۱) أمالی القطيعي (۹۲) فوائد أبي الحسن (۹۳) كتاب الزكوة ليوسف بن يعقوب القاضی (۹۴) مغازی ابن إسحاق (۹۵) جزء حنبل بن إسحاق (۹۶) جزء ابن زنبور (۹۷) معجم الصحابة للبغوی (۹۸) فوائد أبي بحر (۹۹) فوائد سمويه (۱۰۰) دلائل النبوة للبيهقي (۱۰۱) أمالی أبو جعفر الرازی (۱۰۲) فوائد أبو الفتح الحداد (۱۰۳) كتاب الأمر بالمعروف لابن أبي الدنيا (۱۰۴) فضائل الصحابة (۱۰۵) جزء أبي بكر (۱۰۶) تمهيد لابن عبدالبر (۱۰۷) جزء ابن ملاس (۱۰۸) جعديات (۱۰۹) كتاب الجهاد لابن المبارك (۱۱۰) معانی الآثار للطحاوی (۱۱۱) تفسير سفيان ثوری (۱۱۲) تفسير ابن مردويه (۱۱۵) فضائل القرآن لأبي عبيد (۱۱۶) المصاحفة للبرقانی (۱۱۷) كتاب الأوائل لأبي عروبة (۱۱۸) منتخب المسند لعلی بن عبدالعزيز (۱۱۹) البعث والنشور للبيهقي (۱۲۰) عمل اليوم والليلة للنسائی (۱۲۱) سنن كبریٰ للنسائی (۱۲۲) جزء ابن سعيد (۱۲۳) مستدرك أبو ذر هروی (۱۲۴) جزء البانياسی (۱۲۵) تاريخ يعقوب بن سفيان (۱۲۶) تفسير عبد بن حميد (۱۲۷) كتاب الأضاحی لأبي الشيخ (۱۲۸) مسند حسن بن سفيان (۱۲۹) غرائب شعبة لابن منده (۱۳۰) فوائد أبي بكر (۱۳۱) جزء ابن نجيت (۱۳۲) جزء هلال الحفار (۱۳۳) ثقفيات (۱۳۴) فوائد لتمام الرازی (۱۳۵) أمالی أبي القاسم بن جراح (۱۳۶) كتاب الفوائد للفاكهی (۱۳۷) جزء أبي العضل بن فرات (۱۳۸) شعب الإيمان للبيهقي (۱۳۹) كتاب الحبين لأبي نعيم (۱۴۰) مسند حسن بن سفيان (۱۴۱) فوائد النجاد (۱۴۲) ابن السماك (۱۴۳) كتاب الدعاء لمحمد بن فضيل (۱۴۴) أربعين للثقفي (۱۴۵) أمالی الحرقی (۱۴۶) البعث لابن أبي داود (۱۴۷) مسند نجاد (۱۴۸) كتاب الروح لابن منده (۱۴۹) أمالی أبي بكر النجاد (۱۵۰) جزء ابن حوصا (۱۵۱) السنة من تأليف لالكائی (۱۵۲) فوائد أبي الحسن العقيقي (۱۵۳) خلق أفعال العباد للبخاری (۱۵۴) جزء رفع اليدين (۱۵۵) تعظيم الصلوٰة لمحمد بن نصر مروزی وغيره هذه الكتب۔

فائدہ نمبر ۲:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محترم قارئین! ذہن نشین رکھیے اکثر حضرات ان لوگوں کو وعظ و نصیحت سے روکتے ہیں جو عمل میں کمزور ہوتے ہیں یا وہ خود عمل نہیں کرتے کہ آپ کا کوئی حق نہیں کہ آپ کسی کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور وہ دلیل کے لیے یہ آیت پیش کرتے ہیں ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں۔ لہٰذا اس کا جواب یہ ہے کہ مندرجہ بالا آیت مبارکہ کا تعلق دعوے سے ہے دعوت سے نہیں۔ لہٰذا ہر گز کسی ایسی بات کا دعوی درست نہیں جس پر عمل نہ ہو اور اسی دعوے کے بغیر دعوت دی جائے، لیکن دعوت دینا اور نصیحت کرنا جائز ہے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں۔

لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب بھی نہیں کہ بندہ عمل ہی کو چھوڑ دے صرف دعوت دیتا رہے۔ واللہ اعلم

بَابُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس کے قدم اللہ کے رستے میں غبار آلود ہوں اس کا ثواب

وقول اللہ عزوجل:

﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (التوبہ ۱۲۰/۹)

"سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اہل مدینہ کے لیے اور ان دیہاتیوں کے لیے جو ان کے گرد و نواح میں بستے ہیں یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ (جہاد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جائیں اور اپنی جانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانوں سے عزیز تر سمجھیں یہ اس لیے کہ مجاہدین اللہ کی راہ میں پیاس، تھکان، یا بھوک کی جو بھی مصیبت جھیلتے ہیں یا کوئی ایسا مقام طے کرتے ہیں جو کافروں کو ناگوار ہو یا دشمن سے وہ کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو ان کے لیے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ یقیناً اچھے کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا"

فیہ ابو عبس رضی اللہ عنہ:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار۔ (صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم ۲۸۱۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مبارک فرمایا:

جس بندے کے بھی قدم اللہ کے رستے میں غبار آلود ہو گئے انہیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟ (یہ ناممکن ہے)"

باب اور حدیث میں مناسبت:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا ہے اور اس کے ذیل میں جو حدیث پیش کی ہے اس میں تو یقیناً لفظی مناسبت موجود ہے مگر جو آیت پیش فرمائی ہے اس میں مناسبت کا پہلو مشکل نظر آتا ہے، لہٰذا اس کی مناسبت کچھ اس طرح سے ہو گی کہ آیت میں اللہ کے رستے میں مقام طے کرنے کا ذکر موجود ہے لازماً جب وہ کوئی مقام اللہ کے رستے میں طے کریں گے تو گرد و غبار انکے جسم پر لازم اُڑے گی اور جب جسم پر غبار اڑی تو جسم کی وہ جگہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہی۔

امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

آیت کی ترجمہ الباب سے مطابقت آیت کے جزء میں ہے۔

"وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ....."

چنانچہ آپ علیہ السلام نے عمل صالح کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ جس شخص کے قدم اللہ کے رستے میں غبار آلود ہوں گے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۶)

ابن المنیر رحمہ اللہ بھی یہی مطابقت فرماتے ہیں:

"المطابقة بين الأية والترجمة فى اخر الاية عند قوله "وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ" فأثابهم الله بخطواتهم وان لم يلقوا قتالاً" (المتواری ص ۱۵۷)

"آیت اور ترجمۃ الباب میں مطابقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رستے میں اٹھنے والے قدموں پر بھی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اگرچہ وہ قتال نہ کریں"

ابن الملقن رحمہ اللہ بھی اسی مناسبت کی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ ابن الملقن نے فرمایا کہ آیت اور ترجمۃ الباب میں مطابقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رستے میں اٹھنے والے قدموں پر ثواب رکھا ہے، اگرچہ وہ قتال نہ کریں۔ پس اس کی تفسیر ہے عمل صالح اور یقیناً اسے آگ نہ چھوئے گی جس کے قدم غبار آلود ہوں گے اللہ کے رستے میں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج۱۷، ص۲۹۷)

بَابُ الْجَنَّةِ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ

جنت کا تلواروں کی چمک کے نیچے ہونا

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ" (صحیح البخاری کتاب الجهاد رقم الحدیث ۲۸۱۸)

"عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو الفاظ نقل فرمائے ہیں وہ ہیں کے کہ تلواروں کی شعاعوں کے نیچے جنت ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے۔ باب الجنت السیوف البارقۃ، چنانچہ بارقۃ کی اضافت سیوف کی طرف إضافۃ الصفۃ إلی الموصوف کے تعلق سے ہے اور یہ السیوف البارقۃ کے معنی میں ہے۔(شرح الکرمانی ج ۱۲ ص ۱۱۷)

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ''بریق'' سے ماخوذ ہے اور بریق کے معنی، بجلی کڑک کے ہیں۔(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱)

علامہ ابن المنیر حدیث اور باب کی مناسبت پر فرماتے ہیں۔

لم یترجم علی الحدیث بلفظہ فإمّا ان یکون لفظ الترجمۃ فی حدیث اٰخر لم یوافق شرطہ فنبہ علیہ فی الترجمۃ۔۔۔۔ (المتواری علی أبواب البخاری ص ۱۵۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ترجمہ الباب حدیث کے الفاظ سے اخذ نہیں کیئے، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ تلوار کی جب چمک اور شعاعیں ہونگیں اسی طرح اس کے حساب سے اسکا سایہ بھی ہوگا۔ اسی طرح باب اور حدیث میں مطابقت قائم ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد أوردہ بلفظ ''تحت ظلال السیوف'' وکأنہ اشار بالترجمۃ إلی حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فأخرجہ الطبرانی بإسناد صحیح عن عمار بن یاسر انہ قال یوم الصفین ''الجنۃ تحت الابارقۃ''۔۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱)

''امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ترجمہ اس روایت سے ماخوذ ہے جس کو طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے دن فرمایا

''الجنۃ تحت البارقۃ''

''کہ جنت چمک کے نیچے ہے (تلواروں کی)''

لہذا جو ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے وہ حدیث آپکی شرط پر نہ تھی اور حدیث وہ نقل کی جو آپکی شرط کے مطابق تھی کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے لہذا جب تلواروں کے سائے ثابت ہو گئے تو اس کی شعاعیں بھی ثابت ہوئیں یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

بَابُ الشَّهَادَةِ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

اللہ کی راہ میں مارے جانے کے علاوہ شہادت کی اور بھی سات اقسام ہیں

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ'' (صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم الحدیث ۲۸۲۹)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں، طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرنے والا اور اللہ کے رستے میں شہادت پانے والا''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں سات شہادت کی اقسام کا ذکر فرمایا ہے اور دلیل کے طور پر پانچ اقسام والی حدیث پیش فرمائی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب جن سات شہادتوں کا ذکر فرمایا ہے وہ بھی حدیث میں مروی ہے مگر وہ حدیث ان کی شرط پر نہ تھی۔

ابن المنیر فرماتے ہیں۔

''ویحتمل عندی أن یکون البخاری أراد التنبیه علی ان الشهادة لا تنحصر فی القتل، بل لها اسباب اخر وتلك الاسباب أیضاً اختلفت الاحادیث فی عددها ففی بعضها خمسة، وهو الذی صح عند البخاری ووافق شرطه وفی بعضها سبعة، ولم یوافق شرط البخاری''۔ (المتواری ص ۱۵۹)

''میرے نزدیک یہ احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ صرف قتال میں شہادت کا انحصار نہیں ہے بلکہ اسکے اور بھی اسباب ہیں جو مختلف احادیث میں مختلف شمار کے ساتھ ہیں۔

بعض احادیث میں پانچ کا ذکر ہے جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ہے (جس کا ذکر امام بخاری نے صحیح میں فرمایا ہے) اور بعض احادیث میں سات کا ذکر ہے (جیسا کہ باب قائم فرمایا ہے) مگر وہ احادیث (جس میں سات کا ذکر ہے) امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہے''۔

لہذا باب اور حدیث میں مناسبت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس میں شہادت کی سات اقسام کا ذکر ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے ''الموطا'' میں ذکر فرمایا ہے جس کی روایت سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''الشهداء سبعة سوی القتل'' (موطا کتاب الجنائز رقم الحدیث ۳۶)

''شہداء سات قسموں پر ہیں قتل کے علاوہ''

یہ حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط پر نہ تھی اسی لیے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا باب قائم فرما کر اور جو پانچ قسموں پر حدیث ہے اسے نقل کر دیا چونکہ وہ آپ رحمہ اللہ کی شرط پر تھی۔

ابن بطال رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث باب سے یہ ترجمہ سرے سے ہی مستنبط نہیں ہوتا کیونکہ ترجمہ سات کا ہے اور حدیث میں سوی القتل شہداء چار ہیں۔۔۔ (شرح ابن بطال، ج۵، ص ۴۲)

مذکورہ اعتراض کا جواب ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن بطال رحمہ اللہ کا قول ظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب کے تحت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کی حدیث کو داخل کرنا چاہتے ہیں، لیکن قضا نے ان کو مہلت نہ دی لیکن ابن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بطال کا قول محل نظر ہے۔(المتواری علی ابواب البخاری. ص۱۵۸)

یہ ترجمہ مؤطا کی ایک روایت سے ماخوذ ہے جو سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں شہداء کی سوء القتل فی سبیل اللہ سات ہی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ (فتح الباری. ج۶. ص۴۳)

محمد ذکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وعندی یمکن ان یقال إن لفظ "سبع" یطلق ویراد به الکثرة ومعنی الترجمة أن اسباب الشهادة سوا القتل کثیرة" (الابواب والتراجم لصحیح البخاری، ج۴، ص۲۲۲)

میرے نزدیک بات یہ ہے کہ لفظ "سبع" کو جب مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد کثرت ہوتی ہے۔ للہذا ترجمۃ الباب کا معنی یہ ہوگا کہ "قتل فی سبیل اللہ" کے علاوہ بھی شہادت کے کئی اسباب ہیں (جن کا ذکر کتب احادیث میں مختلف جگہوں پر کیا گیا ہے) اور "سبع" کا لفظ اپنے حقیقی معنی پر نہیں رہے گا بلکہ معنی مجازی (کثرت) پر محمول ہوگا۔

فائدہ:

سب سے بڑا شہادت کا رتبہ وہ ہے جو اللہ کے رستے میں مارا جائے ان کے علاوہ بھی احادیث میں کئی شہداء کے مراتب کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان شہداء کی تعداد بیس ذکر فرمائی ہے۔ (فتح الباری ج۶ ص۵۴)

امام زرقانی رحمہ اللہ شارح مؤطا امام مالک نے ان کی تعداد ستائیس ذکر فرمائی ہے۔ (شرح الزرقانی ج۲ ص۶۰۰)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے چالیس کا ذکر فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۴ ص۱۲۴)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے اور ان کی تعداد تیس بیان فرمائی ہے۔

(أوجز المسالک ج۴ ص۲۹۲،أبواب السعادۃ فی اسباب الشهادۃ السیوطی)

محمد ذکریا کاندھلوی نے ان کی تعداد ساٹھ ذکر فرمائی ہے۔ (اوجز المسالک ج۴ ص۲۹۴)

ہم ان شہداء کا مختصر ذکر کیے دیتے ہیں۔

1. اللہ کی راہ میں مارا جائے۔
2. ذات الجنب کے درد سے مر جائے۔
3. عورت اپنے نفاس کی حالت میں مر جائے۔
4. اپنے مال بچانے کے لیئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5 اپنے دین خون اور اہل کے بچانے کے لیئے۔

6 گھوڑے یا اونٹ سے کچلا گیا۔

7 زہریلے جانور سانپ یا بچھو کے ڈسنے سے۔

8 مسافر کی موت۔

9 اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والا۔

10 جس کو درندہ کھالے۔

11 جو خالص دل سے شہادت طلب کرے اور اپنے بچھونے پر مر جائے۔

12 مبطون۔ پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا

13 لدیغ۔ ڈسا ہوا

14 غریق۔

15 اپنی سواری سے گر کر مر جائے۔

16 جو پہاڑ کے سر سے گرادیا جائے۔

17 دریا میں ڈوب جائے۔

18 جل کر مر جائے آگ میں وغیرہ وغیرہ۔

(مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے دیکھئے فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ ج ۶ ص ۵۴، شرح الزرقانی ع لی مؤطا امام ملک ج ۲ ص ۹۹ تا ص ۱۰۰، عمدۃ القاری للعینی رحمہ اللہ ج ۱۴ ص ۱۲۴، اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۲)

امام نووی رحمہ اللہ نے ان مراتب پر گفتگو کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ۔

"المراد بشهادة هولاءِ كلهم غير المقتول فى سبيل الله إنهم يكون لهم ثواب الشهداء وأمانى الدنيا فيغسلون ويصلى عليهم وقد سبق فى كتب الإيمان بيان هذا وان الشهداء ثلاثة اقسام شهيد فى الدنيا والاخرة وهو المقتول فى الحرب الكفار وشهيد فى الأخرة دون أحكام الدنيا وهم هولاءِ الذكورون هنا وشهيد فى الدنيا دون الأخرة وهو من غل فى الغنيمة اوقتل مدبراً"۔ (شرح نووی ج ۲ ص ۱۴۲)

"یعنی مقتول کے علاوہ ان جملہ شہادتوں سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں ان کو شہدا کا ثواب ملے گا مگر دنیا میں وہ شہداء کی طرح نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی طرح غسل دیئے جائیں گے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، شہداء تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو دنیا اور آخرت میں شہید ہی ہیں جو جہاد میں کافروں کے ہاتھوں مارے گئے، دوسری قسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شہید وہ جو دنیا میں شہید ہوئے مگر آخرت میں شہید نہیں وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مال غنیمت وغیرہ میں خیانت کی، تیسری قسم کے شہید وہ جو دنیا میں شہید ہیں مگر دنیا میں ان پر احکام شہداء جاری نہ ہوں گے، ایسے ہی شہدا یہاں مزکور ہیں"۔

❶ شہید فی الدنیا والا خرۃ سے مراد کون ہیں؟

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کریں اور وہ شہید ہو جائیں۔

❷ شہید فی الدنیا سے مراد کون ہیں؟

اس سے مراد وہ شخص ہے جو میدان جہاد میں مارا جائے لیکن اس کی نیت ریاکاری، شہرت اور نام و نمود ہو، یا پھر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہا ہو یا پھر مال غنیمت میں خیانت کی ہو۔

❸ شہید فی الا خرۃ سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دیوار گرنے سے دب کر مر جائیں یا جل کر مر جائیں یا پیٹ کی بیماری کا شکار ہو کر مر جائیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ تیسری قسم ہے کہ ان پر دنیا میں شہید کے احکامات لاگو نہیں ہوں گے یعنی انہیں غسل بھی دیا جائے گا، کفن بھی پہنایا جائے گا۔(فتح الباری۔ ج۶۔ص ۵۳ تا ۵۵۔ شرح الکرمانی۔ ج۲۔ ص ۴۲۔ عمدۃ القاری۔ ج۱۴۔ ص۱۲۷)

بَابُ الْجِهَادِ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

مسلمانوں کا امیر عادل ہو یا فاجر اس کی قیادت میں ہمیشہ جہاد ہوتا رہے گا

"عَنْ عُرْوَةُ الْبَارِقِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ" (صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم الحدیث ۲۸۵۲)

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خیر و برکت قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ بندھی رہے گی یعنی آخرت میں ثواب اور دنیا میں مال غنیمت ملتا رہے گا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے امیر فاجر یا نیک پر استدلال فرمایا اور دلیل کے طور پر جو حدیث پیش فرمائی اس کا تعلق گھوڑوں کے ساتھ ہے بظاہر باب اور حدیث میں مناسبت مشکل ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔۔۔۔ ولم يقيد ذالك بما اذا كان الإمام عادلاً فدل على أن لا فرق في حصول هذا الفضل بين ان يكون الغذو مع الإمام العادل او الجائر۔ (فتح الباری ج٦ ص٧٠)

"اس وقت کے ساتھ اسے قید نہیں کیا جب کہ امام عادل ہو یعنی اس فضیلت کا حصول امام کے عادل ہونے کے ساتھ خاص نہیں ہے، پس دلالت ہے اس حدیث میں کہ نہیں ہے فرق (اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیئے) چاہے امام عادل ہو یا ظالم"۔

ابن حجر رحمہ اللہ کے اس قول سے حدیث اور ترجمۃ الباب میں مناسبت قائم ہو جاتی ہے کہ جب تک گھوڑے ہونگیں اس پر جہاد ہوتا رہے گا اور ان گھوڑوں کی پیشانیوں پر برکت ہوگی قیامت تک، یعنی قیامت تک جہاد جاری رہے گا اور یہ عین ممکن ہے کہ قیامت تک کئی ایسے دور ہونگیں جو اچھے بھی ہونگیں اور برے بھی اور ان ادوار میں امام عادل بھی ہوگا اور ظالم بھی۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ (عمدة القاری ج١٤ ص٢١٤)

علامہ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ۔

أنه وقع في رواية أبي الحسن القابسي في لفظ الترجمة "الجهاد ماض على البر والفاجر"۔ (فتح الباری ج٦ ص٧١)

مقصد ترجمۃ الباب کا یہ ہے کہ جہاد ہر شخص پر قیامت تک کے لیے واجب اور ضروری ہے، خواہ نیک ہو یا فاجر۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو الحسن القابسی کی روایت میں ترجمۃ الباب کے الفاظ یوں وارد ہوئے ہیں۔

"الجهاد ماض على البر والفاجر"

بَابُ إِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

گھوڑدوڑ کے لیے گھوڑوں کو تیار کرنا

"عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ، وَكَانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ سَابَقَ بِهَا" (صحيح البخاری كتاب الجهاد رقم ٢٨٦٩)

"عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی تھی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا اور دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک رکھی تھی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں شرکت کی تھی"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

مذکورہ باب اور حدیث میں مناسبت مشکل ہے۔ کیوں کہ باب میں اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر مشروط ہے اور حدیث میں غیر اضمار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھوڑوں کا ذکر ہے۔اس کا جواب اور تطبیق یہ ہوگی کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث کا ایک لفظ لا کر دوسرے لفظ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اس حدیث میں دوسرا لفظ یہ ہے کہ جن گھوڑوں کا اضمار ہوا تھا آپ نے ان کی شرط کرائی، حفیاء سے ثنیۃ تک۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ سنت تو یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ گھوڑے مقدم کیے جائیں جن کو دبلا کیا گیا ہو، لیکن اگر ان گھوڑوں کا مقابلہ کروایا جائے جن کا اضمار نہیں کیا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

"اشارۃ الی أن السنۃ فی المسابقۃ ان یتقدم اضمار الخیل، وان کانت التی لا تضمر لا تمتنع المسابقۃ علیھا"

(فتح الباری، ج۶، ص۸۹)

علامہ عینی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"ای ھذا باب فی بیان اضمار الخیل لأجل السبق، ھل ھو شرط ام لا؟"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱۴، ص۱۵۹)

یعنی یہ باب مقابلہ کی غرض سے گھوڑے کے اضمار کے بیان میں ہے (مقابلے میں شریک) گھوڑے کا اضمار کرنا شرط ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس بات کا جواب حدیث کے باب میں مذکور ہے کہ مقابلے کے گھوڑوں کے لیے اضمار شرط نہیں اس کے بغیر بھی مقابلہ کروایا جاسکتا ہے۔(المتواری علی ابواب البخاری، ص۱۶۰)

فائدہ(اضمار کے معنی ومطلب):

اضمار خواہ باب افعال سے ہو یا تفعیل سے اس کے معنی گھوڑے کو دبلا بنانے اور چھریرا بنانے کے ہیں۔ لہٰذا اسی لیے کہا جاتا ہے:

"اضمر الفرس وضمرہ" (مصباح اللغات، ص۴۹۹، مادۃ 'ضمر'، المعجم الوسیط، ج۱، ص۵۴۳، مادۃ 'ضمر)

بَابُ غَزْوِ النِّسَآءِ، وَقِتَالِھِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

عورتوں کا جنگ کرنا اور مردوں کے ساتھ لڑائی میں شرکت کرنا

"عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ أُحُدٍ، انْھَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَلَقَدْ رَأَیْتُ عَائِشَۃَ بِنْتَ أَبِی بَکْرٍ، وَأُمَّ سُلَیْمٍ وَإِنَّھُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرَی خَدَمَ سُوقِھِمَا تَنْقُزَانِ القِرَبَ، وَقَالَ غَیْرُہُ: تَنْقُلاَنِ القِرَبَ عَلَی مُتُونِھِمَا، ثُمَّ تُفْرِغَانِہِ فِی أَفْوَاہِ القَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِھَا، ثُمَّ تَجِیئَانِ فَتُفْرِغَانِھَا فِی أَفْوَاہِ القَوْمِ"

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ احد کی لڑائی کے موقع پر مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ یہ اپنے ازار سمیٹے ہوئے تھیں اور (تیز چلنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے) میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دیکھ سکتا تھا۔ انتہائی جلدی کے ساتھ پانی کے مشکیزے چھلکاتی ہوئی لیے جا رہی تھیں"۔ (صحیح البخاری کتاب الجھاد رقم الحدیث ۲۸۸۰)

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں خواتین کا جنگ میں شرکت کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حدیث میں سرے سے ہی قتال کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

بوّب علی غذوھن وقتالھن، ولیس فی الحدیث أنھن قاتلن فإمّا أن یرید أن إعانتھن للغزاة غذو، وامّا ان یرید إنھن ماثبتن للمداوۃ ویسقی الجرحی فی حالة الھذیمة والاّ ھنّ یدافعن عن أنفسھن، ھذا ھو الغالب، فأضاف إلیھن القتال لذالك۔ (المتواری ص ۱۶۱)

ابن المنیر رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب تو قائم کیا ہے "عورتوں کا قتال کرنا مردوں کے ساتھ" اور دلیل کے طور پر جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں سرے سے غزوے یا قتال کا ذکر ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باب اور حدیث میں مناسبت نہیں ہے۔ پھر ابن المیز فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں اور حدیث میں مناسبت یہ ہے۔

عورتیں مجاہدین اور غازیوں کی جو اعانت و مدد وغیرہ کرتی ہیں وہی ان کا غزوہ و جہاد تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ متعدد احادیث میں خواتین کے حج کو ان کا جہاد قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں ان کے لیے مشقت کا پہلو ہوتا ہے، بعین اسی طرح سے مجاہدین کی مرہم پٹی وغیرہ ان کو پانی پلانا یہ ساری بھاگ دوڑ عورتوں کے لیے جہاد کی مشقت بن جاتی ہے اس مسئلہ کی تائید میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حدیث ذکر فرماتے ہیں۔

"أنھا خرجت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة خیبر سادس ست نسوة، فبلغ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فبعث إلینا، فرأینا فیه الغضب: فقال مع من خرجتن وبإذن من خرجتن؟ فقال یارسول الله خرجنا نغزل الشعر ونعین به فی سبیل الله، ومعنا دواء للجرحی، ونناول السھام ونسقی السویق" (سنن ابی داؤد کتاب الجھاد رقم الحدیث ۲۷۲۹، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۱، والنسائی فی الکبری رقم ۸۸۷۹، واسنادہ ضعیف)

"ام زیاد اشجعیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئی تھیں اور وہ چھ میں سے چھٹی عورت تھیں، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلوا بھیجا۔ ہم حاضر خدمت ہوئیں تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصے میں دیکھا۔ فرمایا تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ پس ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس لیے آئیں ہیں کہ سوت کاتیں گی اور اس سے جہاد میں مدد کرتی ہیں، ہمارے پاس زخمیوں کے لیے دوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ بھی ہے، ہم تیر اکھٹے کر کے دیتی ہیں اور ستو پلاتی ہیں''۔

مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کا جہاد یہی ہے کہ وہ عورتیں جو جہاد میں شامل ہوں وہ صرف مرہم پٹی یا مجاہدین کے اسلحہ کی درستگی میں ہاتھ بٹائیں۔

کیوں کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ غازی کو کچھ دینے والے کو اس کے مثل اجر و ثواب ملے گا۔(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۴۶)

یعنی خواتین کافروں سے قتال نہیں کرتی تھیں وہ صرف غزوہ میں شامل ہو کر مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا کرتی تھیں اس بات کی طرف ایک اور حدیث بھی اشارہ کرتی ہے۔

بخرہ حروری نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا اور پوچھا کہ کیا عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں جایا کرتی تھیں؟ اور کیا آپ ﷺ انہیں غنیمت سے کچھ حصے دیا کرتے تھے؟۔۔۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے وقت میں جنگ میں شریک ہوا کرتی تھیں اور یہ کہ انہیں غنیمت سے کچھ حصہ دیا جائے۔۔۔ یہ نہیں ہوتا تھا تاہم انہیں عطیہ اور انعام ضرور دیا جاتا۔

مذکورہ حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ عورتیں جہاد میں شریک ہوتیں مگر لڑتی نہ تھیں انھیں اسباب کے بناء انہیں مال غنیمت میں حصہ دار نہیں بنایا گیا اور انہیں صرف عطیہ یا انعامات دے دیا گیا۔

صحیح مسلم کتاب الجہاد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوات میں عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے جو زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی وغیرہ کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم کتاب الجهاد والبر رقم ۴۶۷)

دوسری مناسبت باب اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ صحابیات زخمی مجاہدین کا دفاع کا فریضہ بھی سرانجام دیا کرتی تھیں اور اپنا بچاؤ بھی کرتی تھیں اسی وجہ سے ان کی طرف قتال کی نسبت کی گئی ہے۔

اس مسئلے کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ!

''أن ام سليم اتخذت يوم حنين خنجرا، فكان معها فرأها أبو طلحة فقال يارسول الله ﷺ، هذه أم سليم معها خنجر، فقال لها رسول الله ﷺ ماهذا الخنجر؟ قالت اتخذته ان دنا منى أحد من المشركين بقرت به بطنه'' (صحيح مسلم كتاب الجهاد باب غزوة النساء مع الرجل ۴۶۸)

''ام سلیم رضی اللہ عنہا حنین کے روز ایک خنجر لی ہوئی تھیں، جو انکے پاس ہی تھا سیدنا ابو طلحہ (جو ان کے خاوند ہیں) انہیں دیکھا تو رسول اللہ سے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ ام سلیم ہیں، جن کے پاس خنجر ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ خنجر تم نے کیوں لیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو خنجر کے ذریعہ میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام قسطلانی رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یرموک میں خواتین نے بھی لڑائی کی تھی حتیٰ کہ دشمنوں کو بھگا دیا۔ (ارشاد الساری ج۵ ص ۸۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"ويحتمل ان يكون غرض البخاري بالترجمة أن يبين أنهن لا يقاتلن وان خرجن في الغزو فالتقدير بقوله 'وقتالهن مع الرجال' اي هل هو سائغ او اذا خرجن مع الرجال في الغزو۔۔۔" (فتح الباری، ج۶، ص۹۸)

اس بات کا احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ترجمۃ الباب سے یہ بیان کرنی ہے کہ خواتین! اگرچہ غزوے کے لیے نکلیں لیکن وہ قتال نہیں کریں گی۔ چنانچہ تقدیری عبارت اس طرح ہوگی 'وقتالهن مع الرجال، اي هو۔۔۔' یعنی عورتوں کا مردوں کے ساتھ قتال کرنا یہ شائع ہے یا اگر عورتیں مردوں کے ساتھ غزوے کے لیے نکلیں تو زخمیوں کی مرہم پٹی یا اس طرح کسی خدمت پر ہی اقتصار کریں گی۔

ابن الملقن رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں کہ عورتوں پر غزوہ نہیں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خواتین کا غزوہ کرنے والوں کے لیے پانی پلانا مرہم پٹی وغیرہ کرنا ان کی مدد کرنا ہے۔

ایک اشکال؟:

مذکورہ بالا حدیث پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے غیر محرم تھیں تو پھر امی عائشہ کی پنڈلیوں کی طرف دیکھنا ان کے لیے کس طرح جائز ہوا؟

جواب:۔

اس اعتراض کا جواب اہل علم نے دو طریقوں سے دیا ہے۔

1. یہ دیکھنا انکا حجاب سے قبل کا ہے۔
2. انس رضی اللہ عنہ کا دیکھنا جان بوجھ کر نہ تھا بلکہ ان کی نظر غلطی سے پڑھ گئی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذه كانت قبل الحجاب ويحتمل أنها كانت من غير قصد النظر۔ (فتح الباری ج۶ ص ۹۸)

"یہ واقعہ حجاب سے قبل کا ہے اور (دوسرا) احتمال یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کا دیکھنا بغیر قصد کے تھا (یعنی ان کا ارادہ نہ تھا اچانک نظر پڑھ گئی تھی)"۔

امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”لأن يوم أحد كان قبل أمر النساء بالحجاب، أو لأنه لم يقصد النظر إلى بعض الساق، فهو محمول على أن تلك النظرة وقعت فجأة بغير قصد إليها“ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۴۶)

❶ یعنی احد کے دن کا واقعہ حجاب کے قبل کا ہے۔

❷ یا پھر انس رضی اللہ عنہ نے قصداً اور ارادتاً ان کی پنڈلیوں کی طرف نہیں دیکھا تھا بلکہ یہ اس چیز پر محمول ہے کہ ان کی نگاہ اچانک غیر ارادی طور پر پڑھ گئی تھی۔

امام خطابی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ یا تو قبل الحجاب ہے یا پھر بغیر ارادے کے ان کی نظر پڑھ گئی تھی۔

(الکواکب الدراری ج ۱۲ ص ۱۱۸)

ابو یحیٰ زکریا الشافعی رحمہ اللہ بھی اس طرف گئے ہیں کہ یہ واقعہ حجاب سے قبل کا ہے یا انس رضی اللہ عنہ کی نگاہ ان کی پنڈلیوں کی طرف غیر ارادۃً پڑھ گئی تھی۔ (منحۃ الباری ج ۶ ص ۲۴)

اس مختصر سی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ یہ واقعہ یا تو قبل الحجاب ہوگا یا پھر انس رضی اللہ عنہ کا دیکھنا بغیر قصد کے تھا۔

بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

جو جہاد کرنے کے لیے اللہ سے اولاد مانگے اس کی فضیلت

”عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ، أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ كُلُّهُنَّ، يَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ، جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ، لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ، فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ“

(صحيح البخاري. كتاب الجهاد. رقم الحديث: ۲۸۱۹)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مبارک فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا آج رات اپنی سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی ایک ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ان کے ساتھی نے کہا ان شاء اللہ بھی کہہ دیجیے۔ لیکن انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا (بھول گئے) چنانچہ صرف ایک ہی بیوی حاملہ ہوئی اور ان کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر سلیمان اس وقت ان شاء اللہ کہہ لیتے تو (تمام بیویاں حاملہ ہوتیں اور (سب کے ہاں ایسے شہسوار بچے ہوتے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے“۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور باب میں مناسبت:

بظاہر باب اور حدیث میں کسی قسم کا کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا کیونکہ باب میں اولاد کی دعا کرنا جہاد کے لیے وارد ہوا ہے اور سلیمان علیہ السلام کی آرزو بھی یہی تھی کہ اولاد پیدا ہوگی تو ان کو جہاد فی سبیل اللہ پر لگا دوں گا۔

فائدہ:

مذکورہ بالا حدیث کے فائدہ میں کئی اہم نکات کی تشریح اور اعتراضات کے جوابات درکار ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث پر غلام برق جیلانی اور مولانا مودودی مرحوم نے کچھ اعتراض کیے ہیں۔

غلام برق جیلانی کا اعتراض [1]:

حضرت سلیمان علیہ السلام عہد تاریخ کے انسان ہیں عام انسانوں جیسا قد، اتنی ہی عمر اور طاقت۔ ہم یہ کیسے یقین کریں کہ وہ پوری ایک سو بیویوں کے ساتھ مجامعت کی طاقت رکھتے تھے۔ پھر یہ بھی تو سوچیے کہ اگر ایک بیوی کے ساتھ مجامعت کے لیے کم از کم پندرہ منٹ درکار ہوں تو تمام کے پاس جانے کے لیے پچیس گھنٹے چاہئیں۔ (دو اسلام، ص ۳۳۸تا۳۳۹)

مولانا مودودی صاحب کا اعتراض:

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوگا، مگر یہ بات کہتے ہوئے انہوں نے ان شاءاللہ نہ کہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور ان سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا جسے دائی نے لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا۔ اس حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے بخاری و مسلم نے اور دوسرے محدثین نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ خود بخاری میں مختلف مقامات پر یہ روایت جن طریقوں سے نقل کی گئی ان میں سے کسی میں بیویوں کی تعداد (۶۰) بیان کی گئی ہے کسی میں (۷۰) کسی میں (۹۰) کسی میں (۹۹) اور کسی میں (۱۰۰)۔ جہاں تک اسناد کا تعلق ہے ان میں اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی جس طرح وہ نقل ہوئی ہے۔ بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقع پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہوگا اور سامع کو یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بطور واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ ایسی روایات کو محض صحت سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا

[1] محترم قارئین! غلام برق جیلانی بعد میں حدیث کے حجت ہونے کے قائل ہو چکے تھے۔ الحمد للہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین رات بھی عشاء اور فجر کے درمیان دس گیارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد (٦٠) ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس رات بغیر دم لیے فی گھنٹہ ٦ بیوی کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا گیارہ گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے۔ کیا یہ عملاً ممکن ہے؟ اور کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بات واقع کے طور پر بیان کی ہوگی۔ (تفہیم القرآن، ج۴، ص۳۲۷)

محترم قارئین! غلام برق جیلانی اور مولانا مودودی صاحب کے اقتباسات پر غور کیجیے۔ دونوں کے اعتراضات کی اصل وجہ ان کی عقلوں میں حدیث کا نہ آنا ہے۔ اسی وجہ سے غیر معقول اعتراضات کر کے حدیث کو فلسفہ یا من گھڑت ثابت کرنے کی ناکام سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ حدیث ٹکسالی سند سے ثابت ہے، جس طرح سے غیر اصولی گفتگو کر کے ان حضرات نے تنقید کا دروازہ کھول دیا ہے آپ ان کے اقتباسات پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اب ہم ان شاءاللہ ان کے اعتراضات کے بتدریج جواب دیں گے۔

اعتراض نمبر ١:

سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کا کوئی عدد معین نہیں۔ یہ غلطی راویوں سے ہوئی کسی نے ٦٠ کسی نے ٩٠ کسی نے ٩٩ کا ذکر کیا۔

جواب:

پہلا اصولی قاعدہ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر ہم انبیاء علیہم السلام کے لیے اپنی عقلوں کے گھوڑے دوڑائیں گے تو تمام نبیوں کو مختلف معجزات دیے گئے ہیں اور وہ سارے معجزات عقل سے بعید ہیں۔ اگر یہی قانون بنا لیا جائے تو عقل پرستوں کی طرح معجزات کا انکار بھی کرنا پڑے گا۔ سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا یہ بھی بعید از عقل ہے، جانوروں کی بولیاں انہیں سکھائی گئیں یہ بھی عادت سے ہٹ کر ہے۔ اب غور کیجیے کیا اس کا انکار کر دیا جائے؟ صرف اس لیے کہ یہ بھی عقل کے خلاف ہے۔۔۔۔ سوچیے!

دوسرا جواب:

سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد کے تعین کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فمحصل الروايات: ستون، وسبعون، وتسعون، وتسع وتسعون، ومائة، والجمع بينها ان الستين كن حرائر، وما زاد عليهن كن سراري أو بالعكس وأما السبعون فللمبالغة." (فتح الباری، ج٧، ص١٢٧)

"ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے ساٹھ، ستر، نوے، ننانوے اور سو۔ ان تمام عدد میں تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ بیویاں آزاد تھیں، اور باقی کنیزیں تھیں سلیمان علیہ السلام کی یا پھر جو ستر کی گنتی ہے وہ مبالغہ کے لیے استعمال کی گئی ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام نووی رحمہ اللہ سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ومن وافقه فی الجواب عن اختلاف العدد: ان مفهوم العدد ليس بحجة عند الجمهور، فذكر القليل لا ينفی ذكر الكثير"

"یعنی جو مفہوم عدد کے بارے میں (اختلاف ہے) وہ جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہے پس جو قلیل (عدد) کا ذکر ہے وہ ذکر کثیر کے منافی نہیں یعنی قلیل مقدار کثیر مقدار میں شامل ہے۔"

جیسا کہ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کے وعدہ کا ذکر ہے اور دوسری جگہ چالیس راتوں کا۔ لٰہذا تیس، چالیس میں داخل ہے بعینہٖ اسی طرح سو ازواج کے تعین اور گنتی میں ۶۰، ۷۰، ۹۰ اور ۹۹ داخل ہیں۔

محقق العصر الشیخ محمد علی الاتیوبی فرماتی ہیں:

"والذی ثبت عندنا فی الصحیح ما جاوز المائة" (ذخیرة العقبی، ج۲۱، ص۵۸)

"ہمارے نزدیک جو بات صحیح طور پر ثابت ہے (وہ یہ ہے کہ (سلیمان علیہ السلام) کی بیویوں کی تعداد سو سے زیادہ نہیں ہے"۔

راجح معلوم یہ ہوتا ہے کہ روایات کے درمیان یہ اعداد کا جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ رواۃ کی وجہ سے ہوا ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جو تطبیق دینے کا تکلف کیا ہے وہ واقعتاً تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ روایات میں جمع و تطبیق کی صورت اسی وقت اختیار کی جائے گی کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ ان تمام اعداد کو نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع میں بیان فرمایا ہو، مگر جب ان احادیث کی طرف گہری نگاہ ڈالی جائے تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ لٰہذا یہ راویوں کا تصرف محسوس ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں مبالغہ کا ذکر موجود ہے اسی وجہ سے کسی نے ستون کا لفظ ذکر کیا تو کسی نے سبعون یا کسی مائۃ کا وغیرہ وغیرہ۔

لٰہذا یہ اختلاف موجود ہے لیکن یہ قاعدہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس اختلاف کی وجہ سے حدیث کے اصل قصے پر کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ ہی حدیث کی صحت کے لیے یہ اختلاف مضر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری مین مختلف مقامات پر اس مسلمہ قاعدہ کو ذکر فرمایا کہ حدیث کے کسی حصے میں راوی کا وہم اصل حدیث کے ضعف کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ (فتح الباری، ج۹، ص۲۸۶)

دوسرا اعتراض:

برق جیلانی اور مودودی صاحب ان دونوں بزرگوں نے مجامعت کا جو تخمینہ لگایا ہے وہ سراسر زیادتی اور علوم حدیث سے ناواقفیت کی کھلی دلیل فراہم کرتا ہے۔ برق جیلانی صاحب کے مطابق ایک بیوی کے پاس اگر ۱۵ منٹ درکار ہیں تو تمام بیویوں کے پاس جانے کے لیے پچیس گھنٹے چاہئیں۔

مرحوم مودودی صاحب کے مطابق رات بغیر دم لیے فی گھنٹہ ۶ بیوی کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا گیارہ گھنٹے مباشرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں لے گئے۔

یہ وہ اعتراض ہے جو دونوں بزرگوں کے ذہنوں کی سطح کو اجاگر کر رہا ہے۔ مسعود احمد بی ایس سی برق جیلانی صاحب کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

دوسرا اعتراض برق صاحب کا یہ ہے کہ ۱۴ گھنٹے کی رات میں یہ کیسے ممکن ہے۔ برق صاحب نے اس کام پر کم از کم پندرہ منٹ لگائے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے کم بھی لگا سکتے ہیں۔ اگر اوسطاً تین منٹ کا حساب رکھا جائے تو کل وقت ۱۰۰×۳=۳۰۰ منٹ=۵ گھنٹہ یعنی ۱۴ گھنٹوں میں سے صرف ۵ گھنٹے صرف ہوں گے۔ ۹ گھنٹے پھر بھی فاضل بچ جائیں گے غرض یہ ہے کہ حساب کے لحاظ سے بھی حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (تفہیم اسلام ص ۴۷۶)

تیسرا اعتراض اور اس کا جواب:

اس حقیقت کو مد نظر رکھنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ صرف عقل کا بعض امور کے وقوع کو مستبعد سمجھنا صحیح احادیث کے رد کے لیے کافی نہیں۔ کیونکہ معجزات کا تعلق خرق عادت سے ہوا کرتا ہے جس کا احاطہ کرنا عقل کا کام نہیں۔ مگر جب یہی عقل وحی الٰہی کے تابع بن جاتی ہے تو اس کو سمجھنا انتہائی آسان ہوتا ہے۔ صرف عقل کی نا سمجھی کی وجہ سے احادیث صحیحہ کا رد کرنا یہ کوئی اصول نہیں۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس قاعدہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان من جملة دلائل الوضع أن يكون مخالفاً للعقل بحيث لا يقبل التأويل، ويلتحق به ما يدفعه الحس والمشاهدة أو يكون منافياً لدلالة الكتاب القطعية أو للسنة المتواترة او الاجماع القطعي، أما المعارضة مع إمكان الجمع فلا“ (تدريب الراوی. ج۱، ص۲۶۷)

”یعنی وضع حدیث کے ادلہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے مخالف ہو۔ اس حیثیت سے کہ تاویل بالکل قبول نہ کرے اس کے ساتھ وہ شامل ہے جس کو حس یا مشاہدہ رد کرے یا یہ کہ وہ کتاب اللہ کی قطعی دلالت یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے منافی ہو یا وہ تعارض جس میں جمع بین الروایات کا امکان ہو تو وہ وضع حدیث کے ادلہ میں سے نہیں ہے“۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”جسے ضرورت اور استدلالاً عقل کے مخالف ہو اور کسی طور پر تاویل قبول نہ کرتا ہو، جیسے جمع بین الضدین اور نفی الصانع اور قدم اجسام اور ان کے مشابہ کسی چیز کی خبر دی گئی ہو۔ کیونکہ یہ بات درست ہی نہیں کہ حکم شرعی کسی ایسی چیز میں آئے جو عقل کہ مقتضی کے منافی ہو“۔ (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، ج۱، ص۲۹۴)

یاد رکھیں جدید تحقیقات اور عقل کے مزعومات سے فوراً مرعوب ہونا شکست خوردہ ایمان و ذہنیت کی دلیل ہے۔ جدید تحقیقات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور انسانی عقل کا دائرہ پھر پھرا کر آخر شریعت کے تابع ہی ہوتا ہے۔ للذا عقل مند وہی ہے جو قرآن وسنت کی بات پر بغیر چوں چرا کے لبیک کہہ دے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مندرجہ بالا حدیث بالکل ٹھیک ہے اس میں کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ سلیمان علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ بعین ایسے ہی پیارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں بھی احادیث منقول ہیں کہ آپ ﷺ کو تیس آدمیوں کی طاقت دی گئی تھیں۔ (التوضیح، ج۱۸، ص ۳۷۴)

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو چالیس آدمیوں کی طاقت دی گئی ہے اور وہ آدمی بھی جنت کے رہنے والے ہیں۔ (غایۃ السول، ص ۲۰۷)

نبی کریم ﷺ کے خصائص میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے اور اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے ایک ہی غسل سے پھر آپ ﷺ اس بیوی کے پاس رات گزارتے جس کی باری ہوتی۔ (التوضیح، ج۱۸، ص ۴۲۱)

بَابٌ هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

کیا مسلمان اہل کتاب کو دین کی بات بتائے یا انکو قرآن سکھائے

"أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ وَقَالَ: «فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الأَرِيسِيِّينَ»" (صحیح البخاری کتاب الجهاد رقم الحدیث۲۹۳۶)

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے (روم کے بادشاہ) قیصر کو (خط) لکھا جس میں آپ ﷺ نے یہ بھی لکھا تھا "اگر تم نے (اسلام کی دعوت سے) منہ موڑا تو (اپنے گناہ کے ساتھ) ان کاشتکاروں کا گناہ بھی تم پر پڑیگا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں اہل کتاب کو دین سکھانا اور قرآن کی تعلیم دینے پر جواز پیش فرمایا ہے مگر دلیل کے طور پر ترجمۃ الباب سے حدیث کا تعلق نظر نہیں آتا کیونکہ حدیث میں کسی آیت کا سکھانا کوئی جواز نظر نہیں آتا ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ نظر آتا ہے کہ اہل کتاب کو دین اور قرآن سکھایا جا سکتا ہے مگر حدیث میں ایسی کوئی صراحت موجود نہیں ہے۔

دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ پر اس حدیث کو مختصراً ذکر فرمایا ہے اور مکمل حدیث "باب دعا النبی ﷺ الی الاسلام والنبوۃ" میں ذکر فرمائی ہے جس میں واضح طور پر وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب قیصر کی طرف خط بھیجا تو اس میں قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجید کی آیت درج کروائی تھی :

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ (آل عمران: ۶۴)

لٰہذا یہیں سے باب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے مذکورہ بالا ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں پہلے جز کی مناسبت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور فرمایا "فان تولیت" کیونکہ یہ جملہ اور اسکا اندازِ بیان بتا دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں رشد کی طرف دعوت دے رہے ہیں دوسرا جز یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فان علیك اثم الاریسیین" یہ ذکر اور وعید ہے۔ان دونوں کی مناسبت بھی ترجمۃ الباب سے واضح ہے۔

لٰہذا ترجمۃ الباب میں اس طرف اشارہ ہوا کہ مسلمانوں کو خصوصاً مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ کافروں اور اہل کتاب پر دین اسلام کی دعوت پیش کریں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اہل کتاب کی رہنمائی اور انہیں دین اسلام کی دعوت دینا مسلمان حاکموں پر واجب ہے اور یہ انکی ذمہ داریوں میں شامل ہے"۔ (شرح ابن بطال ج ۵. ص ۱۱۶)

فائدہ نمبر ا:

کافر جس کو قرآن کی تعلیم دینے کا حکم ہے۔

اس مسئلے میں ائمہ کا اختلاف رہا ہے کہ آیا کافروں کو قرآن کی تعلیم دی جاسکتی ہے کہ نہیں بعض اہل علم کا رجحان اس طرف ہے کہ کافروں کو دعوت نہیں دی جاسکتی اور بعض کا رجحان اس طرف ہے کہ اگر انکا اسلام قبول کرنا ممکن ہو اور امید ہو تو جائز ہے۔

① امام مالک رحمہ اللہ کا رجحان اور انکے دلائل:

امام مالک رحمہ اللہ مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے اکمل الکمال المعلم علی شرح صحیح مسلم ۵/۲۱۶)

امام مالک رحمہ اللہ قرآن مجید کی اس آیت سے اپنے موقف کو ثابت کرتے ہیں "إنما المشرکون نجس" (التوبۃ ۹/۲۸) یعنی مشرکین ناپاک ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے چنانچہ حدیث میں موجود ہے:

"نھی رسول اللہ ﷺ ان یسافر بالقرآن إلی ارض العدو" (صحیح مسلم کتاب الامارۃ رقم ۴۸۴)

"رسول اللہ ﷺ نے دشمنوں کے ملک کی طرف قرآن مجید ساتھ لیکر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بات کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ بعض مالکیہ نے بطور وعظ و نصیحت کے ایک یاد وآیات کے جواز کے قائل بھی ہیں۔

(اکمل اکمال المعلم ۵/۲۱۶)

احناف کے دلائل:

احناف کا رجحان اس طرف ہے کہ کافر چاہے حربی ہو یا ذمی اسے قرآن وغیرہ سکھانے میں کوئی حرج نہیں احناف نے اپنے موقف کیلئے یہ آیت پیش فرمائی ہیں:

﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝ ﴾ (التوبة :٦/٩)

"اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے"۔

احناف کی دلیل حدیث سے:

"مر النبی ﷺ علی عبداللہ ابن ابی قبل ان یسلم وفی المجلس اخلاط من المسلمین والمشرکین والیهود فقرأ علیهم القرآن" (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۰۶)

"نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے ان کے اسلام لانے سے قبل اور اس مجلس میں مسلمان، مشرکین اور یہودی موجود تھے پس نبی کریم ﷺ نے سب کو قرآن سنایا"۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا رجحان:

امام شافعی رحمہ اللہ سے دونوں طرح کے اقوال ثابت ہیں:

(اکمل اکمال المعلم و شرح علی صحیح مسلم ۵۷ ص ۱۱۷، فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا رجحان:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اسلام قبول کرنے کی شرط پر جائز قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک اگر اسلام قبول کرنے کی امید نہ ہو تو کفار کو قرآن کی تعلیم دینا جائز نہیں۔ ("المغنی" لابن قدامۃ ج ۹ ص ۲۸۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان:

"والذی یظهر أن الراجح التفصیل بین من یرجی منه الرغبة فی الدین والدخول فیه۔۔۔"

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۳)

"میرے نزدیک جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ امید ہو کہ وہ اسلام میں داخل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گا اور اسکی رغبت ہو اسلام کی طرف یا کم سے کم اس سے نقصان کا خطرہ نہ ہو تو اسے قرآن سمجھانے میں کوئی حرج نہیں''۔

مذکورہ بالا آئمہ کے دلائل کو دیکھا جائے اور ان پر غور کیا جائے تو یہی (Conditions) سامنے آتی ہیں جس کا ذکر حافظ صاحب نے فرمایا۔

ہرقل اور قیصر کی طرف جو نبی ﷺ نے خطوط بھیجے اس میں یہ امید تھی کہ کوئی نہ کوئی ایمان لے آئے گا اور کئی مواقع پر اس قسم کی نصرت الٰہی ظاہر ہوئی، نبی کریم ﷺ نے دشمن کے شہر یا ملک میں قرآن لے جانے سے منع فرمایا اسی وجہ سے کہ وہاں بے ادبی اور گستاخی جیسے رویہ کا خطرہ موجود ہو لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان اور رجحان اس طرف ہے کہ کافروں کی راہنمائی کی جاسکتی ہے اور انہیں قرآن کی تعلیم بھی دی جاسکتی ہے۔

فائدہ نمبر ۲:

مذکورہ بالا حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں ''ان رسول اللہ کتب۔۔۔'' کہ نبی کریم ﷺ نے لکھا۔ یاد رہے نبی ﷺ ان پڑھ تھے آپ لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ان النبی ﷺ کتب الی قیصر وحدیثہ کتب الی النجاشی وحدیثہ، کتب الی کسری، وحدیث عبداللہ بن عکیم کتب الینا رسول اللہ ﷺ وغیرھذہ الاحادیث کلھا محمولۃ علی امر الکاتب'' (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۲۸)

''یعنی نبی کریم ﷺ نے لکھا قیصر کی طرف، کسریٰ کی طرف اور عبداللہ بن عکیم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لکھا ہماری طرف اسکے علاوہ اور بھی جتنی احادیث میں نبی کریم ﷺ کے موجود ہے وہ سب احادیث اس امر پر محمول ہیں کہ لکھا نبی کریم ﷺ نے (خود نہیں لکھا بلکہ) کاتبوں سے لکھوایا''۔

(تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۲۸ سیر اعلام النبلاء للذھبی ج ۹ ص ۴۲۷ یا پھر راقم کی کتاب تفہیم حدیث ج ۱ ص ۷۳ تا ص ۸۰)

بَابُ الْخُرُوجِ آخِرَ الشَّهْرِ

مہینہ کے آخری ایام میں سفر کرنا

''عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِخَمْسِ لَيَالٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا، وَالْمَرْوَةِ، أَنْ يَحِلَّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: نَحَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ"

(صحیح البخاری کتاب الجهاد رقم الحدیث ۲۹۵۲)

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ مدینہ سے (حجۃ الوداع کیلئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم اس وقت نکلے جب ذی قعدہ کے پانچ دن باقی تھے ہفتے کے دن ہمارا مقصد حج کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جب ہم مکے سے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو جب وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سے فارغ ہو جائے تو احرام کھول دے۔ (پھر حج کیلئے بعد میں احرام باندھے) امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ دسویں ذی الحجۃ کو ہمارے گائے کا گوشت آیا میں نے پوچھا کہ یہ گوشت کیسا ہے؟ تو بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے جو گائے قربانی کی ہے یہ اسکا گوشت ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں مہینے کے آخری میں سفر کرنے کے متعلق باب قائم فرمایا اور جو حدیث پیش فرمائی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

"خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لخمس ليال بقين من ذى القعدة"

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس وقت نکلے جب ذی القعدہ کے پانچ روز باقی تھے"۔

یہی سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت واضح ہو رہی ہے کیونکہ ذی القعدہ کے آخری پانچ روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کا قصد فرمایا۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ان لوگوں کی تردید فرما رہے ہیں جو کہ مہینے کے آخر میں سفر کرنے کو نحوست خیال کرتے ہیں اس قسم کے مذموم قائدے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے ہوا کرتے تھے امام بخاری رحمہ اللہ ان کا رد فرما رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اى رداً على من كره ذالك من طريق الطيرة، وقد نقل ابن بطال ان أهل الجاهلية كانو يتطيرون اوائل الشهور لأعمال، ويكرهون التصرف فى محاق القمر" (فتح الباری ج۶ ص۱۴۱)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ ان کا رد فرما رہے ہیں جو مہینے کے آخری ایام میں سفر کو منحوس خیال کرتے ہیں اور ابن بطال نے نقل فرمایا کہ اہل جاہلیت یہ خیال کرتے کہ اگر مہینے کے آخر میں آدمی سفر کیلئے روانہ ہوتا ہے تو عمر گھٹ جاتی ہے اور ہمارا کام گھاٹے میں آجاتا ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"الرد علی من یزعم من القائلین متأثیر الکواکب ان الحرکة اخر الشهر فی محاق القمر مذمومة"

(المتواري ص ١٦١)

امام بخاری رحمہ اللہ کا یہاں ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو مہینے کے آخر میں سفر کرنے کو مذموم قرار دیتے ہیں ستاروں کی حرکت و تاثیر کی وجہ سے۔

(قلت) میں سمجھتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کی بھی تردید فرمائی ہے جس کا ذکر امام حسان الدین الهندي (التوفی ٩٧٥) نے بھی اپنی کتاب "کنز العمال" میں ذکر فرمایا ہے۔ "اقترب" "اخر أربعا في الشهر يوم نحس و مستمر"

(کنز العمل ج ٢ ص ١١ رقم ٩٢١)

یعنی مہینے کے آخری چار دن منحوس ہوا کرتے ہیں۔ (جن کا یہ عقیدہ ہے) امام بخاری رحمہ اللہ ان لوگوں کا رد فرما رہے ہیں۔

ایک اشکال کا جواب:

صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلے اس وقت ذیقعدہ کے پانچ دن رہتے تھے۔ پچیسویں تاریخ کو مدینے سے نکلے اور ذی الحجہ کو چوتھی تاریخ کو مکہ پہنچے۔

اب جو یہاں تعارض اور اشکال کی صورت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر حج کیلئے ہفتہ کے دن نکلے تھے تو ذیقعدہ کے چار دن باقی بچتے تھے اس لئے کہ ذی الحجہ کی یکم تاریخ جمعرات کے دن تھی اور وہ وقوف عرفہ جمعہ کا روز تھا اور اگر سفر کی ابتداء جمعرات کو ہوتی ہے تو ذیقعدہ کے چھ روز باقی بچے تھے سفر کی ابتداء کیلئے جمعہ کا دن تو قطعاً نہیں بنتا اسی لئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "صلی الظهر بالمدينة اربعاً" اور ظاہر ہے ظہر کی نماز جمعہ کے دن نہیں پڑھی جاتی تو "لخمس بقین" کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس شکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وأجيب بأن الخروج كان يوم السبت، وانما قالت عائشة "لخمس بقين" بناء على العدد، لأن ذالقعدة كان اوله الاربعا فاتفق ان جاء ناقصا۔۔۔" (فتح الباری ج ٦ ص ١٤٢)

یعنی یوم الخروج ہفتہ کے دن کو بھی سفر کے ایام میں شمار کیا جائے تو بھی معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں اگرچہ نکلتے نکلتے دوپہر ہو چکی تھی لیکن تیاری تو پہلے ہی مکمل ہو چکی تھی گویا انہوں نے جب تیاری مکمل کر لی تو ہفتہ کی شب کو انہوں نے ایام سفر کو شمار کیا تو یہ پانچ دن ہو گئے۔ بالکل اسی طرح سے تطبیق بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ نے بھی دی ہے۔ (دیکھئے مناسبات تراجم البخاری ص ٨٨-٨٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَآءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ

امام (بادشاہ اسلام) کے ساتھ ہو کر لڑنا اور اسکے زیر سایہ اپنا (دشمن کے حملوں سے) بچاؤ کرنا

اَنَّ الْاَعْرَجَ، حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ "نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ"

(صحیح البخاری کتاب الجهاد رقم الحدیث ۲۹۵۶)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ "ہم لوگ دنیا میں سب سے پیچھے آئے ہیں لیکن (آخرت میں) جنت میں سب سے آگے ہوں گے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

بظاہر باب اور حدیث میں مناسبت انتہائی مشکل نظر آتی ہے کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ امام کے ساتھ ہو کر لڑنا اور حدیث پیش فرمائی کہ ہم لوگ دنیا میں سب سے پیچھے آئے ہیں مگر جنت میں سب سے آگے ہوں گے۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ بڑے ہی دقیق انداز میں استنباط فرمارہے ہیں مذکورہ بالا حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجمعۃ میں بھی نقل فرمایا ہے۔

"نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ، فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ، فَهَدَانَا اللّٰهُ، فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ الْيَهُوْدُ غَدًا، وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ"

(صحیح البخاری کتاب الجمعة رقم الحدیث ۸۷۶)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں آگے رہیں گے فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے قبل دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا دن تھا جو ان پر فرض ہوا ہے لیکن وہ اس میں اختلاف کر گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتایا اس لئے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے یہود دوسرے دن ہونگے اور نصاری تیسرے دن"۔

مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں "فاختلفوا فیه" یعنی وہ اختلاف کر گئے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں امام بادشاہ کے ساتھ مل کر یعنی اسکی اطاعت کرتے ہوئے لڑنے کے حکم کو واضح فرمایا لازماً جب امام کے ساتھ مل کر لڑا جائے گا تو اس کی تابعداری ضروری ہے اسی لئے اگلی حدیث میں واضح الفاظ ہیں "وانما الامام جنة یقاتل من ورائه" امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں جنگ کی جائے۔ یعنی امام کی تابعداری کرنا لازم ہوگا۔

اب ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہوگی کہ اہل کتاب نے اختلاف کیا اور امت محمدیہ کو امام بادشاہ کے ساتھ اختلاف نہیں کرنا بلکہ تابعداری کے ساتھ جہاد کرنا ہوگا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام خطابی فرماتے ہیں کہ سرداران قبائل عرب امارت کے نظام سے ناواقف تھے وہ اپنے قبیلوں کے سرداروں کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتے تھے پھر جب اسلام کے آنے کے بعد ان پر امراء مقرر کئے جانے لگے تو وہ اس سے دل برداشتہ ہو گئے اور بعض نے امراء کی اتباع اور انکی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں سمجھایا کہ ان امراء کی اطاعت میں میری اطاعت ہے اور انکی نافرمانی میری نافرمانی ہے مقصد یہ تھا کہ عرب قبائل نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ حاکموں کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں اور بغاوت و سرکشی نہ کریں۔

(أعلام الحديث للخطابي ج ٢ ص ١٤٢)

فائدہ:

اس بات کو بھی ذہن میں رکھا جائے کہ حاکم وقت یا امیر کی اتباع اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں اگر وہ اصول دین، شریعت کے واضح مخالفت کریں یا وہ کافروں کی مدد کیلئے اور ان سے رشتہ کو مضبوط کرنے کیلئے اگر مسلمانوں کی مخالفت کریں یا اسلام کو مٹانے کے درپے ہوں تو ان حالات میں ان کی اطاعت کرنا حرام بلکہ کفر ہے۔ صحیح البخاری کی اس حدیث کی طرف اہل علم ضرور نظر ڈالیں امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الجہاد میں فرماتے ہیں:

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر بھیجا اور آپ ﷺ نے فرمایا: نکلو حتی کہ جب تم لوگ روضہ خاخ پر پہنچو تو وہاں ایک بڑھیا عورت تمہیں اونٹ پر سوار ملے گی اور اس کے پاس ایک خط ہو گا، تم لوگ اس سے وہ خط لے لینا۔ ہم روانہ ہوئے اور ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لے جا رہے تھے۔ آخر ہم روضہ خاخ پر پہنچ گئے اور وہاں واقعی ایک بوڑھی عورت موجود تھی جو اونٹ پر سوار تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ لیکن جب ہم نے اسے دھمکی دی کہ اگر تو نے خط نہ دیا تو تمہارے کپڑے ہم خود اتار دینگے۔ اس پر اس نے اپنی گندھی ہوئی چوٹی کے اندر سے خط نکال دیا۔ اور ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لیکر حاضر ہوئے اس خط کا مضمون یہ تھا"۔

حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چند آدمیوں کی طرف انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعض بھیدوں کی خبر دی تھی (وہ یہ تھا کہ تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک جرار لشکر لئے ہوئے تمہارے سر پر آئے ہیں اور اگر آپ ﷺ اکیلے آئیں تو بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مدد کرے گا اور اپنا وعدہ پورا کریگا، اب تم اپنا بچاؤ کر لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ میرے بارے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔ میری حیثیت (مکہ میں) یہ تھی کہ قریش کے ساتھ میں نے رہنا سہنا اختیار کر لیا تھا ان سے میرا کوئی رشتہ ناطہ نہ تھا۔ آپ کے ساتھ جو دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہاجرین ہیں انکی تو مکہ میں سب کی رشتہ داری موجود ہے اور مکہ والے اسی وجہ سے ان کے رشتہ داروں اور مالوں کی حفاظت وحمایت کریں گے مگر مکہ والوں کے ساتھ میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے۔ اسلئے میں نے سوچا کہ ان پر کوئی احسان کردوں جس سے اثر لے کر وہ میرے بھی عزیزوں کی حفاظت کریں گے۔ میں یہ کفر اور ارتداد کی وجہ سے ہرگز ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر سے خوش ہو کر۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا حاطب نے سچ کہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اجازت دے دیجئے میں اس منافق کا سر اڑادوں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں یہ بدر کی لڑائی میں شامل تھے (مسلمانوں کے ساتھ) اور تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ مجاہدین بدر کے احوال (موت تک کے) پہلے ہی سے جانتا تھا اور وہ خود ہی فرما چکا ہے ''تم جو چاہو کرو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد رقم ۳۰۰۷)

مذکورہ واقعہ کی طرف غور کیجئے اگر سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ بدری نہ ہوتے تو وہ یقیناً قتل کر دیئے جاتے کیوں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کافروں کی مدد ارتداد اور کفر ہے جبکہ حدیث کے متن پر غور فرمائیں خود حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں نے ارتداد اور کفر کی نیت سے نہیں خط لکھا۔۔۔ چونکہ وہ بدری صحابی تھے اسی لئے ان کے اس جرم کو معاف کر دیا گیا تھا۔

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ بدر میں حاضر ہوئے ہیں آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا جو انکے قتل کو جائز کرتا ہو بلکہ آپ ﷺ نے ان کے قتل نہ کرنے کی علت اور وجہ یہ بتائی کہ وہ بدری ہیں اور اہل بدر کو اللہ تعالیٰ نے معاف کیا ہوا ہے۔ پس حاطب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے حق میں اس مانع کا پایا جانا محال اور ناممکن ہے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۳۲۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگنے کے واقعے سے جاسوس کو قتل کرنے کی مشروعیت پر دلیل اخذ کی گئی ہے۔ یہی امام مالک اور ان کے ساتھ موافقت کرنے والے علماء کا قول ہے۔ وجہ دلالت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے ارادہ قتل کو برقرار رکھا اگر مانع نہ ہوتا پس آپ نے ان کے قتل میں موجود مانع کو بیان کر دیا یعنی حاطب رضی اللہ عنہ کا بدری ہونا اور یہ خصوصیت سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے لئے محال اور ناممکن ہے۔ (فتح الباری ج ۸، ۱۰ء۸)

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ''مجھے اسکی گردن مارنے کی اجازت دے دیجئے۔'' اس میں دلیل ہے کہ مسلمان جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے انکار نہیں کیا لیکن انکے عذر کو اس لئے قبول فرمایا کہ وہ بدر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک ہوئے تھے اور بدر ی تمام کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے"۔

(اکمل المعلم شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۵۳۸)

ان وضاحتوں سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی شخص دین اسلام کی بنیادوں کو ڈھانے کیلئے اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتا ہے تو اسکی اتباع نہیں ہوگی بلکہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے والا بالاتفاق کافر و مرتد ہے۔

لہٰذا حاکموں اور امیروں کی اتباع معروف طریقے سے کی جائے گی غیر معروف طریقے سے ہرگز نہیں مکمل شریعت کو لے لیں تمام کتاب و سنت کے احکامات اس مسئلے پر وارد ہیں کہ حاکموں اور امیروں کی اتباع خلاف شریعت ہرگز نہیں ہوگی خصوصاً جب کہ یہ لوگ اسلام کو مٹانے اور کفر کے بڑھانے کے درپے ہوں۔

دو نصیحت آموز واقعات:

امام مسلم رحمہ اللہ صحیح میں فرماتے ہیں:

"عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعث جیشا"

"وأمر علیهم رجلاً، فأوقد ناراً، وقال ادخلوها فأراد الناس ان یدخلوها وقال الآخرون: انا قد فررنا منها، فذکر ذالك لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذین ارادوا ان یدخلوها لو دخلتموها لم تزالوا فیها إلی یوم القیمة وقال للاخرین قولاً حسناً وقال لا طاعة فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف"

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ رقم الحدیث ۱۸۴)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس میں ایک امیر کو مقرر فرمایا (پھر اس نے آگ جلانے کا حکم دیا) جب آگ بھڑک گئی تو اس نے لوگوں سے کہا کہ آگ میں کود جاؤ بعض لوگ (اس کی اطاعت میں) آگ میں کود جانے کو تیار ہو گئے اور بعض نے کہا کہ ہم آگ سے بچنے کیلئے تو (اسلام قبول کیا ہے) پھر اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو فرمایا جنہوں نے آگ میں کودنے کا ارادہ کیا تھا کہ اگر تم آگ میں کود جاتے تو ہمیشہ ہمیشہ آگ ہی میں رہتے اور دوسرے لوگوں کیلئے اچھی بات کہی (جنہوں نے انکار کیا تھا) اور فرمایا اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے بات یہ ہے کہ اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے"۔

دوسرا واقعہ:

جب عمر بن ہبیرہ یزید بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا عامل مقرر ہوا تو اس نے بصرہ اور کوفہ کے فقہاء کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، ان فقہاء میں امام شعبی رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ بھی تھے۔ عمر بن ہبیرہ نے کہا "امیر المؤمنین یزید بن عبدالملک مجھے بعض غیر شرعی امور کا حکم دیتے ہیں کیا میرے لئے ان کی تعمیل کرنا جائز ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ تو مامور ہیں، آپ ویسے ہی کریں جیسے کہ آپ کو حکم دیا جاتا ہے گناہ تو حکم دینے والے پر ہے۔
جب امام شعبی اپنی بات مکمل کر چکے تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"إتق الله یاعمر! فکأنک بملک قد أتاک فاستنزلک فأخرجک من سعة قصرک الی ضیق قبرک ان الله ینجیک من یزید وان یزید لا ینجیک من الله، فایاک ان تعرض الله بالمعاصی، فانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (اعلام الحدیث للخطابی ج ۲ ص ۱۴۱۷)

"اے عمر اللہ سے ڈر! موت کا فرشتہ گویا کہ آچکا ہے اور وہ تجھے تیرے محل کی وسعت سے اتار کر قبر کی تنگی تک پہنچا چکا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے یزید سے بچا سکتے ہیں مگر یزید تجھے اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا خبردار گناہوں سے اللہ کا مقابلہ نہ کرو اس لئے کہ مخلوق کی اطاعت کرتے ہوئے خالق کی نافرمانی کرنا جائز نہیں"۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

مصحف یعنی لکھا ہوا قرآن مجید کو لے کر دشمن کے ملک میں جانا منع ہے۔

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ اصحابی فی ارض العدو وهم یعلمون القرآن" (صحیح البخاری کتاب الجہاد باب کراهیة السفر بالمصاحف)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ دشمنوں کے علاقے میں سفر کیا حالانکہ وہ سب حضرات قرآن مجید کے عالم تھے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں قرآن مجید کو دشمن کے ملک لے جانے کی ممانعت واضح کر رہے ہیں مگر ذیل میں جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ مصحف پر دلالت نہیں کرتی اس سے مراد ہر گز امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ نہیں ہے کہ مصحف کا دشمن کے ملک لے جانا جائز ہے کیونکہ مصحف کی بات اور جہاں تک تعلق ہے حافظ قرآن کا دشمن کے ملک میں جانا تو اس کی ممانعت کسی بھی طریق سے ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اشار البخاری بذالک الی ان المراد بالنهی عن السفر بالقرآن السفر بالمصحف خشیة ان ینالہ العدو لا السفر بالقرآن نفسه" (فتح الباری ج ۶، ص ۱۴۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو اشارہ فرمایا ہے کہ جس حدیث میں قرآن کو دشمن کے ملک لے جانا منع ہے اس سے مراد مصحف ہے نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ حافظ قرآن خود۔ علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس عبارت کا مقصد اس پر متنبہ ہے کہ یہی عمومی نہیں ہے بلکہ اس ممانعت کا تعلق ان چھوٹے چھوٹے لشکروں اور دستوں سے ہے جن کی حفاظت غیر یقینی اور اگر لشکر بڑے ہوں تو اس میں قرآن کے ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں کیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دشمن کے ملک میں بھی قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہتے تھے اور ظاہر ہے کہ سب تو حافظ قرآن نہیں تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۵. ص ۱۵۰)

بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهُ

(اکیلے سفر کرنا)

''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الخَنْدَقِ، فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ، قَالَ سُفْيَانُ: الحَوَارِيُّ: النَّاصِرُ'' (صحیح البخاری کتاب الجهاد رقم الحدیث ۲۹۹۷)

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اک کام کے لیے) غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں، آپ علیہ السلام نے پھر پکارا اور پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرا حواری زبیر ہے۔سفیان نے کہا حواری کے معنی معاون و مددگار کے ہیں''۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ثابت فرمائی ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کافروں کی خبر لانے کیلئے اکیلے تشریف لے گئے یہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے جسے جنگ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔اب ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہوگی کہ لازماً جب زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش فرمایا کہ میں حاضر ہوں یعنی کافروں کی خبر لانے کیلئے تو انہوں نے اس کام کیلئے سفر بھی کیا ہوگا اور وہ اکیلے تھے یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

اس باب کے ذکر پر امام اسماعیلی نے تعقب فرمایا ہے اور کہتے ہیں:

''لا اعلم هذا الحديث كيف يدخل في هذا الباب؟''

''کہ میں نہیں جانتا کہ یہ حدیث (زبیر رضی اللہ عنہ والی) کس طرح سے باب کے مطلب میں داخل ہے''۔

اور اسی بات کی ابن المنیر نے بھی تائید فرمائی ہے کہ ممکن ہے زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی اور بھی سفر میں ہو۔ مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قلت: لكن قد ورد من وجه آخر ما يدل على ذالك وفيه قلت يا ابت رأيتك تختلف فقال: قال رسول الله ﷺ من ياتيني بخبر قريظة فانطلقت" (فتح الباری ج٦ص ١٤٠)

یہاں تو اس کا ذکر نہیں ہے (کہ زبیر رضی اللہ عنہ اکیلے تھے یا اور کوئی بھی انکے ساتھ تھا) لیکن یہی واقعہ "مناقب زبیر" میں آرہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سفر تن تنہا فرمایا تھا اور آپ نے خود فرمایا میں نے ابا جان کو کئی بار بنو قریظہ کی طرف آتے جاتے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا آپ بار بار بنو قریظہ کی طرف آرہے ہیں آخر کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ بنو قریظہ کی خبر کون لائے گا تو میں چل پڑا۔ اس روایت سے واضح طور پر ان کا اکیلے سفر کرنا ثابت ہوا مزید اس سے زیادہ واضح الفاظ سنن النسائی میں موجود ہیں جس کے بعد تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

وہب بن کیسان رحمہ اللہ اس واقعہ کو ذکر فرماتے ہیں:

"أشهد سمعت جابر بن عبد الله۔۔۔ فلم يذهب أحد، فذهب الزبير" (سنن النسائی ج٥ ص ٣٦٤)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا پس ان کے ساتھ کوئی نہ گیا پھر زبیر رضی اللہ عنہ خود (اکیلے) گئے"۔

فائدہ:

امام مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رات کو تنہا سفر کرنے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ رات کا وقت شیاطین کے باہر پھیل جانے اور ایذائیں پہنچانے اور لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالنے کا وقت ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ رات کو بچوں کو باہر نکالنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ حرام نہیں ہے، اگر کوئی عذر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ کوئی رفیق سفر ہمراہ ہو تو افضل اور بہتر ہے"۔

(شرح ابن بطال ج٥ ص ١٥٥)

بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللهِ

اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ دینا

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا" (صحیح بخاری کتاب الجہاد رقم الحدیث ٣٠١٦)

"ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائے تو انہیں آگ میں جلا دینا۔ پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے تمہیں حکم دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دینا، لیکن آگ ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالی ہی دے سکتا ہے اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا"۔

"عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حَرَّقَ قَوْمًا، فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ ، وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ" (صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم ۳۰۱۷)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (جو عبد اللہ بن سبا کی پیروکار تھی اور علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتی تھی) جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی نہ جلاتا کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو" البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور دونوں احادیث میں مناسبت لفظی موجود ہے کیوں کہ دونوں احادیث میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ "لا تعذبوا بعذاب اللہ" کہ اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ دو۔ لیکن دونوں احادیث میں کچھ اشکال وارد ہوئے ہیں جس کا جواب دینا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں کوئی اختلاف نہیں مگر احادیث میں جو اعتراضات پیدا ہو رہے ہیں انکی تفصیل انتہائی ضروری اور اہم ہے۔

اشکال نمبر ۱:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تھا کہ انہیں آگ میں جلا دینا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی قول کے خلاف دوسرا حکم دیا کہ آگ میں جلانا اللہ کے سوا کسی اور کا کام نہیں۔ للہذا انہیں قتل کر دینا۔

اشکال نمبر ۲:

حدیث میں لفظ ہے فلانا و فلانا اور اس میں دو آدمیوں کے قتل کا حکم ہے جب کہ سنن ابی داؤد میں صرف ایک آدمی کے قتل کا حکم موجود ہے۔

اشکال نمبر ۳:

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آگ میں نہیں جلوایا تھا للہذا کونسا گروہ دلائل کے قریب ہے؟ جن کا کہنا تھا کہ جلوایا تھا یا پھر وہ لوگ جو اس کی نفی کے قائل تھے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے اشکال کا جواب:

نبی کریم ﷺ سے مذکورہ بالا حدیث میں اجتہاد کا ذکر ہے پہلے نبی کریم ﷺ نے جلوانے کا حکم دیا تھا مگر بعد میں اس امر سے صحابہ کو روک دیا دراصل روکنے سے قبل جلوانے کا حکم نبی کریم ﷺ کا اجتہاد تھا۔ اجتہادی امور سے مراد ایسے دینی مسائل ہیں جن میں کسی بھی آمدہ مسئلہ کا حل سابقہ وحی کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔ یعنی اہل علم جن کا اوڑھنا اور بچھونا علوم شریعہ ہو وہ اس مقام پر فائز ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب اور بصیرت کے حق دار نبی کریم ﷺ ہی تھے تو اس تعلق کی بناء پر آپ ﷺ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ اجتہاد فرمائیں۔

اور جب کبھی نبی کریم ﷺ کے اجتہاد میں کسی قسم کی اصلاح درکار ہوتی تو وحی جلی (یعنی قرآن کے ذریعے) یا پھر وحی (یعنی احادیث کے ذریعے) اسکی اصلاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے کر دی جاتی۔ آپ علیہ السلام کے اجتہادات کے دلائل کتب احادیث میں کثیر موجود ہیں۔ جنہیں چار اقسام میں اہل علم نے تقسیم فرمایا ہے۔

① نبی کریم ﷺ کے دنیاوی معاملات میں اجتہادات

② لڑائی کے معاملات میں نبی کریم ﷺ کے اجتہادات

③ فیصلوں میں نبی کریم ﷺ کے اجتہادات

④ عبادات میں اجتہاد

یعنی یہ وہ معاملات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اجتہاد فرمایا مثلاً ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آکر دریافت کرنے لگی کہ "میرے باپ پر حج فرض تھا اور وہ مر گیا کیا میں اب اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بھلا دیکھو! اگر اسکے ذمے قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتیں؟ اس عورت نے کہا ضرور ادا کرتی، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔

یہ نبی کریم ﷺ کا اجتہاد تھا جسے نبی کریم ﷺ نے اپنے لفظوں میں حکیمانہ طور پر ادا فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کے اجتہادات کے بارے میں درج بالا دلائل دیکھے جا سکتے ہیں۔

① تابیرالنخل کا مسئلہ (صحیح مسلم شرح النووي ۱۰/۱۹۰)

② شہد حرام کرنے کا مسئلہ (سورۃ التحریم ۲۲/۱-۳) (صحیح البخاری کتاب التفسیر رقم ۴۹۱۲)

③ نبی کریم ﷺ کا عبوس فرمانا عبداللہ بن ام مکتوم کے تشریف لانے پر (سورۃ عبس ۱۲، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۸۲)

④ یوم بدر کے دن نبی کریم ﷺ کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ طلب کرنا (السیرۃ النبویۃ لأبن ہشام ج ۲، ص ۲۷۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلع پہاڑی کے مشرق میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔

(دیکھئے سورۃ الاحزاب ۲۲/ ۹) (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۵)

⑥ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اور میں بھی انسان ہوں اور بعض اوقات تم باہمی جھگڑا میرے پاس لاتے ہو تو ممکن ہے کہ تم میں سے بعض اپنے فریق مخالف کے مقابلہ میں اپنا مقصد پیش کرنے میں زیادہ چالاکی سے بولنے والا ہو۔۔۔

(صحیح البخاری کتاب الحیل رقم الحدیث ۶۹۶۷)

⑦ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ام ولد کے الزام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قتل کا حکم دینا۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۷ ص ۱۱۸ رقم ۲۷۷۱)

⑧ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ مدینہ تشریف لائے تو ان میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں کو کس طرح نماز کیلئے جمع کیا جائے لہٰذا کسی نے ناقوس کا مشورہ دیا تو کسی نے کہا کہ جس طرح یہود اپنی عبادت کیلئے جمع کرتے تھے اس طرح سب کو عبادت کے لیے جمع کیا جائے لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایک آدمی نماز کیلئے منادی کہے (اذان دے) تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بلال اذان دیجئے۔ پھر اسکے بعد اسکی تائید وحی کے ذریعے کردی گئی۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۷۷۸۲)

⑨ تحویل قبلہ کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانا تاکہ بیت المقدس سے بیت الحرام کو قبلہ پھر جائے اس تمنائے اجتہاد کو بھی برقرار رکھا گیا وحی کے ذریعے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج ۲ ص ۱۵۵)

⑩ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض لوگوں کو نماز میں نہ پایا اور فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ میں ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں انکے پیچھے جاؤں جو نماز میں پیچھے رہ گئے (یعنی غیر حاضر رہے) پھر میں حکم دوں کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا کر ان کے گھروں کو جلا دیا جائے۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد ج ۱ ص ۴۵۱)

مذکورہ بالا حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے نمازیوں کو آگ میں جلانے کا ارادہ تھا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح اجتہاد ہے۔

ان کے علاوہ بھی کئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہادات ہیں جن کی مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اہل علم سے اس مسئلے پر اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن ہے کہ نہیں ہے بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ غلطی کا صدور ممکن ہے اور بعضے نے اسکی نفی فرمائی ہے۔

ابن السبکی رقمطراز ہیں:

"والصواب ان اجتہادہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یخطی" (جمع الجوامع لابن السبکی مع حاشیۃ البنانی ۲ ص ۴۰۴)

"صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن نہیں ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ البیضاوی فرماتے ہیں:

"لا یخطئ اجتہادہ ﷺ"

وتابعہ فی ھذا الامامان: الأسنوی والبدخشی وقال الامام الفخر الدین الرازی: انہ الحق

(شرح الاسنوی ج ۲ ص ۱۹۶ التقریر والتجہیر ج ۳ ص ۳۰۰)

یعنی نبی کریم ﷺ سے اجتہاد میں خطاء ممکن نہیں ہے اور امام الاسنوی اور البدخشی دونوں کا یہی قول ہے امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں کہ (یہ موقف) حق ہے اور جو لوگ خطاء کے صدور کو جائز کہتے انہوں نے بھی مختلف قسم کے دلائل سے استنباط کیا ہے چنانچہ "المسودۃ" میں امام خطابی رحمہ اللہ کا قول موجود ہے آپ نے خطاء کو جائز تو قرار دیا مگر ایک شرط کے ساتھ فرماتے ہیں:

"اکثر العلماء متفقون علی انہ قد یجوز علی النبی ﷺ الخطاء فیما لم ینزل علیہ وحی، ولکنھم مجمعون علی أن تقریرہ علی الخطاء غیر جائز" (المسودۃ لآل ابن تیمیۃ ص ۵۹)

"یعنی اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر خطاء جائز ہے جب تک وحی کا نزول نہ ہو، لیکن اس بات پر بھی اجماع ہے کہ آپ ﷺ کا (اجتہاد کے خطاء پر) برقرار رہنا جائز نہیں ہے"۔

مزید المسودۃ میں لکھا ہے:

"قال اصحابنا بجواز تطرق الخطاء فی اجتہاد النبی ﷺ ولکن لا یقر علیہ"

ان مختصر سے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم مندرجہ بالا مسئلے میں مختلف فیہ ہیں، اگر خلاصہ رائے اس مسئلہ پر لکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ امور دنیا میں نبی کریم ﷺ کے اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن ہے، جیسا کہ تعبیر النخل والی حدیث اس مسئلہ پر دال ہے اور جہاں تک تعلق ہے احکام شریعہ میں اجتہاد کی تو وہاں پر آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطاء ممکن نہیں ہے الا یہ کہ کس امر میں اللہ تعالیٰ اگر مزید اصلاح کرنا چاہتا تو اصلاح فرما دیتا۔

کیوں کہ شرعی احکامات میں نبی کریم ﷺ کے اجتہاد دلیل کی بنیاد پر ہوا کرتے تھے۔

امام الماوردي فرماتے ہیں:

"ای الانبیاء لا یجتھدون الا عن دلیل" (أدب القاضي للماوردي ج ۱ ص ۵۴)

"یعنی انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد دلیل پر قائم ہوتا ہے"۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے اجتہاد جو شرعی احکامات میں ہیں ان میں خطاء کا صدور نہیں ہوتا الا یہ کہ آپ ﷺ کسی دنیاوی مسئلہ میں مشورہ دیں اس میں ممکن ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

"وما کان من امر دینا کم فأنتم أعلم بہ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: مذکورہ بالا اختلافات سے فائدہ اٹھا کر عصر حاضر میں کئی نامور شخصیتوں نے فائدہ اٹھایا اور ان اختلافات کی وجہ سے یہ اصول مرتب کیا کہ نبی کریم ﷺ کی سنت جو اصول شریعہ میں داخل ہیں وہ صرف چھبیس ۲۶ ہیں۔۔۔۔۔

محترم قارئین! اس مسئلے کو دامن گیر فرمالیں قرآن مجید نے مطلق طور پر نبی کریم ﷺ کی زندگی کو "اسوۃ حسنہ" قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں کہیں بھی آپ کی اتباع کی کوئی تخصیص موجود نہیں ہے۔ بس! اتنا سمجھ لیں جس حدیث میں خود نبی کریم ﷺ نے اپنی حدیث کو رائے فرمایا بس وہی رائے ہوگی بصورت دیگر کسی امتی کیلئے یہ حلال نہیں ہے کہ آپ کی زندگی کی تخصیص کرتا پھرے اللہ تعالیٰ نے دوٹوک لفظوں میں ایسی گمراہیوں کی جڑ کاٹ دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر: ۷)

"جو کچھ رسول تمہیں دے لے لو اور جس چیز سے روکیں باز آجاؤ"۔

یہ ایک عمومی حکم اور قاعدہ ہے نبی کریم ﷺ کی ہر بات دین اور شریعت ہوگی اور ہر ممانعت بھی شریعت کا حکم رکھے گی اب تخصیص کی کسی کو اجازت نہیں الا یہ کہ کسی حدیث میں خود نبی کریم ﷺ نے تخصیص فرمائی ہو۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ نے جو جلوانے کا حکم دیا تھا یہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا اس اجتہاد کو منسوخ اللہ تعالیٰ نے کر دیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"یہ حکم آپ ﷺ نے وحی کے ذریعے دیا ہوگا" یا یہ آپ ﷺ کا اجتہاد ہوگا، بہرحال دونوں صورتوں میں پہلے حکم کیلئے ناسخ ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۶)

دوسرے اشکال کا جواب:

حدیث میں فلانا فلانا کا ذکر کہ دو آدمی تھے لیکن ابوداؤد میں ایک آدمی کے قتل کا حکم وارد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"سنن ابی داؤد کی روایت میں "فلانا" سے ھبار بن اسود مراد ہے اور صرف ھبا کا ذکر اس لئے کیا کہ اصل حملہ آور یہی تھا، نافع بن عبد قیس تو تابع تھا"۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۵)

تیسرے اشکال کا جواب:

کیا علی رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کو آگ میں نہیں جلوایا تھا؟ کونسی بات درست ہے؟

چنانچہ اسماعیل نے ابن ابی عمر عن سفیان اور محمد بن عباد عن سفیان دو طرف سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں سفیان بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عینیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے عمرو بن دینار، ایوب اور عمار الذہبی کو ایک مجلس میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دیکھا جنہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نذر آتش کیا تھا ایوب نے باب میں بھی اس روایت کو بیان کیا تو عمار نے کہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نذر آتش نہیں کیا تھا بلکہ گڑھے کھدوا کر ان پر آگ کا دھواں چھوڑا تھا اس پر عمرو بن دینار نے یہ اشعار کہے:

لترم بی المنایا حیث شاءت
اذا لم ترم بی فی حفرتین
اذا ما أججوا حطباً ناراً
هناك الموت نقداً غیر دین

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۶)

یعنی موت مجھے جہاں چاہے پھینک دے، تاہم دو گھڑوں میں نہ پھینکے، کیوں کہ جب لکڑیاں جلا کر آگ روشن کر دی جائے تو وہاں موت ادھار نہیں نقد ملتی ہے۔

مذکورہ بالا شاعر کے اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکڑیاں جلا کر آگ دھکائی گئی جس کی پاداش میں وہ جل گئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحدود میں جو روایت نقل فرمائی ہے اس میں واضح طور پر آگ سے جلانے کی تصریح موجود ہے چنانچہ کتاب الحدود میں یہ الفاظ منقول ہیں:

"اتی علی زنادقة فأحرقهم" (صحیح البخاری رقم ۶۹۲۲)

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ الفاظ موجود ہیں:

"کان أناس یعبدون الأصنام فی السر ویاخذون العطاء، فأتی بهم علی رضی اللہ عنہ فوضعهم فی السجن، واستشار الناس فقالوا: اقتلهم فقال لا، ولکن أصنع بهم کما صنعوا بأبینا ابراهیم علیه السلام فحرقهم بالنار"

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب السیر ج ۱۷/۵۸۹ رقم الحدیث: ۳۳۸۲۱)

"کچھ لوگ خفیہ طور پر بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اسکا ہدیہ بھی وصول کرتے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں قید کیا، چنانچہ آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ (انہیں کس طرح کی سزا دی جائے؟) لوگوں نے کہا کہ انہیں قتل کر دینا چاہیئے، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں وہ عمل کروں گا جو انہوں نے ہمارے باپ ابراہیم کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے سب کو نذر آتش کر دیا"۔

لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کو آگ میں جلا دیا گیا تھا دلائل اسی مسئلے پر دلالت کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ

نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ "کہ ایک ماہ کی مسافت سے اللہ نے میرا رعب (کافروں کے دلوں میں) ڈال کر میری مدد فرمائی۔"

"أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ وَهُمْ بِإِيلِيَاءَ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ، وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا: لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ" (صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم الحدیث ۲۹۷۸)

"سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک جب شاہ روم ہرقل کو ملا تو اس نے اپنا آدمی انہیں تلاش کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ لوگ اس وقت ایلیاء میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آخر اس نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک منگوایا۔ جب وہ پڑھا جا چکا تو اس کے بارے میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ (چاروں طرف) آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا جب ہم باہر کر دیے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (مراد نبی کریم ﷺ سے ہے) کا معاملہ تو بہت اب آگے بڑھ چکا ہے یہ ملک بنی اصفر (قیصر روم) بھی ان سے ڈرتے ہیں"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ اسطرح سے ہوگی کہ لفظی مطابقت کے لحاظ سے ابو سفیان رحمہ اللہ کا فرمان "انه يخافه ملك بني الاصفر" کہ یہ ملک بنی اصفر (قیصر روم) بھی ان سے ڈرتے ہیں یعنی نبی کریم ﷺ سے۔

ابن المنیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"موضع الترجمة من خبر ابي سفيان قوله "يخافه ملك بني الاصفر" (المتواری ص ۱۶۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والغرض منه هنا قوله "انه يخاف ملك بني الاصفر" (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۹)

یعنی انکا نبی کریم ﷺ سے ڈرنا یہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کا پہلو ہے، مزید اگر غور کیا جائے تو یہ لوگ جنکو نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک دیا گیا تھا وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے کوسوں دور تھے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لانه كان بين المدينة وبين المكان الذي كان قيصر ينزل فيه مدة شهر أو نحوه" (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۹)

"یقیناً مدینے اور وہ جگہ جہاں قیصر ہے دونوں میں ایک ماہ یا کچھ لگ بھگ کی مسافت ہے"۔

علامہ عینی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شام اور حجاز کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زائد مسافت ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۶)

بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مطابقة حديث ابي سفيان للترجمة قوله انه ليخافه ملك بني الأصفر صفو وكان بالشام وبين الشام والحجاز مسيرة شهر" (مناسبات تراجم البخاری ص ۸۸)

"ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجمۃ الباب سے مطابقت یہ ہے کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انه ليخافه ملك بني الاصفر" اور وہ شام میں تھے شام اور حجاز کے درمیان ایک مہینے کی مسافت ہے"۔

فائدہ:

ہم یہاں پر عرب کا نقشہ واضح کر رہے ہیں نقشہ کو دیکھ کر آپ مسافت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

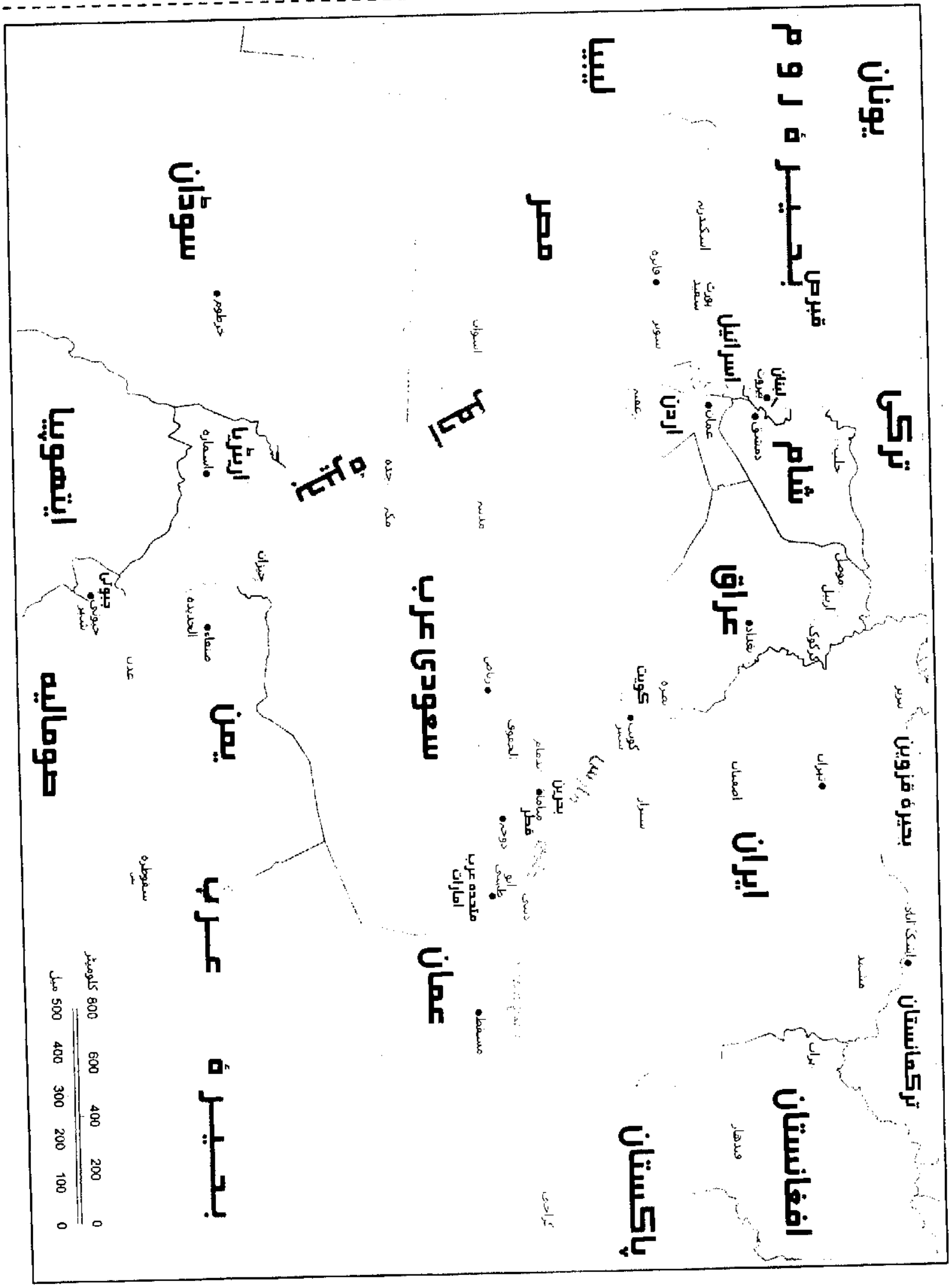

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابٌ اِذَا اَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ، وَلَهُمْ مَالٌ وَاَرَضُوْنَ فَهِيَ لَهُمْ

اگر کچھ لوگ جو دارالحرب میں مقیم ہیں اسلام لے آئیں اور وہ مال جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے مالک ہیں تو وہ ان ہی کی ہوگی

''أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهُ يُدْعَى هُنَيًّا عَلَى الْحِمَى، فَقَالَ: يَا هُنَيُّ اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ، وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ، وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ، وَإِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ، وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ، فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَا إِلَى نَخْلٍ وَزَرْعٍ، وَإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ، وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ: إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا، يَأْتِنِي بِبَنِيهِ، فَيَقُولُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ أَفَتَارِكُهُمْ أَنَا لاَ أَبَا لَكَ، فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ أَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَايْمُ اللهِ إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنِّي قَدْ ظَلَمْتُهُمْ، إِنَّهَا لَبِلاَدُهُمْ فَقَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الإِسْلاَمِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلاَ الْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلاَدِهِمْ شِبْرًا'' (صحیح البخاری کتاب الجهاد رقم ۳۰۵۹)

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنی نامی اپنے ایک غلام کو (سرکاری) چراگاہ کا حکم مقرر کیا۔ تو انہیں یہ ہدایت کی اے ہنی، مسلمانوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھنا (ان پر ظلم نہ کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے ہر وقت بچتے رہنا کیوں کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور نعم ابن عوف اور ابن عفان اور ان جیسے (امیر صحابہ) کے مویشیوں کے بارے میں تجھے ڈرتے رہنا چاہئے (یعنی انکے امیر ہونے کی وجہ سے دوسرے غریبوں کے مویشیوں پر چراگاہ میں انہیں مقدم نہ رکھنا) کیوں کہ اگر ان کے مویشی ہلاک بھی ہو جائیں گے تو یہ رؤسا اپنے کھجور کے باغات اور کھیتوں سے اپنی معاش حاصل کر سکتے ہیں لیکن گنے چنے اونٹوں اور گنی چنی بکریوں کا مالک (غریب) اگر اسکے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے بچوں کو لے کر میرے پاس آئے گا اور فریاد کرے گا یا امیر المؤمنین! (ان کو پالنا) تیرا باپ نہ ہو تو کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا؟ اس لئے ان کیلئے چارے اور پانی کا انتظام کر دینا میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں ان کیلئے سونے چاندی کا انتظام کروں اور اللہ کی قسم وہ (اہل مدینہ) یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے کیوں کہ یہ زمینیں انہی کی ہیں، انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں اس کے لئے لڑائیاں لڑی ہیں اور اسلام لانے کے بعد بھی انکی ملکیت کو بحال رکھا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ اموال (گھوڑے وغیرہ) نہ ہوتے تو جن پر جہاد میں لوگوں کو سوار کرتا ہوں تو انکے علاقوں میں ایک بالشت زمین کو بھی چراگاہ نہ بناتا''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے قبل جو مرفوع حدیث پیش کی ہے وہ بھی اس اثر سے مطابقت رکھتی ہے دراصل امام عالی مقام امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود حنفیہ کا رد کرنا ہے وہ کہتے ہیں اگر حربی کافر مسلمان ہو کر دارالحرم میں رہے پھر مسلمان اس ملک کو فتح کریں تو تمام اسکی جائیداد وغیرہ مسلمانوں کو ملیں گی اسے محروم کر دیا جائے گا۔۔۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو مرفوع حدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے اس میں واضح طور پر یہ اشارہ ہے:

”قلت یا رسول اللہ ﷺ این تنزل غداً فی حجتہ؟ قال ”وھل ترک لنا عقیل منزلاً“

(صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم الحدیث ۳۰۵۸)

”سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کل آپ (مکہ میں) کہاں قیام فرمائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہی کب ہے۔۔“

نبی کریم ﷺ جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو عقیل اس وقت ایمان نہیں لائے تھے وہ مکہ میں رہے، انہوں نے اپنی تمام جائیداد اور مکانات بیچ دیئے۔ اب ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہو گی کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح ہونے کے بعد بھی ان مکانوں اور جائیداد کی بیع قائم رکھی اور عقیل کی ملکیت تسلیم کر لی لہٰذا جب عقیل کے تصرفات قبل اسلام ثابت ہوئے تو بعد اسلام بطریق اولی نافذ ہوئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اشار بذالك الى الرد على من قال من الحنفية ان الحربي اذا أسلم في دار الحرب وأقام بها غلب المسلمون عليها فهوأحق بجميع ماله الا ارضه وعقاره فما تكون فيئاً للمسلمين وقد خالفهم ابو يوسف في ذالك وافق الجمهور، ويوافق الترجمة حديث أخرجه احمد عن صخر بن العيلة البجلي قال: فرقوم من بني سليم عن ارضهم فأخذتها، فأسلموا فارسلوني الى النبي ﷺ فردها عليهم وقال: اذا اسلم الرجل فهوأحق بأرضه وماله“ (فتح الباری ج۶ص ۲۱۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں کا رد فرما رہے ہیں جو احناف میں سے ہیں جن کا کہنا ہے کہ حربی جب دارالحرب میں اسلام لے آئے اور وہیں اقامت پذیر ہو اور وہاں جب مسلمان غالب ہو جائیں تو انکا حق ہے انکے تمام اموال پر مگر زمین اور غیر منقول اشیاء (یعنی گھر، باغ وغیرہ) پس تحقیق وہ اشیاء مسلمانوں کیلئے مال غنیمت ہوا کرتی ہیں اور انکی مخالفت ابو یوسف نے کی ہے اور موافقت کی ہے جمہور سے اور نکالا اس حدیث کو احمد نے بطریق صخر بن العیلہ البجلی، فرمایا کہ ایک قوم بنی سلیم کی اپنی زمین چھوڑ کر بھاگ گئی اور ایک شخص نے ان کی زمین لے لی جب وہ مسلمان ہو گئے تو اپنی زمین کا مسئلہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لائے نبی کریم ﷺ نے ان کی زمینیں انہیں واپس لوٹادیں۔ اور ارشاد مبارک فرمایا: "جب آدمی مسلمان ہو تو وہ لائق تر ہے اپنے مال اور زمین کے (کہ اسے لوٹادی جائیں) لہٰذا یہاں سے حدیث اور ترجمۃ الباب کی وجہ مناسبت موجود ہے۔ اسی مسئلہ کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر بھی وابستہ ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے جو بات ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مدینے کے باشندوں پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شفقت فرمائی کہ جب وہ اسلام لے آئے تو ان کی زمینوں پر ان کی ملکیت کو برقرار رکھا۔

امام الزرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

"قال مھلب: انما قال عمر رضی اللہ عنہ ذالك لأن اھل المدینة اسلموا عفوا فکانت اموالھم لھم ولذا ساوم صلی اللہ علیہ وسلم بنی النجار بمکان مسجدہ۔" (شرح الزرقانی ج ۳ ص ۵۵۵)

یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ مدینے والے عفو پر مسلمان ہوئے تھے اور انکے اموال انہی کیلئے تھے اس سبب پر مول چکایا نبی کریم ﷺ نے بنی نجار سے مکان و مسجد کے لیے اور جو مسلمان ہو اہل قہر سے پس انکی زمین مسلمانوں کیلئے ہیں اس لئے کہ مسلمان غالب ہوئے انکے شہروں پر جسطرح غالب ہوئے انکے اموال پر بخلاف اہل صلح کے۔

لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ان کے اموال کو انہی کی ملکیت میں رہنے دیا پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہوگی۔

فائدہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اثر کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وھذا الحدیث لیس فی الموطأ" (فتح الباری ج ٦ ص ٢١٨)

یہ حدیث موطأ میں نہیں ہے۔ لیکن یہ حدیث موطا میں موجود ہے:

"قال الاستاذ محمد فواد عبدالباقی: ھذا الحدیث فی الموطأ: کتاب الدعوة المظلوم 1 - باب ما یتقی من دعوة المظلوم"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حافظ رحمہ اللہ نے کیوں فرمایا کہ یہ حدیث مؤطا میں نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انکے پاس جو نسخہ ہوگا اس نسخے میں یہ حدیث موجود نہیں ہوگی۔

صاحب اوجز المسالک رقمطراز ہیں:

"ویمکن الاعتذار عن الحافظ انه یمکن ان لا یکون فی نسخته من "الموطأ" (اوجز المسالك ج ۱۵ ص ۲۷۱)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کے زیر نظر "موطا" کا جو نسخہ تھا ممکن ہے اس میں یہ اثر نہ ہو۔ موجودہ دور میں کئی ایک نسخے موطا امام مالک کے موجود ہیں مثلاً:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① روية يحيى بن يحيى

② رواية عبد الرحمن بن القاسم

③ رواية أبي مصعب الظاهري

④ رواية عبد الله بن مسلمه القعنبي وغيره

بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارْسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں بات کرنا

وقوله تعالى ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ (الروم ۲۲/۲۵)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ (اللہ کی نشانیوں میں) تمہاری زبان اور رنگ کا مختلف ہونا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالیشان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾ (ابراهيم ۱۴/۴)

"ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا لیکن یہ کہ وہ اپنی قوم کا ہم زبان ہوا کرتا ہے"۔

"سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ، فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا، فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ" (صحيح البخاري كتاب الجهاد رقم الحديث ۳۰۷۰)

"جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے (خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کو بھوکا پایا تو) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک جو صاع جو کا آٹا پکوایا ہے۔ اس لئے آپ دو چار آدمیوں کے ساتھ تشریف لے آئیں، لیکن نبی کریم ﷺ نے باآواز بلند فرمایا" اے خندق کھودنے والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کر لیا ہے آؤ جلدی چلو"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا اس سے آپ یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ دنیا کی ہر بولی سیکھنا اور بولنا درست ہے اور زبانوں سے نفرت کرنا یا اعراض ہے اللہ کی نعمت سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قول الله عزوجل: "وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ" وقال عزوجل "وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ، كأنه اشار إلى ان النبي ﷺ كان يعرف ارالسنة لأنه ارسل إلى الامم كلها على إختلاف ألسنتهم وجميع الامم قدمه بالنسبة الى عموم رسالته فاقتضى ان يعرف السنتهم ليفهم عنهم ويفهموا عنه" (فتح الباری ج۶ ص۲۲۶)

"اللہ تعالیٰ کا فرمان "تمہاری زبانوں اور رنگ کا اختلاف بھی (اللہ کی نشانیوں میں سے) ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی قوم کی زبان میں"۔

گویا کہ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام زبانوں کو جانتے تھے کیوں کہ آپ ﷺ کو معبوث فرمایا گیا تھا تمام امت کیلئے (چاہے وہ) اختلاف زبان کا ہو پس تمام امتوں اور اقواموں کی طرف آپکی رسالت ہے تاکہ نبی کریم ﷺ ان کی بات سمجھیں اور وہ لوگ آپکی بات سمجھیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق آیت کا عموم یہ متقاضی ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام امتوں کیلئے نبی تھے لہٰذا آپ کی رسالت کا عموم ہر فرد، ہر جماعت اور زبان کے بولنے والوں کیلئے ہے۔

علامہ الزمخشری رقمطراز ہیں:

"لیبین لھم: ای لیفقھوا عنہ مایدعوھم الیہ فلا تکون لھم حجۃ علی اللہ" (الکشف ج ۲ ص ۴۷۹)

یہ انکے لئے واضح کر دیا گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بات کو سمجھیں جس کی طرف آپ علیہ السلام انہیں بلاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ پر کسی قسم کی کوئی حجت باقی نہ رہے (یعنی نبی کریم ﷺ کو بھی انہیں کی زبان میں بھیجا تاکہ آپ ﷺ ان تک اللہ کا پیغام پہنچائیں اگر یہ نہ مانیں تو بروز قیامت انکے پاس کوئی حیلہ یا حجت نہ رہے)

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان آیات میں دلیل ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام زبانوں کو جانتے تھے کیوں کہ آپ ﷺ کی رسالت یکساں تھیں جنوں اور انسانوں کیلئے تاکہ آپ ﷺ انکی بات کو سمجھیں اور وہ آپکی بات کو۔ (ارشاد الساری ج ۵ ص ۴۴۲)

ان اقتباسات سے ترجمۃ الباب اور آیات میں تطبیق ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا ان میں مختلف زبانیں پائی جاتی ہیں اور دین کی دعوت کیلئے ہر زبان کو سیکھنا یہ ضروری امر ہے تاکہ "بلغوا عنی ولو آیۃ" کے حکم پر عمل ہو سکے۔ ہاں البتہ ضروری ہے کہ اس بات کو بھی سمجھا جائے کہ یہ ضروری قاعدہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو تمام زبانیں بولنا آتی تھیں کیوں کہ آپکی نبوت تمام زبانوں کیلئے ہے لیکن آپ کا ہر زبان میں بات کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر آیت اور احادیث کے عموم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زبان سیکھنے اور اسکے بولنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اگر دعوت کے اغراض و مقاصد کیلئے سیکھا جائے تو اجر ہی اجر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ یقینی نہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر زبان میں گفتگو فرماتے تھے"۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۶)

مذکورہ باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے تین احادیث کو ذکر فرمایا ہے جس کو بطور دلیل پیش فرمایا کہ عجمی وغیرہ کی زبان میں گفتگو کرنا جائز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے اس کا تعلق ترجمۃ الباب سے کچھ اسطرح سے ہے کہ جب جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے لیے بکری کا گوشت ایک صاع جو کا آٹا پکایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خندق والوں کو باآواز پکارا "ان جابراقد صنع سوْراً" یعنی جابر نے آپ کیلئے مہمانوازی کا سامان تیار کیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "سوْراً" موجود ہے جس کے بارے میں امام اسماعیلی فرماتے ہیں: "اسوْر کلمۃ بالفارسیۃ" کہ یہ لفظ "السور" فارسی کا لفظ ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٢٦)

امام الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ لفظ "السور" فارسی کا لفظ ہے"۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٢٦)

ابن المنیر رحمہ اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"السوْر: الولیمۃ، بالفارسیۃ"۔ (المتواری ص ١٨٢)

یہ لفظ "السوْر" ولیمہ فارسی کا لفظ ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"السوْر" یہ لفظ فارسی کا ہے۔ (کشف المشکل ج٤ ص ١٧٨)

الامام السیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"السوْر" یہ لفظ فارسی کا ہے جو حبشی زبان میں بولا جاتا ہے۔ (التوضیح شرح للجامع للصحیح ج ۵ ص ٢٠٢٢)

امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الطعام مطلقاً وھی لفظۃ فارسیۃ" (شرح کرمانی ج ١٢ ص ۵٣)

"السورا" یہ مطلق کھانے کو کہا جاتا ہے جو کہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "السوْرا" کا لفظ فرمایا جو کہ فارسی زبان کا ہے۔

ام خالد رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ سنہ کے لفظ فرمائے۔

جس کے معنی عمدہ کے ہیں جو کہ حبشی زبان میں بولا جاتا ہے۔

تیسری حدیث حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے صدقے کی کھجور کھانے کی کوشش فرمائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "کخ کخ"۔ یہ لفظ بھی عربی کا نہیں ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ممکن ہے یہ لفظ بھی غیر عجمی ہو اور حروف صوتیہ کے قبیل سے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس اعتراض کے جواب پر فرمایا:

یہ اعتراض بھی بے محل ہے اس لئے کہ لفظِ "کخ" اسمائے افعال کے قبیل سے ہے نہ کے اسمائے صوتیہ کے قبیل سے ہے لہٰذا یہ لفظ عجمی ہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱)

بدرالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وجه الدلالة على جوازه مطابقة حديث الحسن للترجمة له خاطبه بمافيه ويخاطب به الاطفال خاصة ولا تخاطب به الرجال فاشبه بمايخاطب به العجمي۔۔۔۔" (مناسبات راجم البخاری ص ۹۱)

بدرالدین رحمہ اللہ نے واضح فرمایا یہ لفظ بچوں کے مخاطب کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے جو کہ عجمی زبان کا لفظ ہے لہٰذا دونوں احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عجمی زبان میں بات کرنا ثابت ہوتا ہے یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

فائدہ ا:

بعض بے بنیاد روایات میں عجمی زبان و فارسی زبان بولنے یا سیکھنے پر مذمت کی گئی ہے لیکن تحقیق کی نگاہ سے ان روایات کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہو گا۔ مثلاً

"كلام اهل النار بالفارسية"

اسی طرح کی ایک روایت امام حکم نے کی ہے۔

"من تكلم بالفارسية زادت في خبثه ونقصت من مروته"

"یعنی جس نے فارسی میں بات کی اسکی خباثت بڑھے گی اور مروت میں کمی ہو گی"۔

(اللآلی ج ۲ ص ۲۸۱، کتاب الموضوعات ج ۲ ص ۲۶۵)

الفوائد المجموعة ۲۲۱

الكامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۰۹

والنكت البديعات ۲۰۰

ميزان الاعتدال ۴۰۰۰

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مندرجہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد "وسنده واه" اسکی سند ضعیف اور بے بنیاد ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۷)

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی کہتے ہیں اسکی سند میں طلحہ ہے جو منفرد ہے اور اس روایت کو عمر بن یزید کے علاوہ کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے روایت نہیں کیا مزید فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا :"طلحہ منکر الحدیث" طلحہ منکر الحدیث ہے۔

(کتاب الموضوعات ج۲ ص۲٦٦)

ایک اور روایت جو اس مسئلے سے مطابقت رکھتی ہے جس کو ابن حبان رحمہ اللہ نے "المجروحین" میں ذکر فرمایا ہے کہ :

"أبغض الکلام الی اللہ عزوجل الفارسیة، وکلام الشیاطین بالخوزیة وکلام اھل النار بالنجاریة (بالنجاریة) وکلام أھل الجنة العربیة"

(المجروحین لابن حبان ج۱ ص۱۲۹)

(الفوائد المجموعة ۴۱۴)

(تنزیہ الشریعة ج۱ ص۱۳۷)

(لسان المیزان ج۱ ص۴۰٦ رقم ۱۲۷۳)

(الموضوعات لابن الجوزی ج۲ ص۲٦۵)

مندرجہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

"ھذہ الاحادیث کلھا موضوعة"

اس قسم کی تمام احادیث موضوع (من گھڑت) ہیں۔

ایک اور روایت جسے امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت فرمایا ہے کہ :

عربی زبان اچھی طرح بولنے والا، فارسی میں ہرگز بات نہ کرے کیوں کہ یہ نفاق پیدا کرتی ہے۔

اس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر فرمایا پھر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وسندہ واہ" اسکی سند ضعیف ہے (یعنی بے اصل ہے) (فتح الباری ج٦ ص۲۲۷)

علامہ ابن عابدین شامی نے "رد المختار علی الرد المختار میں الولوجیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عربی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی زبان پسندیدہ نہیں۔ (رد المختار: ۱/۵۲۱)

"الولوجیہ" کا یہ قول بھی بے بنیاد اور بے اصل ہے اسکی کوئی حیثیت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی زبان میں گفتگو کرنے سے اور اسے سیکھنے سے نہیں روکا یہ تمام زبانیں اللہ کی طرف سے ہیں اور یہ بھی اسکی کھلی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا ممانعت کے بارے میں کوئی روایت پایا ثبوت تک نہیں پہنچی۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وقد تظاهرت احاديث صحيحة بأن رسول الله ﷺ تكلم بألفاظ غير العربية فيدل على جوازه"

(شرح مسلم للامام النووي ج ۲/ ۱۷۸)

"یعنی احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عربی زبان کے علاوہ (دوسری) زبان میں گفتگو فرمائی جو اسکے جواز پر دلالت کرتی ہے"۔

فائدہ نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں ھادی بھیجا ہے تا کہ ان پر حجت کو پورا کیا جائے آج کے گئے گزرے دور میں اگر ہم دنیا بھر کے مذاہب کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ دین اسلام نے جو عقیدۂ توحید کا نظریہ پیش فرمایا ہے یہ ایک مکمل دلیل اور حجت کے ساتھ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں موجود ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ ہر امت میں کوئی نہ کوئی ھادی ضرور بھیجتا ہے جو انہیں ایک اللہ کی طرف موڑدے جو انہیں انہی کی زبان میں گفتگو کرے۔لہٰذا میں یہاں چند حوالے نظر قرطاس کرتا ہوں طالب علم ان حوالوں کو ازبر فرمالیں تا کہ غیر مسلموں کو انہی کی کتب سے دعوت دی جائے جو کہ بے حد مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تصور ہندو دھرم میں:

① "صرف اس کی تعریف کرو اور صرف ایک خدا کی عبادت کرو"۔ (رگ وید کتاب ٦ دعا نمبر ۴۵ منتر ۱٦)

② وہ مجھے ایسے عظیم خدا کی حیثیت سے جانتے ہیں جو ازل سے ہے۔ (بھگوت گیتا باب ۱۰، سطر ۳)

③ اس کے والدین میں، کوئی آقا نہیں، اس کی ماں نہیں، اسکا باپ نہیں، اس سے کوئی برتر نہیں۔

(سویدا سواترا اپنشد باب ٦ منتر ۹)

④ اسکا کوئی ثانی نہیں۔ (یجر وید باب ۳۲ منتر ۳)

⑤ اللہ عظیم و طاقتور ہے۔ (اتھر وا وید کتاب نمبر ۲۰ دی نمبر ۵۸ منتر ۳)

عیسائیت میں اللہ تعالیٰ کا تصور:

① آپ میرے علاوہ کسی اور کو خدا نہ بنانا آپ کوئی بھی بت نہ بنانا نہ عکس چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین کے نیچے پانی میں آپ کسی کی عبادت نہ کرو کیوں کہ میں غیرت مند خدا ہوں۔ (استثناء باب ۵ فقرہ ۹)

② سنو اے ازرائیل ہمارا خدا صرف ایک ہی خدا ہے۔ (مرقس باب ۱۲ فقرہ ۲۹)

③ جو کلام تم میرا سنتے ہو وہ میرا نہیں (یعنی عیسیٰ کا نہیں ہے) بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا۔ (یوحنا باب ۱۰ فقرہ ۱-۲)

④ عیسیٰ فرماتے ہیں: میں شیطان کو بھگاتا ہوں خدا کے حکم سے۔ (متی باب ۱۲ فقرہ ۲۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤ عیسیٰ کہتے ہیں: میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا جیسا میں سنتا ہوں اس طریقے سے انصاف کرتا ہوں اور میرا انصاف صحیح ہے کیونکہ میں اپنی رضا پر نہیں چلتا میں اپنے خدا کی رضا پر چلتا ہوں۔ (یوحنا باب ۵ فقرہ ۳۰)

ان فقروں سے عیسائیت کی کتاب میں توحید کے ذکر کا واضح پتہ چلتا ہے۔

سکھ ازم میں اللہ تعالیٰ کا تصور:

ایک اللہ کی عبادت کو گرونانک نے ترجیح دی اور بت پرستی کو گمراہی قرار دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

① کافر ہوئے بت پرست جائن بت خدائے
تس کر کا فرآکھیں ہوئے رُبیے گمراہے (جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۱)

② گرونانک جی کہتے ہیں:

ہر انسان اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے دل کو پاکیزہ بنادے اللہ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں اور وہ ان تمام کی زبانیں سمجھتا ہے اور سنتا ہے۔ (چپ جی دیا کھیا ص ۱۴) (ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ ص ۱۵۱)

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

مال غنیمت کے اونٹ، بکریوں کو تقسیم سے قبل ذبح کرنا مکروہ ہے

"عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ، وَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ، فَعَجِلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ، فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، وَفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ۔۔۔۔۔" (صحیح البخاری کتاب الجہاد رقم ۳۰۷۵)

"رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقام ذوالحلیفہ میں ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ لوگ بھوکے تھے ادھر غنیمت میں ہمیں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے پیچھے حصے میں تھے۔ لوگوں نے (بھوک کی وجہ سے) جلدی سے ہانڈیاں چڑھادیں۔ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان ہانڈیوں کو اوندھا کر دیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کی تقسیم شروع کی دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ اتفاق سے مال غنیمت کا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ لشکر میں گھوڑوں کی کمی تھی لوگ اسے پکڑنے کیلئے دوڑے لیکن اونٹ نے سب کو تھکادیا آخر ایک صحابی (خود رافع رضی اللہ عنہ) نے اسے تیر مارا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اونٹ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان (پالتو) جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بعض دفعہ وحشت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر ان میں سے کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قابو میں نہ آئے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔" عبایہ کہتے ہیں کہ میرے دادا (یعنی رافع رضی اللہ عنہ) نے خدمت نبوی میں عرض کیا، کہا کہ ہمیں امید ہے یا (یہ کہا کہ) ہمیں خوف ہے کہ کل کہیں ہمارے دشمن سے مٹ بھیڑ نہ ہو جائے۔ ادھر ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ تو کیا ہم بانس کی کھپچیوں سے ذبح کر سکتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز خون بہادے اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام بھی لیا گیا ہو تو اسکا گوشت کھانا حلال ہے۔ البتہ وہ چیز جس سے ذبح (کیا گیا ہو) دانت اور ناخن نہ ہونا چاہیے۔ تمہارے سامنے اس کی وجہ بھی بیان کرتا ہوں دانت تو اسلئے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن اس لئے نہیں کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ مال غنیمت کے اونٹ، بکریوں کو قبل از تقسیم ذبح کرنا جائز نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ اس مقام پر غالباً یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دارالحرب میں جو چیزیں کھانے کیلئے میسر ہوں مثلاً، پھل، روٹی، سالن وغیرہ تو ان کا استعمال بلا اجازت درست ہے۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب الخمس" میں کچھ یوں باب قائم فرمایا "باب مایصیب من طعام فی أرض العدو" جس سے آپ نے جمہور کی موافقت کرتے ہوئے جواز کی تصریح فرمائی ہے۔ لیکن اگر مجاہدین بغیر اذن جانور ذبح کریں تو یہ درست نہ ہوگا۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"۔۔۔ وذالك ان القصة وقعت فی دار السلام لقوله فیها "بذی الحلیفة" (فتح الباری ج ٦ ص ٢٢٢)

یہ واقع دارالسلام یعنی ذوالحلیفہ کے مقام پر پیش آیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر اذن کے تقسیم غنائم سے قبل جانور ذبح فرمائے گوشت پکانے کیلئے ہانڈی چولہے پر چڑھائی نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے الٹنے کا حکم دیا ہے۔ ایک پیچیدہ مسئلے کی طرف شارحین نے توجہ دلائی کہ گوشت سے بھری ہانڈیاں الٹنے کا جو حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اب اس میں یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ گوشت مال غنیمت اور مسلمانوں کا اجتماعی ملکیت تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ضائع کرنے کا حکم کس وجہ سے دیا؟

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب امام کی اجازت بغیر علی وجہ التعدی جانور ذبح کیا جائے تو وہ مذبوحہ "میتہ" بن جاتا ہے"۔ (المتواری ص ۱۸۲)

امام بخاری رحمہ اللہ بھی مذکورہ واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے اسی مسئلہ کی طرف مائل ہیں کہ "میتہ" مذبوح جانور بن گیا احادیث کے مطابق میتہ جانور نجس ہوا کرتا ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ضائع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

ابن المنیر رحمہ اللہ نے امام بخاری کا ایک اور رجحان کا ذکر فرمایا آپ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وكأن البخاري اقتصر لهذا المذهب أوحمل الاكفاء على العقوبة بالمال وان كان ذالك المال لا يختص بأولئك الذين ذبحوا، لكن لما تعلق به طمعهم كانت النكاية حاصلة لهم قال واذا جوزنا هذا النوع من العقوبة فعقوبة صاحب المال في ماله ادنیٰ" (فتح الباری ج ٦ ص ٢٢٢)

"یعنی ممکن ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے "اکفاء بالقدور" کو عقوبت مالی (یعنی تعزیر مالی) پر محمول کیا ہو، اگرچہ وہ مال (جانور) ذبح کے واقعہ میں ملوث مجاہدین کی انفرادی ملکیت نہ تھی، لیکن انکی طمع اس سے لازماً وابستہ تھی، لہٰذا گوشت کے ضیاع سے انہیں مال کی سزا دی گئی"۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المأمور باكفائه انما هو المرق عقوبة للذين تعجلو، وأما نفس اللحم فلم يتلف، بل يحتمل على انه جمع ورد الى المغنم لأن النهي عن اضاعة المال تقدم، والجناية بطبخه لم تقع من الجميع اذ جملتهم أصحاب الخمس۔۔۔" (ارشاد الساری للقسطلانی ج ٥ ص ٤٤٧)

دراصل نبی کریم ﷺ نے صرف شوربہ الٹنے کا حکم صادر فرمایا تھا گوشت ضائع کرنے کا نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ گوشت بعد میں مال غنیمت میں شامل کر لیا گیا ہو۔ اس واسطے کے نبی کریم ﷺ سے ایک روایت میں مال کے ضائع ہونے پر ممانعت وارد ہے۔ پھر جرم کا اقبال بھی چند افراد نے انفرادی طور پر کیا تھا، کچھ اصحاب خمس ایسے تھے جو اس جرم میں شریک نہ تھے اور گوشت میں ان کا حق موجود تھا، چونکہ کسی روایت میں یہ صراحت نہیں کہ گوشت ضائع کرنے کا حکم دیا گیا ہو، اسی وجہ سے شرعی قواعد کے اعتبار سے اس کا حکم خود معلوم اور متعین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا "لحوم الحمر اہلیہ" کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے "إنها رجس" کہ وہ ناپاک ہے فرما کر تلف کرنے کا حکم دیا تھا، اگر اس گوشت کا بھی یہی حکم ہوتا تو روایت باب کے واقعہ میں بھی ایسا ہی حکم ہوتا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ واقعہ جانور کا گوشت لحوم حمر اہلیہ کی طرح نجس قرار دے کر ضائع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

ابو زکریا المصری الشافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی رجحان ہے۔ (منتحة الباری شرح صحیح البخاری ج ٦، ص ١٨٩)

چنانچہ شارحین نے مختلف قسم کی توجیہات نقل فرمائی ہیں۔

کسی نے کہا کہ یہ دار الاسلام کا واقعہ تھا کسی نے کہا کہ یہاں بھائم میں قلت تھی کسی نے کہا کہ ذبح کرنا طریق لتعدی پر مبنی تھا۔

(الابواب والتراجم ج ٢ ص ٢٢٢)

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا یہ الفاظ "فامر بالقدور" کے الفاظ میں وارد ہیں اور یہ کراہیت پر محمول ہے لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب فرض الخمس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب نفقة نساء النبی ﷺ بعد وفاته رضی اللہ عنہن

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے نفقہ کا بیان

"عن عائشة: قالت توفی رسول ﷺ ومافی بیتی من شیئ یأکله ذو کبد الا شطر شعیر فی رف لی، فأکلت منه حتی طال علی فکلته ففنی"

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں آدھے وسق جو کے سوا جو ایک طاق میں رکھے ہوئے تھے اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کہ اسی جگہ والے (جاندار) کی خوراک بن سکتی۔ میں اس میں سے کھاتی رہی اور بہت دن گزر گئے۔ پھر میں نے اس میں سے ناپ کر نکالنا شروع کیا تو وہ جلدی ختم ہو گئے"۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس رقم الحدیث ۳۰۹۷)

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقہ کے بارے میں اشارہ فرمایا اور حدیث اس مسئلے کو ثابت کرنے کیلئے پیش فرمائی کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدھے وسق جو سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ جو جاندار کی خوراک ہو۔ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ اسطرح سے ہوگی کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ جو ترکہ میں نہیں ملے تھے بلکہ اسکا خرچہ بیت المال پر تھا اگر یہ ترکہ کے جو ہوتے تو اسے لے لئے جاتے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وجه مطابقة الترجمة لحدیث عائشة، قولها، فأکلت منه حتی طال علی فکلته ففنی، ولم تذکر أنها أخذته فی نصیبها" (المتواری ص ۱۸۵)

ترجمۃ الباب اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مطابقت یوں ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس (جو) میں سے کھاتی رہی جب میں نے تولنا شروع کیا تو وہ ختم ہو گئے، لہٰذا امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ انہیں ترکہ میں ملا تھا (بلکہ یہ بیت المال سے انہیں دیا گیا تھا)۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مطابقة الحدیث للترجمة فی قولها: فأکلت منه۔۔۔ الخ فانها لم تذکر انها اخذته فی نصیبها بالمیراث اذلولم تستحق النفقة لأخذ الشعیر منها بیت المال" (ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۶۶، عمدة القاری ۱۵۰ ص ۲۲)

یعنی ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت یوں ہوگی کہ آپ رضی اللہ عنہا کا فرمان کہ میں "اس میں سے کھاتی رہی" پس انہوں نے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ذکر فرمایا کہ یہ (جو) میراث میں سے انکو ملا تھا بلکہ انکو یہ نفقہ بیت المال سے جاری ہوا تھا۔ اسی مطابقت کی طرف ابو یحیی زکریا الشافعی رحمہ اللہ بھی مائل ہیں۔ (منحۃ الباری ج۶ ص ۲۱۲ ۲۱۱)

علامہ محمد التاودی بن سودۃ فرماتے ہیں:

"فأکلت منہ" ای ولم تورث وھو وجہ الترجمۃ" (حاشیۃ التاودی بن سودۃ ج۲ ص ۲۶۹)

ان شارحین کی گفتگو سے واضح ہوا کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا "جو" بیت المال سے انہیں میسر تھا نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ سے انہیں ملا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔

باب: مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوتِ إِلَيْهِنَّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے گھروں کا بیان اور گھروں میں سے جن کی نسبت انکی طرف کی گئی ہے

"وقول اللہ عزوجل: "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" (الاحزاب ۳۳/ ۳۳) "لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ" (الاحزاب ۳۳/ ۵۳)

اور اللہ پاک نے سورت احزاب میں فرمایا: تم (ازواج مطہرات) اپنے گھروں میں ہی عزت سے رہا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "نبی کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے۔"

"ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت: لما ثقل علی رسول صلی اللہ علیہ وسلم استاذن أزواجہ ان یمرض فی بیتی فأذن لہ۔ (صحیح البخاری کتب فرض الخمس رقم ۳۰۹۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (مرض الوفات) میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض بہت بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بیویوں سے اس کی اجازت چاہی کہ مرض کے دن آپ میرے گھر میں گزاریں تو آپ کو اجازت دے دی گئی۔

ابن ابی ملیکۃ قال: قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی، وفی نوبتی، وبین سحری و نحری، وجمع اللہ بین ریقی وریقہ، قالت دخل عبدالرحمن بسواك، فضعف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہ، فأخذتہ فمضغتہ ثم سننتہ بہ۔

(صحیح البخاری کتاب الخمس رقم الحدیث ۳۱۰۰)

"امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں باری کے دن میرے حلق اور سینے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے وفات پائی اللہ تعالیٰ نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت) میری اور آپکی تھوک کو جمع فرما دیا فرماتی ہیں کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (جو امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں) مسواک لئے ہوئے اندر آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے چبا نہ سکے اسلئے میں نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میں نے اسے چبانے کے بعد وہ مسواک آپکے دانتوں پر ملی۔"

"أَنَّ صَفِيَّةَ - زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ، وَهُوَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ، فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ مَعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ قَرِيبًا مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ، عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَفَذَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا، قَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذَلِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا"

(صحیح البخاری کتاب الخمس رقم ۳۱۰۱)

"سیدنا علی بن حسین زین العابدین نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ امی صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ان سے ملنے کو حاضر ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں تھے۔ پھر وہ واپس ہونے کیلئے اٹھیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ اٹھے۔ جب نبی کریم ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ امّ سلمہ کے گھر کے قریب پہنچے جو مسجد کے دروازے سے ملا ہوا تھا تو دو انصاری صحابہ (اسید بن حضیر اور عباد بن بشر) وہاں سے گزرے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے سلام کی اور آگے بڑھنے لگے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ! (میرے ساتھ میری بیوی صفیہ ہیں کوئی اور خاتون نہیں) ان دونوں نے عرض کیا: سبحان اللہ یا رسول اللہ ﷺ! ان حضرات پر آپ کا یہ فرمانا بڑا شاق گزرا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑتا ہے جیسے جسم میں خون دوڑتا ہے۔ مجھے یہی خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی وسوسہ پیدا نہ کردے"۔

ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كان رسول الله ﷺ يصلي العصر والشمس لم تخرج من حجرتها۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس رقم ۳۱۰۳)

"امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ جب عصر کی نماز پڑھتے تو دھوپ ابھی ان کے حجرے میں باقی رہتی"۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ "اسی طرف سے (یعنی مشرق کی جانب سے) فتنے برپا ہونگے، تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہیں سے شیطان کا سر نمودار ہوگا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب فرض الخمس۔ رقم: ۳۱۰۴)

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام عالی مقام امام بخاری رحمہ اللہ باب میں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں جس طور پر اور جن جن ازواج کو آپ نے ابیات و حجرات عطا کئے وہ آپ کی وفات کے بعد بھی اسی حالت میں رہے اور ان میں کسی قسم کا کوئی ورثہ تقسیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وجه دخول الترجمة في الفقه، أن سكناتهن في بيوت النبي ﷺ من الخصائص كما استحققن النفقة، والسكنى. ذالك حبسهن عليه ابداً" (المتواري ص ١٨٦)

یعنی ترجمۃ الباب سے یہ بات ثابت کرنی مقصود ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اپنے گھروں میں رہنے کی مستحق ہیں جیسے کہ آپ کے نفقہ وغیرہ اور یہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں داخل ہے (کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد امہات المؤمنین اپنی اپنی رہائش گاہ میں رہیں۔

التاودی بن سودۃ فرماتے ہیں:

"وقال الطبری: قيل كان النبی ﷺ ملك كل من ازواجه البيت الذی كانت فيه فسكن بعده ذالك التمليك وقيل: انما لم ينازعن فيهن" (حاشية التاودی بن سودة ج ۲ ص ۲۷۱)

یعنی یہ کہا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام ازواج کی ملکیت میں وہ مسکن دیئے تھے جس میں وہ رہائش پذیر تھیں اور آپ ﷺ کے بعد بھی اسی ملکیت کے ساتھ انہوں نے رہائش رکھی، تاکہ ان میں کسی قسم کا کوئی تنازعہ نہ ہو۔

ترجمۃ الباب اور قرآن مجید کی آیات میں مناسبت ظاہر ہے۔ پہلی آیت میں گھروں کی نسبت امہات المؤمنین کی طرف کی گئی اور دوسری آیت میں گھروں کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرمارہے ہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ پر نفقہ کا خرچ تھا بعین اسی طرح سے آپکی وفات کے بعد امہات المؤمنین کا اپنے گھروں پر بھی حق تھا اسکی وجہ یہ ہوئی کہ امہات المؤمنین کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے اور کسی اور سے ان کا نکاح قیامت تک کیلئے حرام کر دیا گیا ہے۔

ترجمۃ الباب کے بعد آیات اور اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی احادیث کا ذکر فرمایا جن سے آپ یہ استدلال فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے گھروں کو ان کی ازواج کے ساتھ منسلک فرمایا گیا ہے۔

پہلی حدیث امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں ای نے فرمایا کہ تمام بیویوں سے اجازت لی کہ نبی کریم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دن گزار دیں یہ نبی کریم ﷺ کی بیماری کے وقت کا واقعہ ہے اس حدیث میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مطابقة لما ترجم له هنا في قولها: في بيتي۔۔۔" (ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۶۷)

"باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے گھر میں۔۔۔"

دوسری حدیث ذکر فرمائی وہ بھی امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میرے گھر میں وفات پائی امام قسطلانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رقمطراز ہیں کہ:

امی عائشہ کا فرمانا "توفي النبی ﷺ فی بیتی" کہ نبی کریم ﷺ نے میرے گھر میں وفات پائی یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔ (ارشاد الساری ج ۵ ص ۴۲۸)

تیسری حدیث جو کہ امی صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ: "عند باب ام سلمة زوج النبی ﷺ" کہ ام مسلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب پہنچے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب یوں واضح کیا کہ دروازے کو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کہا۔

چوتھی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس میں الفاظ یوں ہیں "ارتقیت فوق بیت حفصة" کہ میں ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے اوپر چڑھا۔

پانچویں حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں الفاظ موجود ہیں "لم تخرج من حجرتها" دھوپ ابھی ان کے حجرے میں باقی رہتی، یہاں بھی امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے (گھر) کا ذکر آیا یہیں سے ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت قائم ہے۔

چھٹی حدیث سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ہے "فأشار نحو مسكن عائشة" کے الفاظ ہیں جس میں مسکن کا لفظ ہے جس سے بائیں طور پر ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت قائم ہو رہی ہے۔

ان تمام احادیث میں "مسکن" "بیت / حجر" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو کہ باب کے ساتھ واضح مناسبت رکھتے ہیں۔

فائدہ:

بعض لا علم حضرات انہی بے علمی اور نا سمجھی کی وجہ سے احادیث صحیحہ پر طعن کرتے نظر آتے ہیں، حدیث کے پس منظر سے ناواقفیت اور غلط زاویے میں اسکا مطالعہ کئی اعتراضات کے جنم کا ذریعہ بنتا ہے۔ بعین اسی طرح سے مذکورہ بالا حدیث جس کے راوی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ "نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا" کے مسکن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فتنے یہاں برپا ہونگے۔

لہٰذا بعض لا علم اور انکار حدیث کی طرف میلان رکھنے والے حضرات نے اس پر اعتراض کیا کہ نبی کریم ﷺ امی عائشہ کے مسکن کو بھی فتنہ قرار نہیں دے سکتے؟ لہٰذا یہ ام المؤمنین پر کسی نے طعن کے غرض سے یہ جھوٹی حدیث گھڑ دی ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر ذکر فرمایا:

1. کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس و جنوده رقم ۳۲۷۹
2. کتاب المناقب رقم ۳۵۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

③ کتاب الطلاق باب الاشارۃ فی الطلاق رقم ۵۲۹۶

④ کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق رقم ۷۰۹۲

ان ابواب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا حدیث کو کہیں مختصر تو کہیں طویل ذکر فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسکن کی طرف اشارہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ (نعوذ باللہ) فتنہ کا ممبر و سرچشمہ مسکن عائشہ ہے بلکہ یہ اشارہ اس لئے تھا کہ جس جگہ نبی کریم ﷺ کھڑے تھے اسکے مشرق کی طرف عراق کا رخ تھا اور مسکن عائشہ کی طرف اشارہ مشرق کی جانب تھا، یہی مطلب ہے نبی کریم ﷺ کی حدیث کا جس میں سکن عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارے کا ذکر ہے بلکہ ایک واضح حدیث جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی آپ لکھتے ہیں کہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ نے اہل عراق والوں کو مخاطب فرمایا تو کہا:

"سمعت ابی یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یشیر بیدہ نحو المشرق ویقول: ان الفتنۃ تجئ من ههنا وأوما بیدہ نحو المشرق من حیث یطلع قرنا الشیطان" (فتح الباری ج ۱۴ ص ۴۰)

نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ اشارہ فرماتے تھے مشرق کی جانب اور فرمارہے تھے یہیں سے شیطان کے سینگ نمودار ہونگیں۔ مذکورہ حدیث میں امام مسلم رحمہ اللہ نے عراق والوں کو مخاطب فرما کر واضح اس حدیث کا مصداق عراق کو ٹھرایا نہ کہ مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا کو علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هنا الفتنه" ای: جانب المشرق وهو العراق وهذا مثار الفتنۃ" (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۷)

نبی کریم ﷺ کا فرمانا "فتنہ یہاں ہے" آپ کا اشارہ فرمانا (امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کے لئے نہیں بلکہ) مشرق کی جانب ہے جو کہ عراق ہی ہے اور یہی مثار ہے فتنہ کا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "عراق" کے فتنہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کان اهل المشرق یومئذ أهل کفر فأخبرہ ﷺ ان الفتنۃ تکون من تلک ناحیۃ فکان کما أخبر وأول الفتن کان من قبل المشرق و کان ذالک سبباً للفرقۃ بین المسلمین، و ذالک ممایحبه الشیطان ویفرح به، و کذالک البدع نشأت من تلک الجهة" (فتح الباری ج ۱۴ ص ۴۱)

"یعنی (نبی کریم ﷺ کے دور میں) اہل مشرق (عراق) اہل کفر تھے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی کہ فتنہ اس طرف سے ہوگا پس اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے خبر دی تھی، سب سے پہلا فتنہ مشرق کی جانب سے ہوا جس کی پاداش میں دو مسلمانوں کے فرقے وجود میں آئے اور اس سبب پر شیطان بہت خوش ہوا اور اسکو پسند کیا، اسی طرح سے بدعت کی ابتداء بھی اسی جگہ سے ہوئی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب کے اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بدعت اور کفر کا سرچشمہ عراق کی سرزمین کو ٹھہرا رہے ہیں حقیقتاً اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ ذی شعور پر عیاں ہو گا کہ کوفہ (عراق) کی سرزمین پر کئی ایک فتنے نمودار ہوئے جنہوں نے اسلام دشمنی میں کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑی مثلاً:

① عبداللہ بن سبا یہودی کا فتنہ جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں سر اٹھایا اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ناپاک عزائم اور شرک کی غلاظت کے ساتھ اپنی دعوت کو لوگوں تک پہنچایا۔

② اسی غلیظ عقائد کی پاداش میں رافضی فرقہ وجود میں آیا۔ ان عقائد کی بنیاد عبداللہ بن سبا نے کوفہ میں رکھی۔

③ خوارجی فرقہ نے بھی اپنا سر کوفہ سے اٹھایا۔

④ معتزلہ فرقہ بھی کوفہ سے اٹھا

⑤ مرجئہ فرقہ بھی کوفہ سے اٹھا

⑥ قدریہ فرقہ بھی کوفہ سے اٹھا

⑦ جبریہ فرقہ بھی کوفہ سے ہی اٹھا

⑧ اباحیہ فرقہ بھی کوفہ ہی سے اٹھا

⑨ اور اہل رائے بھی اسی جگہ سے اٹھے

⑩ کوفہ میں ۲۷۶ھ میں ایک ایسا فتنہ نمودار ہوا کہ شراب اور زنا کو جائز قرار دیا یہاں تک نہیں بلکہ ستم یہ ہوا کہ محرمات کے ساتھ بھی زنا کو جائز قرار دیا گیا۔ عراق کی سرزمین پر، زنا، قتل عام، لوٹ مار یہ تمام جرائم کی فہرست طویل ہے یہاں تک کی بیت اللہ سے حجر اسود کو بھی نکال دیا گیا جو کہ ایک طویل عرصے تک حجر اسود کو بیت اللہ سے محروم رکھا گیا اسکی مدت تقریباً بیس سال کے لگ بھگ ہے اسکے بعد بھی یہ فتنہ بڑھتا گیا حتی کہ حجاج کا قتل ہوا، کوفہ اور عراق سے شیعیت کا فتنہ اتنا عروج پر پہنچا کہ خلافت اسلامیہ کو شدید نقصان ہوا مزید یہ فتنہ آگے چلا کہ بغداد میں قیامت کبری قائم ہو گئی کہ ساٹھ ملین کے قریب لوگوں کو ذبح کر دیا گیا، یہ فتنہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ ہمارے زمانے میں آن پہنچا آپ دیکھ سکتے ہیں ایران اور خلیج کی لڑائی میں کئی جانیں ضائع ہوئیں جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے اور آج یہ خوارج کا فتنہ دوبارہ کوفہ اور عراق سے نمودار ہوا ہے جسکی وجہ سے سینکڑوں نہیں ہزاروں ایمان والوں کے عقائد برباد ہو گئے۔

لہٰذا اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ فتنے کی جگہ مشرقی جانب عراق کو کہا گیا ہے نہ کہ مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا کو۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"نجد من جهة المشرق، ومن كان بالمدينة كان نجده بادية العراق ونواحيها، وهي مشرق اهل المدينة"

(فتح الملهم ج٦ ص ١٦٢)

لہٰذا امام خطابی رحمہ اللہ نے بھی واضح کیا کہ نجد سے مراد عراق ہے جو مدینہ کے مشرق میں ہے۔

تنبیہ: لغت کے اعتبار سے نجد زمین کے اس حصے کو کہا جاتا ہے جو اوپر ہو اور اسکا مقابل غدر ہے جو پست زمین ہے۔

"اصل النجد ما ارتفع من الارض وهو خلاف الغدر فانه ما انخفض منها"

لہٰذا یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک نجد یمامہ ہے اور دوسرا نجد عراق ہے حدیث میں جو الفاظ نجد کیلئے وارد ہوئے ہیں وہ نجد عراق ہے نہ کہ نجد یمامہ، بعض مفسدین اور حاسدین اپنے مذموم عقائد کے دفاع کیلئے شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ کو نجدی کہہ کر انہیں فتنہ کا موجب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات صرف بہتان ہے کیونکہ آپ کا تعلق نجد عراق سے ہرگز نہیں ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ، عصا، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی کا بیان

وما استعمل الخلفاء بعده من ذالك مما لم تذكر قسمته، ومن شعره و نعله وانيته مما يتبرك أصحابه وغيرهم بعد وفاته صلى الله عليه وسلم

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو خلیفہ ہوئے انہوں نے یہ چیزیں استعمال فرمائیں اور انکو تقسیم نہیں کیا، اور آپکے موئے مبارک اور نعلین، برتنوں کا بیان جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد متبرک سمجھا"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الغرض من هذه الترجمة تثبيت انه لم يورث ولا بيع موجودة بل ترك بيد من صار اليه للتبرك به ولو كان ميراثا لبيعت ولا قسمت ولهذا قال بعد ذالك مما لم يذكر قسمته" (فتح الباری ج٦ ص ٢٦٢)

اس باب کی غرض یہ ہے کہ اس امر کو ثابت کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو وارث نہیں بنایا گیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ بیچا گیا۔ بلکہ جسکی تحویل میں وہ ترکہ پہنچ گیا تبرک کیلئے اس کے پاس چھوڑ دیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ میراث ہوتا تو وہ بیچا جاتا اور تقسیم کیا جاتا اسی لئے بعد میں کہا گیا کہ ان اشیاء کا بیان جنکی تقسیم ثابت نہیں۔

حافظ رحمہ اللہ کی صراحت اس مسئلہ کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بھی اشیاء تھیں وہ بطور وراثت ہرگز تقسیم نہیں ہوئیں بلکہ جس صحابی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چیز تھی وہ انہی کے پاس رہی۔

اس باب کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کا ذکر ہے۔

تیسری حدیث ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں چادر دکھلائی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض ہوئی چوتھی حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے کا ذکر ہے۔

پانچویں حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ترجمۃ الباب سے واضح مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے بعد کی دو احادیث ذکر فرمائیں مگر انکی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر نہیں ہوتی۔

"عن ابن الحنفية، قال، لوكان على ذاكر عثمان ذكره يوم جاءه ناس فشكوا سعاة عثمان، فقال لي علي: اذهب الى عثمان فأخبره انها صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم فمر سعاتك يعملوا بها، فأتيته بها فقال أغنها عنا، فأتيت بها عليا فأخبرته فقال: ضعها حيث أخذتها" (صحيح البخاري كتاب فرض الخمس رقم ٣١١١)

"محمد بن حنفیہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے ہوتے تو اس دن ہوتے جب کچھ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عاملوں کی (جو زکوۃ وصول کرتے تھے) شکایت کرنے ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور یہ زکوۃ کا پروانہ لے جا۔ ان سے کہنا کہ یہ پروانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا ہے۔ تم اپنے عاملوں کو حکم دو کہ وہ اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ میں اسے لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہیں پیغام پہنچا دیا۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اسکی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ہمارے پاس بھی یہ احکامات موجود ہیں) میں نے جا کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا، پھر اس پروانے کو جہاں سے اٹھایا ہے وہیں رکھ دو"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یہاں مشکل ہے مگر تدبر کے بعد مناسبت کا پہلو معلوم ہوتا ہے، مذکورہ بالا حدیث میں کتاب کا ذکر ہے اور کتاب سے مراد یہاں شرعی احکامات ہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے تھے، اور یہ احکامات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زرہ، عصا مبارک، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے زرہ اور بالوں کا ذکر نہیں فرمایا کیوں کہ جو امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ وفات کے وقت آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو ایک لکڑی سے چومتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کتاب الطہارۃ میں گزری، اس میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول موجود ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں۔ لہذا امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ثم ذكر فيه احاديث ليس فيها ما ترجم به الا الخاتم والنعل والسيف، وذكر فيه الكساء والازار ولم يصرح بهما في الترجمة، فما ذكره في الترجمة ولم يخرج حديثه في الباب درع، ولعله أراد أن يكتب فيها حديث عائشة "ان النبي ﷺ توفي ودرعه مرهونة"۔۔۔ولعله اراد ان يكتب حديث ابن عباس رضی اللہ عنہ "رسول الله ﷺ كان يستلم الركن بمحجن"۔۔۔ولعله اراد ان يكتب فيه حديث انس رضی اللہ عنہ الماضي في الطهارة في قول ابن سيرين "عندنا شعر النبي ﷺ صار إلينا من قبل انس" (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ کی عصا، موئے مبارک صحابہ کرام کے پاس محفوظ تھے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے جو آخری حدیث پیش فرمائی ہے اس کا ترجمۃ الباب سے کیا مناسبت ہوگی؟ (قلتُ) امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب اور مندرجہ بالا احادیث سے یہ ثابت فرمانے کی سعی فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی اشیاء وراثت میں تقسیم نہیں ہوئیں بلکہ جس کے پاس نبی کریم ﷺ کی جو چیز بھی تھی اس کے پاس برقرار رکھی گئی کیوں کہ ان تمام اشیاء کا تعلق دنیاوی ضروری، مال و متاع سے تھا۔ مگر غور کیا جائے تو آخری حدیث میں جو "ابن الحنفیة" سے مروی ہے اس میں کسی دنیاوی اشیاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں شریعت کے احکامات موجود تھے، لہٰذا یہ احکامات سیدنا علی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کے پاس تھے اور علی رضی اللہ عنہ نے اس پروانے کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوایا اب یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ پروانہ شرعی احکامات پر مبنی تھا اور صحابی نے اسے دوسرے صحابی تک پہنچایا یعنی علم کو تقسیم کیا جارہا ہے لہٰذا مناسبت یہ ہوگی کہ نبی کریم ﷺ کا علم تقسیم ہوگا کیوں کہ وہ وراثت مال و متاع کی نہیں بلکہ یہ وہ وراثت ہے جسکے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ" کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں لہٰذا مندرجہ بالا حدیث سے علم کا تقسیم ہونا ثابت ہوا اور امام بخاری کی غرض بھی ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے جو علم چھوڑا وہ تو تقسیم ہوگا امت میں مگر جہاں تک دنیاوی اشیاء کا تعلق ہے وہ تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ جس کے پاس جو چیز تھی وہ اسی کے پاس رہے گی۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يُنْقَصُ مِنْ أَجْرِهِ؟

اگر کوئی غنیمت حاصل کرنے کیلئے لڑے (مگر نیت غلبہ دین بھی ہو) تو کیا اسکا ثواب کم ہوگا؟

"حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ أَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، مَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ: مَنْ قَاتَلَ، لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ" (صحيح بخاری كتاب فرض الخمس رقم ۳۱۲۶)

"سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک اعرابی (لاحق بن ضمیرہ الباہلی) نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص وہ ہے جو غنیمت حاصل کرنے کیلئے جہاد میں شریک ہوا، ایک شخص وہ ہے جو اس واسطے شرکت کرتا ہے کہ اسکی بہادری کے چرچے زبانوں پر آجائیں، ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اسکی دھاک بیٹھ جائے تو ان سے اللہ کے راستے میں کونسا ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جنگ میں شرکت اسلئے کرے تاکہ اللہ کا کلمہ (دین) ہی بلند رہے فقط وہی اللہ کے رستے میں ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا کہ اگر کوئی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑے اور اسکے ذیل میں غنیمت کے مال لوٹنے کا بھی قصد ہو تو اسکا اجر کم نہ کیا جائے گا، دلیل کے طور پر حدیث یہ ثابت فرمائی کہ اگر کوئی غنیمت کیلئے یا نام ونمود کیلئے لڑتا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا نہیں ہے بلکہ اصالۃً لڑنے والا وہ ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لڑے، ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا کیا تعلق ہے اور اس میں کیا نسبت ہے؟ دراصل حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جو صرف مالِ غنیمت ہی کیلئے لڑے، صرف نام ونمود ہی کی غرض سے جہاد کرے اسکا عمل ضائع ہوگا، لیکن اگر کسی کا مقصد اصالۃً اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہو اور ضمناً غنیمت کا بھی قصد ہو تو کوئی مضر نہیں ہے۔

ابن المنیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"اراد البخاری أن قصد الغنيمة لا يكون منافياً للأجر ولا منقصاً اذا قصد معها اعلاء كلمة الله"

(فتح الباری ج۶ ص ۲۴۸)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قصد ہے کہ مال غنیمت کی تمنا کرنا اجر کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی اجر میں کمی کا باعث ہے جبکہ اسکے ساتھ (اصل مقصد) اعلائے کلمۃ اللہ کی بلندی ہو"۔

علامہ محمد التاودي المالكي رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"اما من قاتل للغنيمة فقط، أو كان اصل قتاله ذالك، فلا اجر له ولا أن قاتله في سبيل الله"

(حاشية التاودي بن سودة ج ۲ ص ۲۸۰)

"یعنی جو صرف غنیمت کیلئے ہی (لڑتا ہے) تو اسکا اصل قتال کرنا اسی کیلئے ہے پس اسکے لئے کوئی اجر نہیں اور نہ ہی وہ اللہ کے رستے میں لڑنے والا شمار ہوگا"۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی سنن میں حدیث کا ذکر کرتے ہیں اور اس پر باب قائم کرتے ہیں کہ:

"في الرجل يغزو يلتمس الاجر والغنيمة"

"کوئی شخص جہاد کرے ثواب اور غنیمت کیلئے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلے کو ثابت کرنے کیلئے امام ابو داؤد رحمہ اللہ حدیث پیش کرتے ہیں:

"إن ابن زغب الإیادی حدّثه قال: نزل علی عبدالله بن حوالة الأزدی فقال لی: بعثنا رسول الله ﷺ لنغنم علی اقدامنا فرجعنا فلم نغنم شیئاً، و عرف الجهد فی وجوهنا، فقام فینا، فقال اللهم لا تکلهم إلی فأضعف عنهم۔۔۔" (سنن ابی داؤد کتاب الجهاد رقم الحدیث ۲۵۳۵)

عبداللہ بن حوالہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھیجا پیدل (جہاد کیلئے) روانہ فرمایا تاکہ کوئی غنیمت حاصل کرلائیں۔ پس ہم واپس آئے اور ہمیں کوئی غنیمت میسر نہ آئی۔ آپ ﷺ نے مشقت اور غمی کے آثار ہمارے چہروں پر دیکھے تو کھڑے ہوئے اور (دعا کرتے ہوئے) فرمایا: "اے اللہ انہیں میرے سپرد نہ کر کہ انکی کفالت سے عاجز رہوں اور انہیں انکی اپنی جانوں کے سپرد نہ کر کہ اپنی کفالت سے عاجز رہیں اور نہ انہیں لوگوں کے سپرد کردینا کہ وہ اپنے آپ ہی کو ترجیح دینے لگیں۔" پھر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور ارشاد مبارک فرمایا: "اے ابن حوالہ" جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس (شام) تک پہنچ گئی ہے تو زلزلے آنے لگیں گے مصیبتیں ٹوٹیں گیں اور بھی بڑی بڑی علامتیں ظاہر ہوں گی اور قیامت اس وقت لوگوں کے اس سے زیادہ قریب ہوگی جتنا کہ میرا ہاتھ تمہارے سر پر ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی شخص اگر اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ ساتھ مال غنیمت کا بھی ارادہ رکھتا ہو تو اس کیلئے کوئی مضر نہ ہوگا ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ غنیمت حاصل ہونے سے آخرت کے اجر میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

"جو مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلتے ہیں اور غنیمت حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے آخرت کے اجر میں سے دو تہائی جلد (اس دنیا میں) پالیتے ہیں اور ایک تہائی انکے لئے باقی رہ جاتا ہے اور اگر انہیں کوئی غنیمت نہ ملے تو ان کا کامل اجر (روز قیامت کیلئے) محفوظ کر دیا جاتا ہے۔" (سنن ابی داؤد کتاب الجهاد رقم ۲۴۹۸، صحیح مسلم کتاب الامارة رقم ۱۹۰۶)

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان، کہ مال غنیمت کیلئے بھی لڑنے والا اگر اسکی اصل نیت اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے ہوگی تو اسکو مضر نہیں ورنہ اگر صرف مال غنیمت ہی کیلئے وہ لڑے گا تو بلا شبہ اسکا کوئی اجر نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ لہٰذا ترجمۃ الباب کے مطابق اجر اسکو ملے گا جس کی نیت اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے ہوگی ہاں البتہ نسبی کمی واقع ضرور ہوگی جس کا ذکر حدیث میں بھی موجود ہے، اور اسکا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔

بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

اگر کھانے والی اشیاء کافروں کی زمین میں ہاتھ آجائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن عبداللہ بن مغفل قال: کنا محاصرین قصر خیبر، فرمی انسان بجراب فیہ شحم، فنزوت لآخذہ، فالتفت فاذا النبی ﷺ فاستحییت منہ۔ (صحیح البخاری کتاب فرض الخمس رقم الحدیث ۳۱۵۳)

"سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کسی شخص نے ایک کپی (چمڑے کا برتن) پھینکی جس میں چربی بھری ہوئی تھی۔ میں اسے لینے کیلئے لپکا لیکن مڑ کر جب دیکھا تو پاس ہی نبی کریم ﷺ موجود تھے۔ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے کی طرف نشاندہی فرمائی کہ کھانے پینے کی چیزیں مال غنیمت سے قبل استعمال کرنا درست ہے اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

"الجمھور علی جواز احد الغانمین من القوت وما یصلح بہ وکل طعام یعتاد اکلہ عموماً وکذالک علف الدواب سواء کان قبل القسمۃ أو بعدھا باذن الامام وبغیرہ اذنہ" (فتح الباری ج٦ ص ٢١٤)

"یعنی جمہور کا یہ فتویٰ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو غنیمت پانے والے قبل از تقسیم کے کھا سکتے ہیں اسی طرح چارا بھی اپنے جانوروں کو اسی طرح کھلا پلا سکتے ہیں چاہے وہ امام کی اجازت سے ہو یا بغیر اجازت سے"۔

لیکن حدیث میں نبی کریم ﷺ کی اجازت کے بائیں الفاظ موجود نہیں ہیں، لیکن اگر غور کیا جائے تو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لپکا اس چمڑے کے برتن کی طرف جس میں چربی تھی میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اب یہاں ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت کچھ اسطرح سے ہوگی کہ آپ ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قبل از تقسیم اس چیز کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ نے انہیں کچھ نہ کہا تو لہذا آپ ﷺ کا خاموش رہنا اس امر کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وموضع الحجۃ عدم انکار النبی ﷺ بل فی روایۃ مسلم ما یدل علی رضاہ فانہ فیہ، فاذا رسول اللہ ﷺ متبسما وزاد ابوداؤد الطیالسی فی اخرہ "فقال ھولک" (فتح الباری ج٦ ص ٢١٥)

"یعنی نبی کریم ﷺ کا انہیں انکار نہ کرنا یہ حجت کی دلیل ہے، بلکہ صحیح مسلم میں آپ ﷺ کی رضا کے الفاظ ہیں کہ "نبی کریم نے انہیں دیکھ کر مسکرائے" اور ابوداؤد طیالسی میں آخری الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ آپ کا ہوا"۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

"قال عیاض: أجمع العلماء علی جواز أکل طعام الحربین مادام المسلمون فی دار الحرب علی قدر حاجتھم،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولم یشترط أحد من العلماء استئذان الامام الاالزهری" (مرقاۃ المفاتیح ج ۷ ص ۵۷۶)

" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس جواز پر اجماع ہے کہ مسلمان دار الحرب میں اپنی ضرورت کے مطابق کھا سکتے ہیں اور کسی اہل علم نے اس پر کسی قسم کی کوئی شرط عائد نہیں کی کہ اس کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے سوائے امام زہری رحمہ اللہ کے"۔

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت واضح ہوئی کہ نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور یہ خاموشی در اصل آپ ﷺ کی اجازت پر محمول تھی جسکے مختلف الفاظ مختلف کتب احادیث میں مرقوم ہیں۔

فائدہ:

مندرجہ بالا حدیث میں نبی کریم کا خاموش رہنا اسے اصطلاحاً "تقریری" حدیث کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی حدیث یا سنت (اہل علم کے نزدیک یہ دونوں الفاظ معنی کے اعتبار سے مترادف ہیں) چاہے وہ قولی، ہو یا فعلی، یا تقریری تینوں اقسام بلا تفاق حجت ہیں قطعیت کے ساتھ آئمہ حدیث ان تینوں اقسام کو حجت قرار دیتے ہیں اور ان تینوں کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک کے ساتھ ہے۔

① امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"السنن تنقسم ثلاثہ أقسام قول من النبی ﷺ وفعل منہ علیہ السلام وشیئ رآہ وعلمہ فأقر علیہ"

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۱۲۸)

"یعنی سنن کی تین اقسام ہیں نبی کا قول، نبی کا فعل اور (تقریر) جو چیز آپ ﷺ نے دیکھی اسے جاننا اور برقرار رکھنا"۔

② ملا احمد جیون کی نور الانور میں لکھا ہے:

"السنۃ: تطلق علی قول الرسول وفعلہ وسکوتہ وعلی اقوال الصحابۃ وأفعالھم" (نور الانوار ج ۱ ص ۱۷۹)

"یعنی سنت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور خاموشی پر ہوتا ہے"۔

③ امام صالح بن طاہر الجزائری فرماتے ہیں:

"واما السنۃ فتطلق فی الاکثر علی ما أضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل أو تقریر فھی مرادفۃ للحدیث عند علماء الاصول" (توضیہ النظر ج ۲ ص ۲)

"سنت کا اطلاق اکثر طور پر اس چیز پر ہوتا ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو۔ خواہ قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو یہ حدیث کے مترادف ہے علماء اصول کے نزدیک"۔

④ حجاج الخطیب لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"كل ما أثر عن النبي ﷺ من قول أو فعل أو تقرير أو صفة خلقية او خلقية أو سيرة سواء أكان ذالك قبل البعثة ۔۔۔۔" (السنة قبل التدوين ص ١٦)

"سنت رسول ﷺ کے تمام اقوال وافعال وتقریرات اور صفات خلقیہ وخلقیہ محاسن وشمائل اور سیرت سب کے مجموع کا نام ہے"۔

(٤) امام جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"السنة" شريعة مشترك بين ما صدر عن النبي ﷺ من قول او فعل أو تقرير وبين ما واظب النبي ﷺ عليه بلا وجوب" (التعريفات ص ١٠٨)

"شریعت میں سنت کا لفظ نبی کریم ﷺ کے قول، فعل، تقریر اور جس پر آپ ﷺ نے بلا وجوب ہمیشگی اختیار فرمائی کے درمیان مشترک ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كتاب الجزية

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ إِذَا وَادَعَ الْإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ، هَلْ يَكُونُ ذَالِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ؟

اگر بستی کے حاکم سے صلح ہو جائے تو بستی والوں سے بھی صلح سمجھی جائے گی

"عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ" (صحیح البخاری کتاب الجزیۃ رقم الحدیث ۳۱۶۱)

"سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم غزوہ تبوک میں شریک تھے۔ ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر بھیجا اور آپ نے اسے ایک چادر بطور خلعت کے اور ایک تحریر کے ذریعے اس کے ملک پر اسے ہی حاکم باقی رکھا"۔

باب اور حدیث میں مناسبت

ابن اسحاق نے اسکو روایت کیا ہے اور وہاں اسطرح یہ واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جا رہے تھے تو یوحنا بن روبہ ایلہ کا حاکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آیا۔ اس نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ آپ نے اس سے صلح فرما کر سند امان تحریر فرما دی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وانما جرى البخاري على عادة في الاشارة الى بعض طرق الحديث الذي يورده، وقد ذكر ذالك ابن اسحق في السيرة فقال لما انتهى النبي صلى الله عليه وسلم الى تبوك اتاه بحنة بن رؤبة صاحب أيلة فصالحه وأعطاه الجزية وكتب له رسول الله صلى الله عليه وسلم كتاباً فهو عندهم: بسم الله الرحمن الرحيم- هذه أمنة من الله و محمد النبي رسول الله لبحنة بن روابة وأهل أيلة، فذكره" (فتح الباري ج٦ ص٢٢٨)

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العلماء مجمعون على ان الإمام اذا صالح ملك القرية انه يدخل في ذالك الصلح بقيتهم"

(فتح الباري ج٦ ص٣٢٨)

"ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے جب کسی بستی کے حاکم سے صلح کا معاملہ ہو جائے تو تمام بستی والے اس صلح میں داخل ہونگے"۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد أجمع على أن الامام اذا صالح ملك القرية يدخل في ذالك للصلح لبقيتهم" (ارشاد الساري ج٦ ص٩)

یقیناً اس پر اجماع ہے اہل علم کا کہ جب بستی کے امام سے صلح ہو جائے تو پھر اس صلح میں سب (بستی والے) شامل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی اذا کان الصلح مع الکفار، فلا یکون مع کل واحد منھم، بل یکفی مع ملک القریۃ، فیکفی عن جمیعھم لأن موادعۃ الملک موادعۃ لرعیۃ'' (فیض الباری شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۸۶)

''یعنی جب کفار سے صلح ہو جائے تو ہر ایک سے صلح نہیں کرنا چاہئے پس بستی کے حاکم سے صلح ہو گئی تو یہ سب کیلئے کافی ہو گی کیوں کہ بادشاہ سے مودع کرنا اسکی رعیت بھی اس میں شامل ہے''۔

لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ظاہر ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے جب بستی کے بادشاہ سے صلح فرمائی تو لازماً ہر فرد کے پاس جانا ضروری نہ تھا صلح کیلئے بلکہ نبی کریم ﷺ کا انکے بادشاہ سے صلح کرنا سب سے صلح کرنے کے مترادف ہے۔ یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی۔

بَابُ طَرحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِينَ فِي الْبِئْرِ وَلَا يُؤخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ

مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکوا دینا اور ان کی لاشوں کی قیمت نہ لینا

''عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَحَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِذْ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بِسَلَى جَزُورٍ، فَقَذَفَهُ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَأَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهِ، وَدَعَتْ عَلَى مَنْ صَنَعَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ عَلَيْكَ المَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، أَوْ أُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ»، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ قُتِلُوا يَوْمَ بَدْرٍ، فَأُلْقُوا فِي بِئْرٍ غَيْرَ أُمَيَّةَ، أَوْ أُبَيٍّ، فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَلَمَّا جَرُّوهُ تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ قَبْلَ أَنْ يُلْقَى فِي البِئْرِ''

(صحیح البخاری کتاب الجزیۃ رقم الحدیث ۳۱۸۵)

''سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مکہ میں ابتداء اسلام کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے اور قریب ہی قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھری لایا اور نبی کریم ﷺ کی پیٹھ مبارک پر اسے ڈال دیا۔ نبی کریم ﷺ سجدے سے سر مبارک نہ اٹھا سکے۔ آخر فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور آپ ﷺ کی پیٹھ پر سے اوجھری کو ہٹایا، اور جس نے یہ حرکت کی تھی اسے بد دعا دی، نبی کریم ﷺ نے بھی بد دعا دی کہ ''اے اللہ! قریش کی اس جماعت کی گرفت کر، اے اللہ! ابو جہل بن ھشام عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کو تہس نہس کر۔'' پھر میں نے دیکھا کہ یہ سب بدر کی لڑائی میں قتل کر دئے گئے اور انہیں ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ سوائے امیہ یا ابی کے کہ یہ شخص بھاری بھر کم تھا جب اسے صحابہ نے کھینچا تو کنویں میں ڈالنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے قبل ہی اسکے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم فرمایا ہے وہ مشرکین کی لاشوں کی قیمت وصول نہ کرنے پر دلالت کرتا ہے مگر جو حدیث پیش کی ہے اس میں قیمت کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں واضح قیمت کا ذکر موجود ہے مگر وہ آپ رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق نہ تھی اسی لئے آپ نے یہاں اسکا ذکر نہیں فرمایا مگر ترجمۃ الباب کے ذریعے اسکا دقیق اشارہ فرما دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أشار به الى حديث ابن عباس رضی اللہ عنہ: ان المشركين ارادوا ان يشتروا جسد رجل من المشركين فأبي النبي صلی اللہ علیہ وسلم ان يبيعهم"۔۔۔۔وذكر ابن إسحق في المغازي، ان المشركين كانوا سألوا النبي صلی اللہ علیہ وسلم ان يبيعهم جسد نوفل بن عبدالله بن المغيرة، وكان اقتحم الخندق، فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم لا حاجة لنا بثمنه ولا جسده"

(فتح الباری ج ٦ ص ٣٢٨)

"امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے مشرکین نے ارادہ کیا کہ مشرکین میں سے ایک آدمی کی نعش (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے خریدیں، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کردیا (مشرکین کی نعش کو فروخت کرنے سے) ابن اسحاق نے "المغازی" میں ذکر کیا کہ "مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا نوفل بن عبد اللہ کی نعش کے بارے میں کہ اسکی نعش مشرکین کو بیچ دی جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہمیں نہ ہی اسکی نعش کی ضرورت ہے اور نہ ہی (اسکی نعش) کی رقم کی ضرورت ہے۔"

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ظاہر (ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہوگی کہ) امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ حدیث پہنچی ابن ابی لیلی سے کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقتول کی لاشوں کو فروخت کردیں، پس نبی کریم نے اس سے منع کردیا، لیکن یہ حدیث (جوکہ ترمذی کی ہے رقم ١٧١٥) امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے"۔ (المتواری ص ١٩٩)

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کچھ یوں ہوگی کہ ترمذی اور ابن ھشام کی کتاب المغازی میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاشوں کی قیمت وصول کرنے سے انکار کردیا لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی اشارہ انہیں روایات کی طرف ہے چونکہ یہ احادیث آپکی شرائط پر نہ تھیں اسی لئے آپ نے دلیل کے طور پر انکا ذکر نہیں فرمایا مگر ترجمۃ الباب کے ذریعے اسکی طرف اشارہ فرما دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ إِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

دغابازی کرنے والے کا گناہ خواہ وہ (دغابازی) کسی نیک آدمی کے ساتھ ہو یا بے عمل کے ساتھ

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: لَا هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ، فَانْفِرُوا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ، قَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ"

(صحیح البخاری کتاب الجزیۃ رقم الحدیث ۳۱۸۹)

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب (مکہ سے) ہجرت فرض نہیں رہی البتہ جہاد کی نیت اور جہاد کا حکم باقی ہے۔ اسلئے جب تمہیں جہاد کیلئے نکالا جائے تو فوراً نکل جاؤ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ بھی فرمایا تھا کہ جس دن اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے اس دن اس شہر (مکہ) کو حرم قرار دے دیا ہے۔ پس یہ شہر اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کیلئے حرم ہی رہے گا، اور مجھ سے پہلے یہاں کسی کے لئے لڑنا جائز نہیں ہوا۔ اور میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کیلئے جائز کیا گیا۔ پس اب یہ مبارک شہر اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کیلئے حرام ہے۔ اسکی حدود میں نہ (کسی درخت کا) کانٹا توڑا جائے گا، اور نہ ہی یہاں کے شکار کو ستایا جائے گا اور کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز کو نہ اٹھائے۔ سوائے اس شخص کے جو (مالک تک چیز کو پہنچانے کیلئے) اعلان کرے اور نہ یہاں کی ہری گھاس کاٹی جائے" اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اذخر گھاس کی اجازت مرحمت فرما دیجئے کیونکہ یہاں کے سناروں اور گھروں کی چھتوں پر ڈالنے کے کام آتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذخر کی اجازت ہے۔"

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے واضح فرمایا کہ دغابازی (دھوکہ دہی) کرنا سخت گناہ ہے چاہے کوئی دغابازی نیک آدمی کے ساتھ ہو یا گنہگار، مگر دغاباز ہر حال میں دغابازی کے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ ترجمۃ الباب کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "مکہ" ایک حرمت والا شہر ہے اور وہاں کسی قسم کی لڑائی کرنا اللہ کے نزدیک حرام ہے، لیکن جب سیاق کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں تو مکہ والوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عہد کیا تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے توڑ ڈالا لہٰذا مکہ والوں نے دغا کیا، بنو خزاعہ کے مقابلے میں انہوں نے بنو بکر والوں کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی پاداش میں انہیں سخت ترین سزا دی کہ حرمت والے شہر مکہ میں بھی انہیں مار ڈالنے کی اجازت عطا کی لہٰذا یہاں سے انکا دغا باز ہونا ثابت ہوا اور انہیں سخت ترین سزا دی گئی کہ حرمت والے شہر میں لڑنے کی اجازت ایمان والوں کو نبی کریم ﷺ کے ذریعے عطا کی گئی کیوں کہ وہ دغا باز تھے اور دغا بازی کبیرہ گناہ ہے یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے، اسی مناسبت کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

”ویحتمل ان یکون أشار بذالك إلى ما وقع من سبب الفتح الذى ذكر فى الحديث وهو غدر قريش بخزاعة حلفاء النبى ﷺ لما تحاربوا مع بنى بكر حلفاء قريش، فأمرت قريش بنى بكر وأعانوهم على خزاعة وبيوتهم فقتلوا منهم جماعة“ (فتح البارى ج ٦ ص ٢٥٠)

ابن المنیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”وجه مطابقة الترجمة لحديث مكة، ان النبى ﷺ نص على انها اختصت بالحرمة الا فى الساعة المستثناة وليس المراد حرمة قتل المؤمن البر فيها“ (المتوارى ص ٢٠٠)

”ترجمۃ الباب سے مطابقت کی وجہ حدیث مکہ میں یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خاص فرمایا مکہ کی حرمت کو سوائے اس استثنائی گھڑی میں (مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہوا جس کا ذکر سابقہ اوراق میں کیا گیا) اور اس کی حرمت سے مراد یہ نہیں کہ مومن نیک آدمی کو اس میں قتل کیا جائے“۔

فائدہ:

بعض منکرین حدیث مذکورہ بالا حدیث پر اشکال وارد کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان: ”لاھجرۃ ولکن جھاد و نیۃ“ یعنی ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ قرآن مجید قیامت تک ہجرت کو برقرار رکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ﴾ (الانفال: ۷۵)

”اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہیں“۔

مندرجہ بالا آیت کو نقل کرنے کے بعد ان کا دعویٰ یہ ہے کہ حدیث جس میں ہجرت کے عمل کو ختم کر دیا گیا ہے وہ آیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہوگی۔

دراصل یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جو کہ سرسری طور پر قرآن اور احادیث کا مطالعہ کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

حدیث رسول ﷺ میں ہرگز یہ حکم نہیں ہے کہ ہجرت کا حکم منسوخ ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان پر غور کیجئے آپ ﷺ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے'' یعنی ان صحابہ کیلئے فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت کو ساقط کیا تھا نہ کہ ہجرت کے حکم کو ساقط فرمایا گیا۔ اصول حدیث کا معروف قاعدہ ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے، بعض روایات کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اسی مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچی خبادہ بن ابی امیہ فرماتے ہیں:

''ان رجلاً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعضهم ان الهجرة قد انقطعت فاختلفوا فی ذالك قال: فانطلقت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان انا سا یقولون، ان الهجرة قد انقطعت، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الهجرة لا تنقطع ما کان الجهاد'' (مسند احمد ج ۲۷ ص ۱۴۲ صححه الحافظ ابن حجر فی الاصابة)

''اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ ہجرت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اس مسئلے میں (صحابہ میں) اختلاف ہوا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ کہتے ہیں کہ ہجرت (کا حکم) منقطع ہو گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یقیناً ہجرت (کا حکم) منقطع نہ ہوگا جب تک جہاد جاری رہے گا۔''

امام الطحاوی رحمۃ اللہ نے مشکل الآثار میں حدیث کا ذکر فرمایا کہ:

''لا تنقطع الهجرة ما قوتل الکفار'' (شرح مشکل الاثار للطحاوی ج ۷ رقم ۲۶۳۱)

''جب تک کفار سے قتال ہوگا تب تک ہجرت رہے گی''۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ جب تک جہاد قائم رہے گا تب تک ہجرت کا حکم بھی باقی رہے گا لہٰذا ''ہجرت نہیں ہے فتح مکہ کے بعد'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح مکہ کے روز ہجرت کی ان کیلئے ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی نہ کہ قیامت تک ہجرت کا حکم منقطع ہوا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب بدء الخلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ

سات زمینوں کا بیان

وقول اللہ تعالیٰ:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ ﴾ (الطلاق: ۱۲)

"اللہ تعالیٰ نے سورۃ طلاق میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے سات آسمان اور اسکی ہی طرح سات زمینیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ان کے درمیان اترتے ہیں۔ یہ اسلئے ہے کہ تا کہ تم جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے علم کے اعتبار سے گھیرے ہوئے ہیں"۔

"عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو القَعْدَةِ وَذُو الحِجَّةِ وَالمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ" (صحیح البخاری کتاب بدء الخلق رقم ۳۱۹۷)

"ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا: زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آگیا جیسے اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، چار مہینے اس میں حرمت کے ہوتے ہیں۔ تین تو پے درپے ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر جب جمادی الاول اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سات زمینوں کا ذکر فرمایا ہے دلیل کے طور پر قرآن مجید سے سورۃ طلاق کی آیت پیش کی ہے جو مکمل طور پر ترجمۃ الباب سے مطابقت رکھتی ہے، اس کے علاوہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن، عبداللہ بن عمر، زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل فرمائی ہیں جو کہ واضح ترجمۃ الباب سے مطابقت رکھتی ہیں۔ مگر سیدنا ابو بکرۃ سے جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں زمین کا ذکر ضرور ہے مگر سات زمینوں کا ذکر موجود نہیں ہے۔ جس سے ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں بنتی۔

دراصل ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آسمان اور زمین کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے مگر بعض احادیث کی نصوص قرآن مجید کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ آسمان تعداد کے اعتبار سے سات ہیں اور زمینیں بھی سات ہی ہیں کیوں کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آسمان کا ذکر واحد کے صیغے کے ساتھ کیا گیا ہے جو کہ تقریباً قرآن مجید میں ۱۱۳ مقامات بنتے ہیں۔ (المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم) مگر وہ تمام آیات اسی امر پر محمول ہیں کہ وہ سات کی تعداد میں ہیں اور سورۃ طلاق میں "مثلھن" فرما کر زمین کی گنتی کا بھی واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعین فرمادیا گیا ہے بعین اسی طرح سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے اس میں بھی واحد کے صیغے کے ساتھ "الارض" کاذکر ہے مگر یہاں پر ایک ضروری قاعدہ یاد رکھنا چاہئے کہ :-

ارض اور سماء اگرچہ واحد کے صیغے ہیں مگر یہاں پر مراد ہے جنس سماء اور جنس ارض عربیت کے قواعد کے اعتبار سے جس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے ایک سے زائد بھی، لیکن قرآن مجید میں بتصریح آسمان کو سات آسمان قرار دیا ہے جس میں جنس کا تعین بھی ہوا اور تعداد کا بھی زمین کیلئے مثلھن کہہ کر اسکو آسمان کے مثل قرار دیا گیا ہے کہ وہ بھی تہہ بہ تہہ سات ہیں۔ جسکی وضاحت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بائیں طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

امام الطبرانی رحمہ اللہ نے "کتاب الدعا اور معجم الکبیر میں مرفوع حدیث کاذکر فرمایا ہے کہ :

"ان رسول اللہ لم یر قریة یرید دخولها الا قال حین یراها اللهم رب السموٰت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیٰطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین انا نسئلك خیر هذا القریة وخیر اهلها ونعوذبك من شرها وشر اهلها وشر ما فیها"

(کتاب الدعا للطبرانی: ج ۲ ص ۱۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۲۹، عمل الیوم واللیل لابن السنی ص ۴۷۲)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی ایسی بستی کو دیکھتے جس میں آپ داخل ہونا چاہتے تو اسے دیکھتے ہی یہ دعا مانگتے تھے کہ اللہ! اے سات آسمانوں کے مالک اور ان چیزوں کے مالک جن پر یہ آسمان سایہ فگن ہے۔ اے سات زمینوں کے مالک اور ان چیزوں کے مالک جن کو یہ زمینیں اٹھائی ہوئی ہیں۔ اے شیطانوں کے مالک اور ان لوگوں کے مالک جنکو انہوں نے گمراہ کیا ہے اے ہواؤں کے مالک اور ان چیزوں کے مالک جنکو یہ ہوائیں اڑارہی ہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بستی اور اسکے باشندوں کے خیر سے ہمیں فائدہ پہنچا اور انکے باشندوں کے شر سے ہمیں بچا"۔

(معجم الکبیر کی حدیث سے زمینوں کا واضح تعین ہو گیا کہ آسمانوں کی طرح زمین بھی سات ہی ہیں لہٰذا اس صورت میں صحیح البخاری کی حدیث جو ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس پر غور فرمائیں کہ اس میں "سمٰوت" جمع کے ساتھ ہیں اور قرآن اور حدیث میں اسکا تعین سات کی تعداد میں موجود ہے، اور صحیح البخاری کی حدیث میں زمین واحد کے صیغہ کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اب قاعدہ یہ ہوا کہ جب آسمان سات ہیں تو زمین بھی سات ہی ہو نگی لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی۔

فائدہ ۲:

جدید سائنس کا دائرہ کتنا بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے مگر وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے بیانات کے مد مقابل کبھی نہیں آسکتے کیونکہ قرآن و حدیث کا تعلق وحی کے ساتھ ہے جس میں غلطی، لغزش اور خطا کا تصور بھی کفر ہے کیوں کہ جدید سائنس انسانی کاوشوں اور تحقیق کا محور ہے جس میں اغلاط کے ہزار ہا امکانات دامن گیر ہیں ہم جانتے ہیں کہ سائنس کے بیانات میں کئی تعارضات پائے گئے ہیں، صدیوں قبل سائنسی بیانات کچھ اور تھے جس طرح وقت بدلتا گیا تحقیق کے دریچے بڑھتے گئے اور جدید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائنس ترقی کرتی گئی لیکن ۱۴۰۰ سال قبل جو (Statement) بیانات قرآن و حدیث نے پیش کئے وہ اپنی جگہ آج بھی اٹل اور حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بات پر ایمان لانا چاہئے اگر موجودہ تحقیقات بالفرض قرآن و حدیث کے مخالف ہو نگیں تو اس مقام پر یہی کہا جائے گا کہ ابھی سائنس کی تحقیقات میں کمی ہے جو کہ اصل حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر پائی بلکہ میں یہاں تک کہوں گا کہ ماڈرن سائنس (Modern Science) اگر قرآن و حدیث کے مخالف ہو گی تو وہ مردود ہو گی ہمارے لئے نص حدیث اور واضح دلیل صرف کتاب و سنت ہی ہیں۔

سات زمینوں کی حقیقت اور اسکے محل وقوع پر علامہ طنطاوی اور علامہ الوسی بغدادی کی رائے:

"سورۃ طلاق کی آیت پر مفسرین کرام نے مختلف توجیہات پیش فرمائی ہیں اور مختلف قسم کی آراء کا بھی اظہار فرمایا ہے جسے ہم احتمالی اور امکانی تاویلات سے تعبیر کریں گے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سات زمینوں سے مراد "اقالیم سبعۃ" یعنی زمین کے مختلف براعظم مثلاً ایشیا، افریقہ، امریکہ، یورپ وغیرہ یہ ایک احتمالی ہے جسکا مفسرین نے ذکر فرمایا ہے امام رازی رحمہ اللہ نے اس رائے کو احتمال کا درجہ دیا ہے۔ لیکن یہ احتمال واضح طور پر مرفوع حدیث کے مخالف ہے لہٰذا یہ قاعدہ بھی یاد رکھنا چاہئے مرفوع حدیث کے مقابلے میں کسی بڑے سے بڑے فقیہ اور محدث یا مفسر کی بات ہرگز مقبول نہ ہو گی بلکہ اس کی بات کو رد کر دیا جائے گا، چنانچہ مسند احمد و ترمذی کی مرفوع حدیث کے مطابق آسمانوں کی طرح زمینیں بھی تہہ بہ تہہ ہیں۔ اسی بناء پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور علامہ الوسی رحمہ اللہ نے اس قول کا رد فرمایا ہے"۔

(دیکھئے البدایۃ والنہایۃ ج۱ ص۲۱ روح المعانی ج۲۸ ص۱۴۴)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے سات زمینوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وقد غلب علی ظن اکثر اھل الحکمۃ الجدیدۃ أن القمر عالم کعالم ارضنا ھذہ وفیہ جبال وبحار یزعمون انھم یحسون بھا بواسطہ ارصادھم وھم مھتمون بالسعی فی تحقیق الامر فیہ فلیکن ما نقول بہ من الأرضین علی ھذا النحو" (روح المعانی ج۱۴ ص۳۲۹)

حکمت جدیدہ کے حکماء کی اکثریت کا گمان یہ ہے کہ چاند ہماری زمین کی طرح کا ایک ملک ہے جس پر پہاڑ بھی ہیں اور دریا بھی ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے اپنی رصد گاہوں میں چاند پر ان چیزوں کو محسوس کیا ہے یہ لوگ چاند کے بارے میں مزید تحقیق کا اہتمام کر رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہے کہ مزید معلومات کو حاصل کیا جائے اور ممکن ہے کہ ہم جن زمینوں کے قائل ہیں نہ اسی طرح کی ہوں جیسا کہ چاند ہے۔

نوٹ: یاد رہے علامہ آلوسی البغدادی ۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے ہیں اب کی تحقیقات میں کافی اضافہ ہو چکا ہے۔

علامہ الوسی رحمہ اللہ کے دور کے حکماء کا خیال آپ نے پڑھا اور اس میں بعض باتیں صحیح بھی ثابت ہوئی ہیں، لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ علم جدید، اور حکمت جدیدہ کے مطابق ان کے نزدیک زمین سات نہیں ہیں بلکہ کروڑوں ہیں مگر حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سات کے عدد کے ساتھ منقول ہیں۔اسی بات کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسی صاحب فرماتے ہیں:

"ممکن ہے کہ زمینیں اور آسمان سات سے زائد ہوں سات کے عدد تام کا ذکر اس بات کا تقاضا کرتا کہ اس سے زائد نہ ہوں اسلئے کہ عربیت کے ماہرین نے تصریح کی ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا"۔ (روح المعانی ج ۱۴ ص ۳۴۰)

لہٰذا لفظ "سات" کا عدد زائد کی نفی نہیں کرتا، قرآن و حدیث میں کوئی ایسی صراحت نہیں جہاں یہ کہا گیا ہو کہ زمینیں اور آسمان صرف سات ہی ہیں لہٰذا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ زمینیں زیادہ ہیں تب بھی قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

یہاں ایک بہت بڑا دوسرا اشکال وارد ہوتا ہے کہ سنن ترمذی کی حدیث یہ الفاظ موجود ہیں کہ "ماتحت کم" کہ تمہارے لئے زمین کے نیچے یعنی باقی چھ زمینیں اس زمین کے نیچے ہیں، اب اگر چاند، مریخ، اور دوسرے کواکب کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں تو وہ ہمیں ہماری زمین سے اوپر دکھائی دیتے ہیں اسکا جواب مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی زبانی سنیئے۔آپ رقمطراز ہیں کہ:

"ممکن ہے کہ یہ زمینیں بعض حالات میں اس زمین کے تحت ہو جاتی ہوں اور بعض حالات میں اوپر ہو جاتی ہوں"۔

(بیان القرآن تفسیر سورۃ طلاق آیت ۱۲)

علم الکونیات کے مشہور و معروف حکیم "طنطاوی مصری" نے زمینوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ زمینیں بھی آسمان کی طرح سات ہیں مگر اسکے بعد وہ فرماتے ہیں:

"یہ عدد حصر کا تقاضیٰ نہیں کرتا جب تم کسی سے کہو کہ میرے پاس اعلیٰ نسل کے دو گھوڑے ہیں ایک پر تم سوار ہو جائے اور دوسرے گھوڑے پر تیرا بھائی تو یہ بات اسکی نفی نہیں کرتی کہ تیرے پاس ہزار گھوڑے ہیں۔ یہاں پر بھی اسی طرح ہے کہ کیوں کہ فلکیات کے ماہرین نے کہا ہے کہ کم سے کم ممکن زمینیں جو بڑے بڑے سورجوں کے گرد گھومتی ہیں اور جن کو ہم سیارے کہتے ہیں۔ تین سو ملین ۳ کروڑ زمینوں سے کم نہیں ہیں"۔ (الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ج ۱۲ ص ۱۹۵)

علامہ فرید واجدی بھی ایسی بات کے قائل ہیں کہ زمینیں سات ہیں مگر ان سے مراد وہی کواکب ہیں جنکے بارے میں جدید ماہرین فلکیات کی رائے ہے کہ یہ ہماری زمین کی طرح ہے۔

دائرۃ المعارف القرن لعشرین ج ۱ ص ۱۹۱ مادہ "ارض" "الموسوعۃ الکونیہ الکبری کے محقق "ماہر احمد الصوفی" فرماتے ہیں:

"بل ان الحقیقۃ ان فی الکون سبع سموت وسبع أراضین ای سبع کواکب تشبہ کوکبنا الارض، ولا ندری --- ماذا سیکتشف العلم مستقبلا"

(الموسوعۃ الکونیۃ الکبری آیات اللہ فی خلق الکون ونشأۃ الحیاۃ فی السماء الدنیا والسموات السبع ص ۷۵)

"بلکہ یہ حقیقت ہے کہ سات آسمان اور سات زمین سے مراد کواکب ہیں جو کہ ہماری زمین سے مشابہت رکھتے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ کیا عنقریب انکشافات ہونگے مستقبل میں"۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ "ومن الارض مثلھن" کے ظاہر اور احادیث کے پیش نظر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اوپر نیچے سات ہیں جن کے درمیان بڑے بڑے طویل سفر اور فاصلے ہیں ممکن ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات رہتی ہوں۔

لہٰذا ہمیں قرآن وحدیث کے بیانات کے مطابق ہی اپنی گزارشات اور تحقیقات کو سامنے رکھنا چاہیے۔ جدید تحقیقات اور سائنس کا دائرہ چاہے کتنا ہی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے مگر یہ تمام کاوش انسانی کاوشوں پر مبنی ہیں۔ جن میں صحت کے ساتھ اغلاط کثیر کے بھی کئی امکانات دامن گیر ہیں۔ لیکن اس کے برعکس قرآن وحدیث سے نکلنے والے بیانات قطعی اور اٹل حقیقت ہیں، ان میں کسی قسم کی بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ دونوں وحی ہیں اور وحی کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھا ہے۔

بَابُ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں ہیں جنکو چرانے کیلئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا ہے

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا"

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق رقم ۳۳۰۳)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے، اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے"۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں مسلمانوں کے بہترین مال کا ذکر فرماتے ہیں جس مال کو انہوں نے بکریاں قرار دیا ہے اور حدیث جو پیش فرمائی ہے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس میں بکریوں کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بظاہر ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت کافی مشکل دکھائی دیتی ہے۔

دراصل امام بخاری رحمہ اللہ کا یہاں مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں ہی ہیں جن کے ذریعے اس کا معاش کا بھی بہترین بندوبست ہو جاتا ہے دوسری قابل توجہ مناسبت یوں بھی ہے کہ جانوروں میں دو قسم کے جانور ہیں ایک میں اللہ تعالیٰ نے خیر وبرکت رکھی ہے اور دوسرے جانوروں میں ایزار سائی ہوتی ہے۔ ترجمۃ الباب سے ان جانوروں کا ذکر ہے جو برکت والے ہوتے ہیں اور ذیل میں چند احادیث ان جانوروں پر پیش فرمائی ہیں، جن میں ایزا کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ترجمۃ الباب میں غور کرنے کے بعد جو مناسبت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ احادیث میں واضح طور پر اسکا اشارہ موجود ہے کہ کوئی شخص اکیلا پہاڑوں پر ہو اور وہ اذان دے اور تکبیر کہے تو اس کے ساتھ فرشتے شامل ہو جاتے ہیں اور روایات میں اسکا بھی ذکر موجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آذان کی آواز جہاں تک پہنچے سننے والا قیامت میں اسکی گواہی دیگا جیسا کہ بکری کے چرواہے نے پہاڑ پر بکریاں چرائیں جب نماز کا وقت ہوگا تو وہ آذان بھی دیگا اور تکبیر بھی پڑے گا پھر نماز قائم کریگا اس موقع پر بکری نے جو آذان سنی اذان دینے والے کیلئے وہ قیامت میں گواہی دیں گی حالانکہ ترجمۃ الباب سے یہ بات واضح ہے کہ بکری مسلمان کے دنیاوی فائدہ میں زیادہ موثر ہے بعین اسی طرح مرغ جسکا دنیاوی فائدہ بکری کی بنسبت کم ہے مگر مرغا بھی بروز قیامت گواہی دیگا۔

مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل باب تو آیت قرآنیہ کا باب ''وبث فیھا من کل دابۃ'' (لقمان: ۱۰) ہی ہے اور وہ باب جو زیر بحث ہے (یعنی خیر مال المسلم الخ) اس کے ضمن میں دوسرے باب سے پہلا باب عام زمینی جانداروں کے متعلق ہے جس میں اس باب اور اس کے تابع ضمنی باب کی سب احادیث شامل ہیں، اور دوسرا باب اس امر کی تنبیہ کیلئے ہے ان زمینوں جانوروں میں بعض جانور مبارک ہیں، یعنی ان سے نیک سبق حاصل ہوتا ہے اور بعض منحوس ہیں، ان سے ایذا پہنچتی ہے۔ مبارک جانوروں میں سے ایک تو بکری ہے کہ آدمی فتنہ کے وقت اس کو باہر جنگل میں چرانے کے سبب فتنہ سے محفوظ رہتا ہے، اور دوسرا مرغ ہے، یہ سحر کے وقت اذان دیتا ہے، منحوس جانوروں میں ایک گدھا ہے کہ اس کی عادات بھی خراب ہیں اور آواز بھی منکر ہے، ایک چوہا ہے جو گھر کے اسباب اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ ایک چھپکلی ہے کہ موذی ہے، ایک سانپ ہے جو زہریلہ جانور ہے۔ ان سب (مبارک و منحوس) جانوروں کا ذکر اس باب زیر بحث میں کیا گیا ہے اور ترجمۃ الباب گو خاص ہے لیکن ان مذکورہ بالا جانوروں کو اس سے برابر تعلق ہے، کیوں کہ جو مبارک جانور ہیں ان کا تو جنسیت کے لحاظ سے تعلق ہے اور جو منحوس ہیں ان کا ضدیت کی رو سے تعلق ہے، اور یہ امر کہ کسی شے کے ذکر میں اس کی جنس یا ضد کو ذکر کرنا قرآن مجید میں عام طور پر ہے اور فقہاء کے نزدیک متعارف ہے پس مناسبت ہوگئی۔ (ترجمۃ الباب اور حدیث میں)''۔ (حل مشکلات بخاری ص ۲۸۷-۲۸۶)

مزید اگر غور کیا جائے تو ترجمۃ الباب اور حدیث میں ایک اور بھی مناسبت کا پہلو دکھلائی دیتا ہے۔

ترجمۃ الباب میں ''بہتر مال'' کا ذکر ہے جو بکریوں کو قرار دیا جارہا ہے، کیونکہ بکریاں دودھ گوشت اور خردونوش کے اعتبار سے ایک مکمل غذا کا سامان ہے، مگر اسکے برعکس، مرغا، گوشت کیلئے تو کام آسکتا ہے مگر بکریوں کے فوائد کے برابر اسکے فوائد دنیاوی نہیں ہیں، لہٰذا اس کو بہترین مال میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت قائم ہوتی نظر آتی ہے۔

فائدہ:

بعض حضرات خصوصاً منکرین حدیث یا پھر وہ لوگ جو قرآن و حدیث کو مادی عینک سے پرکھنے کے عادی ہیں وہ حضرات ان احادیث کا کھلم کھلا انکار کرتے نظر آتے ہیں، کیونکہ ان احادیث کا ادراک آنکھوں سے ہونا ممکن نہیں بلکہ یہ امور غیب سے تعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں۔ایمان والوں کی ذمہ داریوں میں یہ ایک اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر بات کو بغیر کسی تاویل کے قبول کریں، یہ بات قطعیت کے ساتھ ہے کہ اسلام میں جو کچھ بھی نازل ہوا وہ درحقیقت ایک اہم اور اٹل فیصلہ ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ بیان کردہ حقیقتوں سے ہم ناواقف ہوں۔ ہمیں ایسے موڑ پر ایمان لانا چاہئے نہ کہ تاویلات کے جھوٹے سہارے پر فرمانِ رسول ﷺ کا انکار کرنا چاہیے۔

عبداللہ بن علی النجدی القصیمی رقمطراز ہیں:

"فهذا بيان الاحاديث نبويه صحيحة قد أشكلت على كبا رالعلماء، قد أشكل بعضها طبياً، وبعضها فلكياً، وبعضها علمياً، وبعضهاحسياً، وبعضها دينيا، فجعل فريق فكذبها وردها وتحمل على رواتها، ولم يصب في ذالك" (مقدمة مشكلات الاحاديث النبوية)

"یعنی صحیح احادیث کا جو بیان ہے یقیناً بعض کبار علماء پر مشکل ہوتا ہے (اسکے اعتراضات کے جوابات دینا کیوں کہ) بعض احادیث کا تعلق طب کے ساتھ ہوتا ہے، بعض کا تعلق (علم) فلکیات سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق (خاص) علمی ہوا کرتا ہے اور بعض کا تعلق کسی حس کے ساتھ ہوتا ہے، اور بعض کا تعلق دین کے ساتھ ہوتا ہے، پس ایک فریق ان میں سے (نا سمجھی کی بناء پر) ان احادیث کو جھٹلاتا ہے اس کے رواۃ کے تحمل کی بناء پر ہے اور اس میں وہ صواب کی طرف نہیں جاتا"۔

امام قصیمی کی وضاحت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ احادیث کا تعلق صرف عبادات سے نہیں ہوتا بلکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا تعلق دنیا کے ہر شعبے کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے تحت الباب جو احادیث ذکر فرمائی ہیں ان کا تعلق (Zoology) جانوروں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم ان فنون سے ناآشنائی کی وجہ سے تذبذب کا شکار رہتے ہیں۔ خصوصاً وہ حضرات جن کا وطیرہ ہی حدیث پر طعن کرنا ہوتا ہے۔ گدھے کی آواز کی وجہ شیطان کو دیکھنا یا پھر مرغے کی بانگ کی وجہ فرشتوں کا دیکھنا، بظاہر یہ ایک ایسا امر ہے جو سمجھ میں نہ آنے والا ہے، مگر جب ہم غور کریں تو بہت سے ایسے جانور ہیں جو بعض امور میں ان کا ادراک انسانوں کے ادراک سے کئی گناہ زیادہ ہوتا ہے، مثلاً چیل کا انتہائی بلندی پر ہونے کے باوجود مرغی یا مچھلی کا ادراک ہو جانا۔ چیونٹی کی قوت شامہ کو دیکھئے۔ مور کی قوت سامعہ کو دیکھئے۔ چیل کی نظر کی قوت کا کیا کہنا جو انسانوں سے کئی گناہ زیادہ دور ہے۔ کتے کا قوت شامہ کو دیکھئے کہ خاموش سیٹی جو انسان کو نہ سنائی دے مگر وہ جانور دور سے ہی اس کی سماعت کرے۔ مور میلوں دور کی آواز کا احاطہ کر لیتا ہے، چیونٹی بہت دور سے خوشبو سونگ لیتی ہے۔ چیونٹی کی ایک قسم کا شکار بھی ہے، چیونٹیوں کی ایک قسم بھیس بدلنے والے بھی ہے جسے (Basiceros) کہا جاتا ہے۔

چیونٹیوں میں ایک عجیب قسم کی چیونٹیاں ہیں جو غلاموں کی تجارت کرتی ہیں یعنی چیونٹیوں میں جب ایک بستی کے سپاہیوں کو اندازہ ہو جائے کہ وہ باآسانی دوسری بستی کو زیر کر سکتے ہیں تو وہ ان کے شکار پر اتر آتے ہیں۔ بستی پر حملہ کر کے ملکہ کو قتل کر دیا جاتا ہے ۔مال غنیمت میں شیرہ اپنے پیٹ میں ذخیرہ کرنے والے چیونٹیاں سمیٹتی ہیں۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ ملکہ کا لاروا بھی اٹھا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی بستی میں لے جاتے ہیں۔ ان لاروں سے نکلنے والی چوٹیاں غلاموں کا سا کام کرتی ہیں۔ چیونٹیوں میں ایک زبردست قسم بھی موجود ہے جس طرح ہم انسانوں میں سپاہی بھیس بدلنے والے ہوتے ہیں بعین اسی طرح چیونٹیوں میں بھی سپاہی بھیس بدلنے والے ہوتے ہیں۔ سائنسدانوں کے نزدیک ایک کیڑا جسے بمبار بھنورا کہا جاتا ہے یہ کیڑا اپنے دفاع کیلئے اور دشمنوں کے وار سے بچنے کیلئے کیمیائی طریقہ استعمال کرتا ہے جو کہ بہت عجیب سے عجیب تر ہے۔

تفصیل کیلئے دیکھئے:

❶ Bert Holldobler - Edward O, Wilson, The Ants Harvard University Press 1990, S 176-177, USO

❷ Natural History 1/94, Greogory Paulson and Roger D, Akre.

❸ Science, Volume 262, 22th Oct. 1993.

❹ چیونٹی ایک معجزہ ھارون یحییٰ

اس کے علاوہ آپ بندروں کی طرف غور کیجئے یہ بھی اللہ تعالی کی عجیب مخلوق ہے جس کے اطوار اور سکنات انسانوں سے ملتے ہیں، انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی شرح فیض الباری کے حاشیہ میں ایک واقعہ درج ہے کہ:

"ایک بندر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر درخت پر لٹک گیا تو اس کا دم گھٹ گیا معاً ایک اور بندر آیا اس نے اسکے گلے کی رسی کھول دی تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ مر چکا ہے۔ وہ اسکے ارد گرد چکر لگانا شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد وہ ایک طرف گیا تو ادھر سے ایک بڑے بندر کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے آیا۔ اس بندر نے اسکی نبض دیکھی پھر جو بندر اس کو اٹھا کر لایا تھا اس سے کوئی بات کی تو وہ اسے اٹھا کر جہاں سے اسے لایا تھا وہیں چھوڑ آیا اور واپس آتے ہوئے اپنے ہاتھ میں کوئی بوٹی لایا جس کا کچھ حصہ اسکی ناک میں اور کچھ اسکے منہ میں داخل کر دیا وہ اسی وقت اٹھ بیٹھا۔ (فیض الباری ج۴ ص۷۶ حاشیہ)

مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب ایک بڑا عجیب واقعہ ذکر کرتے ہیں آپ کا بیان ہے کہ:

"مجھے میرے دوست ڈاکٹر ایس جے رائے صاحب نے بتالایا کہ میرے ایک کرم فرمانے مجھے بتایا کہ میں اجمیر کے علاقہ میں ایک جنگل میں سانپ اور نیولا کی لڑائی دیکھی۔ نیولا کمزور تھا سانپ نے کئی بار اسے ڈسا مگر جوہی نیولے پر زہر کا اثر ہوا تو وہ داؤ بچا کر بھاگا تھوڑی دور جا کر ایک بوٹی کو توڑ کر کھانے لگا اور کچھ وقفہ بعد اسی سانپ سے مقابلہ کو آدھمکا یوں تین بار ہوا اور وہ نیولا بوٹی کے پتے کھا کر مقابلہ کرتا رہا حتی کہ اس سانپ کو اس نے جان سے مار ڈالا میں سمجھا کہ یہ بوٹی زہر کا تریاق ہے چنانچہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو اسے بالکل درست پایا۔ (جڑی بوٹیاں ج ۱ ص ۱۸ - ۱۹)

جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ درخت پودے وغیرہ خوشی اور غمی بھی محسوس کرتے ہیں انہیں تکلیف بھی ہوتی ہے حالانکہ چند سال قبل اس قسم کی تحقیق کا کوئی نشان بھی نہ تھا۔ لیکن احادیث میں اس بات کا ذکر یقینی طور پر موجود ہے۔ الحمد اللہ آج جدید سائنس نے اسے بھی قبول کر لیا، علامہ شبیر عثمانی اللہ تعالی کے اس قانون اور قدرت پر عقلی و نقلی جوابات دیتے ہوئے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب اسلام اور معجزات میں رقمطراز ہیں کہ :

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز ماہر علم بصارت نے انسان کی جلد مین قوت باصرہ راز پر روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ انسان کے بدن کی جلد کے نیچے چھوٹے چھوٹے ذرات پائے جاتے ہیں جو سارے جسم میں پھیلے ہوئے ہیں، یہ ذرّے ننھی ننھی آنکھیں ہیں، ان مین اسی طرح تصویر اُتر آتی ہے جس طرح آنکھ کی پُتلی میں اُتر ہے۔ یہ خیال کہ انسان کی کھال بھی اسی طرح دیکھتی ہے جس طرح آنکھیں، کوئی نیا نہیں ہے۔ آپ جب کسی نابیان شخص کو بازار میں بھیڑ سے بچ کر گزرتے دیکھتے ہیں تع تعجب کرتے ہیں کہ یہ تواندھاہے اسے راستہ کس طرح سوجھتاہے۔ انسان کی پیشانی کی جلد کے متعلق یہ خیال ہے کہ اس م یں قوت باصرہ موجود ہے۔ یہ دماغ کو اسی طرح پیغام پہنچاتی ہے۔

ڈاکٹر فرگول کا بیان ہے کہ آج سے ہزاروں سال پیشتر آنکھوں کے بغیر پڑھنے کا ہنر اپنے کمال کو پہنچاہوا تھا اور عام طور پر رائج تھا۔ لیکن جب انسان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ آنکھوں سے بھی وہی کام لے سکتا ہے جو بدن کی جلد سے لیتاہے تو اس نے جلد سے دیکھنے کا طریق ترک کر دیا اور بالآخر جلد سے دیکھنے کی قابلیت اس میں سے مفقود ہوگئی۔ اگر اس حس کو دوبارہ ترقی دی جائے تو تعجب نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے اندھے بھی دیکھنے لگیں۔

بہر حال سائنس کی ترقی خوراق کی تفہیم میں بُہت کچھ مدد دے رہی ہے اور اسی لیے ہم یہ امید رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ سائنس کے پُجاری خوارق کی تسلیم کے لیے گردن جھکادیں گے۔

ابھی چندروز پہلے جب یہ سنتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے درخت جھک گئے یا انہوں نے حضور کو سلام کیا یا حضور کے ایماء سے وہ اپنی جگہ سے سرک گئے تو ملحدین ان قصوں کی ''اساطیر الاولین'' کہہ کر ہنسی اڑاتے تھے اور ان بیانات کو پُرانے مسلمانوں کی خوش اعتقادی یاوہم پرستی پر حمل کرتے تھے۔ لیکن آج ماہرین علم نباتات نے نباتاتی زندگی کے جو حیرت انگیز حالات ظاہر کیے ہیں ان سے معلوم ہوتاہے کہ درخت اور پودے فی الواقع زندگی کے وہ تمام حسیات وتاثرات اپنے اندر رکھتے ہیں جو ابھی تک ذی روح مخلوق کی خصوصیت سمجھے جاتے تھے۔ ہر شخص جو نباتاتی زندگی سے کچھ بھی واقفیت رکھتاہے جانتاہے کہ پودے اور پھول بھی اپنی غذا کھاتے، اپنا پانی پیتے اور اپنی نیند سوتے ہیں۔ ان مین بھی جنسوں کا وصل وجفت ہوتاہے ان کی بھی نسل چلتی ہے اور ان میں بھی بڑھاپا آتاہے اور وہ بھی بالآخر موت کے چنگل میں پھنستے ہیں۔

لیکن بہت کم لوگ یہ یقین کرنے کے لیے تیار ہوں گے کہ پودے دیکھنے اور سننے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ آپس میں بات چیت بھی کرتے ہیں ان پر عشق ومحبت کا وار چلتاہے، رنج وغم ان کو بھی ستاتاہے اور وہ بھی ہماری طرح جذبات وحسیات سے تاثر پذیر ہوتے ہیں۔

آپ نے دیکھاہو گا کہ بعض پودے اور پھول محج ہاتھ لگادینے سے سکڑ جاتے ہیں اور ذرا سے اشارے سے بند ہو جاتے ہیں۔ اس ذکی الحسّی کی وجہ سے ایک پودے کا نام ہی ''چھوئی موئی'' پڑ گیاہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو وہ حالات ہیں کہ ہر انسان اپنی چشم عریاں سے دیکھ سکتا ہے لیکن آپ ہی کے ایک ہم وطن ماہر سائنس یعنی "سر جگدیش چندر بوس" نے اپنی مدت العمر کے تجربات سے پودوں اور درختوں کے جو حالات اپنے ایجاد کردہ عجیب و غریب آلات کے ذریعہ معلوم کیے ہیں ان سے علم نباتات میں حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔

آپ تو پھول میں سوائے رنگ و بو کے اور کوئی رازِ فطرت نہیں پاتے لیکن آپ "سر جگدیش چندر بوس" کی جدید تصنیف کا اگر مطالعہ کریں جو پلانٹس آٹو گرافس اینڈ ویرایولیشن کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے تو آپ کو معلوم ہو کہ اس ماہر فن نے پودوں پر کس کس قسم کے تجربات کر کے کیسے کیسے حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں اور ان سے فطرت کے کیسے کیسے رازہائے سربستہ معلوم ہوئے ہیں ان حالات کے دیکھنے اور معلوم کرنے سے بے اختیار زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے:

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفترے ست معرفتِ کردگار

مختلف قسم کی ادویہ کا پودوں پر بعینہ وہی اثر مترتب ہوتا ہے جو انسان یا جانور پر ہوتا ہے۔ کلوروفارم پودے کو بھی اسی طرح بیہوش کر سکتا ہے جس طرح ہمیں آپ کو۔

ایک ایسا آلہ سر بوس نے بنایا ہے جس سے پودے کی حالتِ خواب کا آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ ذکی الحس پودہ "مائی موزہ" ہے کہ ایک ذرا سی بدلی چھا جانے سے وہ اونگھنے لگتا ہے، اور شعاع افتاب پڑھنے سے فی الفور چاق و چوبند ہو جاتا ہے۔ حالتِ خواب و بیداری کے تجربے اس پودے پر خوب کیے جاتے ہیں۔

اس کے بر خلاف "جھنگا پھول" کا پودہ ہے جو دریائے گنگا کے کنارے "بنگال" میں زیادہ ہوتا ہے۔ یہ دن کے وقت خواب استراحت میں رہتا ہے اور شب میں اپنی پوری بہار دکھتا ہے۔ افریقہ میں ناریل کے ایسے درخت ہیں جو ساحل سمندر کی سخت اور تیز ہوا کی وجہ سے ایک طرف کو بالکل جھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن صبح کے وقت جب یہ ہوا نہیں چلتی یہ درخت بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس وقت ان کے پھل توڑنا بڑا دشوار کام ہے لیکن وقت مقررہ پر یہ سب پھر جھک جاتی ہے اور دوسری صبح کو پھر اسی طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

"بنگال" کے اس "تاڑ" کے درخت کا حال تو اکثر لوگوں کو معلوم ہوگا جو کہ طلوع آفتاب کے ساتھ بیدار ہوتا ہے اور تدریجاً زمین سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں سورج ڈھلتا جاتا تھا یہ درخت بھی جھکنے لگتا تھا اور غروب آفتاب کے ساتھ یہ بھی سر بسجود ہو جاتا تھا۔

کیا نباتات کے متعلق یہ جدید انکشافات اور سر بوس کی تصانیف پڑھ کر کسی کو انصاف پسند طالب حق کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ سیرۃ النبی ﷺ کے ان مستند و معتبر حقائق کی تکذیب کر دے جو نباتات میں حس و شعور، ارادہ نطق اور جذبات محبت وغیرہ کی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید دیمک کی مثال پر غور کیجیے دیمک کے گھروندے کی طرف دیکھئے اور اسکے سائز کا موازنہ فرمائیں دیمک بڑی کامیابی کے ساتھ بڑے بڑے گھروندے تعمیر کرتے ہیں، دیمک نے ایک گھروندا بنایا جو بڑی کامیابی کے ساتھ تعمیر ہوا جو ایک ایسا پروجیکٹ ہے کہ دیمک کے جسم سے ۳۰۰ گنا بڑا ہے اور سب سے کمال کی بات اور حیران کن یہ ہے دیمک اندھی ہوتی ہے۔

ہارون یحیٰ حفظ اللہ رقمطراز ہیں:

"آپ اگر ہزاروں بینائی سے محروم افراد کو اکھٹا کرلیں اور انکے ہاتھوں میں تمام قسم کے تکنیکی اوزار دے دیں پھر بھی آپ ان دیمکوں کی تعمیر کردہ کالونی میں شامل ایک گھروندے جیسا گھروندہ بھی تیار نہ کروا سکیں گے۔ (اللہ کی نشانیاں ص ۵۱)

حیرت انگیز بات، کابلی مکھی بھنبھیری کے پر:

اس مکھی کے پر بہت پتلے ہونے کے باوجود بہت مضبوط ہوتے ہیں اس میں تقریباً ۱۰۰۰ (ایک ہزار) خانے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی بنی ہوئی سخت کے باعث اس جانور کے پر پھٹے ہوئے نہیں اور وہ ہوا کے دباؤ کی مزاحمت کرتے ہیں۔ میونخ اولمپ سٹیڈیم کی چھت بھی اسی اصول کے تحت تعمیر کی گئی ہے۔ (For man of understanding by Haroon Yahya pg # 223)

اس تمام گفتگو کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف جانوروں میں مختلف صلاحیتیں اور خوبیاں رکھی ہیں بعض کا ادراک ہمارے لئے آسان ہے اور بعض کا ادراک مشکل ترین ہے بلکہ کچھ چیزوں کا ادراک ناممکن ہے کیوں کہ وہ غیب اور ایمانیات سے تعلق رکھتی ہیں ہمیں ان احکامات پر جو شریعت نے بتائے ہیں ایمان لانا انتہائی ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث میں سانپ کا بھی ذکر موجود ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ حمل گرا دیتا ہے اور اندھا کر دیتا ہے الحمدللہ آج کی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ Africa کے جنگل میں یہ سانپ بھی موجود ہیں اسکا محققین نے Spitting snack تھوکنے والا سانپ نام رکھا ہے لہٰذا اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے جن باتوں کا ذکر فرمایا ہمیں اسے تسلیم کرنا چاہئے اور انکار کر کے اپنے اعمال کو برباد ہونے سے بچانا چاہیے۔

سراج الدین علی بن احمد الانصاری معروف ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فيه دلالة ان الله جعل للديك ادراكاً كما جعله للحمير، وان كل نوع من الملئكة والشياطين موجودان، وهذا معلوم في الشرع قطعاً والمنكر بشيئ منها كافر" (التوضيح شرح الجامع الصحيح ج ۱۹ ص ۲۴۳)

"(ان احادیث میں) دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح گدھے میں ایک مخصوص ادراک رکھا ہے مرغ کیلئے بھی (مخصوص) ادراک موجود ہے اور فرشتے اور شیاطین کی تمام انواع موجود ہیں اور یہ شریعت سے قطعیت کے ساتھ معلوم ہی جو اسکا انکار کریگا کچھ بھی وہ کافر ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

اعداد	مصادر و مراجع	مؤلف
۱	القرآن الکریم	
۲	صحیح بخاری	امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ
۳	صحیح مسلم	امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ
۴	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان السجستانی رحمہ اللہ
۵	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ محمد بن ماجہ رحمہ اللہ
۶	سنن النسائی	امام عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ
۷	مؤطا امام مالک	مالک بن انس رحمہ اللہ
۸	اطراف الغرائب والافراد	حافظ أبو الفضل المقدسی رحمہ اللہ
۹	فتح الباری شرح صحیح بخاری	حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۱۰	المتواری علی ابواب البخاری	العلامہ ناصر الدین ابن المنیر رحمہ اللہ
۱۱	فك اغراض البخاری	علامہ محمد بن منصور رحمہ اللہ
۱۲	ترجمان التراجم	عبداللہ بن رشید السبتی رحمہ اللہ
۱۳	شرح تراجم ابواب صحیح بخاری	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ
۱۴	ضیاء الساری فی مسالك ابواب البخاری	عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ
۱۵	ابواب والتراجم لصحیح بخاری	عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ
۱۶	لب اللباب فی تراجم والابواب	العلامۃ عبدالحق الهاشمی رحمہ اللہ
۱۷	مناسبات تراجم البخاری	بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ
۱۸	الابواب والتراجم	علامہ محمود حسن رحمہ اللہ
۱۹	فتح الباری شرح صحیح بخاری	ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ
۲۰	مقدمۃ ابن خلدون	ابو زید ولی الدین ابن خلدون رحمہ اللہ
۲۱	مراءۃ البخاری	شیخ الحدیث عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۲	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی رحمہ اللہ
۲۳	ارشاد الساری	ابو العباس شہاب الدین القسطلانی رحمہ اللہ
۲۴	فیض الباری شرح صحیح البخاری	انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
۲۵	الاحادیث المخرجة فی الصحیحین	حافظ زین الدین عراقی رحمہ اللہ
۲۶	ذم الکلام وأهله	ابو اسماعیل الهروی رحمہ اللہ
۲۷	البیان والتوضیح	حافظ ولی الدین ابو زرعة رحمہ اللہ
۲۸	رفع التماری فی من رجال البخاری	علامہ محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ
۲۹	حل المشکلات احادیث النبویة	امام قصیمی رحمہ اللہ
۳۰	الافهام بما وقع فی البخاری من الابهام	علامہ جلال الدین بلقینی رحمہ اللہ
۳۱	توضیح طرق الرشاد	قاضی محمد بن احمد علوی رحمہ اللہ
۳۲	الاستدراك والتتبع	شیخ ربیع بن هادی رحمہ اللہ
۳۳	حل مشکلات البخاری	شیخ الحدیث مولانا ابو القاسم بنارسی رحمہ اللہ
۳۴	احادیث الصحیحین	ثناء اللہ الزهدی رحمہ اللہ
۳۵	دفاع عن الصحیحین دفاع عن الاسلام	محمد بن الحسن الحجوی رحمہ اللہ
۳۶	التبصرة والتذکرة	(انظر فی التبصرة)
۳۷	کتاب السنة	موسیٰ جار اللہ رحمہ اللہ
۳۸	الکفایة فی علم الروایة	الامام حافظ خطیب البغدادی رحمہ اللہ
۳۹	حاشیة السندی علی صحیح بخاری	ابو الحسن نور الدین السندی رحمہ اللہ
۴۰	الإلماع	العلامة القاضی ابو الفضل عیاض رحمہ اللہ
۴۱	فتح المغیث	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ
۴۲	المحدث الفاصل	قاضی ابی محمد الحسن الرامهرمزی رحمہ اللہ
۴۳	مقدمة ابن الصلاح	حافظ تقی الدین أبو عمرو ابن الصلاح رحمہ اللہ
۴۴	شرح صحیح بخاری	امام ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۵	کتاب الکبری	امام أبوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ
۴۶	مصنف ابن ابی شیبة	الحافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبة
۴۷	شعب الایمان	الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین البیهقی رحمہ اللہ
۴۸	الکنز المتواری	(انظر فی تعلیقات لامع الدراری)
۴۹	التوضیح لشرح الجامع الصحیح	سراج الدین ابی الحفص ابن الملقن رحمہ اللہ
۵۰	صلاح العالم بافتاء الغالم	حامد عمادی
۵۱	فتاویٰ نووی	امام ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ
۵۲	الفتاوی المصریة	العزبن عبدالسلام رحمہ اللہ
۵۳	فتاوی ابن الصلاح	حافظ تقی الدین ابوعمرو ابن الصلاح رحمہ اللہ
۵۴	طبقات الشافعة الکبری	علامہ تاج الدین أبو نصر المعروف السبکی رحمہ اللہ
۵۵	الاصابة فی تمییز الصحابة	حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۵۶	هدی الساری مقدمة فتح الباری	حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۵۷	کتاب الموضوعات	الامام ابن الجوزی رحمہ اللہ
۵۸	المستدرک الحاکم	حافظ ابی عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ
۵۹	میزان الاعتدال	حافظ شمس الدین الذهبی رحمہ اللہ
۶۰	الرحلة فی طلب الحدیث	الامام الحافظ خطیب البغدادی رحمہ اللہ
۶۱	حسن المحاضرة فی اخبار المصر والقاهره	علامة جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ
۶۲	معرفة علوم الحدیث	حافظ ابی عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ
۶۳	فتح القدیر	الامام محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ
۶۴	مسند حمیدی	امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی رحمہ اللہ
۶۵	کتاب السنة	الامام الحافظ ابوبکر احمد بن عمرو ابی عاصم رحمہ اللہ
۶۶	شرح صحیح بخاری	علامة شمس الدین السفیری رحمہ اللہ
۶۷	توفیق الباری شرح صحیح بخاری	ڈاکٹر عبدالکبیر محسن حفظہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۸	کتاب النبوات	شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ رحمہ اللہ
۶۹	الصفدیۃ	شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ رحمہ اللہ
۷۰	کتاب الزھد	الامام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ
۷۱	کتاب الکبائر	حافظ ابو عبداللہ شمس الدین الذھبی رحمہ اللہ
۷۲	صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبان رحمہ اللہ
۷۳	صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان	علاء الدین علی بن بلبان الفارسی رحمہ اللہ
۷۴	شرح السنۃ	الامام المحدث حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ
۷۵	شرح السنۃ	الامام ابی محمد الحسن البرھادی رحمہ اللہ
۷۶	اتحاف القاری	صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ
۷۷	معجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۷۸	معجم الاوسط	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۷۹	معجم الصغیر	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۸۰	اسلام کی سچائیاں اور سائنسی اعترافات	محسن فارانی حفظہ اللہ
۸۱	سنت نبوی اور جدید سائنسی تحقیقات	محمد انور میمن حفظہ اللہ
۸۲	خلافیات	الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین البیھقی رحمہ اللہ
۸۳	سنن الدارقطنی	حافظ ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ
۸۴	تخریج الاحادیث الضعاف	الغسانی رحمہ اللہ
۸۵	الضعفاء والمتروکین	امام عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ
۸۶	التاریخ الکبیر	الامام المحدث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ
۸۷	الجرح والتعدیل	امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ
۸۸	الکاشف	حافظ أبو عبداللہ شمس الدین الذھبی رحمہ اللہ
۸۹	التقریب	حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۹۰	تھذیب التھذیب	حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۱	سؤلات البرقانی للدارقطنی	(انظر سوالات للبرقانی)
۹۲	الضعفاء الکبیر	امام ابو جعفر محمد بن عمرو رحمہ اللہ
۹۳	التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی	شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ
۹۴	التحقیق	الامام عبد الرحمن بن الجوزی رحمہ اللہ
۹۵	مشکل الآثار	امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ
۹۶	التحریر	کمال بن الھمام
۹۷	تیسیر التحریر	امیر بادشاہ
۹۸	نیل الاوطار شرح منتقی الأخبار	قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ
۹۹	نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	الحافظ جمال الدین الزیلعی رحمہ اللہ
۱۰۰	المجموع شرح المھذب	امام محی الدین ابو ذکریا النووی رحمہ اللہ
۱۰۱	المغنی	امام موفق الدین ابو محمد بن قدامۃ رحمہ اللہ
۱۰۲	شرح منتقی الارادات	(انظر فی شرح منتقی الارادات)
۱۰۳	المحرر	ابن عبد الھادی رحمہ اللہ
۱۰۴	الشرح الکبیر	امام الدردیر مالکی رحمہ اللہ
۱۰۵	الأم	امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ
۱۰۶	مغنی المحتاج	الخطیب الشربینی رحمہ اللہ
۱۰۷	شرح الصغیر	(انظر فی شرح الصغیر)
۱۰۸	مقدمات	امام ابن رشد رحمہ اللہ
۱۰۹	قوانین احکام الشریعۃ	(انظر فی قوانین)
۱۱۰	فتح باب العنایۃ	علامۃ نور الدین علی بن سلطان القاری رحمہ اللہ
۱۱۱	کشاف القناع	امام لجھوتی رحمہ اللہ
۱۱۲	حاشیۃ الدسوق	للدردیر
۱۱۳	عارضۃ الاحوزی	ابن العربی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۴	تحفة الاحوذی	عبدالرحمن مبارکفوری رحمہ اللہ
۱۱۵	معجم البلدان	أبوعبداللہ یاقوت الحموی
۱۱۶	فتح الباری شرح صحیح بخاری	ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ
۱۱۷	تاریخ بغداد	الامام الحافظ خطیب البغدادی رحمہ اللہ
۱۱۸	تهذیب الکمال فی اسماء الرجال	حافظ جمال الدین أبوالحجاج المزی رحمہ اللہ
۱۱۹	مسند ابی یعلی الموصلی	الامام أبویعلی احمد بن علی الموصلی رحمہ اللہ
۱۲۰	مشکوۃ المصابیح	شیخ أبوعبداللہ ولی الدین خطیب رحمہ اللہ
۱۲۱	تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ	علامة أبوسعید الدهلوی رحمہ اللہ
۱۲۲	تحفة المودود	علامة ابن القیم الجوزیة رحمہ اللہ
۱۲۳	تخلیق انسان اور قرآنی معجزات	ڈاکٹر کیتھ مور
۱۲۴	اکمال المعلم	العلامة القاضی أبوالفضل عیاض الیحصبی رحمہ اللہ
۱۲۵	الزریعة	ابن العماد الاقفهسی رحمہ اللہ
۱۲۶	عون الباری شرح صحیح بخاری	نواب صدیق حسن القنوجی رحمہ اللہ
۱۲۷	روح المعانی	أبوالفضل شهاب الدین محمود الوسی رحمہ اللہ
۱۲۸	کتاب الآثار	امام الشیبانی رحمہ اللہ
۱۲۹	تفسیرالقرطبی	امام أبوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ
۱۳۰	الاختیارات العلمیة	شیخ الاسلام احمد بن تیمیة رحمہ اللہ
۱۳۱	تحزیرالساجد	محدث عصر محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
۱۳۲	صحیح ابن خزیمة	امام ابن خزیمة رحمہ اللہ
۱۳۳	انعام الباری	محمد عاشق الهی
۱۳۴	مسند بزار (البحر الزخار)	الامام ابوبکر احمد بن عمرو البزار رحمہ اللہ
۱۳۵	فتح المنان شرح سنن الدارمی	الشیخ محمد عاصم النبیل
۱۳۶	سنن کبریٰ	الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین البیهقی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۷	مسند احمد	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
۱۳۸	الحاوی للفتاویٰ	علامة جلال الدين السيوطی رحمہ اللہ
۱۳۹	شرح صحیح مسلم	امام أبوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ
۱۴۰	الدیباج شرح صحیح مسلم	علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ
۱۴۱	المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم	الامام الحافظ أبو العباس احمد بن عمر القرطبی رحمہ اللہ
۱۴۲	منة المنعم شرح صحیح مسلم	الشیخ صفی الرحمن مبارکفوری رحمہ اللہ
۱۴۳	اکمال اکمال المعلم	أبوعبداللہ محمد بن خلفة الوشنانی رحمہ اللہ
۱۴۴	سبل السلام شرح بلوغ المرام	الامام محمد بن اسماعیل الصنعانی رحمہ اللہ
۱۴۵	اختلاف الحدیث	الامام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ
۱۴۶	مختلف الحدیث	امام ابن قتیبة رحمہ اللہ
۱۴۷	کشف المشکل	امام عبدالرحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ
۱۴۸	تیسیر الباری شرح صحیح بخاری	علامة وحید الزمان
۱۴۹	فیض الباری شرح صحیح بخاری	علامہ أبو الحسن السیالکوتی رحمہ اللہ
۱۵۰	تاریخ الصغیر	الامام المحدث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ
۱۵۱	لسان المیزان	حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۱۵۲	جامع المسانید والسنن	حافظ ابو الفداء ابن کثیر رحمہ اللہ
۱۵۳	سوالات الحاکم للدارقطنی	موفق بن عبداللہ رحمہ اللہ
۱۵۴	منحة الباری شرح صحیح بخاری	الشیخ ابی یحییٰ زکریا رحمہ اللہ
۱۵۵	الخزی العظیم	شیخ الحدیث ابو القاسم البنارسی رحمہ اللہ
۱۵۶	الاستذکار	أبوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر رحمہ اللہ
۱۵۷	تحقیق المشکاة	علامة ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ
۱۵۸	ارواء الغلیل	علامة ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ
۱۵۹	بدایة المجتهد	أبو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی رحمہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶۰	ذخیرۃ العقبٰی (شرح سنن النسائی)	محمد علی ایتوبی حفظہ اللہ
۱۶۱	معالم السنن	الامام أبو سلیمان حمد بن محمد الخطابی رحمہ اللہ
۱۶۲	جزء القرأۃ	الامام الحافظ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ
۱۶۳	مسک الختام شرح بلوغ المرام	نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ
۱۶۴	خیر الکلام	علامۃ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ
۱۶۵	الکتاب المستطاب	محمد عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ
۱۶۶	تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام	عبد الرحمن مبارکفوری رحمہ اللہ
۱۶۷	توضیح الکلام	ارشاد الحق الاثری حفظہ اللہ
۱۶۸	معرفۃ السنن والآثار	الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ
۱۶۹	التحقیق	امام عبد الرحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ
۱۷۰	شرح الإلمام	امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ
۱۷۱	الإجماع	امام ابن المنذر رحمہ اللہ
۱۷۲	اختلاف العلماء	امام أبو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ
۱۷۳	فتاوی الدین الخالص	شیخ امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ
۱۷۴	زاد المعاد	ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ
۱۷۵	البدیۃ والنہایۃ	امام أبو الفداء ابن کثیر رحمہ اللہ
۱۷۶	مناقب امام أبو حنیفۃ	موفق بن احمد
۱۷۷	إذا صح الحدیث فهو مذهبی	الدکتور علی نائف بقاعی
۱۷۸	آداب الشافعی	(انظر فی آداب الشافعی)
۱۷۹	مختصر المؤمل الرد إلی الأمر والاول	ابا شامۃ المقدسی
۱۸۰	ایقاظ الھمم	علامۃ فلاق
۱۸۱	ارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	حافظ ابو یعلیٰ خلیلی
۱۸۲	امام احمد بروایۃ ابی داؤد	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸۳	زهر الرجی	علامة جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ
۱۸۴	المقترح	الشیخ مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ
۱۸۵	مجمع الزوائد	امام نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی رحمہ اللہ
۱۸۶	نقض قواعد فی علوم الحدیث	شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ
۱۸۷	تلخیص	حافظ أبو عبد اللہ شمس الدین الذھبی رحمہ اللہ
۱۸۸	البحر الزخار	الامام أبو بکر احمد بن عمرو البزار رحمہ اللہ
۱۸۹	نصب المجانیق	محدث ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ
۱۹۰	الاستیعاب	شیخ سلیم ھلالی
۱۹۱	احکام القرآن	امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن العربی رحمہ اللہ
۱۹۲	تفسیر الکبیر	الامام ابو عبد اللہ فخر الدین الرازی رحمہ اللہ
۱۹۳	الشفاء	العلامة القاضی ابو الفضل عیاض الیحصبی رحمہ اللہ
۱۹۴	مرعاۃ المفاتیح	شیخ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ
۱۹۵	المدونة	ابن القاسم رحمہ اللہ
۱۹۶	التوضیح لمبھات الجامع الصحیح	ابن العجمی رحمہ اللہ
۱۹۷	تفسیر الطبری (جامع البیان)	امام محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ
۱۹۸	حلیة الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبھانی رحمہ اللہ
۱۹۹	الفقیہ و المتفقہ	الامام الحافظ خطیب البغدادی رحمہ اللہ
۲۰۰	مصنف عبد الرزاق	امام عبد الرزاق بن ھمام صنعانی رحمہ اللہ
۲۰۱	معجم الصحابة	الامام الحافظ ابو الحسین عبد الباقی بن قانع رحمہ اللہ
۲۰۲	تاریخ المدینة	ابو زید ابن شبة البقری رحمہ اللہ
۲۰۳	المدخل	الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین البیھقی رحمہ اللہ
۲۰۴	مجموع فتاوی	شیخ الاسلام امام ابن تیمیة رحمہ اللہ
۲۰۵	صحیح سیرۃ الانبیاء	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۶	سنن سعید بن منصور	الامام الحافظ سعید بن منصور الخراسانی رحمہ اللہ
۲۰۷	الحدیث والمحدثون	محمد ابوزھد
۲۰۸	لامع الدراری	رشید احمد گنگوھی
۲۰۹	کتاب العلل	حافظ ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ
۲۱۰	البدر المنیر	الامام محمد بن ابن الملقن رحمہ اللہ
۲۱۱	العلل المتناھیۃ	امام عبدالرحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ
۲۱۲	الناسخ والمنسوخ	امام ابن شاھین رحمہ اللہ
۲۱۳	روضۃ الطالبین	امام ابوذکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ
۲۱۴	المجروحین	امام محمد بن حبان رحمہ اللہ
۲۱۵	تاریخ ابن عساکر	امام ابن عساکر رحمہ اللہ
۲۱۶	تحفۃ الفقھاء	(انظر فی تحفۃ
۲۱۷	شرح الزرقانی علی الموطا	شیخ محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمہ اللہ
۲۱۸	نزھۃ المجالس	
۲۱۹	کتب حزر منھا العلماء	
۲۲۰	تبلیغی نصاب	محمد ذکریا کاندھلوی
۲۲۱	فضائل اعمال	محمد ذکریا کاندھلوی
۲۲۲	الاحکام فی اصول الاحکام	علامۃ ابو محمد علی بن احمد بن حزم رحمہ اللہ
۲۲۳	اوجز المسالک	محمد ذکریا کاندھلوی
۲۲۴	لسان العرب	علامۃ ابوفضل جمال الدین ابن منظور الافریقی رحمہ اللہ
۲۲۵	النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر	علامۃ مجد الدین ابو السعادات محمد بن اثیر رحمہ اللہ
۲۲۶	القاموس الوافی	شھاب الدین أبو عمر
۲۲۷	مصباح اللغات	أبو الفضل عبد الحفیظ البلیاوی
۲۲۸	المنجد	لوئیس بن نقولا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۲۹	لغات القرآن	مسٹر پرویز
۲۳۰	اصول شاشی	علامہ نظام الدین شاشی
۲۳۱	نزهة الالباب	حسن بن محمد الواهلی رحمہ اللہ
۲۳۲	سیر اعلام النبلاء	حافظ ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ
۲۳۳	تاریخ الاسلام	حافظ ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ
۲۳۴	قواعد التحدیث	علامہ جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ
۲۳۵	مجمع الامثال	علامہ میرانی
۲۳۶	اعلام الموقعین	علامہ ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ
۲۳۷	دفاع عن ابی ہریرۃ	الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ
۲۳۸	فتاوی قاضی خاں	فخر الدین حسن بن منصور الفرغانی
۲۳۹	کتاب السنۃ	الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
۲۴۰	الفوائد البہیۃ	علامہ لکھنوی رحمہ اللہ
۲۴۱	الجواہر المضیئۃ	عبدالقادر بن ابی الوفا
۲۴۲	دراسات اللبیب	(انظر فی دراسات اللبیب)
۲۴۳	المحلّی	علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم رحمہ اللہ
۲۴۴	التعلیقات السلفیۃ علی النسائی	شیخ الحدیث عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ
۲۴۵	اتحاف السامع	شیخ ابی الحارث نادر ابن سعید رحمہ اللہ
۲۴۶	اخبار مکۃ	الامام فاکہی رحمہ اللہ
۲۴۷	المؤتلف والمختلف	حافظ ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ
۲۴۸	اخبار مکۃ	علامہ ابوعبداللہ محمد بن اسحاق المکی والفاکہی رحمہ اللہ
۲۴۹	الاستیعاب فی اسماء الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف ابن عبدالبر رحمہ اللہ
۲۵۰	التمہید	ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف ابن عبدالبر رحمہ اللہ
۲۵۱	الخصائص الکبریٰ	علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ
۲۵۲	تغلیق والتعلیق	علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۲۵۳	دو اسلام	غلام برق جیلانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۵۴	تفہیم اسلام	مسعود بی ایس سی
۲۵۵	تفہیم حدیث	الشیخ محمد حسین میمن
۲۵۶	غایۃ السول	امام عمر بن ابن الملقن رحمہ اللہ
۲۵۷	تدریب الراوی	علامۃ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ
۲۵۸	تلخیص الحبیر	الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۲۵۹	صحیح مسلم کی بظاہر دو احادیث میں تطبیق	شیخ محمد حسین میمن
۲۶۰	جامع العلوم والحکم	امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ
۲۶۱	کشف الباری عما فی صحیح بخاری	سلیم اللہ خان صاحب
۲۶۲	معجم الوسیط	الدکتور ابراھیم انس، دکتور عبد الحلیم منتصر، عطیۃ الصوالحی
۲۶۳	جمع الجوامع	علامۃ تاج الدین ابو نصر المعروف السبکی رحمہ اللہ
۲۶۴	حاشیۃ البنانی	(انظر فی حاشیۃ البنانی)
۲۶۵	شرح الاسنوی	
۲۶۶	المسودۃ	ابن تیمیۃ رحمہ اللہ
۲۶۷	ادب القاضی	الامام ماوردی رحمہ اللہ
۲۶۸	رد المختار	علامۃ ابن عابدین الشامی
۲۶۹	رگ وید	
۲۷۰	یجر وید	
۲۷۱	سام وید	
۲۷۲	اتھر واوید	
۲۷۳	بھگوت گیتا	
۲۷۴	سویدا سواترا اپنشد	
۲۷۵	بائبل	
۲۷۶	جنم ساکھی	
۲۷۷	چپ جی دیا کھیا	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۷۸	ادیان مذاھب کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید
۲۷۹	حاشیۃ التاودی بن سودۃ علی صحیح البخاری	امام التاودی بن سودۃ رحمہ اللہ
۲۸۰	اطلس العالم	(انظرفی اطلس)
۲۸۱	مرقاۃ المفاتیح	علامۃ نور الدین علی بن سلطان القاری رحمہ اللہ
۲۸۲	نور الانوار	ملا علی جیون
۲۸۳	توضیہ النظر	صالح بن طاھر الجزائری
۲۸۴	السنۃ قبل التدوین	عجاج الخطیب
۲۸۵	التعریفات	امام جرجانی رحمہ اللہ
۲۸۶	المعلم الفھرس (الفاظ القرآن الکریم)	
۲۸۷	کتاب الدعا	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۲۸۸	معجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۲۸۹	معجم الاوسط	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۲۹۰	معجم الصغیر	امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ
۲۹۱	عمل الیوم و اللیلۃ	امام ابن سنی رحمہ اللہ
۲۹۲	تفسیر روح المعانی	ابو الفضل شھاب الدین سید محمود آلوسی رحمہ اللہ
۲۹۳	تفسیر روح القرآن	اشرف علی تھانوی
۲۹۴	الجواھر تفیسر القرآن	علی طنطاوی المصری
۲۹۵	دائرۃ المعارف القرآن	بطرس المعلم السبتانی
۲۹۶	الموسوعۃ الکونیۃ الکبرٰی	ماھر احمد صوفی
۲۹۷	حل مشکلات البخاری	شیخ الحدیث ابو القاسم البنارسی رحمہ اللہ
۲۹۸	چیونٹی ایک معجزہ	ھارون یحیی
۲۹۹	اللہ کی نشانیاں	ھارون یحیی
۳۰۰	جڑی بوٹیاں	مولانا حکیم محمد عبد اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۰۱	اسلام کے بنیادی عقائد مع اسلام اور معجزات	مولانا بشیر احمد عثمانی
۳۰۲	الفقه الاسلامية وادلته	دکتور واهبة الذهيلي
۳۰۳	مخالفة الصحابي للحديث النبوي	دکتور عبد الكريم بن علي
۳۰۴	نهاية المطلب في دراية المذهب	امام الحرمين الجويني رحمہ اللہ
۳۰۵	الرسالة	امام محمد بن ادريس الشافعي رحمہ اللہ
۳۰۶	بدائع الصنائع	علاء الدين ابوبكر بن مسعود الكاساني رحمہ اللہ
۳۰۷	الموسوعة الفقهية	(انظر في الموسوعة)
۳۰۸	طلب الطلبة	علامة نسفي رحمہ اللہ
۳۰۹	المُغرب	ابو الفتح ناصر الدين مطرزی
۳۱۰	جمهرة اللغة	ابوبكر محمد بن الحسن بن دريد
۳۱۱	اللمع في اسباب الحديث	علامة جلال الدين السيوطي رحمہ اللہ
۳۱۲	البيان والتعريف	ابراهيم كمال الدين حنفي
۳۱۳	علم الاسباب ورود الحديث	دکتور طارق اسد
۳۱۴	تحفة الفقهاء	الامام سمرقندی رحمہ اللہ
۳۱۵	الدرر الكامنة	الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمہ اللہ
۳۱۶	كشف الظنون	حاجي خليفة
۳۱۷	جواب المتعنّت	علامه محمد طاهر المقدسي رحمہ اللہ
۳۱۸	الوشيعة في النقد على عقائد الشيعة	الشيخ موسى جار الله رحمہ اللہ
۳۱۹	Greogory Pauison and Roger	Natural History
۳۲۰		Science
۳۲۱	Edword O,Wilson	Bert Holldobier
۳۲۲	Haroon Yahya	For man of understanding

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد حسین میمن حفظہ اللہ کی مطبوع وغیر مطبوع کتب

اسلام کے مجرم کون

تالیف: محمد حسین میمن

ڈاکٹر شبیر کی کتاب ''اسلام کے مجرم''
کا مدلل اور مسکت جواب

قرآن مقدس اور حدیث مقدس

تالیف: محمد حسین میمن

احمد سعید چتورگڑی کی کتاب
''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کا مدلل جواب

احادیث متعارضہ اوران کا حل

تالیف: محمد حسین میمن

نبی کریم ﷺ کی بظاہر احادیث میں
تعارض اور اس میں بہترین تطبیق کے لیے

اصول مبادی پر تحقیقی نظر مع دفاع اصول محدثین

تالیف: محمد حسین میمن

غامدی صاحب کی کتاب
''اصول مبادی'' کا تحقیقی جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفہیم حدیث

تالیف: محمد حسین میمن

صحیح بخاری کے دفاع پر ایک بہترین تحقیق

تذکرۃ المحدثین

تالیف: محمد حسین میمن

محدثین کرام کی احادیث کے لیے قربانیاں
اور ان کا احادیثِ رسولؐ سے محبت

تنبیہ المسلم فی الدفاع عن صحیح مسلم

تالیف: محمد حسین میمن

صحیح مسلم کی احادیث کے دفاع پر ایک بہترین کتاب

صحیح مسلم کی بظاہر دو متعارض احادیث میں تطبیق

تالیف: محمد حسین میمن

معترض کے شکوک کے جواب پر لکھی جانے
والی صحیح مسلم کے دفاع پر ایک بہترین کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مباھلہ
قرآن وحدیث کی روشنی میں

تالیف: محمد حسین میمن

اس کتاب میں مباھلے کے واقعات اوراس کے شرائط وضوابط کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں موجودہ پانچ مسائل کے حل

تالیف: محمد حسین میمن

اس کتاب میں موجودہ مشکلات اور پریشانیوں کا حل حدیث کے ذریعے بتایا گیا ہے

حدیث بھی کتاب اللہ ہے اوراس کا انکار کفر ہے

تالیف: محمد حسین میمن

جس طرح قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے بعین اسی طرح احادیث بھی کتاب اللہ ہیں

حدیث رسول ﷺ اور جدید سائنس

تالیف: محمد حسین میمن

نبی کریم ﷺ کی احادیث قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہدایت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

محاضرات ادیان

تالیف: محمد حسین میمن

باطل فرق اور ادیان کے بارے میں پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات

محاضرات حدیث

تالیف: محمد حسین میمن

دفاع حدیث پر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات

محاضرات قرآنی

تالیف: محمد حسین میمن

قرآن مجید پر کیے گئے سوالات کے جوابات

فضل الباری فی الدفاع عن صحیح البخاری

تالیف: محمد حسین میمن

پانچ منکرین حدیث کی لکھی جانے والے کتب کے جواب میں لاجواب کتاب

دفاع عقیدہ توحید رد عقیدہ تثلیث

تالیف: محمد حسین میمن

عیسائی عالم پاسٹر نوید ملک کی کتاب ''روح اللہ'' کے رد میں بے مثال اور لاجواب کتاب

Embroyology in the light of Quran and Sahi Hadees

تالیف: محمد حسین میمن

مسائل جنین پر قرآن وحدیث کی رو سے انگلش میں لکھی جانے والی کتاب

حسبنا کتاب اللہ

تالیف: محمد حسین میمن

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ''ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے'' سے کیا مراد ہے؟ اس مسئلے پر بہترین تحقیق

www.KitaboSunnat.com

دلیل القرآن
بجواب
برھان القرآن

تالیف: محمد حسین میمن

پادری اکبر مسیح کی کتاب جس میں انہوں نے
قرآن کو محرف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے
اس کے جواب میں بہترین علمی اور تحقیقی کتاب

تعدد ازواج رسول ﷺ
پر شبہات اور انکا ازالہ

تالیف: محمد حسین میمن

غیر مسلموں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی پر
اٹھائے گئے اعتراضات کے مسکت جوابات کے لیے

اسباب نزول حدیث

تالیف: محمد حسین میمن

نبی کریم ﷺ کی احادیث کے پس
منظر کے لیے ایک نادر کتاب

اصول حدیث
قرآن مجید کے مطابق ہیں

تالیف: محمد حسین میمن

کتاب ھذا میں اصول حدیث کا بھرپور
قرآن مجید سے دفاع کیا گیا ہے

برھان یا کتمان

تالیف: محمد حسین میمن

جاوید احمد غامدی کی کتاب ''برھان'' کا تحقیقی جواب

صحیح بخاری، بائبل اور ماڈرن سائنس

تالیف: محمد حسین میمن

اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کسی بھی طریقے سے
بائبل صحیح بخاری کی صحت کا مقابلہ نہیں کر سکتی

آسمان کے چمکتے ستارے
خلفاء الراشدین والمھدیین ہمارے

تالیف: محمد حسین میمن

خلفاء الراشدین کی سیرت اور ان پر
اٹھائے گئے اعتراضات پر لاجواب کتاب

نزول عیسیٰ علیہ السلام
قرآن وصحیح حدیث کی روشنی میں

تالیف: محمد حسین میمن

نزول عیسیٰ علیہ السلام کو دقیق انداز سے
قرآن وحدیث سے ثابت کیا گیا ہے

نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور دجال
کے متعلق احادیث میں بظاہر تعارضات اور ان میں تطبیق

تالیف: محمد حسین میمن

محمد عادی کے اعتراضات کے جوابات کے لیے ایک مفید تالیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری

(جلد۲)

تالیف: محمد حسین میمن

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث میں مناسبت کا بیش بہا مجموعہ

(مع ضروری فوائد ونکات)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث میں مناسبت کا بیش بہا مجموعہ (مع ضروری فوائد و نکات)

عونُ الباری

فی مناسبات

تراجم البُخاری

تالیف

محمد حسین میمن حفظہ اللہ
خادم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نظر ثانی

شیخ الحدیث مولانا مقصود احمد سلفی حفظہ اللہ

تقدیم

محققُ العصر مولانا ارشادُ الحق اثری حفظہ اللہ

ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن